

کتاب نزل الیہ کا یکے کو صد رک چہ منہ

الحمد لله کتاب کشف الثقاب عن سلفا ستمہ کتاب فی فصول الخطا

اسمی بہ

انوار غممانیہ

ترتیب

فاضل اجل عالم اکمل مولانا مولوی محمد فضل الدین صاحب حجۃ الی سائرۃ

سنۃ ۱۳۰۰ ہجری المقدس

مطابق ۱۳۰۰ء



مطبع مشرقیہ لاہور ہاتھ لکھی و کتب خانہ لاہور

فہرست مطالب کشف الثقب عن مسئلۃ الکتاب المسنون بالقرآن النعمانی

نمبر صفحات	مضامین	مضامین	نمبر صفحات
		آیتہ ما یتکم الرسول کے معنی	۱۹
		مؤلف کا قول ہے کہ اوقہ ہمارے بیان مشاجرہ واقہ ہوا ہے کہ۔ جواب	۲۰
۱	فرق ظاہر و باطن کا حال	مؤلف کے قول کو تخصیص و التخصیص سے ہے کہ۔ جواب	۲۱
۲	اہل حدیث کی تعریف	مؤلف کے قول۔ کہ خفیہ اپنی خیالی باتوں سے تخصیص و اقرآن کریم۔ کا جواب	۲۲
۵	معیار عمل بالجہد کا بیان	تخصیص کے اقسام کا بیان۔	۲۵
۶	امام اعظم رحمہ اللہ کا مناقب احمد و صاف احمدی ہونا	استدلال آیات سے بنیہ عبد اللہ بن مسعود کو اللہ کی طرف سے میرا اللہ ہے۔ جواب۔	۲۶
۹	شاہ قادیان مالکیہ۔ متبلیہ کا مناقب امام اعظم کا بیان کرنا۔	بین الاصلین منابت بوجہ ہیکل بیان۔ جواب	۲۷
۱۰	امام اعظم رحمہ اللہ کا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تعریف میں پردہ نہ ہونا۔ اقرار و کابیان۔	قواعد عشرہ اولیٰ صحیح حدیث کی تعریف میں	۲۸
۱۱	امام کے مناقب احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا بیان	دوسرا حدیث مسند کے بیان میں۔	۲۹
۱۲	امام شافعی وغیرہ رحمہ اللہ امام صاحب علیہ السلام کے تعریف کی جو۔	تیسرا رفع کلمے کے بیان میں۔	۲۹
۱۳	مؤلف سالہ کی آیتہ ما یتکم الرسول وغیرہ نسخہ فضیلت کی استدلال کا جواب لال۔	چوتھا۔ مدرس کی حدیث کے حکم میں۔	۳۰
۱۴	جواب دوم	پانچواں۔ زیادہ نقد میں۔	۳۱
۱۶	جواب سوم	چھٹا جبکہ روایت میں ثبات بخیر و بدین ہے	۳۲
۱۷	جواب چہارم	ترسل بابت قوت آیتیں کہ غرض اللہ میں ہے قوت تو اسکا حکم	۳۳

ترتیب	مضامین	ترتیب	مضامین
		۳۱	ساتواں سبب اختلاف اہل حدیث کا حدیث بخیر
۳۳	جملہ شقوق کے عدم حجاز کا بیان -	۳۲	اٹھواں جرح استدیل کے بیان میں
۴	استدلال آیتہ اذ تری القرآن الایہ سے	۱۱	ناواں حدیث مبتدع کے بقول زمانہ قبول کیے بغیر
۴۵	منفرد اور نام کے لئے مطلق قرأت فرض ہونے کی دلیل -	۳۳	اٹھواں جرح احادیث کو حکم اور فرض واجب کے طور پر
۴۶	مؤلف کو احادیث کا جواب حدیث اول	۱۲	جواب الجواب مؤلف کا -
۴۷	عبادہ کی حدیث کا جواب جہاد علیہ السلام	۳۴	قرأت مقتدی میں کتبہ شقوق ہیں - اور ہر ایک کا جواب +
۴۸	علاء علیہ السلام	۳۵	بطلان شقین اولین کا -
۴۹	علاء علیہ السلام	۱۱	شق چہارم کا بطلان -
۵۰		۱۲	شق علاء علیہ السلام کا عدم حجاز -
۵۲	نتیجہ وجوہات کا -	۳۶	نویں جرح کے قول فاتحہ الناس میں کلام الزہری کا جواب بوجہ - وجہ اول -
۱۱	لاحزنی صلوۃ الحدیث کا جواب حدیث دوم -	۳۷	وجہ دوم - و - سوم -
	میسری حدیث القبل صلوۃ الحدیث کا جواب بوجہ - علاء علیہ السلام	۱۱	وجہ چہارم -
۵۴	ام القرآن عوض کا جواب -	۳۸	شقوق سبب کا عدم حجاز -
۱۱	ام القرآن عوض کے سنون میں مؤلف کا دہم	۳۹	ابوداؤد کے قول کا جواب اول
۵۷	لا بخیر کا جواب	۴۰	جواب دوم -
۱۱	جواب قبل مؤلف کا کہ میں کچھ حاجت نہیں ہے		ایضاً جواب ابوداؤد کا رد علیہ
۵۸	جواب قبل مؤلف کا کہ آپ جہیں - یا نہ جہیں		
۱۱	جواب قبل مؤلف کا کہ میں نے من مقلدات ہے		

ردیف	مضامین	مضامین	ردیف
۵۸	جواب قول مولف کا کہ یہاں نے ذات ممکن ہے۔ جواب	جواب مولف کا کہ فقہائے کرام نے اس پر طعن کیا انہم کا مذہب نہیں +	۵۳
۵۹	جواب قول مولف کا کہ کہیں سے کل ابراۃ بوجہ جو مٹ گیا ہے +	انتباہ شتمہ فرائد مٹ گیا	۵۴
۶۱	جواب قول مولف کا کہ جیسے ترک نماز وغیرہ نہیں ہوتی وہی سہی ترک خیر و عین نہیں ہوتے۔	راوی فقید لے دہرے غیر فقید +	۵۵
۶۲	مولف کے قول کہ اگرچہ کچھ صفت صحت ہوگی کا جواب	علو اسناد کا بیان +	۵۶
۶۳	حدیث خراج کا جواب بوجہ مٹ گیا	جواب قول مولف کا کہ حدیث صحیحہ اور اہل علم و ادب کا منظرہ۔ بی اہل باطن ہے +	۵۷
۶۴	وجہ مٹ گیا +	جواب مولف کا کہ ذرات سے تر و بار دینا صحیح ہے اور نفس اور ذرات کے منہ +	۵۸
۶۵	راستی صحابی کے محبت ہونیکا بیان +	ایقن فی نفسک کے منہ +	۵۹
۶۶	استفسار از مولف در بار حدیث خراج +	منع ہونے ذرات کا جنسی کے لئے +	۶۰
۶۷	جواب قول مولف کا کہ حدیث کا راوی خود منکر ہے اس وجہ میں دو مقام ہیں۔ مقام پہلے	جواب اکس اور عبادہ کا بوجہ دہلے	۶۱
۶۸	مقام اول میں تیس امیں مٹ گیا مٹ گیا تیسرا اور آٹھویں کی تعریف +	وجہ دوم	۶۲
۶۹	مقام دوم اس میں پانچ قسم ہیں کے مذکور ہیں	دارقطنی کی تردید اور ابن قتیبہ کا جواب	۶۳
۷۰	استدلال عجیب مولف صاحب کا +	وجہ سیوم	۶۴
۷۱	احتمال استدلال مذکور کی +	احتجاج بخبر بغیرہ مختلف یہ ہے +	۶۵
۷۲	جواب مولف کا کہ راوی کا مطلق قول ہے اور ابھر رہے ہیں اس کے تعریف +	استدلال مولف کا عبارت حدیثی ساتھ اور اس کا جواب +	۶۶
۷۳	مسئلہ مضرات کا جواب +	مقتضی تکرار کا نہیں۔ اس سبب تکرار عبادات کا	۶۷

سوال نمبر	مضامین	مضامین	سوال نمبر
۱۱۰	لا تَجْنُزُوا الْمُؤْمِنِينَ الْكَاذِبِينَ اودیا کے حقیق اور جواب +	تخصیص عام نسخہ ہی۔ کا جواب	۹۰
۱۱۱	جواب قول مولانا کہ عموماً قرآنی کچھ کو خبر واحد پر عمل کرنا	آیتہ فارقوا۔ قیام اللیل میں۔ کا جواب	۹۱
۱۱۲	جواب قول مولانا کہ کسی جیسے سے آہ کا	قرآت کے رد قسم حقیقی میں +	۹۲
۱۱۳	جواب قول مولانا کہ حدیث میں مجاہد انبیاء کو اجازت دے کر ان سے امام ہے مسلم القوت میں +	قرآت ملکی قرآت مجازی نہیں +	۹۳
۱۱۴	تطبیق قول صاحب مسلم القوت کی	سلیک غلظت کی روایت کا جواب ہے اس میں سے اس نتیجہ سلب میں +	۹۴
۱۱۵	جواب قول مولانا کہ ایک نسخہ میں آہ	جواب اول	۹۵
۱۱۶	بیان حدیث عالمیہ بنت قیس کا +	جواب دوم	۹۶
۱۱۷	بیان حدیث عروہ لانع کتابت الحدیث کا	کبھی حضرت خطبہ قطع فرماتے اور پھر شروع کرتے	۹۷
۱۱۸	ذکر اون لوگوں کا جنہوں نے حدیث عالمیہ پر عمل کیا ہے +	جواب سیوم +	۹۸
۱۱۹	جواب قول مولانا کہ وہ قطنی نے کہا ہے یہ جانتے تھے ذکر نہیں کیا۔ بوجہ	بیان حال متقدمین الخلفہ	۹۹
۱۲۰	وجہ اول +	محرر اگر وہ جادے تو اس کے سر کو ڈھانپنا +	۱۰۰
۱۲۱	وجہ دوم +	اذا ثبت لواحد فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثبت لغيرہ۔ کا جواب	۱۰۱
۱۲۲	وجہ سیوم +	عام قرآنی کی تخصیص سے روایت مجاہدین	۱۰۲
۱۲۳	وجہ چہارم +	جواب قول مولانا کہ اخبار واحد پر صحابہ کرام کو عمل کیا کرتے +	۱۰۳
۱۲۴	بہر نسخہ +	جواب	۱۰۴

پا	مضامین	مضامین	پا
۱۱۶	انام احمد بنبل کے انکار کا جواب +	تردید قول مولف کے کہ ان حدیث کو کچھ ہندو کرم قرآنی کا تخصیص مان لیا +	۱۳۱
۱۱۷	ذکر آدن لوگوں کا جسکے نزدیک مطلقہ تھا کے لئے سنے اور نفقہ ضروری ہے +	جواب قول مولف کا۔ کہ حدیث لا صلوة کو شہدہ ان لینویں کون انہ ہے +	۱۳۲
۱۱۸	ذکر اسامی لعینین حدیث فاطمہ بنت قیس کا عبارت فتح القدر کی جس سے ثبوت ملتی اور نفقہ کا قرآن کریم سے ہوتا ہے +	جواب قول مولف کا کہ بخلاف اس شرط کے حدیث قرارہ الامامہ قرارہ مشہدہ نہیں +	۱۳۳
۱۱۹	ذکر اختلاف فقہاء کا در باب ہے اور نفقہ مطلقہ ثناء اور منظر روایت احمد بنبل رحمہ اللہ علیہ کا +	تردید مولف کے قول کی۔ کہ حدیث لایخیری میں آپکا احتمال کہاں ہے +	۱۳۴
۱۲۰	جواب قول مولف کا کہ اس قسم کی روایت منقطع ہی اور بیان اتصال کا +	نفی میں نئی ذات اصل ہے۔ کا جواب +	۱۳۵
۱۲۱	جواب قول مولف کا کہ صحابی جبکہ صحابی کے خلاف ہو تو اول چیز میں یہ تھا جو وہ اور میں اصلیت اس میں	حدیث لا صلوة کو بخاری کر تکرار کہہ کر جواب بوجہ وجہ اول۔	۱۳۶
۱۲۲	وجہ دوم	وجہ دوم	۱۳۷
۱۲۳	وجہ سیوم	وجہ سیوم	۱۳۸
۱۲۴	جواب طعن مولف کا کہ اضافہ کے لئے مکتوب کیا گیا	وجہ چہارم	۱۳۹
۱۲۵	جواب قول مولف کا۔ کہ محمول میں کہا ہی بخیرہ تخصیص لکنا تجبیر الوعد عندنا +	وجہ پنجم	۱۴۰
۱۲۶	جواب قول مولف کا کہ ابن ماجہ نے کہا ہے	زیادۃ الثقة بقولہ۔ جواب بوجہ وجہ اول۔	۱۴۱
۱۲۷	جواب قول مولف کا کہ ارشاد میں ہے	وجہ دوم۔ + وجہ سیوم۔	۱۴۲
۱۲۸	جواب قول مولف کا کہ وہ جہاں کہاں ہے +	جواب قول مولف کا کہ لینی غلطی کی تخصیص نہیں	۱۴۳
۱۲۹	جواب قول مولف کا کہ یہ مخصوص بعضی ہوگی	جواب مولف کا کہ اس حدیث میں باقی ہے وہ	۱۴۴
۱۳۰	تردید قول مولف کی کہ ان کرم نے کیا نفی ہے +	ذکر ان روایت کو کہ فاتح کے سوا، بدورہ۔ وجہ اول	۱۴۵
		وجہ دوم	۱۴۶

نمبر	مضامین	مضامین	نمبر
۱۵۵	جواب مولف کا کہ ایک کی شان نزول میں اچھلاکت از پس عبت نہوگی +	جواب مولف کا کہ یہ حدیث محتمل الوجہ ہو گئے بدو وجہ - وجہ ۱	۱۳۹
۱۵۷	استماع اور انصاف کہتے قرأت کا انہیں کا جواب بوجہ - وجہ اول	جواب مولف کا کہ حدیث میں قوم طحاویہ کا ذکر بھی ہے اسی فرض کیونکہ نہیں کہتے بدو وجہ - وجہ ۱	۱۴۰
۱۵۸	وجہ دوم	جواب مولف کا کہ صبیحے نوری ترین اعتراض جانی ہیں - اعتراض اول - اول کا جواب الجواب	۱۴۱
۱۶۱	وجہ سوم	اعتراض دوم کا جواب الجواب	۱۴۲
۱۶۲	وجہ چہارم	اعتراض سوم کا جواب الجواب	۱۴۳
۱۶۳	وجہ پنجم	فائدہ طیفہ	۱۴۵
۱۶۴	وجہ ششم	جعفر بیرون کے ضعف کا جواب اول	۱۴۶
۱۵۹	وجہ ہفتم - وجہ ہشتم - وجہ نهم	جواب دوم	۱۴۷
۱۶۰	قلہ حدیث سلیمان علیہ السلام ہے - کیا ایسا ہے تحقیقات اس پر کیا کی +	جواب سوم	۱۴۸
۱۶۱	جواب مولف کا کہ ویسی نہ کہہ ہے +	جواب مولف کا کہ جلال سے لافوی نکلتا روایت ہو تو اس کا قول حجت نہیں ہے +	۱۴۹
۱۶۲	مولف کا محرفانہ بیان +	السلام محمد بن اصل ہے کا جواب تحقیق اس مسئلہ کی	۱۵۰
۱۶۳	جواب مولف کا کہ اس زیادتی میں علیہ السلام کا کوئی تاج نہیں +	تردید قول مولف کی گمراہی کی صندک نہیں کہ مستزہم نہیں اور یہ قول ہے اصل ہے +	۱۵۱
۱۶۴	جواب مولف کا کہ سہم کہہا یہ حدیث صحیح علیہ السلام نہیں کے ساتھ ہے +	جواب قول مولف کا کہ استماع کی تخصیص ہے نہیں کے ساتھ ہے +	۱۵۲
۱۶۵	وجہ تیرہم سلیمان علیہ السلام	جواب قول مولف کا کہ طحاویہ اپنی قوم کو بیان نہیں تخصیص کی قرینہ اور حق آمد سید بن مسعود	۱۵۳
۱۶۶	جواب مولف کا کہ خاص کے ساتھ تخصیص کرنا نہیں ہے +	جواب مولف کا کہ عام کی تخصیص نہایت طحاویہ	۱۵۴

پیش رو	مضامین	مضامین	پیش رو
۱۴۸	مسئلہ حبر لبیم اللہ کا	جواب مولف کا عام خاص کاروائی عبادت	۱۴۸
۱۴۹	جواب مولف کا محل نزاع کا فاتحہ پڑھنا ہر روز کا	مولف کے قول کے حدیث قرآنہ الامام فرادہ کرل و منقطع ہے قالہ البخاری ہے +	۱۴۹
۱۵۰	حال حجاج بن ابی طاعہ کا۔	جواب مولف کا کہ امام کی قرآنہ تمام اہل فاتحہ کے سوا کون ہے +	۱۵۰
۱۵۱	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	قوت سند کی دعا کا۔ جواب	۱۵۱
۱۵۲	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتوہ	۱۵۲
۱۵۳	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	جواب یہ مولف کا کہ سنی احمدیہ کے مشہور ہے +	۱۵۳
۱۵۴	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	جواب یہ مولف کا کہ فاطمی الناس منکام الزہری سے لایا ہے۔ وہ یہاں	۱۵۴
۱۵۵	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	وجہ دوم۔ وجہ شہوم	۱۵۵
۱۵۶	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	جواب مولف کا کہ مدار احمدیہ کا بن گیدیہ پر +	۱۵۶
۱۵۷	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	جواب قول مولف کا کہ نصف اس حدیث پر ائمہ نے اتفاق کیا ہے +	۱۵۷
۱۵۸	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	جواب مولف کا۔ بلکہ حدیث مجتہد بھی ہیں +	۱۵۸
۱۵۹	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	جواب مولف کا کہ جہر تندی میں سازعت ہے +	۱۵۹
۱۶۰	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	انگریزی استفہام کا بیان اور اس کا جواب	۱۶۰
۱۶۱	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	مذہب اور فرائض کی حدیث کا جواب	۱۶۱
۱۶۲	جواب مولف کا کہ ایک خاص واقعہ کا بیان	مسئلہ مذکر کا	۱۶۲

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۰۱	اجماع المسلمین کے خلاف کاجواب	۱۹۲	مخواب قول طولت کاکوئی الزم عالمین پرسکتا ہو وہ مذکورہ مذکورہ
۲۰۲	قولہ - پھر بخاری نے کہا ہے - کاجواب	۱۹۳	ما را دلا پیشہ بال منہم نہیں کاجواب اطلاق متعلق مع
۲۰۳	جابر بن عبد اللہ کا نقل کاجواب	۱۹۴	شافعی کے عدم اطلاق کاجواب
۲۰۴	بخاری کی روایت کا بیان کاجواب	۱۹۵	بہسن وجہ نابہ کاجواب
۲۰۵	ابن مسعود سے روایت کاجواب	۱۹۶	عوام بن عمر المازنی کا حال
۲۰۶	قولہ - ان کی مثال ابن عمر عن القراءہ کاجواب	۱۹۷	عبد اللہ بن کثیر کا حال
۲۰۷	جواب	۱۹۸	عبد اللہ بن صالح کا حال
۲۰۸	فوائد عبارت کے	۱۹۹	عبد الرزاق بن ہمام کا حال
۲۰۹	ترمذی بن ثابت کا بیان - اور نوٹ کے حکم کا رد	۲۰۰	قواعد البکائی - اور عبد اللہ بن سی آؤنیان حسین ابن اسماعیل بن ابی کا حال
۲۱۰	ابو الدرداء کے اثر کا بیان کاجواب	۲۰۱	محمد بن یوسف فارابی کا حال
۲۱۱	تقابل کاجواب	۲۰۲	اذ اننی نکتہ انکنا فلا نقدر انکنا کو متجاویز
۲۱۲	عبد اللہ بن ابی کثیر کے اثر کاجواب اور نوٹ کے حکم کا رد	۲۰۳	عمر بن ابی سحیم النجری کا حال
۲۱۳	آثار سے منع نہ نکلنے کا جواب	۲۰۴	عبد اللہ بن عثمان کا حال
۲۱۴	حدیث ضامہ وغیرہ پر عمل کاجواب	۲۰۵	جواب بن عبد اللہ شیبی کا حال
۲۱۵	حنفیہ کرام کا تطبیق ذکر عمل کرنا کاجواب	۲۰۶	پیار کے قول کا جواب
۲۱۶	عینی کے الزام کاجواب	۲۰۷	قولہ - وقال القاسم محمد بن ابی آہ کاجواب
۲۱۷	قولہ - تخریج مرمیہ نہ کیا کاجواب	۲۰۸	کافی کا قول کجبت ہے کا جواب
۲۱۸	قولہ - لیکن من اجل العلم کاجواب	۲۰۹	از عمر فاروق کا جواب

صفحہ نمبر	مضامین	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۲	تطبیق کا جواب +	رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز میں تاکید فرمائی ہے۔ کا جواب اے اے اے +	۲۲۷
۲۲۳	شاذ مقبول کا بیان اور جواب -	قولہ اور سند اس حدیث کا صحیح ہے۔ کا جواب +	۲۲۸
۲۲۴	ایضاً تطبیق کا جواب -	تم اقوالہام القرآن۔ کا جواب +	۲۲۹
۲۲۵	علی رضی اللہ عنہ کا بیان درست نہیں ہے۔ کا جواب +	۲۲۹	۲۲۹
۲۲۶	قرآن فاتحہ میں رکعت کے وقت ہونا چاہیے۔ کا جواب +	تو اترنے بخاری رحمہ اللہ کا جواب +	۲۳۰
۲۲۷	بعض فرض ضرورت کی وقت سا قہ ہو جائے ہیں۔ کا جواب اے اے اے	خبر واحد بتقریر ہے۔ کا جواب +	۲۳۱
۲۲۸	قولہ پھر کیا جرم ہے۔ کا جواب	اس مسئلہ میں غلط اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف ہوا۔ کا جواب +	۲۳۲
۲۲۹	امام صاحب کے منظرہ کا بیان اور جواب	قولہ راہ اور کل الحدیث سو بخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات انہی ہیں۔ کا جواب +	۲۳۳
۲۳۰	امام صاحب کے ذکا اور ذہانت اور دلیل طور پر بیان	تقدیم اور۔ کا جواب +	۲۳۴
۲۳۱	قرآن ترک ذنب الشیخین کا جواب	قولہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جتنا کہ تمنا کی اطاعت ہے۔ کا جواب +	۲۳۵
۲۳۲	مسئلہ اول	اکیسویں اور بیسویں جیسے ایسی اگر مان لیں کا جواب +	۲۳۶
۲۳۳	مسئلہ دوم	جواب	۲۳۷
۲۳۴	مسئلہ سوم	خفیہ کے اقوال اس مسئلہ میں مضطرب ہیں۔ کا جواب +	۲۳۸
۲۳۵	مدکنی کے کچھ رکعت نبی قمرہ کے جواب	حدیث قتلین مضطرب ہے کا بیان	۲۳۹
۲۳۶	جواب دوم	قرآن اور حدیث میں تناقض نہیں ہے۔ کا جواب +	۲۴۰
۲۳۷	جواب سیم	قاروا ما یشرک لکنا۔ کا نام۔ کا جواب +	۲۴۱
۲۳۸	پس ثابت ہوا کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے۔ کا جواب	احوال کی حدیث میں فاتحہ کا حکم موجود ہے۔ کا جواب اے اے اے	۲۴۲

مضامین	مضامین	مضامین
۲۶۰ مولف کے فتویٰ کا جواب	۲۶۰ متفقہ امر اول - تنقیحہ امر دوم	۲۶۰
دوسری دلیل کا جواب	۲۶۱ ایک نروایت ضعیف حدیث قیاس کے ساتھ ساتھ کا جواب	۲۶۱
جواب دوم	۲۶۲ تیسری دلیل کا جواب	۲۶۲
جواب سوم	۲۶۳ چوتھی دلیل کا جواب - اول	۲۶۳
تیسری دلیل کا جواب	۲۶۴ جواب دوم	۲۶۴
چوتھی دلیل کا جواب - اول	۲۶۵ جواب سوم	۲۶۵
جواب دوم	۲۶۶ پانچویں دلیل کا جواب	۲۶۶
جواب سوم	۲۶۷ ششویں دلیل کا جواب	۲۶۷
پانچویں دلیل کا جواب	۲۶۸ ہفتویں دلیل کا جواب	۲۶۸
ششویں دلیل کا جواب	۲۶۹ آٹھویں دلیل کا جواب	۲۶۹
ہفتویں دلیل کا جواب	۲۷۰ نوںویں دلیل کا جواب	۲۷۰
آٹھویں دلیل کا جواب	۲۷۱ دسویں دلیل کا جواب	۲۷۱
نوںویں دلیل کا جواب	۲۷۲ ایک سو پہلی دلیل کا جواب	۲۷۲
دسویں دلیل کا جواب	۲۷۳ ایک سو دہائی دلیل کا جواب	۲۷۳
ایک سو پہلی دلیل کا جواب	۲۷۴ ایک سو بیس دلیل کا جواب	۲۷۴
ایک سو دہائی دلیل کا جواب	۲۷۵ ایک سو تیس دلیل کا جواب	۲۷۵
ایک سو بیس دلیل کا جواب	۲۷۶ ایک سو چالیس دلیل کا جواب	۲۷۶
ایک سو تیس دلیل کا جواب	۲۷۷ ایک سو پچاس دلیل کا جواب	۲۷۷
ایک سو چالیس دلیل کا جواب	۲۷۸ ایک سو ستائیس دلیل کا جواب	۲۷۸
ایک سو پچاس دلیل کا جواب	۲۷۹ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۷۹
ایک سو ستائیس دلیل کا جواب	۲۸۰ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۰
ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۱ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۱
ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۲ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۲
ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۳ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۳
ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۴ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۴
ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۵ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۵
ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۶ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۶
ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۷ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۷
ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۸ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۸
ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۹ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۸۹
ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۹۰ ایک سو اسی دلیل کا جواب	۲۹۰

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۸۶	تحقیق مسئلہ -	۳۰۷	پانچ سات و تر کا جواب +
۲۹۰	صلو اللہ علیہ وسلم نے آہ کا بیان - اور اب اس سے	۳۰۸	اختلاف انواعی - کا جواب +
۲۹۱	خفیہ اور بواحدہ - کا جواب	۳۰۹	دوسری اعتراض خفیہ کا شافعی کا جواب
۲۹۲	آن بن عمر کا اسم بین الکرمتین کی روایت فی الوتر - کا جواب اس سے	۳۱۱	طائفتی الرکوع والنسج کا جواب +
۲۹۶	اور سے صریح الی آخرہ - کا جواب	۳۱۲	تخصیص لفظ اللہ اکبر کا جواب
۲۹۷	یا غلام ارحل النکاح - آہ - کا جواب	۳۱۳	بدون سلام نماز جاہلین سے - کا جواب
۲۹۸	اگر اسے عاشق اتباع جانتے ہیں - کا جواب	۳۱۴	ذکر و جوابات کہ غلام فرض نہیں واجب
۲۹۹	ابن حزم نے کہا ہے التلبیۃ پر آہ کا جواب	۳۱۵	ایک ہی ضرب تکبیر - کا جواب
۳۰۰	ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اقوال پر جواب	۳۱۶	مسئلہ رفع یدین کا بیان - اور جواب
۳۰۱	الصلوات فی حال الخوف کے احکام - کا جواب	۳۱۷	مسئلہ وضع الیدین تحت الترقۃ کا ثبوت
۳۰۲	ایک رکعت و یکا کس کس کا ہے آہ کا جواب	۳۱۸	مسئلہ جلوس فی التیمم
۳۰۳	تبعین اور علماء کے مذہب کا جواب	۳۱۹	مسئلہ اشارۃ بالتبایہ کا جواب
۳۰۴	بلکہ اگر یہ قویا بیان کیا جائے تو قدرتی بات کا جواب	۳۲۰	تیمم اخیر قبول کرکھنا ہونا - ذکر اور جواب
۳۰۵	دوسرا جواب جو تہجیات حدیث میں آئے ہیں	۳۲۱	مسئلہ امین باللس کا بیان
۳۰۶	عراقی نے کہا ہے عاریت سے ہونا - کا جواب	۳۲۲	مسئلہ عدم نماز بوقت طلوع آفتاب
۳۰۷	سیمان بن ربیع کا جواب	۳۲۳	حضرت صالح علیہ السلام کا پہلی رکعت کو لینا کرنا
۳۰۸	تخصیص سورہ سے الوتر کا جواب	۳۲۴	مسئلہ رکوع کی عدم اعتداد رکعت کا جواب

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۴۲	بعض اہل غلامہ کا جواب	۳۵۱	اگر زیارتی مان ہی لیوں آہ کا جواب
۳۴۳	راوی کا عمل اپنے روایت کے خلاف ہے۔ کا جواب	۳۵۲	یہاں ہی ادراک کا لہجہ۔ کا جواب
۳۴۴	آئی کبرہ رضی اللہ عنہ کے محدث کی بحث	۳۵۳	محمد اور طحاوی علیہ السلام نہیں ہیں کا جواب
۳۴۵	کلمہ فا کی بحث نویں دیکھو۔ کا جواب	۳۵۴	جواب دوم۔
۳۴۶	ازوم فاتحہ کا مسئلہ تھپا۔ کا جواب	۳۵۵	جواب سیوم۔
۳۴۷	ابو بکرہ پر انکار فرمائے کا جواب	۳۵۶	جواب چہارم۔
۳۴۸	تاخیر بیان حروف الحجة کا بیان	۳۵۷	جواب پنجم۔
۳۴۹	تاخیر بیان الوقت الحجة کا بیان	۳۵۸	جواب ششم۔
۳۵۰	طبرانی نے زیادہ کیا ہے۔ کا جواب	۳۵۹	اتام مالک کے بلاغات کا حال سنو۔ کا جواب
۳۵۱	تاخیر بیان الزام۔ کا جواب	۳۶۰	جواب دوم۔
۳۵۲	تاخیر افسال حج کا بیان۔ اور جواب	۳۶۱	جواب سہم۔
۳۵۳	افاد صوم کجاء کا بیان۔	۳۶۲	تاریق کا اثر شریف ہے۔ کا جواب
۳۵۴	لا تقد۔ کا جواب	۳۶۳	ابو بکرہ اثر میں کتنے سوا کوع لینا منع ہے۔ کا جواب
۳۵۵	یہ حدیث منکر ہے کا جواب	۳۶۴	ابو بکرہ کا اثر خوف ہے جو تے سلمین کا جواب
۳۵۶	رکتہ شرعی اور نبی کے چھوٹے کا جواب	۳۶۵	علم نقد متفرع از تہذیب و تمدن ہے۔
۳۵۷	یہاں کتبہ مقابلہ سے نہیں آ۔ کا جواب	۳۶۶	نماز خزانہ بین منافع کا جواب
۳۵۸	جواب سوم	۳۶۷	کیس کا پرشب کا جواب
۳۵۹	جواب سیوم	۳۶۸	حفاظ محمدین سے ہوا ہے
۳۶۰	من ادرك ركعة من صلاة الغداة آہ کا جواب	۳۶۹	والغرض ان الحمد لله رب العالمین آمین

صناعات کتابخانه

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	قلت	قلت	۲۵	۱۴	قلت	قلت	۲۵	۱۴	قلت	قلت
۵	۲۰	پشاور	پشاور	۲۶	۲۱	اور پشاور	اور پشاور	۲۶	۲۱	اور پشاور	اور پشاور
۶	۳	عقب	عقب	۲۷	۵	عقل	عقل	۲۷	۵	عقل	عقل
۸	۲	عدہ	عدہ	۲۸	۱۴	عدہ	عدہ	۲۸	۱۴	عدہ	عدہ
۹	۴	منہا	منہا	۲۹	۱۳	منہا	منہا	۲۹	۱۳	منہا	منہا
۱۰	۱۵	مناجیرین	مناجیرین	۳۰	۱	مناجیرین	مناجیرین	۳۰	۱	مناجیرین	مناجیرین
۱۱	۳	میرتہ	میرتہ	۳۱	۲	میرتہ	میرتہ	۳۱	۲	میرتہ	میرتہ
۱۲	۱۰	لم تنزل	لم تنزل	۳۲	۱۲	لم تنزل	لم تنزل	۳۲	۱۲	لم تنزل	لم تنزل
۱۳	۴	ایہ	ایہ	۳۳	۲۰	ایہ	ایہ	۳۳	۲۰	ایہ	ایہ
۱۴	۴	الکروسی	الکروسی	۳۴	۱۰	الکروسی	الکروسی	۳۴	۱۰	الکروسی	الکروسی
۱۵	۲۱	لعمرو باللہم	لعمرو باللہم	۳۵	۱۵	لعمرو باللہم	لعمرو باللہم	۳۵	۱۵	لعمرو باللہم	لعمرو باللہم
۱۶	۱۱	نارہ	نارہ	۳۶	۲۰	نارہ	نارہ	۳۶	۲۰	نارہ	نارہ
۱۷	۴	غلیظہ	غلیظہ	۳۷	۲۱	غلیظہ	غلیظہ	۳۷	۲۱	غلیظہ	غلیظہ
۱۸	۴	لا غلیظہ	لا غلیظہ	۳۸	۱۸	لا غلیظہ	لا غلیظہ	۳۸	۱۸	لا غلیظہ	لا غلیظہ
۱۹	۱۹	بائش النعمین	بائش النعمین	۳۹	۴	بائش النعمین	بائش النعمین	۳۹	۴	بائش النعمین	بائش النعمین
۲۰	۱۳	تقبل شہادۃ	تقبل شہادۃ	۴۰	۲	تقبل شہادۃ	تقبل شہادۃ	۴۰	۲	تقبل شہادۃ	تقبل شہادۃ
۲۱	۴	فستر	فستر	۴۱	۲۱	فستر	فستر	۴۱	۲۱	فستر	فستر
۲۲	۹	نہ ہونی	نہ ہونی	۴۲	۱۰	نہ ہونی	نہ ہونی	۴۲	۱۰	نہ ہونی	نہ ہونی
۲۳	۱۴	ما انعم	ما انعم	۴۳	۱۵	ما انعم	ما انعم	۴۳	۱۵	ما انعم	ما انعم
۲۴	۲	فان	فان	۴۴	۲۱	فان	فان	۴۴	۲۱	فان	فان
۲۵	۱۵	یا	یا	۴۵	۲	یا	یا	۴۵	۲	یا	یا
۲۶	۱۸	جواس	جواس	۴۶	۴	جواس	جواس	۴۶	۴	جواس	جواس
۲۷	۳	اللہم اید	اللہم اید	۴۷	۱۸	اللہم اید	اللہم اید	۴۷	۱۸	اللہم اید	اللہم اید
۲۸	۱۱	لعمرو	لعمرو	۴۸	۹	لعمرو	لعمرو	۴۸	۹	لعمرو	لعمرو
۲۹	۱۵	مت	مت	۴۹	۲۰	مت	مت	۴۹	۲۰	مت	مت
۳۰	۴	تحن	تحن	۵۰	۴	تحن	تحن	۵۰	۴	تحن	تحن
۳۱	۱۵	قضا	قضا	۵۱	۱۴	قضا	قضا	۵۱	۱۴	قضا	قضا
۳۲	۱۸	قضا	قضا	۵۲	۳	قضا	قضا	۵۲	۳	قضا	قضا
۳۳	۱۹	تقالی نہیں	تقالی نہیں	۵۳	۱۹	تقالی نہیں	تقالی نہیں	۵۳	۱۹	تقالی نہیں	تقالی نہیں
۳۴	۲	تم میں	تم میں	۵۴	۱۲	تم میں	تم میں	۵۴	۱۲	تم میں	تم میں
۳۵	۴	دیکھو	دیکھو	۵۵	۱۳	دیکھو	دیکھو	۵۵	۱۳	دیکھو	دیکھو
۳۶	۳	عفی	عفی	۵۶	۱۳	عفی	عفی	۵۶	۱۳	عفی	عفی
۳۷	۴	باسن	باسن	۵۷	۱	باسن	باسن	۵۷	۱	باسن	باسن
۳۸	۱۴	کھضایا	کھضایا	۵۸	۱۴	کھضایا	کھضایا	۵۸	۱۴	کھضایا	کھضایا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۳	بہت سی جہتیں	بہت سی جہتیں	۱۱۵	۱۲	بھی	بھی	۱۱۵	۱۲	بھی	بھی
۸۳	۵	یصیح	یصیح	۱۱۸	۱۲	مطلقاً	مطلقاً	۱۱۸	۱۲	مطلقاً	مطلقاً
۸۴	۲۱	اہل	اہل	۱۱۹	۷	حدث	حدث	۱۱۹	۷	حدث	حدث
۸۵	۱۲	کنتم	کنتم	۱۲۱	۳	محال	محال	۱۲۱	۳	محال	محال
۸۶	۱۷	نی	نی	۱۲۱	۱۸	صحابہ خلفاء	صحابہ خلفاء	۱۲۱	۱۸	صحابہ خلفاء	صحابہ خلفاء
۸۷	۷	سیخ	سیخ	۱۲۲	۷	کے	کے	۱۲۲	۷	کے	کے
۸۸	۱۷	دین	دین	۱۲۵	۹	کرنا	کرنا	۱۲۵	۹	کرنا	کرنا
۸۹	۱۷	راقدہ	راقدہ	۱۲۵	۸	میں	میں	۱۲۵	۸	میں	میں
۹۰	۷	وثقہ	وثقہ	۱۲۶	۲	ایسی	ایسی	۱۲۶	۲	ایسی	ایسی
۹۱	۱۳	کلمہ	کلمہ	۱۲۸	۱۷	کل	کل	۱۲۸	۱۷	کل	کل
۹۲	۱۷	اسبئی	اسبئی	۱۲۸	۲۰	ادبی	ادبی	۱۲۸	۲۰	ادبی	ادبی
۹۳	۸	جواب	جواب	۱۲۸	۲۱	سبیل	سبیل	۱۲۸	۲۱	سبیل	سبیل
۹۴	۹	تفقول	تفقول	۱۲۹	۷	کلمے	کلمے	۱۲۹	۷	کلمے	کلمے
۹۵	۱۵	ڈکر کرنا	ڈکر کرنا	۱۲۹	۲	جواب کا	جواب کا	۱۲۹	۲	جواب کا	جواب کا
۹۶	۲	حقیقتاً	حقیقتاً	۱۳۱	۱۵	نیما	نیما	۱۳۱	۱۵	نیما	نیما
۹۷	۸	مود اور مودو	مود اور مودو	۱۳۲	۲۱	قال کان	قال کان	۱۳۲	۲۱	قال کان	قال کان
۹۸	۱۰	ول	ول	۱۳۲	۷	ابن زیاد	ابن زیاد	۱۳۲	۷	ابن زیاد	ابن زیاد
۹۹	۹	یہی	یہی	۱۳۲	۱۰	خاضعات	خاضعات	۱۳۲	۱۰	خاضعات	خاضعات
۱۰۰	۱۱	ہے	ہے	۱۳۲	۱۲	تضع منافیہ	تضع منافیہ	۱۳۲	۱۲	تضع منافیہ	تضع منافیہ
۱۰۱	۱۸	کشل	کشل	۱۳۷	۹	صراحت	صراحت	۱۳۷	۹	صراحت	صراحت
۱۰۲	۵	اصلیہا	اصلیہا	۱۳۷	۳	زیادہ	زیادہ	۱۳۷	۳	زیادہ	زیادہ
۱۰۳	۱۲	بار	بار	۱۳۷	۷	ہے	ہے	۱۳۷	۷	ہے	ہے
۱۰۴	۳	فرضیتا	فرضیتا	۱۳۷	۶	ہے	ہے	۱۳۷	۶	ہے	ہے
۱۰۵	۱۳	حضرت	حضرت	۱۳۷	۱۵	نہ ہو	نہ ہو	۱۳۷	۱۵	نہ ہو	نہ ہو
۱۰۶	۲	لئے	لئے	۱۳۷	۱۸	وہی ہی	وہی ہی	۱۳۷	۱۸	وہی ہی	وہی ہی
۱۰۷	۱۷	الامک	الامک	۱۳۷	۵	تعلیم	تعلیم	۱۳۷	۵	تعلیم	تعلیم
۱۰۸	۱۸	المسلوۃ	المسلوۃ	۱۳۷	۹	ثم اقرا	ثم اقرا	۱۳۷	۹	ثم اقرا	ثم اقرا
۱۰۹	۲۰	المائین	المائین	۱۳۷	۱۱	کلام	کلام	۱۳۷	۱۱	کلام	کلام
۱۱۰	۷	فعلا	فعلا	۱۳۷	۱۳	سیرۃ	سیرۃ	۱۳۷	۱۳	سیرۃ	سیرۃ
۱۱۱	۵	جینہا	جینہا	۱۳۷	۱۶	میسر	میسر	۱۳۷	۱۶	میسر	میسر
۱۱۲	۱	تسکلم	تسکلم	۱۳۷	۷	لشایع	لشایع	۱۳۷	۷	لشایع	لشایع
۱۱۳	۲۱	یالیں	یالیں	۱۳۷	۲۰	اعتبار	اعتبار	۱۳۷	۲۰	اعتبار	اعتبار
۱۱۴	۱۳	طرق	طرق	۱۳۷	۲۱	قبیل	قبیل	۱۳۷	۲۱	قبیل	قبیل
۱۱۵	۸	لا عمر	لا عمر	۱۳۷	۱۰	اتیمی	اتیمی	۱۳۷	۱۰	اتیمی	اتیمی
۱۱۶	۲۱	تفتی	تفتی	۱۳۷	۱۳	ہے	ہے	۱۳۷	۱۳	ہے	ہے
۱۱۷	۹	وقع	وقع	۱۳۷	۷	تکلم	تکلم	۱۳۷	۷	تکلم	تکلم
۱۱۸	۱۹	بالغلمہ	بالغلمہ	۱۳۷	۱۲	تکلی	تکلی	۱۳۷	۱۲	تکلی	تکلی
۱۱۹	۲۰	لا	لا	۱۳۷	۱۵	وجہ	وجہ	۱۳۷	۱۵	وجہ	وجہ

صفحہ	سطر	نقطہ	صحیح	صفحہ	سطر	نقطہ	صحیح	صفحہ	سطر	نقطہ	صحیح
۱۷۲	۳	او	و	۲۱۰	۱۶	تلقوا	ان تلقوا	۲۴۰	۵	کے لئے	کے
۱۷۳	۷	واحد	واحد	۲۱۲	۲	ووجوب	ووجوب	۱۵	۵	اسباب	اسباب
۱۷۴	۱۱	لاکٹر	لاکٹر	۲۱۳	۱۱	وہا	وہا	۲۱	۷	ہو چکا	ہو چکی
۱۷۵	۱۹	قرآن	قرآن	۱۵	۷	وہا	ہا	۲۴۲	۷	فالامور	فالامور
۱۷۶	۱۶	حدیث روایت	حدیث	۲۱۴	۱۲	ے	کی ہے	۲۱	۷	دون	دون
۱۷۷	۲۱	بھی	بھی	۲۱۵	۹	بیشر	بیشر	۲۴۶	۳	جی	جی
۱۷۸	۲	ہے	ہے	۲۱۶	۲	اجنا	واجبنا	۲۴۷	۶	روایت	روایت
۱۷۹	۸	رہنہ	رہنہ	۲۰	۷	فانا	فانا	۷	۷	بھصہ	بھصہ
۱۸۰	۶	ماں	ماں	۷	۷	الصفقة	الصفقة	۲۵۰	۱۷	فیہ	فیہ
۱۸۱	۱۱	ہنا	ہنا	۷	۲۱	فانتم انتہ	فانتم انتہ	۲۵۱	۱۶	فیقر	فیقر
۱۸۲	۲۰	الفعہ	الفعہ	۲۱۷	۱	الجتہدین	الجتہدین	۷	۱۷	الامات	الامات
۱۸۳	۱۳	کیتے	کیتے	۷	۹	لما	لما	۷	۷	الامت	الامت
۱۸۴	۲	اخوانا	اخوانا	۷	۱۰	العینی	العینی	۷	۲۱	اور	اور
۱۸۵	۱۳	بجہرہ	بجہرہ	۲۱۵	۲۱	کیا	کیا	۷	۷	۷	۷
۱۸۶	۱۲	بمقتصر	بمقتصر	۲۲۱	۷	ان تلقوا	ان تلقوا	۷	۷	۷	۷
۱۸۷	۱۶	نماز	نماز	۷	۷	تلقوا	تلقوا	۲۵۲	۱۹	خضر	خضر
۱۸۸	۳	سے	سے	۲۲۲	۱۳	الا	الا	۲۵۳	۱۰	نخضر	نخضر
۱۸۹	۱۸	من الحفظ	من الحفظ	۲۲۵	۱	ہوئے ہیں	ہوئے ہیں	۷	۱۳	ارشاد	ارشاد
۱۹۰	۷	یعنی	یعنی	۷	۱۲	لیست	لیست	۲۵۵	۲	نصرہ	نصرہ
۱۹۱	۳	ذکر	ذکر	۲۲۶	۳	تہذیب	تہذیب	۷	۱۳	لئے	لئے
۱۹۲	۲	النظر	النظر	۷	۱۰	میں	میں	۲۵۶	۲	فانحکا	فانحکا
۱۹۳	۸	رسارہ	رسارہ	۷	۷	کی	کی	۷	۱۶	کنیت	کنیت
۱۹۴	۸	خیر	خیر	۷	۷	القول	القول	۲۵۹	۱۱	نقصان	نقصان
۱۹۵	۱۵	مازاد	مازاد	۷	۱۳	اور کچھ نہیں	اور کچھ نہیں	۲۶۰	۶	اور اصل	اور اصل
۱۹۶	۲۱	التعویذ	التعویذ	۷	۷	فانحکا	فانحکا	۲۶۱	۷	تقرب	تقرب
۱۹۷	۷	الامام	الامام	۲۲۸	۶	مقتدائی	مقتدائی	۲۶۲	۳	اور دلائل	اور دلائل
۱۹۸	۲۱	حاجب	حاجب	۷	۷	فوت	فوت	۷	۱۲	لفظ	لفظ
۱۹۹	۱۲	الہنری	الہنری	۷	۸	بکا	بکا	۲۶۳	۲۰	ارومی	ارومی
۲۰۰	۱۶	پہن	پہن	۲۲۹	۳	بل	بل	۲۶۴	۷	کسی	کسی
۲۰۱	۲۱	وہاں بھی	وہاں بھی	۷	۱۹	بل	بل	۲۶۵	۲	شیخ	شیخ
۲۰۲	۶	حجر	حجر	۲۳۰	۱۹	حدیث اتار	حدیث اتار	۷	۷	لا نقصر	لا نقصر
۲۰۳	۲	الہکار	الہکار	۷	۲۱	شیر	شیر	۷	۱۹	کان	کان
۲۰۴	۷	عبد اللہ عمر	عبد اللہ عمر	۲۳۱	۱۰	پیر	پیر	۲۶۵	۲	لوہبہ	لوہبہ
۲۰۵	۱۳	حال ہو	حال ہو	۷	۲۱	بالستہ	بالستہ	۷	۱۳	الینر	الینر
۲۰۶	۱۹	ابوشیفہ	ابوشیفہ	۲۳۲	۵	مر اجبتہ	مر اجبتہ	۲۶۸	۱۳	فلا جبر	فلا جبر
۲۰۷	۲۰	نقشہ	نقشہ	۷	۷	امام شافعیہ	امام شافعیہ	۷	۱۵	کے امیرین	کے امیرین
۲۰۸	۱۰	امین	امین	۲۳۳	۱۲	ولا بکرہ	ولا بکرہ	۲۶۹	۱۲	محول	محول
۲۰۹	۳	او بہت	او بہت	۲۳۵	۶	روایت	روایت	۷	۱۹	ولا	ولا
۲۱۰	۷	سہ	سہ	۲۳۷	۹	العید	العید	۱۷	۱۷	عقلی	عقلی

صفحہ	صفحہ	مصحح	مصحح	لفظ	صحیح
۲۶۱	۳	مبتدئ	مبتدئ	روایت	روایت
۲۶۲	۴	مبتدئ	مبتدئ	روایت البخاری	روایت البخاری
۲۶۳	۵	مبتدئ	مبتدئ	بروایت	بروایت
۲۶۴	۶	مبتدئ	مبتدئ	فصحت	فصحت
۲۶۵	۷	مبتدئ	مبتدئ	اسی	اسی
۲۶۶	۸	مبتدئ	مبتدئ	یعنی	یعنی
۲۶۷	۹	مبتدئ	مبتدئ	اور	اور
۲۶۸	۱۰	مبتدئ	مبتدئ	ہی	ہی
۲۶۹	۱۱	مبتدئ	مبتدئ	فرمانی	فرمانی
۲۷۰	۱۲	مبتدئ	مبتدئ	لاہری	لاہری
۲۷۱	۱۳	مبتدئ	مبتدئ	عفو	عفو
۲۷۲	۱۴	مبتدئ	مبتدئ	دعا	دعا
۲۷۳	۱۵	مبتدئ	مبتدئ	انکم	انکم
۲۷۴	۱۶	مبتدئ	مبتدئ	سبکی	سبکی
۲۷۵	۱۷	مبتدئ	مبتدئ	بالدلیل	بالدلیل
۲۷۶	۱۸	مبتدئ	مبتدئ	کئے جاویں	کئے جاویں
۲۷۷	۱۹	مبتدئ	مبتدئ	برید	برید
۲۷۸	۲۰	مبتدئ	مبتدئ	ایشہ	ایشہ
۲۷۹	۲۱	مبتدئ	مبتدئ	الساچی لہم	الساچی لہم
۲۸۰	۲۲	مبتدئ	مبتدئ	عقدا اور اشارہ	عقدا اور اشارہ
۲۸۱	۲۳	مبتدئ	مبتدئ	فعل	فعل
۲۸۲	۲۴	مبتدئ	مبتدئ	قدس	قدس
۲۸۳	۲۵	مبتدئ	مبتدئ	اس	اس
۲۸۴	۲۶	مبتدئ	مبتدئ	روایت	روایت
۲۸۵	۲۷	مبتدئ	مبتدئ	حضر	حضر
۲۸۶	۲۸	مبتدئ	مبتدئ	اکے	اکے
۲۸۷	۲۹	مبتدئ	مبتدئ	ابوبکر	ابوبکر
۲۸۸	۳۰	مبتدئ	مبتدئ	نوشدار	نوشدار
۲۸۹	۳۱	مبتدئ	مبتدئ	زیادہ	زیادہ
۲۹۰	۳۲	مبتدئ	مبتدئ	یہ	یہ
۲۹۱	۳۳	مبتدئ	مبتدئ	یہ	یہ
۲۹۲	۳۴	مبتدئ	مبتدئ	میں بجز	میں بجز
۲۹۳	۳۵	مبتدئ	مبتدئ	نقلہ	نقلہ
۲۹۴	۳۶	مبتدئ	مبتدئ	شروط	شروط
۲۹۵	۳۷	مبتدئ	مبتدئ	عبادانی	عبادانی
۲۹۶	۳۸	مبتدئ	مبتدئ	والا	والا
۲۹۷	۳۹	مبتدئ	مبتدئ	اسات	اسات
۲۹۸	۴۰	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ
۲۹۹	۴۱	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ
۳۰۰	۴۲	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ
۳۰۱	۴۳	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ
۳۰۲	۴۴	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ
۳۰۳	۴۵	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ	مبتدئ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین فی الضلوة والسلام علی حبیب محمد سید الانبیاء المرسلین علی آلہ الطیبین الطاہرین و صحابہ
 الکرامین العظیمین و اہل بیتہ الثمنین علی اتباعہ اولیاء امنہ جمیعہ اما بعد عبد الضعیف الراجی برحمت
 ربہ المعین محمد فضل الدین متوطن بکرات فقد اشد باعمال الخیر و احسانات متدبرین صاحبان ہل ہلما خصوصاً
 ضعیف کرام کی گذارش کرتا ہے اے دونوں رواں اجاب بکرمات مابین شیخ غلام محمد صاحب اس گناہ سے مسئلہ
 قرآنہ فائزہ خلف الامام کا اتفسار کیا خاکسار نے محبت حق حنفیہ کے جس کا استنباط از روایات و اخبار جہ
 غایت کامل اتومی ہے جواب دیا انہوں نے وہ جواب بخیر و ولوی حکیم نور الدین صاحب کو دکھلایا مولوی صاحب
 نے اس سے کی تردید میں ایک سالہ سعی فیہ فیصل الخطاب مرتبہ مذکور کر چھپوایا اور احناف عالم اطراف ہند
 و پنجاب میں اے و شائع کر دیا فقیر کو ہر چند قلت فرصت کثرت اشغال عدم موجودگی کی سبب فراغت اور بہم نہ ہو مقرب
 و ینہ فقیر ہی غیرہ کا سدا رہ تحریر جواب تھا مگر آخر شد کہ توفیق آگھی نے دستگیری فرمائی جو صوت مراد کی آئینہ
 تمنا میں نظر آئی کہ بطور جواب بجا اب یہ سالہ ہدایت مقالہ الملقب بکشف النقاب عن مسئلہ فائزہ کتاب اسلمی
 انوار النعمانیہ جیزہ تالیف احاطہ تحریر میں آیا اور اکثر علماء نامدار و فضلاء تقوی شہار فقیر اللہ الیہ و ترغی
 کے ملاحظہ سے گذرانا سبب ملاحظہ فرما کر حسین کی اور صدقہ احسن آفرین بلند فرمائی حق سبحانہ تعالیٰ سلام
 کو اس کے مطالعہ سے مخطوطہ کرے اور توفیق عمل کی عطا فرمائے اور اس کی تسکین کے لئے موجب رعایت
 سیات باعث ارتقا کے صلح طاعات ہو و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکل الیہ نیب اور میں اپنے دینی
 بھائیوں سے امید کرتا ہوں کہ سب سے پہلو و کلمات کو عفو اور عاف فرماویں۔ لانا قل من عصم عن لک فقط

قولہ کئی آدمی عامل بالحدیث اور کئی مقلد رہتے تھے۔ اہل آخر اقبال اور شیعین
 بھی عاملین بالحدیث کی صرف زبانی نڈت کیا کرتے اقول وباللہ التوفیق
 عامل بالحدیث ایک تو یہ طائفہ ظاہریہ کا جو درحقیقت تابعان داؤد ظاہری
 کے (کو فی الولد ۲۰۲) یا سنہ یا سنہ علی الاختلاف) ہیں۔ اور ان کا جمود
 ظاہریہ محض یہ ہے۔ ان کی نڈت اور برائی تو محدثین اور فقہا اہل سنت رحمہم اللہ
 نے بہت بڑھ کر فرمائی ہے۔ اور یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ یہ فرقہ صحیفہ اکثریائل شریعتیہ
 اجماعیہ میں اہل سنت و جماعت بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مخالف ہیں۔
 اسکا ثبوت معائنہ نووی شرح صحیح مسلم وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہوتا
 ہے۔ اگر غرض طوالت کا نہ ہوتا۔ تو عبارات محدثین اور فقہاء کرام کی بسط نام سے
 نقل کی جاتیں۔ انا بحکم ملائیک کلمہ لا یشترک کلمہ کے نقل عبارت ایک کتاب کی یہ یہ
 ناظرین چوتی ہے وراسات البیب کے صفحہ ۴۶ میں لکھا ہے۔ لا
 شایان علماء الامۃ ممن تعلق بالحدیث الکریمہ طائفۃ تسمی ظاہریۃ
 وھو فی التحقيق عبارة من اصحاب داؤد الظاہرۃ خاصۃ وعن کُل
 من کان علی الظاہریۃ الخضۃ التي تسمی جامدۃ فی اطلاق العلماء۔ و
 فلک لعدم قولھم بالقیاس مطلقاً حتی فی العلة المنصوصۃ والجلیۃ بل
 ما ینزل من قولھم انھم لا یقولون بالاستنباط رأساً۔ وھو متلاعباً
 بنھم ولا یأقوالھم ائمۃ الحدیث والفقہ۔ حق قال الشیخ الامام
 الشیوخی وغیرہ ان الاجماع لا یفقد وجہاً لا فہم۔ ومن ھم مردود
 بالکتاوی الستۃ النالحقین جو ان الاستنباط واعمال الفکر والفہم
 فی کتاب اللہ وسنتہ رسول اللہ۔ فاعل الظاہر الذین قال فیھم بعض اصل
 الاصول من الخفیۃ انھم حکم البغایۃ۔ ان ارادوا بکلام القافۃ

نوۃ ظاہریہ کا حال

الخصوصة فلكلامهم وجبة على انه كما لا يخفى والاجماع خروج اهل البغی

عن حكمه كذلك خروج هؤلاء انتهى - خلاصہ ترجمہ یہاں برابر

نابت ہے کہ منجملہ متعلقین حدیث کریم کے ایک ایسا گروہ ہے جو انکو ظاہر یہ کہا

جاتا ہے۔ اور وہ گروہ بنظر تحقیق اصحاب داؤد ظاہری کے بالخصوص۔ اور جو

لوگ کہ ظاہریت مختصہ پر جبکہ اطلاقات علمائین جائدتہ ہیں۔ جائد ہون۔ مراہیں۔

یہ طائفہ علی الاطلاق قیاس کے قائل نہیں۔ حتی کہ علت مخصوصہ جلیہ میں ہی

بلکہ آنکے اقوال سے تویہ مفہوم اور مترشح ہوتا ہے کہ وہ سری سے استنباط کر ہی

منکر ہیں۔ اس لئے حدیث اور فقہ کے انکے اقوال کی کچھ پروا نہیں کرتے۔

حتی کہ امام سیوطی شافعی وغیرہ نے کہا ہے کہ انکا خلاف خارج اجماع نہیں ہے

اور انکا مذہب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صریح و مطرود ہے۔ اس لئے کہ

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ تو (ہر دو با علی نداء) ناطق بالاستنباط ہیں۔ پس

جن حنفیہ اصولیوں نے یہ کہا ہے کہ حکم ظاہر یہ کا حکم نفاذ کا ہے۔ اگر انہوں نے

یہ ہی فرقہ وارد کہا ہے۔ تو انکا کلام درست ہے ایس معنی کہ جیسا خروج اہل بغی

کا خارج اجماع است کا نہیں ہے۔ ویسا ہی اس فرقہ کا خروج خارج اجماع نہیں ہے

فی القواصم والعواصم للمحافظ ابو یوسف کربن العربی عندہ کد

الظاہرہ۔ ہی امیہ مخفیة تنصت علی مرتبة لیست لہا و تکلیف بکلام المفسر

تلفقوا من اخوانهم الخواارج خیز حکم علی بنو اللہ تعالیٰ یوم صقین

الی اخر ما قال کان من بادیه السبیلیۃ۔ یعرف باین حزم نشاء وتعلق بمذہب

الشافعی حمد اللہ ثم انتسب الی داؤد ثم خلع الکلام استقل بنفسه وزعم انه امام

الائمۃ یضع ویرفع ویحکم ویشرع۔ ینسب الی دین اللہ مالیرفہ و یقول عن

العلماء ما لہ یقولوا تغیرا للقلوب منهم انتهى۔ ذکر اللہ الغاضل الکھنزی فی

معارف اللہ علیہ السلام

بعض تصانیف خلاصہ ترجمہ کا یہ دینی ظاہریہ ایک گروہ خفیہ ہے۔
 اونہوں نے اپنے لئے ایسے مرتبہ کا اودعا اور اظہار کیا دینے بیچوہ کہ وہ اون
 کے لائق نہ تھا۔ اور بے تک باتیں کہنے لگے۔ ان باتوں کو اپنے بہائیوں خارجوں
 سے حاصل کیا۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین میں اپنی اظہار
 حکومت کا کیا۔ باویہ شیلیہ میں مشہور با بن حرم تھا۔ ابتدا مذہب امام شافعی رحمہ
 اللہ سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر اسکو ترک کیا اور داؤد ظاہری کی طرف منسوب ہوا۔
 ازاں بعد اس کو بھی چھوڑ چھا اور بالاسقلال بزعم خود مدعی انا امام الاثنیۃ کا ہوا۔
 اور اللہ کے دین کی طرف وہ باتیں منسوب کیں جو اس میں نہ تھیں۔ اور لوگوں کے
 دلوں کو نفرت دلانے کے لئے علماء کی طرف وہ باتیں منسوب کیں جو وہ اون کے
 قائل نہ تھے۔ **قال النووی** قال اصحابنا وغیرہم من العلماء التقطوا

فی الایۃ کالبول فیہ واقبح۔ وكذلك اذا بال فی اناءٍ تخصبۃ فی الماء وکذا
 اذا بال یقرب الذئبۃ حیث یجری الیہ فکلہ مذمومٌ قبیحٌ منہ عنہ علی
 التفصیل الذکور۔ ولم یخالف فی ہذا احدٌ من العلماء الا ما حکى عن داؤد بن
 علی الظاہری۔ ان الذئبۃ تخبز بول الانسان بنفسہ وان الغائط لیس کالبول۔ و
 کذا اذا بال فی اناءٍ تخصبۃ فی الماء او بال یقرب الماء۔ وهذا الذم ذہابیہ

خلاف اجماع العلماء۔ ہوا قبح ما نقل عنہ فی الجمود علی الظاہر انتھی خلاصہ
 ترجمہ نووی شارح صحیح مسلم نے ص ۱۳۸ میں کہا ہے کہ ہمارے اصحاب غنیہم
 من العلماء نے فرمایا ہے کہ پانی (یعنی راکد دائم) میں پاخانہ مثل بول بلکہ اوسے کو قبح
 (یعنی بدتر) ہے۔ اور ایسا ہی ہے باسن میں پیشاب گر کر پانی میں ڈالنا۔ اور ایسا
 ہی ہر خضر کے ایسا قریب پیشاب کرنا جو نہ کیطرف جاری ہو۔ یہ کل امور مذموم اور قبیح
 اور منہی عنہ علی التفصیل الذکور میں۔ اور ان امور میں کسی عالم کا اختلاف نہیں

الامام محمد بن داؤد بن علی الظاہریؒ - کہنہی رہی جو حدیث میں وارد ہے۔ کہ (لا یقولون لحدیثک کفر فی الماء الذائع) مختص بہول انسان بنفسہ ہے۔ اور غلط بول
 جیسا نہیں رہی کھڑے پانی میں آدمی کو بول کرنا منع ہے۔ مگر پانی نہ جائز ہے،
 اور ایسا ہی ہے برتن میں پشاب کر کے پانی میں ڈالنا۔ اور قریب پانی کے پشاب
 کرنا۔ اور یہ امور جن کو داؤد ظاہریؒ نے اختیار کیا ہے خلاف اجماع علماء کا ہے
 اور یہ سخت قبیح ہے منجملہ اون امور کے جو اس کے جمود علی الظاہر میں منقول ہیں
 دوسرا فرقہ وہ گردہ جو راویان اخبار نبویؐ اور جاسمان آثار مصطفویؐ ہیں۔
 شان بیخ اور مرتبہ رفیع اون کا احاطہ تحریر اور تفسیر سے افزوں اور بڑی کیفیت
 لایم خیا العلماء۔ سادات هذه الامة۔ ووثنة العلوم النبویة۔ واهل السنة
 والجماعة۔ یقولون بوجہ الاستنباط قال الشیخ علی القاری الخنقی الہروی
 النوفی سئل عن نزول مكة، فی تزیین العبارة التحسین الاشاک۔ اذ من العلوم
 ان اهل القرآن اهل الله واهل الحديث اهل رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ و
 انشدوا فی هذا المعنی **اهل الحديث هم اهل النبوة** لم یصحبوا
 نفسه انفسهم صحبوا **امانت الله علی عیبتہ** الحدیثین واتباعهم من الائمة
 المجتہدین وحرثنا مع العلماء العاملين تحت لواء سیّد المرسلین والحمد لله
 رب العالمین امین یا رب العالمین انتی بلفظہ۔ اقول وادعوك یا الہ السموت
 والارضین ان تحشرنی واحبابی فی زمرة انک عجیب الدعوات۔ اور
 ماضی بنیادی رحمہ اللہ علیہ نے **مفاتیح شرح مصابیح** میں لکھا ہے۔ ان
 رتبہ العلوم الدینیة ورأسها ومبني قواعد الاحکام الشرعیة واساسها
 هو علم الحديث۔ جو عمیق لاناہیة لاسرار علومہ۔ ولا ادراك لحقائق
 معانیہ۔ ان ہو کلا وحی توہم علی شریک القوی۔ فالویل کل الویل لمن

یتعاطاؤ ویریدان تیخوض فیہ وهوراجل و قد جمع السلف طرفا من

سُننہ واثار علی السلاہ فی مکتبہ علی قدا الطاقۃ انتی حاصلہ -

سیلوم وہ فرقہ دعوی عمل بالجحدیث کا ہے۔ کہ کوئی اون میں سے اپنے آپ کو محمدی

کہلاتا ہے۔ غیر مقلد کہنے سے گہر آتا ہے۔ اور کوئی نام اپنا عامل بالجحدیث بتاتا ہے۔

لا مذہب کہنی سے تھر تھرتا ہے۔ اور کوئی التقلید شرک فی النبوت کا دعویٰ داتا ہے۔

اور کسی کا اشتہار مطاعن البصیفہ ہی شعار ہے۔ اور کسی کو غیر مقلد کہنا خوش آتا

ہے۔ وہابی کہنی سے جوش میں آتا ہے۔ اور کوئی تقلیدین کو مصداق آیتہ بیل

تَبِعَ مَا الْفِئْتَا عَلَیْہِ اَبَا یُنَاسِ کفار میں ہے پھرتا ہے۔ اور کوئی محل انبیہون

الا الطن وان مٹھ کا بھڑوٹ کا جسکی مصداق مشرکیں ہیں تقلیدیں کو بنانا ہوتا

اور کوئی امام صاحب کو قلیل البضاعۃ فی الروایۃ کا رکھ کل کائنات ۷ احادیثیں امام سی

مروی ہیں) وہیہ لگاتا ہے۔ اور کوئی قلد عربیت واندائم اہل الرأی کا ہارہ بجاتا

ہے۔ اور کوئی حریت کی نسبت کرتا ہے۔ اور کوئی اَنَّهُ کَانِ فِی السَّعْدِ حَقِ

انہ کا ہے اللیل کہ وہودۃ ضلالۃ کا فتویٰ ہی رہا ہے۔ اور کوئی اَنَّهُ

کثیرا من تلامذۃ کانوا وضاعین کا الزام لگاتا ہے۔ اور کوئی اَنَّهُ یَقْدَمُ

القیاس علی السنۃ النبویۃ کا دم بھرتا ہے۔ واللہ متعم نور وکوکر الکاردھون

علیٰ ہذا القیاس طرح طرح کی داہی تباہی خرافات۔ اور نامرضیہ سخیفہ کلمات ائمہ دین

اور تقلیدین پر بہتان باندھے جاتے ہیں۔ اس فرقہ کی بُرائی کے لئے تحفۃ

العرب والنجیم جس میں نواب قطب الدین مرحوم مؤلف مظاہر الحق نے موبہر

علماء حرمین شریفین۔ اور مواہیش پشاور ہند۔ اور ایمان فضلہ پنجاب لاہور

ملتان۔ پشاور ثبت کر اگر طبع کرایا ہے۔ کفایت کرتا ہے۔ قابلِ ملاحظہ ہے۔ اہل

انصاف کہ دور از انصاف ہیں فدا حبیبہ بنتہ نظر منصفانہ فرمادیں۔ کہ بلال الرحیم

مکتبہ علی قدا الطاقۃ انتی حاصلہ

اسی کا نام ہے کہ ائمہ دین تین - اور علماء اسلام کی بُرائی اور مذمت جہاں تک ہو سکے
 قلم و زباں سے فرق نہ کیا جاوے - اور پیشینانیکو توہین اور دشنام سے یاد
 کیا جاوے - یا برعکس برعکس ہند نام زنگی کا فور - کے قبیلہ سے ہے - کیا
 بخاری کی حدیث جو ص ۱۸۷ میں ہے لَاسْبُوءُ لِمَوَاتٍ وَانْتَعَشَ شَهِدَاءُ اللّٰهِ
 فِي الْارْضِ ص ۲۰۰ قابل عمل نہیں - اور مسلم کی حدیث جو ص ۸۵ میں ہے سَبَابُ
 الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ + وَایْمَا اسے قال لَاحِیْہُ کَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا احَدُہَا ان کا قال
 وَاَلَا رَجَعْتَ عَلَیْہِ جو ص ۷۷ میں ہے ضعیف ہر لائق اعتبار نہیں - یا مذمت
 غیبت کی کوئی حدیث ان حضرات کی نظروں سے نہیں گذری - یا آیت لَا یَقْتُبْ
 بِعَصْفُکُمْ نَعْمًا اِیْحَبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مِیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ
 وَاتَّقُوا اللّٰہَ قرآن میں نہیں ہے بلعم یا قیل - ترسم نہ سی بکجہ ای اعرابی + کایں
 راہ کہ تو میری بزرگماں ست + سبحان اللہ کس بلا میں گرفتار ہوئے ہیں -
 نجات آخری جو مقصود ہم جملہ تلیں کا ہے - اتباع قرآن اور سنتِ نبویہ اللہ
 والجان میں ہے - یا مطاعن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ ہیں - اور امام صاحب کے مناقب
 جلیلہ اور اثر جمیلہ کسی بدگو کے کہنے سے کیا کم ہوئی جاتے ہیں - گرنہ بنید
 برزخ پتھر چشم - چشمہ آفتاب را چہ گناہ + یا تبعاں امام صاحب کے اعتقادِ ان زخرفا
 سے سنت و ضعیف بنجاتے ہیں قطعہ قاصری گر کند ایں طائفہ راطن قصو +
 حاشا لہ کہ برآرم زباں ایں گلہ را + ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ مذ + روبہ
 از جیلہ چہاں بگسلہ ایں سلسلہ را ف اگرچہ فضائل علیہ اور مراتب جلیلہ امام صاحب
 سہ کے ایسے شجرہ آفاق اور مشہور جہانیاں ہیں کہ حاجت تحریر و تفسیر کی نہیں
 باری تبرکاً بنظر استنزال رحمت خاص ج بزرگاں دیں کے ذکر میں متعلق ہے - ان
 اوراق کو مشرف کیا جاتا ہو مَآ شِئْتَ قُلْ فِیْہِ فَانْتَ مُصَدِّقٌ + فَالْحَبِیْقِیْ

والمحسن تشيد + باين همه فايده جليده جديده سے خالی بھی نہیں ہے۔ وفتوحان
 بن ثابت بن رطلی بضم الزاء المجهولة وفتح الطاء المهملة - وقيل بفتحين - كذا في
 تعاليق الانوار على الدر المختار ابن ماء - وله مناقب جليلة ومراتب جميلة عقب
 المهدي قام عزادراكها - ولسانهم فات عزتيا نها لا يدرك الوصف المطري
 خصائصه + وان يك واصفا بكل ما وصفا + وكفالي من مفاخره التي امتاز بها
 من ائمة الاعصا - كونه من التابعين الاخيرين + وهو وان كان مختلفا فيه اكن
 الصحيح المرجح المختار هو كونه من التابعين - فانه رأى انسا رضى الله عنه بناء على
 ان مجرد رواية الصحابة كاف للتابعية كما حققه الحافظ ابن حجر في الخبث وشرحه
 والذهبي - والسيوطي - وابن حجر المكي - وابن الجوزي - والدارقطني - وابن سعد -
 والخطيب - والولي العراقي - وطلى القاري - والكرام السدي - وابن معشر - وحمزة السهمي
 والياقوتي - والجوزي - والتوربش - والتراج وغيرهم من المحدثين والمؤرخين
 المعبرين ومن انكره فهو محجوج عليه بأقوالهم - وذكر الخطيب في تاريخ بغداد انه
 رأى انس بن مالك رضى الله عنهما وقال ابن حجر قد صح كما قال الذهبي انه رآه
 وهو صغير في رواية قال رأيته مرارا وكان يخطب بالحجرة وجاء من طرق انه
 روى عنه احاديث ثلثة و كان هوزايدا عابدا و دعائيا كثير الخشوع كثير
 الصمت دائم التقرب الى الله تعالى صاحب الكرامات **قال** الذهبي في تذكرة
 الحفاظ ابو حنيفة الامام الاعظم فقيه العراق النعمان بن ثابت هو صاحب التيمم الكوفي
 مولده سنة ثمانين رأى انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة رواه
 ابن سعد بن سيف جابر عن ابي حنيفة انه كان يقوله وحدث عن عطاء ونافع
 وعبد الرحمن بن هرم الاعرج وسلمة بن كهيل وابي جعفر محمد بن علي وقادة وعمر
 بن دينار وابي اسحاق وخلق كثير - وتفته بهذين هذيل وداود الطائي

والقاضي أبو يوسف ومحمد بن الحسن وأسد بن عمرو والحسن بن زياد ونوح الجامع
وأبو طيع البلخي وعدة - وكان تفرقه بمحمد بن سليمان وغيره - وحدث
عنه وكيع ويزيد بن هارون وسعد بن صلت وأبو عامر وعبد الرزاق وعبد الله
بن موسى وبشر كثير - وكان أماً وبعاً عاملاً متعباً كبير الشأن لا يقبل
جوائز السلطان بل يتجر ويكسب - قال ابن المبارك أبو حنيفة أفضل الناس -
وقال الشافعي رحمه الله الناس في الفقهاء على أبي حنيفة وروى أحمد بن محمد
بن القاسم عن يحيى بن معين قال لا بأس به ولم يكن منهما و لقد مر به يزيد
بن بهيرة على القضاء فإني إن يكون قاضياً قال ابوداؤد إن أباحنيفة كان
أماً انتهى كلامه وقد عدّ مشايخه فبلغ أربعة آلاف شيخ كذا في مفتاح التعداد
وروى أبو عبد الله الشافعي رحمه الله يقول من أراد أن يعرف الفقه فليزم
أباحنيفة وأصحابه كذا في تعاليق الأنوار و قال يحيى بن معين الفقه فقه
أباحنيفة رحمه الله على هذا أدركت الناس قال ابن حجر المكي في خيرات
الحسان في الفصل السادس وفي فتاوى شيخ الإسلام ابن حجر أنه أدرك جماعة
من الصحابة كانوا بالكوفة - لأن مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين
ولم يثبت ذلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له - كالأوزاعي بالشام - و
الحامدين بالبصرة - والثوري بالكوفة - ومالك بالمدينة - والليث بن سعد بمصر -
انتهى كلام المحافظ - فهو من أعيان التابعين الذين تعلمهم قوله تعالى والذين
اتبعوه بأحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه انتهى - وقال علي القاري في
شرح الشرح على الخصبة أنه قد رأى أسيرين بالكوفة وغيره من الصحابة على ما ذكر
الجزري في أسماء رجال القراء و الإمام التورثي في حقه المستند - وصاحب
الكتايب في سورة المؤمنين - وما سب مرواة بلخان وغيرهم من العلماء المتبحرين

من قبله تابعي فاما من تتبع القاص ابو العصب الفارسي - وقال الذاهبي

في الكاشف النعمان بن ثابت بن زوطا بن الامام ابو حنيفة فقيه العراق

مولي بني تيم الله بن ثعلبة رأى انصاره في الله عنه وسمع عطاء والا عرج و

ناشك وعكرمة - عنه ابو يوسف ومحمد وابو نعيم - وفردت ميتة في جن

انتهى - وقد صنف في مناقبه جمع كثير من مهترى الثافعية كالسيوطي الف

بييض الصحيفة في مناقب ابى حنيفة - وكان حجر الكي الف الخيرات الحسان في

مناقب النعمان - كالزنجي ذكره في تذكرة الحفاظ والكاشف واثني عليه -

وافرد في مناقبه رسالة - ابن خلكان ذكر مناقبه في تاريخه - وكالياضي -

ذكر مناقبه في مرآة الجنان - والحافظ ابن حجر العسقلاني ذكره في التقريب

وغيره واثني عليه - كالنودى شاعر - **حكيمة** مسلم اثني عليه في **تذريب**

الاسماء واللغات - كالأمام الغزالي اثني عليه في احياء العلوم وغيرهم -

مزاولة الماكينة كالحافظ ابن عبد البر وغيره - من تقارير الحنابلة كيوست

بن عبد الهاد الحنبلي الف تنوير الصحيفة في مناقب ابى حنيفة اورسيد الوهاب

شعراني في ميزان كبره - **حسن** بن كبره - عباره بذه - روى الامام

ابو جعفر الشيرازي عن شقيق البلخي انه كان يقول الامام ابو حنيفة من اروع

الناس واعلم الناس واعبد الناس واكرم الناس واكثرهم احتياطا في الدين

وابعدهم عن القول بالرأى في دين الله عز وجل - **وكان** لا يضع مسئلة في العلوية

يجمع اصحابه عليها ويتقد عليها مجلسا فاذا اتفق اصحابه كلهم على موافقتها

للشريعة قال لا ييوسف او غير ضعتها في الباب الفلاني انتهى - اورسيد الوهاب

میں ہے وروی یقینا بسندہ الی ابراہیم بن عسکریہ الخروزمی رحمہ اللہ تعالیٰ انہ

كان يقول ما رايت في عصرى كله عالما اودع ولا اذهد ولا اعبد ولا اعلم من الامام

شاه تاج محمد کا مناقب کا بیان کرتے ہیں

ابیحنیفة رحمہ اللہ وروی الشیرانی ایضاً عن عبد اللہ بن المبارک دخلت
 الکوفة فالت علماؤها وقلت من اعلم الناس فی بلدکم هذه فقالوا کلهم
 الامام ابو حنیفة فقلت لهم من اروع الناس فقالوا کلهم الامام ابو حنیفة فقلت
 لهم من ازهدهم فقالوا کلهم الامام ابو حنیفة فاسألتم عن خلق من
 الاخلاق الحسنة الا وقالوا کلهم لا تعلم احدًا تخلق بذلك غیر الامام
 ابو حنیفة رحمہ اللہ انتہی۔ اور اسی کتاب کے ص ۶۹ میں ہے وحدثنا
 اقول المذاهب تدویناً و آخر ما انقراہا کما قالہ بعض اہل الکشف **قد**
 اختارہ اللہ تعالیٰ اماماً لدینہ وعبادہ ولم تنزل لتباعہ فی زیادة فی کل عصر
 یوم القیمة انتہی اور اسوی اس کے اور بہت فصلوں میں امام شریعی رحمہ اللہ
 مناقب اور مدارج امام ہمام رحمہ اللہ کے بیان فرمائے ہیں غوالا لطائب بقیہ قلم
 نہیں لائے گئے۔ منشاء فلینظر **و** قال الخلیب فی تاریخہ۔ وذهب ثابت
 الی ابن ابی طالب فی اللہ عنہ وھو صغیر قد عالہ بالبرکۃ فیہ وذو بیتہ
و نقل فی مفتاح السعادة ان ثابتاً توفی و تزوج ام الامام۔ الامام جعفر الصادق
 وکان الامام صغیراً و تربی فی حجر الامام جعفر الصادق وھذہ منقبۃ عظیمة لہ
 اسکی اور مناقب علیا امام صاحب کے احادیث صحیحہ میں بھی وارد ہیں۔
منہا ما رواہ الثخانی عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع
 لیدہ علی سلمان فقال لو کان الایمان عند النبی لنالہ رجال من ہؤلاء
 قوله من هؤلاء۔ جمع اسم الاشارة والمشار الیہ سلمان وحده علی ارادة
 الجنس۔ و یحمل ان یراد بہ اہل البعہ کلہم۔ وقد کان جد ابیحنیفة من
 فاس۔ **و** قال المحافظ الشیخی الشافعی ہذا الحدیث الذی رواہ الثخانی
 اصل صحیح یعمد علیہ فی الاشواق الی ابی حنیفة۔ وقال العلامة الشافعی صاحب

و جہان جعفر صادق میں امام کا تربیت پانا۔
 و جہان جعفر صادق میں امام کا تربیت پانا۔
 و جہان جعفر صادق میں امام کا تربیت پانا۔

التبرۃ تلیذ الجافظ السیوطی ما جیزم به شیخنا من ارباب حنیفة هو المارد من هذا الخلد
 ظاهر لاشک فیہ لانه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغه و قال الشافعی
 اما سلمان الفارسی فهو ان کان افضل من ابی حنیفة من حیث الصحبة لکن
 لم یرکب فی العلم والاجتهاد ونشر الدین وتدوین الحکامہ کابی حنیفة - و
 قد یوجد فی المفضول ما لا یوجد فی الفاضل **وفهم** ما اورده العلامة
 ابن حجر المکی من انه علیه الصلوة والسلام قال ترفع زینة الدنيا ستیسمین
 ومائة و قد قال شمس الامثة الکروری ان هذا محمول علی ابی حنیفة لانه
 مات فی تلك السنة - و قد قال ابن خلکان فمثل هذا الا امام لا یشک فی
 دینہ ولا فی ورعہ وتحفظہ و بعض من العلماء السابقین الذین لم تعقب
 لا یمالون بالطعن علی الائمة کا مخیط طعن علی ابی حنیفة والا امام احمد - و
 کابن الجوزی فانه تابع الخلیف فی الطعن علی ابی حنیفة رحمہ اللہ وقال سبطہ
 لیس العجب من الخلیف فانه طعن فی جماعة من العلماء - وانما العجب من الجحد
 کیف سلك اسلوبہ و کابن نعیم فانه لم یرکب ایا حنیفة فی الحلیة و ذکر
 من دونه علماء و هذا و قال ابن حجر فی بعض مسائلہ ان الطعن ان کان
 من غیر اقران الامام فهو مقلد لما قالہ - او کتبہ اعداؤک - وان کان من
 اقرانہ فلا یعتد بہ - لان قول الاقران بعضهم فی بعض غیر مقبول کما
 صرح بہ الذہبی - وقال ولا سیما اذا لاح انہ لعداؤ المذهب اذ الحسد لا
 یخونہ الا من عصمہ اللہ تعالی **عبد الوہاب** شرانی نے میز کے
حص میں منصفانہ فرمایا ہے و کان سیدی علی الخواص یقول لو انصفت
 المقلدون للامام مالک والامام الشافعی رضی اللہ لم یضعف احد منہم فوالا
 من اقوال الامام ابی حنیفہ رضی اللہ بعد ان سمعوا مدح ائمتہم لہم اوبالغہم ذلک البتہ

قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ الناس کلتھم عیال علیٰ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ
 فی الفقہ جو مشہور معروف ہے اور بہت سندوں سے ثابت ہے۔ ثبوت قہارت
 امام کے لئے عمدہ دلیل ہے **وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** من یرح الله
 بہ خیرًا یفقہ فی الدین - متفق علیہ - سرمایہ خیریت کا جو مدلول حدیث کا ہے
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے۔ **وَمِنْهُمْ** عبد اللہ بن مبارک جو کبار ثقات
 سے ہے۔ اور استاذ یحییٰ بن معین اور عبد الرحمن بن محمدی اور ابوبکر شیبہ
 امام احمد بن حنبل وغیرہ کے ہیں۔ امام صاحب کی تعریف و توصیف کس خلوص و
 ارادۃ سے فرماتے ہیں **شعب** لقد زان البلاد ومن علیہا + امام المسلمین
 ابو حنیفۃ + باحکام و آثار و فتیہ + کایات الزبور علی الصحیفۃ + قصائد
 للشرقیین لہ نظیر + ولا بالمغربین ولا بکوفہ + امام صار فی الاسلام نوک +
 امین الرسول و الخلیفہ + ینت مشر اسہر الیالی + وصام لئلا یرکبہ اللہ خیفہ +
 و صان لسانہ عن کل افک + وما زالت جوارحہ عقیفہ + یعف عن المحارم و
 الملاعی + و مرضاة الالہ لہ خلیفہ + فترک یحییٰ فی علاہ + امام الخلیفۃ
 و الخلیفہ + رأیت العاشین لہ سفاہا + خلافت الحق مع حجج ضعیفہ + و کیف
 یصل ان یؤدی فتیہ + لہ فی الارض آثار شریفہ + وقد قال ابن ادریس قہار +
 صحیح الثقل فی حکم لطیفہ + ان الناس فی فقہ عیال + علی فقہ الامام یحییٰ
 فلم یرتبا اعدا دریل + علی مزرق قول یحییٰ + ہذا هو المذکور فی الذکر
قال الفاضل الکھنوی فی بعض مؤلفاتہ فان قلت کیف ینون مجرد
 الرد علی یحییٰ رحمۃ اللہ باعنا اللعن والابعاد و کمینزل العلماء و المجتہدین برؤ
 بعضهم بعضا و یطعن بعضهم بعضا فی استدلال بعض - قلت لیس المراد بالرد مطلق الرد
 بل رد ما قالہ من الاحکام الترویحہ محققا لہا - اوردہ + و استدل الالہ الی

حدیچہ من منزلہ وحقیرہ ویوذی مقلدہ و یصل الی حد سببہ شتمہ
 واطلاق کلمات قبیحة علیہ علی ما هو الشائع فی اکثر العوام بل الخواص کالعوام
 اولئک کالانعام۔ فان مثل هذا الرد علی مثل هذا الامام الذی اقر بفضل المجتہد
 و شهد بعلمہ وفقہ و تقواہ و ورعہ واجتهاده و انقیاده للشریعة و اتباعہ
 للطریقة الامۃ المرضیون۔ یبلغ فاعلہ الی ان یصیر ملعوناً مردوداً للتہادۃ
 فاسقاً مطروداً معدداً فی اهل الضلالة و قد منع الفقہاء من قبول شہادۃ من
 قبول شہادۃ من ینظر سبب التلغ و فتر شارح الوقائہ و صاحب النہایۃ و غیرہا
 بالصحابۃ و التابعین و الامۃ المجتہدین فاحفظہا لکن من الغافلین قولہ
 چونکہ اون کی قلم سے کبھی کوئی تحریر سرزد نہ ہوتی تھی اس لئے غمخس رہے اور
 وباللہ التوفیق۔ راقم کی قلم سے درباب فتاویٰ شرعی اور روز مرہ کے کاروبار میں
 صد ہا تحریریں سرزد ہوئی ہیں۔ جسکو مولف رسالہ ہی یقیناً جانتے ہیں پہر سی
 دہوم دہام کی نفی کہ اون کی قلم سے کبھی کوئی تحریر سرزد نہیں ہوتی تھی (قول عجیب ہے
 شاید اس نفی سے مراد قائل کی یہ ہو کہ درباب مذمت عالمن بالحدیث کذابی کی
 کبھی کوئی تحریر سرزد نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ لفظ صرف بانی مذمت کیا کرتے تھے۔
 ان حضوں پر دال ہے۔ اور نیز سیاق عبارت بھی اسکا مؤید ہے۔ الایہ شق بھی
 کب درست ہو سکتی ہے۔ اس لئی کہ تحریر جالی ہی خالی مذمت سے ہے۔ یہ قوی
 تو صرف درباب عدیم وجوب قراۃ مختلف الامام تحریر ہوا ہے۔ جیسا کہ ناظرین قوی
 ظاہر ہے۔ اس میں مذمت کا تو کچھ ذکر ہی نہیں قولہ کذا و کذا لا یخلو عن مسامحۃ
 آری اگر اس قوی کو ہی مولف رسالہ نے مذمت سمجھ لیا ہو تو دوسری بات ہے فلان
 بالقائل اب اس موقع پر یہ شعر بھیج نہ ہوگا شعر نہیں تقصیر اس بت
 کی کہ ہے میری خطا لگتی + مسلمانوں ذرا انصاف سی کہیو خدا لگتی + قولہ

سورہ فاتحہ کا پڑھنا منفرد اور مقتدی اور امام سب نمازیوں پر ضروری۔ اور فرض

ہے بشرطیکہ اس میں استطاعت قراءۃ ہو قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَا أَلَيْكُمُ الرَّسُولُ

فَخَذُوهُ وَمَا يُنْهَكُ عَنْهُ فَأَتَاهُمُ وَالْقَوْلُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ تَا

اخراً سَلَامًا **اقول۔** اولاً عام فہم جواب یہ استدلال ایسا ہے جیسی

کوئی بے تاثر کہہ دے کہ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا۔ اور قبلہ کی طرف موہنے کرکے پیشاب

کرنا فرض ہے قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَا أَلَيْكُمُ الرَّسُولُ فَخَذُوهُ الْآخِرَ تَفْصِيلُ

اجمال کی یہ ہے۔ رَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي رَسُولٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى سَبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ عَلَيْهَا قَائِمًا الْحَدِيثَ وَقَالَ حَدِيثُ أَبِي وَائِلٍ

عَنْ حَنْظَلَةَ أَصَحُّ۔ وَابْنُ رَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْهُ بَنَ عَبْدِ اللَّهِ

قَالَ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِيَدَيْكَ قَبْلَ أَنْ يَقْبِضَ

بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ وَعَائِشَةَ وَعِمَارٍ الْآخِرَ مَا قَالَ حَدِيثُ

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْمَدُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هِلْعَةَ۔ ان ہر دو حدیثوں

سے صاف ظاہر ہے کہ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا اور قبلہ کی طرف موہنے کرکے پیشاب

کرنا منجملہ ما اتيكم الرسول کے ہے + پس بقول مؤلف رسالہ کے یہ ہر دو امر ہی فرض

ہوں وہو کم از کم ثمانیاً خاص فہم جواب مؤلف رسالہ نے اس آیتوں ہی

استدلال کیا ہے کہ مذکور میں پر قراءۃ فاتحہ فرض ہے جبکہ حاصل یہ ہوا کہ قراءۃ الفاتحہ

فرض ثلاثۃ مضجعة ما اتيكم الرسول۔ وکل ما اتيكم الرسول فهو فرض۔ فقراءۃ الفاتحہ

فرض۔ یا یوں کہیں کہ قراءۃ الفاتحہ فرض لانہ ما اتيكم الرسول۔ وکل

ما اتيكم فهو فرض۔ فقراءۃ الفاتحہ فرض۔ اب التفات فرمائی کہ اس استدلال کا

کبریٰ غور طلب اور قابل تاثر ہے۔ پس لے کہ دعا دخول و خروج بیت الخلاء کی۔ و

الاستنجاء بثلاثة اجزاء۔ ولا يستنجى بالبحرين۔ فراغت از اجابت کے لئے دو رجائا۔

امر بالسواک۔ غسل الیدین قبل ان یدخل الانیاء بعد اذا استقیظ احدکم من منامہ
 للضمنۃ۔ ولا استنشاق منکف واحد۔ تخلیل اللجمۃ۔ مسح الاذنین ظاہرہما
 وباطنہما۔ تخلیل الاصابع۔ الوضوء مرتۃً مرتۃً۔ الوضوء مرتین مرتین۔ الوضوء
 ثلثاً ثلثاً۔ التضرع بعد الوضوء۔ الوضوء لا یرفع وقہا۔ اذا لم یجد ماء الناس
 فلیخفف۔ قرأۃ سبحانک الہم عند افتتاح الصلوۃ۔ وضع الیدین علی الشمال فی
 الصلوۃ۔ وضع الیدین علی الرکبتین فی الركوع۔ التسمیۃ فی الركوع والتجوید۔ التسمیع
 (یعنی سماع المسلم حمدہ کہنا) والدعاء فی السجدتین۔ التسمیۃ فی ادبار الصلوۃ۔
 ولا یصلح بعد کفۃ الفجر۔ توافل قبل العصر۔ صلوۃ الابوابین۔ صلوۃ
 التسمیۃ۔ صلوۃ الفجر۔ صلوۃ الحاجۃ۔ صلوۃ الاستغفار۔ غسل الجمعۃ۔ التواکف
 والتطیب یوم الجمعۃ وغیر ذلک مما ورد بہا السنۃ عسوان تہون کثیرۃ جداً
 یہ سب امور مذکورۃ اصبر رسولؐ سالہ ضرور بلار تہ سلیم فرمائیں گے۔ کہ مجھے مکتا
 ایتکم الرسول کے ہیں۔ یا مائتکم الرسول ہیں۔ پہراب کیا تا تل ہے۔ بلاتا تل کہ تو
 کہ یہ جہا امور ضروری اور فرض ہیں۔ کیونکہ فرضیت مائتکم الرسول کی تو مان
 چکے ہیں وہو کما ترے۔ اہل انصاف کینچہ مدت میں گزارش ہے کہ ذرا عند اند
 سوال جواب کی تطبیق میں غور فرمائیں۔ کہ سوال از آسمان وجواب از ریساں۔ تو
 یا سوال از زمین وجواب از آسمان کے قبیلے سے ہے یا کچھ اور۔ مگر تا اس جہت مولف
 صاحب کی جانب سے نختار اند جواب با جواب جو شافی ناور کا فی ہودیکستی ہیں۔ وہ
 یہ ہے۔ کہ فرضیت فاتحہ کا استخراج جو اس آیت سے مولف رسالہ کا اول اجتہاد ہر
 وقد تقر فی مقررۃ ان المجتہد قد یخطئ وقد یرصیب اما المصیب فاجران۔ و
 اما المخطئ فاجر واحد باوصف عدم اجابت کی ہی ایک ثواب تو کہیں نہیں جاتا۔
 ہاں صاحب یہ جواب لایا جواب ہے۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنین کنند +

۲
 مقررۃ فی مقررۃ
 رجاء و دعا
 فی کتاب التواکف
 و تطیب

لَمَّا لَقِيَاهُ صَحَابَهُ لِرَآءِ اُورْتَابَعِينَ اِنْخَبَأَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَاسْتَحْتَمَ كَيْفَ قَاتِلٌ هُنَا -
 مُسْتَدَلٌّ كَيْفَ نَزْدِيكَ دَاخِلٌ وَعَيْدَانِ اِنَّ شَدِيدَ الْعِقَابِ كَيْفَ هُوَ كَيْفَ - اُورِ اَيْسَ
 يَاكُ لُوكُو كَيْفَ يَحْمَانِ سُوْطُنِي اُورِ اَسَارَتِ سَيَّ خَالِي هُنَا كَيْفَ لَا وَقَدْ
 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَخْذُلُوْهُمْ عَزَّ وَجَلَّ
 الْحَدِيْثُ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ اَتَّبَعُوْهُمُ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
 عَنْهُ يَعْنِيْ مِيْرَ اَصْحَابُوْنَ كَيْفَ هُوَ اِنَّ شَدِيدَ الْعِقَابِ كَيْفَ هُوَ - اُورِ مِيْرَ اَصْحَابُوْنَ
 كُوْهِنِ تِيْرَطْنِ دِلَامَتِ نَكُوْ - اُورِ لُوكُ جَوَاوْنِ كَيْفَ تَابِعِ اِبْحَانِ هُنَا - اَسَدِ
 اُوْنِ سَيَّ رَاضِيْ هِيْ - اُورِ لُوكُ اَسَدِ سَيَّ رَاضِيْ هُنَا - وَقَعْنَ اِنْ مَسْعُوْجَ قَالَمَنْ
 كَانَ مُسْتَدَلًّا فَلَيْسَتْ بِمَقْدَمَاتٍ فَاِنْ اَلْحَى لَا تَوْثِنَ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ اُولَئِكَ
 اَصْحَابُ كَيْفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا اَفْضَلُ هَذِهِ اَلْاُمَمَةِ اَبْرَآهَا قُلُوْبًا
 وَغَمَقَهَا عِلْمًا وَاَقْلَهَا نَكَلًا اَخْبَارَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَصَحْبِهِ نَبِيَّهٖ فَاَعْرِفُوْا اَلْهَوَ
 لَهْضَهُمْ وَاتَّبَعُوْهُمُ عَلٰى اَثَرِهِمْ وَتَشْكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلَاقِهِمْ فَاتَّقُوْهُ
 كَانُوا عَلٰى اَلْحَقِّ لَلْاِسْتِقَامِ دَوَّاهُ دَزِيْنِ مَشْكُوْقَ رَايَعًا نَاطِرِيْنَ اَحَادِيْثِ نَبَوِيَّةٍ
 ظَاهِرَةٍ كَمَا اَحَادِيْثِ مُتَعَارِفَةٍ صَحِيْحَةٍ سَيَّ فِيْ مَبْرِتِ مَوْجُوْدِ هُنَا اُورِ مَا تَكْمَلُ
 الرَّسُوْلُ هُوَ اَوْنُكَ اَعِنْدَ الْكُلِّ سَلَمُ الْقَبُوْتِ هِيْ - لَا يَنْكُرُ اِلَّا اَلْمُعْتَدِيْنَ اِيْتِمَ وَمَعْدَلُكَ
 لَا يَكُرُ الْعَمَلُ عَلَيْهِمَا مَقَامًا - وَلَا اَجْتَمَعَ التَّقِيْضَانُ فِيْ الْعَمَلِ وَهُوَ حَاكٌ بِلَا مَرِيَّةٍ -
 فَالْعَمَلُ عَلٰى اَلْحَدِّ مَا يَتَقَوَّضُ عَلَيْهِ الْعَمَلُ عَلٰى الْاِخْتِارِ - وَقَدْ لَكَ اَلْاَرِيْبُ فِيْهِ - يَسْتَبْرِكُ
 الْعَمَلُ بِاَجْدِهِمَا تُوْكِيَا بَلَكُهُ جَمْعِيَّةً اَهْلُ اِسْلَامٍ مَوْلُفَتِ رَسَالَةٍ كَيْفَ نَزْدِيكَ دَاخِلٌ وَعَيْدِ
 اِنْ اَسَدِ شَدِيدِ الْعِقَابِ كَيْفَ هُوَ كَيْفَ - وَاِنْ هَذَا اَلْاَوَّلُ مِنْ اَوَّلِ طَرَفٍ يَسِيْرٍ كَيْفَ هُوَ
 مَوْلُفَتِ رَسَالَةٍ هِيْ اِسْ وَعَيْدِ سَيَّ كَيْفَ سَيَّ سَيَّ شَرُّ زُوْرٍ اَيْسَ زُوْرٍ مِيْرَ گَرَا هِيْ
 مَثَلِ بَرَقِ - اِبْنِيْ سَيَّ اَوْ كَا كَرَفَرَا مِيْنِ لُوكُوْكَ اَخْذَ اَحَافِظُ - اُورِ مَوْلُفَتِ رَسَالَةٍ قَاصِدَةٍ

تخصیص عام ای جمع بین الحدیثیں کا استعمال فرمائیں گے۔ تو پہرہ سارے لئے
 کون مانع ہے کہ ہم اوسى قاعدہ کو اپنا مستند نہ بنا دیں گے۔ اب احادیث متعارضہ
 مشتق از خروار سے یا اند کے از بسیار سے گذارش کیجاتی ہیں۔ لیکون الناظر
 علی بصیرۃ۔ **اخبر** البخاری عن حدیث عبد اللہ بن عباس ان رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم اکل کتف شاة فصرلی ولم یوضأ **روى** **واخبر** الترمذی

عن حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوضوء
 مامت النار ولو عز ثواقط **روى** پہلی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے مامت النار سے وضو نہیں کیا۔ آور دوسری کا مدلول یہ ہے کہ
 مامت النار سے وضو کرنا ضرور ہے **قننا قضاوی** البخاری من حدیث حدیث

قال فی التبی صلی اللہ علیہ وسلم سبالة قوم فبال قافا **روى** **والترقی**
 من حدیث عائشة قالت من حدیثکم ان التبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول قائما

فلا یصدقہ ما کان یبول الا قاعداً وقال حدیث عائشة احسن شیء فی هذا
 الباب اصح **روى** حدیث اول سے ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہڑے
 کہڑے پیشاب کیا۔ آور دوسری سے صاف ثابت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے کبھی کہڑے کہڑے پیشاب نہیں کیا **قننا قضاوی** الترمذی عن حدیث

بسر بن صفوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من مر ذکرہ فلا یصل حق
 یتوضأ۔ وقال هذا حدیث حسن صحیح **روى** **و** **روى** ایضا من حدیث طلح بن علی

الحنفی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وهل هو الا مضغة او بضعة منه قال وهذا
 احسن شیء **روى** فی هذا الباب **روى** پہلی حدیث کا مدلول۔ مس ذکر وضو کو واجب
 کرتا ہے۔ آور دوسری کا مدلول یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ
 (یعنی ذکر) بھی ایک ٹکڑا بدن کا ہے۔ یعنی اس کے مس سے وضو کی کچھ ضرورت نہیں

مُتَنَاقِضًا **اُخْرَجَ** الْبُخَارِيُّ بِسَنَدِهِ عَنِ الرَّهْزِيِّ قَالَ لَا يَقْطَعُهَا رَأْيُ الصَّلَوةِ

شَيْءٌ ص ۹۷ و الترمذی عن حدیث ابی ذر یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ سَلَّمَ إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ وَلَكِنَّ يَدَيْهِ كَالْخِرَةِ الرَّحْلُ وَكَوَسَاطِ الرَّجُلِ قَطَعَ صَلَوَتَهُ

الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ وَالْكَرَادَةُ وَالْحِمَارُ - وَقَالَ حَدِيثُ ابْنِ ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدِيثُ أَوَّلِ

کامدلول بھی ہے۔ کہ کلب اسود۔ عورت۔ گدہا۔ اور سوا ان کے کوئی شی نماز کو نہیں

توڑتی۔ اور دوسری کامدلول بھی ہے کہ یہ تینوں چیزیں نماز کو توڑتی ہیں۔ مُتَنَاقِضًا

اُخْرَجَ الترمذی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تَصَلُّوا

فِي إِعْطَازِ الْأَيْلِ وَقَالَ حَدِيثُ ابْنِ هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ص ۹۸ و الْبُخَارِيُّ بِسَنَدِهِ

عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَصِلُ إِلَى بَعِيرَةٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ

ص ۹۹ پہلی حدیث کامدلول۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جائی نشست

اونٹوں میں نماز مت پڑو۔ اور دوسری کامدلول۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بہ نفس نفیس خود نشست گاہ شتروں میں نماز پڑھی۔ چنانچہ بخاری رحمہ اللہ علیہ نے

الصلوة في مواضع الأبل كالأب منتقد فرمایا ہے مُتَنَاقِضًا **اُخْرَجَ** الْبُخَارِيُّ بِسَنَدِهِ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَإِذَا صَلَّى رَأَى الْإِمَامَ قَامًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا

جُلُوسًا ص ۱۰۰ و الترمذی عن حدیث عائشۃ قالت صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خَلْفَ ابْنِ بَكْرِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ قَاعِدًا - وَقَالَ حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ

حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ ص ۱۰۱ پہلی کامدلول یہ ہے کہ مقتدی امام کی ایسی تابعداری کریں کہ

جب امام کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ اور جب امام

بیٹھ کر پڑھوے تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں۔ اور دوسری کامدلول اس کے

معارض ہے مُتَنَاقِضًا **رَوَى** مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَصِلُ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ص ۱۰۲ و رہی ایضا قال نادى

۱۶
 رجل البقی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایصلی احدا فی ثوب واحد قال امسککم
 یجد ثوبین ص ۱۹۸ پہلی میں فرمایا کہ ایک کپڑے میں کوئی تم میں نماز نہ پڑھے۔
 اور دوسری میں فرمایا کہ کیا ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہوتے ہیں یعنی ایک کپڑے
 میں نماز پڑھے۔ فقنا فصار **روی** الترمذی عن نافع بن خدیج عن البقی صلی

الله عليه سلم قال افطر الحاجم والمحجوم وقال حديث دافع بن عبد المجيد حدث حسن
صحيح و الترمذي ايضا ع ابن عباس قال استخمد رسول الله صلى الله عليه

وسلم وهو عمر صائتہ۔ وقال هذا حديث صحيح من پہلی کا مدلول حاجم مجرم
دونو کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسرے کا مدلول کہ روزہ نہیں ٹوٹتا قناتنا
اخبر عن مسلم عن رافع بن خديج عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كسبت الحجاب خبيث

۱۹۱ و البخاری عن انس بن مالك قال سمع ابا طيبة رسول الله صلى الله عليه وسلم
فامر له بصاع من قميص ۲۸۳ پہلی کا مدلول اجرت حجامت کی حرام ہے۔ اور دوسری کا
مدلول علت اجرت حجامت ہے۔ فقنا قضا روى البخاری عن حدیث ابی بن کعب رضی

قال رسول الله اذا جامع الرجل المرأة فليزول قال يغسل بامس المرأة منه ثم يتوضأ
ويصلي ص ٣٣ و المسلم عن حديث ابى هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا جلس

بین شعبہ الاول اربع ثم جہدا فقد وجب الغسل وفي حديث مطروان لم ينزل حرمہ
پہلی کا مدلول یہی ہے کہ جماع کرنیوالی پر بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا ہے۔ اور دوسرے
کا مدلول یہ ہے کہ اس پر بلا انزال کے بھی غسل واجب ہے۔ فقنا قضنا اگرچہ مسکین کے
ذمہ ناقص میں اس استدلال کی بابت اور بھی کئی طرح کی خدشات واقعہ ہوتے ہیں
اتخوف طوالت قلم کو اجازت نہیں دیتا اس لئے بالفضل استغینا علی ذلک اقتبہ
دلیل و دعویٰ کی مطابقت کا حال ناظرین رسالہ پر ظاہر و منکشف ہو چکا۔ فاینقض
الفالحة بضم صھا اب مزید فائدہ کے لئے معنی اس آیت شریفہ کے گذارش کیے

جائے ہیں۔ وهو هذا۔ قال الله تعالى مَا لَكُمْ مِنَ الرَّسُولِ۔ ای امر کے رسول۔
 انکار امر غمیتہ و تحمیل فحذوہ کذلک و انکار امر ندب و ترغیب فحذوہ امثلہ۔
 امتثال الامر الکرمی۔ فلا مروا حذوہ و طروا متثالہ متعدّدہ۔ و کذلک قولہ
 مَا نَهَيْكُمْ عَنْهُ فَأَتَيْتُمُوهُا و الدلیل علیہ ما روى عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یأمرهم فیہ
 بعزیمۃ۔ فیقول من قام رمضان إيمانًا واحتسابًا غفرما تقدم من ذنبه الحديث
 رواہ مسلم ص ۱۹۹ **قال** التتوی قولہ من غیر ان یأمرهم فیہ بعزیمۃ معناه
 لا یأمرهم امر یجاب و تحمیل بل امر ندب و ترغیب ثم فشرہ بقولہ فیقول من قام
 رمضان و هذه الصیغۃ یقتضی الترغیب و التذہب و ذلک لایجاب انہی یلفظہ
 و قولہ علیہ السلام و اذا التزمکم یا کر فامروا منہ ما استطعتم رواہ البخاری عن
 ابی ہریرۃ ص ۱۹۹ و قولہ علیہ السلام نہیتمکم عن الحوم الا حوام فوق ثلث
 ہسکوا ما بذلکم رواہ مسلم ص ۱۵۹ و قولہ علیہ السلام لعن ابنی اسلمۃ کل ہمیناک
 و کل ما یلیک رواہ مسلم ص ۱۵۹ و قولہ علیہ السلام نہیتمکم عن زیارۃ القبور
 فرودہا رواہ مسلم ص ۱۵۹ و ما قال البخاری علی الف الف رحمۃ من ربنا الرحیم
 نفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن التحدید الا ما عرف اباہ و کذلک امرہ نحو قوالہ
 اخلوا صیو امر النساء قال جابر و لم یغزم علیہم و لکن اخلوا لہم۔ و قال
 ام عتیبۃ نہیتم عن اتباع الجنائز و لم یغزم علیہا۔ انہی یلفظہ ص ۱۵۹ و قولہ
 و اذا حملتم فاصطادوا۔ و قولہ تعالیٰ فاذا قضیت البتلۃ فانتشروا۔ فلنکف
 علی ذلک و لا فالذکر لعل علی ما ادعینا کثیرہ جدًا و ذلک غیر خافۃ علی من اونی
 نصیبًا من القرآن العظیم و اعطی حظًا من اخبار نبینا الکرم **قولہ** مولی
 صاحب ہامی کہے درمیاں اس سلسلہ میں شاہرہ دینی جہگڑا واقع ہو گیا ہے اب

مؤلف کے قول کا مطلب اور اس کے درمیان انتشار کا جواب

فیض نبوی سنو اور اسکو حکم بناؤ **اقول** وباللہ التوفیق۔ یقول آپکا بہت دست
 اور ٹھیک ہے۔ خدا نخواستہ آپکی ہر بات کے انکار کے لئے اگرچہ وہ حق ہی ہو۔ کچھ
 کمزوری ہی باندھی گئی ہے۔ خدا صفا دوع ماکدر کا ہی یہی مطلب ہے۔ اسی
 لئے مسئلہ متنازعہ فیہا میں آیت **إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ**
تُحْشَرُونَ اور حدیث **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ** اور **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ**
 الصلوٰۃ والسلام جنکا ذکر ائمہ گذارش ہوگا حکم ٹھیک ہے۔ دیکھو کہ ان کی
 حکومت کو آپ کیسا مانتے ہیں **لَا تَقُولُوا لِمَا يُرْفَعُ عَنْكُمْ فَتُنْفَرُوا** **قوله** عموماً
 پر مولوی صاحب کو خاص کر غور کرنا لازم اور ضرور ہے **اقول** ان کے معانی اور
 مطابقت دعویٰ اور دلیل کا حال جس سے عموم و خصوص کی حالت بھی مفہوم ہوتی
 ہے پہلے گزارش ہو چکا ہے۔ آعادہ موجب تطویل ہے فلینظر **قوله** مولوی صاحب
 بلکہ کل منفیہ کے نزدیک تخصیص عموماً قرآن میں ہے **اقول** وباللہ التوفیق
 کوئی حقیقی اسبات کا قائل نہیں کہ تخصیص عموماً قرآن میں ہے بلکہ منفیہ
 کے نزدیک تخصیص اور نسخ میں بھت بڑا بھاری فرق ہے۔ دیکھو کتب اصول خفیہ
 اور تعریف تخصیص اور نسخ۔ اور ہر دو کے موارد استعمال کو ملاحظہ فرماؤ نور الانوار
 میں ہے **التخصیص فی الاصطلاح هو قصر العام علی بعض معیناتہ بکلام مستقل**
موصول فانی لم یکن کلاماً بان کا عقلہ۔ اوجہ۔ آعادہ۔ او نحو لیکن
تخصیصاً اصطلاحاً و لم یصر ظنیاً۔ و کذا ان لم یکن مستقلاً بل کان بغایۃ
أو بشرط۔ أو استثناء۔ أو صفة وسیعاً تناسیلاً۔ و کذا ان لم یکن موصولاً
بل کان مترشحاً لا یشی تخصیصاً بل شیعاً انتھی **وفي التلویح التلویح فی اللغة**
الادالة۔ وفي الشرع هو ان یرد دلیل شرعی مترشحاً عن دلیل شرعی مقتضیاً خلا
حکمہ ای حکم الدلیل الشرعی المتقدم فخرج التخصیص لانه لا یكون مترشحاً

۴
 فیض نبوی سنو اور اسکو حکم بناؤ
 اور ٹھیک ہے۔ خدا نخواستہ آپکی ہر بات کے انکار کے لئے اگرچہ وہ حق ہی ہو۔ کچھ
 کمزوری ہی باندھی گئی ہے۔ خدا صفا دوع ماکدر کا ہی یہی مطلب ہے۔ اسی
 لئے مسئلہ متنازعہ فیہا میں آیت **إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ**
تُحْشَرُونَ اور حدیث **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ** اور **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ**
 الصلوٰۃ والسلام جنکا ذکر ائمہ گذارش ہوگا حکم ٹھیک ہے۔ دیکھو کہ ان کی
 حکومت کو آپ کیسا مانتے ہیں **لَا تَقُولُوا لِمَا يُرْفَعُ عَنْكُمْ فَتُنْفَرُوا** **قوله** عموماً
 پر مولوی صاحب کو خاص کر غور کرنا لازم اور ضرور ہے **اقول** ان کے معانی اور
 مطابقت دعویٰ اور دلیل کا حال جس سے عموم و خصوص کی حالت بھی مفہوم ہوتی
 ہے پہلے گزارش ہو چکا ہے۔ آعادہ موجب تطویل ہے فلینظر **قوله** مولوی صاحب
 بلکہ کل منفیہ کے نزدیک تخصیص عموماً قرآن میں ہے **اقول** وباللہ التوفیق
 کوئی حقیقی اسبات کا قائل نہیں کہ تخصیص عموماً قرآن میں ہے بلکہ منفیہ
 کے نزدیک تخصیص اور نسخ میں بھت بڑا بھاری فرق ہے۔ دیکھو کتب اصول خفیہ
 اور تعریف تخصیص اور نسخ۔ اور ہر دو کے موارد استعمال کو ملاحظہ فرماؤ نور الانوار
 میں ہے **التخصیص فی الاصطلاح هو قصر العام علی بعض معیناتہ بکلام مستقل**
موصول فانی لم یکن کلاماً بان کا عقلہ۔ اوجہ۔ آعادہ۔ او نحو لیکن
تخصیصاً اصطلاحاً و لم یصر ظنیاً۔ و کذا ان لم یکن مستقلاً بل کان بغایۃ
أو بشرط۔ أو استثناء۔ أو صفة وسیعاً تناسیلاً۔ و کذا ان لم یکن موصولاً
بل کان مترشحاً لا یشی تخصیصاً بل شیعاً انتھی **وفي التلویح التلویح فی اللغة**
الادالة۔ وفي الشرع هو ان یرد دلیل شرعی مترشحاً عن دلیل شرعی مقتضیاً خلا
حکمہ ای حکم الدلیل الشرعی المتقدم فخرج التخصیص لانه لا یكون مترشحاً

تخصیص عموماً قرآن میں ہے
 اوجہ۔ آعادہ۔ او نحو لیکن
 ۵

۵
 فیض نبوی سنو اور اسکو حکم بناؤ
 اور ٹھیک ہے۔ خدا نخواستہ آپکی ہر بات کے انکار کے لئے اگرچہ وہ حق ہی ہو۔ کچھ
 کمزوری ہی باندھی گئی ہے۔ خدا صفا دوع ماکدر کا ہی یہی مطلب ہے۔ اسی
 لئے مسئلہ متنازعہ فیہا میں آیت **إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ**
تُحْشَرُونَ اور حدیث **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ** اور **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ**
 الصلوٰۃ والسلام جنکا ذکر ائمہ گذارش ہوگا حکم ٹھیک ہے۔ دیکھو کہ ان کی
 حکومت کو آپ کیسا مانتے ہیں **لَا تَقُولُوا لِمَا يُرْفَعُ عَنْكُمْ فَتُنْفَرُوا** **قوله** عموماً
 پر مولوی صاحب کو خاص کر غور کرنا لازم اور ضرور ہے **اقول** ان کے معانی اور
 مطابقت دعویٰ اور دلیل کا حال جس سے عموم و خصوص کی حالت بھی مفہوم ہوتی
 ہے پہلے گزارش ہو چکا ہے۔ آعادہ موجب تطویل ہے فلینظر **قوله** مولوی صاحب
 بلکہ کل منفیہ کے نزدیک تخصیص عموماً قرآن میں ہے **اقول** وباللہ التوفیق
 کوئی حقیقی اسبات کا قائل نہیں کہ تخصیص عموماً قرآن میں ہے بلکہ منفیہ
 کے نزدیک تخصیص اور نسخ میں بھت بڑا بھاری فرق ہے۔ دیکھو کتب اصول خفیہ
 اور تعریف تخصیص اور نسخ۔ اور ہر دو کے موارد استعمال کو ملاحظہ فرماؤ نور الانوار
 میں ہے **التخصیص فی الاصطلاح هو قصر العام علی بعض معیناتہ بکلام مستقل**
موصول فانی لم یکن کلاماً بان کا عقلہ۔ اوجہ۔ آعادہ۔ او نحو لیکن
تخصیصاً اصطلاحاً و لم یصر ظنیاً۔ و کذا ان لم یکن مستقلاً بل کان بغایۃ
أو بشرط۔ أو استثناء۔ أو صفة وسیعاً تناسیلاً۔ و کذا ان لم یکن موصولاً
بل کان مترشحاً لا یشی تخصیصاً بل شیعاً انتھی **وفي التلویح التلویح فی اللغة**
الادالة۔ وفي الشرع هو ان یرد دلیل شرعی مترشحاً عن دلیل شرعی مقتضیاً خلا
حکمہ ای حکم الدلیل الشرعی المتقدم فخرج التخصیص لانه لا یكون مترشحاً

انتہی جہت البعض **و فی التوضیح** فصکر العام۔ وان كان العام متأخراً
 ينسخ الخاص عندنا وان كان الخاص متأخراً فان كان موصولاً بخصه وان كان
 متراً فإينسخه في ذلك القدر عندنا انتهى **و فی فواتح الرحموت** مسئلہ
 لا يبور تاخير المخصص عن العام بحيث يعد تأخيراً عرفاً عند الحنفية خلافاً
 للشافعية **و فی موضع آخر** والحق ان التراخي ناسخ مطلقاً أولاً كان او ثانياً انتهى
و فی موضع آخر فيكون نسخاً لا تخصيباً انتهى۔ وأيضاً فتكون ناسخاً لها
 لا اختصاصاً انتهى۔ وأيضاً التخصيص اول من النسخ انتهى۔ وأيضاً القياس مخصص
 عند الامم الاربعه على ما يشهد به سائلمم الفرعية انتهى۔ وأيضاً مسئلة
 القياس لا يكون ناسخاً لشيء من الأدلة انتهى۔ وأيضاً في باب النسخ وهو ای
 النسخ اصطلاحاً فقبل رفع الشارع المحكم الشرعي۔ زاد ابن الحاجب بدليل
 شرع متأخر الى ان قال، ويخرج كل تخصيص لانه رفع للمحكم من المبتدأ لا رفع
 بعد التحقق انتهى اور نیز اصولیوں نے بیاں کیا ہے کہ بیاں بحسب تقراء پنج قسم ہے
 بیان تفسیر۔ بیان تقریر۔ بیاں ضرورت۔ بیاں تبدیل۔ بیاں تغیر۔ اور یہ جملہ ام
 آپس میں معاً اپنے احکام کے متبائنہ ہیں **قال صاحب مشکوٰۃ** فتح
 التخصيص ايضاً من بيان التعيين اور نسخ بیاں تبدیل ہے **فی فواتح الرحموت**
 بیان تبدیل ہو نسخ انتهى۔ اور عبارات اس قبیلہ کی کتب اصول میں بکثرت ہیں
 تركنا ما حوّلنا لاهلنا اب بخدمت اصحاب انصاف کہ بعد از اعتناء ہیں۔
 اگر ارش ہے کہ عبارات مرقومہ الصدر کو ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں۔ کہ تخصیص عام۔
 اور نسخ میں کچھ فرق ہے یا ہر دو متحد المعنی ہیں۔ اور خیاب مولانا صاحب اہم استفسار
 کرتے ہیں کہ آپ نے یہ فقرہ کہاں سے اٹھایا۔ کسی کتاب حنفیہ سے ملاحظہ فرمایا۔
 یا اپنے ذہن ہی سے بنایا۔ اگر شق اول ہے تو نشان دیں۔ اگر شق ثانی ہے تو کھدین۔

فاز قیل قال صاحب التلویح - فان قيل جبل المستقل ههنا محضاً

من غیر فرق بین التراخی وغیره - وقد سبق ان التراخی نسخ لا تخصیص - قلنا

التخصیص قد یطلق علی ما یتناول النسخ فلا یقید بعدم التراخی مگر یوجب ان

کلام القوم فی کثیر من المواضع مثل تخصیص الکتاب بالسنة والا جماع تخصیص

بعض الایات بالبعض مع التراخی انتهى - یہ کلام صاحب تلویح کی مفید دعا مؤلف سالہ

کے ہے **قلنا جوابہ** اس کلام کا مفید ہونا تو لیکھتے بلکہ ولایت رسالہ کے

لئے مضرب ہے - دیکھو ملا خسر و محشی تلویح اس عبارت کے معنی یہ کرتا ہے و ہذا

عبارۃ **قال** قلنا التخصیص قد یطلق علی ما یتناول النسخ **اقول** فیہ

بحث فان اطلاق التخصیص علی النسخ لا یوجد فی عبارة من یرید تدبیرہ من الشا ئخ

یشہد بہ التبع - ولو وجد حمل علی المعنی اللغوئی - والکلام ہهنا فی الاصطلاح

یؤیدہ قول الاتی وهو حجة فیہ شہیدہ فانہ حکم ذلک مطلقاً - مع ان

العام الذی نسخ بعضہ قطعی فی الباقی کما سیأتی - وقول الشارح فی مباحث

مفہوم الخالفة - ان مذہبنا فی التراخی انه نسخ لا تخصیص - واما قوله مثل

تخصیص الکتاب بالکتاب بالسنة والا جماع وتخصیص بعض الایات بالبعض مع

التراخی - فعلى تقدير تسليم ثبوته عزماً نحنا یحمل علی ما بعد التخصیص کلام

مستقل موصول - یدل علیہ ذکر الا جماع - قانہ بعد زمن الرسول علیہ السلام وکنسخ

بعده - فالصواب فی الجواب ان یقال فان ترک المقارنتہ اکتفاء بما ذکر

قبیل الفصل فانہ اقرب العهد بہ مما یوجب کتابة انتهى - اور من جلیبی محشی تلویح

لئے بھی اس عبارت تلویح کے معنی ایسی ہی کہیں **قوله** اور نسخ قرآن بدوں کسی

قوی برہان کے جائز نہیں **اقول** یہ قولہ مؤلف رسالہ کا درست اور حق ہے - اور مذہب

ہمارے علما خفیا کا یہی ہے - کہ نسخ قرآن کریم کا بدوں قوی دلیل کے

۳ و ہذا بقا الشیخ تخصیص وقد یطلق علی القابل وهو السقیم بعدم التراخی والقول بان تخصیص لا یطلق الا علی غیر المذہبی

جائز نہیں۔ لہذا قال علماءنا رحمہم اللہ والقیاس لا یصلح ناسخاً للکتاب الستة لاجماع
والخبر الواحد لا یصلح ان یتكون ناسخاً للکتاب۔ ولم یجعل علماءنا قرلة الفاعلة
مکناً فی الصلوة بخبر الواحد لانه زیادة وهو نسخ **قوله** اس لئے ان عنومات میر
اپنی خیالی باتوں سے تخصیص نہ لگاویں **اقول** وبالله التوفیق یہ صرف مؤلف صاحب
کی خیالی بات ہے۔ ورنہ عند الحنفیہ کتاب اور سنت متواترہ کی تخصیص خبر واحد سے
بھی جائز نہیں **فقد لا ان یتكون** بالاقوال ویزیل الوضعیة والخیالیة لعدم المساوات
بینهما۔ **لا یجوز** عند الحنفیة تخصیص الکتاب بخبر الواحد وکذا تخصیص الستة
للتواتر بخبر الواحد۔ **لنا** انه ای الکتاب قطعی من کل وجه لان للتواتر متواتر و
العام قطعی الدلالة کما مر باقوم حجة۔ والخبر قطعی متنا لانه خبر الواحد۔ فلا یجوز
تخصیصه انتہی باختصار **فوارح الرحموت** مؤلف سالہ انصاف فرمایں کہ جب
حنفیہ کرام کا تخصیص عام میں یہ مذہب تو یہ نہ مانا۔ کہ اپنی خیالی باتوں سے تخصیص
نہ لگادیں۔ یہ قول محققانہ ہے یا صرف خیالی ڈکھولہ **قوله** اور فرمایں کہ آیتیں
مخصوص ہیں اس تخصیص کے ساتھ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بشرطیکہ
ہمارے علماء نے اوپر عمل کیا ہو وجب العمل ہیں نہ علی العموم **اقول** وبالله التوفیق
حضرت آپ غور فرمایں کہ یہ آپ کی خیالی باتیں ہیں یا وہی۔ پہلا کسی حنفی نے یہ کہا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بشرط کہ ہمارے علماء نے عمل کیا ہو وجب
العمل ہیں نہ علی العموم۔ ایسی کتاب حنفی مذہب میں اس تخصیص کا ذکر ہے **فانقوا**
به واذعوا شهداءکم انکم من صدقین۔ فان لم تاتوا بآیه فاتقوا الله وكونوا من
التقاین۔ ان کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم + کہ دل آزدہ شوی ورنہ سخن
بیارت + بلکہ حنفیہ رحمہم اللہ کا عمل آمد قرآن کریم اور حدیث شریف اور قضایا
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہے دیکھو امام صاحب رحمہم اللہ نے فرمایا ہے۔ جیسا امام

شران میں لایا ہے۔ اٹھا عمل اولاً بکتاب اللہ ثم بسنة رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم ثم باقضية ابی بکر وعمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ثم

باقضية بقية الصحابة رضی اللہ انتہی۔ اور کتب متداولہ اصول میں جہات تک سکیں

اپنے استقراء اور تتبع ناقص میں دیکھتا ہے۔ تخصیص کے اقسام مفصل ذیل سے خارج

نہیں پاتا۔ مگر اس تخصیص کا ذکر جس کے مؤلف صاحب عی ہیں منقول و معدوم

ہے۔ اگر مؤلف رسالہ اس تخصیص کا پتہ لگا دیں گے تو ہم اور کیا جواب دہا دیں گے۔

یا رباقی صحبت باقی والآ علیہما علیہ **تخصیص اقسام تخصیص**

تخصیص بالکتاب الغریز۔ تخصیص بالسنة۔ تخصیص بالعادة۔ تخصیص بالاجماع۔

تخصیص بالمعروف۔ تخصیص بالقیاس۔ تخصیص بالحسن۔ تخصیص بالعقل۔ تخصیص

بالمفول له ومعہ۔ تخصیص بالتمیز۔ تخصیص بالظروف والجوار والمجود۔ تخصیص

بالحال۔ تخصیص ببدل البعض من الكل۔ تخصیص بالغایة۔ تخصیص بالصفة۔

تخصیص بالشروط۔ تخصیص بالاستثناء۔ تخصیص بالضمیر۔ تخصیص لقضایا

الاعیان۔ تخصیص بالشیاق۔ تخصیص بفعل الصحابی۔ **انتباہ**

لا یجعی علیک ان الغرض من سرد هذا الاقسام المذكورة للتخصیص انها مذکور

في كتب اصحابنا الخففة بع لان کلها معمولة عندہم بلا خلاف و هو ظاہر

علی من تداولها **قوله** یاد رہے کہ فقیر کا استدلال آیت سی بعینہ عبد اللہ بن مسعود

کے استدلال کی طرح ہے جسکو مسلم نے بیان کیا ہے حدیثا مسلم الحدیث **اقول**

وبالله التوفیق بعینہ کا لفظ یاد رہے۔ **روی** الزیثمی عن ابن عمر ان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن الله العاصلة والمستوصلة والراشمة والمستوشمة

هذا حدیث حسن صحیح۔ وفي الباب عن ابن مسعود وعائشة و أسماء بنت ابی بکر

وعقل بن يسار من ترجمہ لعنت کی سند سے اس عورت کو کہ ملاوے بال اپنے

ساتھ بالوں اور عورت کے (یعنی درازی کے لئے) اور لعنت کی اوس عورت کو
 کہ طوائف اپنے بالوں کو ساتھ اور کے بال۔ اور لعنت کی گودنیوالی۔ اور گدوائے
 والی کو **ف** اور گودنا یہ ہے کہ سوئی وغیرہ بدن پر جھپٹیں تاکہ خون نکل آئے
 پھر اوس میں سرمہ وغیرہ ڈالکر داغ زنگیں پیدا کریں۔ **وروی** البخاری عن

ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة من **و**
 البخاری عن عائشة ان جاریة من الانصار تزوجت فاتها مرضت ففقط شعها

فأرادوا ان یصلوها فقالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لعن اللہ الواصلة و
 المستوصلة من ترجمہ ایک لڑکی انصار نے شادی کی اور وہ بیمار ہو گئی پھر اوس
 کے بال گر گئی (یعنی بیماری کے باعث) پھر اوس کے وارثوں نے ارادہ کیا کہ اوس کے
 بالوں پر اور کے بال ملا دیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے
 لعنت کی ہر واصلہ اور مستوصلہ دونوں پر **وروی** ابی ہریرۃ عن اسماء بنت ابی ہریرۃ

قالت لعن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواصلة والمستوصلة من **وروی** النساہی عن عبد اللہ
 قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواشمت والوشمات والمستحصات و
 للتفجمات المحسن للفسادات من ترجمہ لعنت کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گونے
 والیوں اور گودوائے والیوں کو اور بال جو انیوالیوں کو نہ پرپسے۔ اور موہس
 کرنیوالیوں کو دانتوں پر۔ **وروی** الشافعی

عن عرق ان امرأة ات عبد اللہ بن مسعود فقالت ائی امرأة زعم انہ یصل ان اصل
 فی شعری فقال لا فقالہ سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یصل فی کتاب
 فقال لا سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولجلہ فی کتاب اللہ وسانا الحدیث

عن **وروی** البخاری عن معاویۃ بن ابی سفیان عام حوہو علی النبی بقول
 وتناول نطفۃ من شعرکانت بید حرّی۔ این علماء و مکر۔ سمعت رسول اللہ ص

صلی اللہ علیہ وسلم فرمے عن مثل هذه ويقول انما هلكت بنو اسرائيل حين
 اخذوا هذه نساؤهم من هذه جملة احادیث، صریحاً بآل ہیں کہ حرمت ان اشیاء کے
 منصوص غیر معارض ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انکی حرمت میں قاطبہ
 متفق ہیں۔ کیسکو ان اشیاء کی حرمت میں کلام نہیں ہو۔ بلکہ بنی اسرائیل
 میں بھی حرام نہیں۔ اور ان کے ہلاک اور تباہی کا باعث حلت اور استعمال
 ان اشیاء کا ہوا۔ اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک بھی یہ اشیاء حرام ہیں۔ ان
 کی حلت اور جواز میں کسی کا مذہب اور قول نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
 کو جبکہ ان اشیاء کی حرمت قطعی غیر معارض سماعاً عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم
 تھی۔ اور ملاحون ہونا ان کے فاعل کا ثابت اور مبرہن ہو چکا تھا۔ تب سائل کے
 جواب میں فرمایا بل سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجد فی کتاب اللہ
 یعنی جملہ تائید آیہ کا ان اشیاء کی حرمت کو شامل اور مخدوم ہے۔ یہ حال حضرت عبداللہ
 بن مسعود رضی اللہ عنہ عیوب الامت کے استدلال کا ہے۔ اور مؤلف رسالہ کو استدلال
 اور اس استدلال میں چند طرکی غائریت ہے اول حرمت ان اشیاء کی منصوص ثابت
 ہے۔ اور فاتحہ خلف الامام کی فرضیت ہنوز زیر بحث ہو۔ دوم اشیاء مذکورہ کی حرمت
 منصوص غیر معارض ہے۔ اور فاتحہ خلف الامام میں اول تو فرضیت ہی کہاں بغیر
 محال اگر تسلیم بھی کیجاوے تو منصوصیت کجا۔ اگر اسکو بھی اسی طرح مانا جاوے
 تو غیر معارض ہونا کجا سیوم یا اشیاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے نزدیک متفق علیہ
 حرام ہیں۔ اور فاتحہ کے وجوب میں اتفاق کی بوجہ نہیں چھپا رہم مذکورہ
 اشیاء کی حرمت پر ائمہ مجتہدین قاطبہ متفق ہیں۔ اور فاتحہ میں سخت مختلف ہیں
 پہنچم حرمت اشیاء مذکورہ کی۔ جملہ تائید کا مدلول ہے۔ فاتحہ میں یہ بات کہاں۔ با
 انہم غائریت میں الاستدلالین کہ۔ بہ میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ ایسی شے

دہوم دہام سو نقارہ بجا کر مدعی عینیت کا ہو کر دعویٰ مساوات کا کرنا۔ اور یہ کہ
 کہ فقیر کا استدلال بعینۃ عبد اللہ بن مسعود کے استدلال کی طرح ہے۔ بہت کم بابت
 اور سمحت نہیں تو اور کیا ہی؟ فانظر او اعتبروا یا اولی الابصار ولعمرو اقبل
 حدیسی زیادہ نہ بشرطِ نکلے + چلے چال ایسی کہ کچھ کام ظفر جل نکلے + **قوله** اور
 فاتحہ الكتاب کے مسئلہ میں جناب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اسطہ ثابت ہوا
 ہی الی ما قال اور یہ حدیث متفق علیہ ہے **القول** **قَالَ اللَّهُ التَّوْفِيقُ** قبل اور شروع نے
 الجواب چند فائدہ نکا معلوم ہونا طالب حق کی ضرورت ہے **فائدہ** **پہلا** صحیح
 حدیث کی تعریف میں **قَالَ السَّيِّدُ الشَّرِيفُ الْحُجْرُجَانِي** هو الحدیث الصحیح **مَا**
انْصَلَ سَدُّهُ بقول العدل الضابط غرض ملہ وسلم عن شذوذ وعلة۔ **وتعنی**
بالتصل ما لم یکن مقطوعاً بای وجہ کان۔ **وبالعدل** من لم یکن مستویاً بالعدل
ولا جرحاً۔ **وبالضابط** من یكون حافظاً شقیضاً۔ **وبالشذوذ** ما یرویہ
 الثقة مخالف الروایۃ الناس رای من الثقات، **وبالعلة** ما فیہ استباخۃ غامضۃ
 قاذۃ انتھی۔ **وفی شرح** الغبۃ **المراد** بالعدل من له مکة تحمله علی ملازمة
التقویٰ والریۃ۔ **ولکراد** بالتقویٰ اجتناب الاعمال الشیئۃ من شرک وفسق
 اوبدعیۃ انتھی **وهو** حجتہ بلا خلاف **فائدہ** **دوسرا** **رسل** حدیث کے
 بیان میں **الرسل** صہورتہ ان یقول التابعی سولہ کان **کبیراً** او **صغیراً** قال
رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم **کذا** او **فعل** **کذا** او **فعل** **کذا** او **فعل** **کذا** او **فعل** **کذا**
 انتھی **ما فی الغبۃ** شرحہ **قال** **النووی** ثم مذهب الشافعی والمحدثین جمہورہم
وجامعۃ من الفقہاء۔ **انہ لا یعتجہ بالرسل**۔ **ومذهب مالک** و **ابی حنیفۃ** و **احمد**
والکثر الفقہاء۔ **انہ یعتجہ بہ** **ومذهب الشافعی** **انہ اذا انضم** **الرسل** **ما یعتضدہ** **الفتح**
وذلك بان **یرئی** **ایضاً** **مسنداً** **او** **مسلاً** **من جهة** **اخری**۔ **او** **یرئی** **بہ** **بعض** **الصحابة**

أو أكثر العلماء انتهى **وقال** القادى فى شرح الشرح للثقة اعلم ان كون الرسل حديثنا
 ضعيفا لا يوجب به اثمها واختيار جماعة من الحديثين وهو قول الشافعى وطائفة
 من الفقهاء واصحاب الأصول **وقال** مالك فى الشرح عنه وابو حنيفة واصحابه
 وغيرهم من ائمة العلماء كاحد فى الشرح - انه صحيح يحتج به بل حكي ابن جرير اجماع
 التابعين باسره على قبوله وانه لم يات عن احد منهم انكاره ولا عن احد من الائمة
 بعدهم الى راسى المائتين الذين هم من القرون الفاضلة المشهود بها من الشارع
 بالخيرية به انتهى **وفى المسلم وشرحه** وهو راي الرسل ان كان من الصحابي
 يقبل مطلقا اتفاقا - لانه اما سمع نفسه او من صحابي آخر والصحابة كلهم عدول
 ولا اعتداد لمن خالفه فيه - فانه انكار واضح - وان كان المرسل من غيره فلا كش
 منهم الائمة الثلاثة - الامام ابو حنيفة - والامام مالك - والامام احمد رضى الله تعالى
 عنهم - قالوا يقبل مطلقا - اذا كان الراوى ثقة - وقيل من اسند فقد حال لك -
 على مزوى عنه - ومن رسل فقد نكل نفسه بالثقة - وجمهور الحديثين - الحديث
 بعد المائتين قالوا لا يقبل المرسل مطلقا - سواء كان من ائمة النقل او لا - ومن القرون
 الثلاثة او لا - قال العيني فى شرح **الهداية** وقد عد البعض هذا القول من البدع
 قال ابراهيم النخعي الذى هو كبار ائمة التابعين متى قلت حدثنى فلان عن عبد الله
 فهو الذى رواه فقط ومتى قلت قال عبد الله فهو حديثه فقط - ومتى قلت قال
 رسول الله صلى الله عليه وسلم فمن سبعين - اى جماعة كثيرة - وكان ذلك راي
 الحديث على سبيل الارسال معروفا بينهم مستمرا - من قرن الصحابة الى التابعين -
 نكس من الائمة - فكان ذلك اجماعا على قبول الراسل انتهى بلفظه **فأرد**
ثيمرا رفع حكي كى بيان من قول الصحابي الذى لم يأخذ عن الاميرائيليات

مالا مجال للاجتهاد وفيه ولا له تعلق ببيان لغة۔ اور شرح غریب کلاماً
 عن الامور الماضية من بدء الخلق واختيار الانبياء عليهم السلام اولائيتہ کا ملام
 اول الغنن واحوال يوم القيمة وكذا الاخبار عما يحصل بفعله ثواب محضون۔ اور
 عقاب محضون۔ وفضل الصحابي مالا مجال للاجتهاد فيه رفع حكمي واختيار
 الصحابي اتم يفعلون في زمان النبي صلى الله عليه وسلم كذا فانه يكون له حكم الرفع من
 جهة ان الظاهر اطلاعه صلى الله عليه وسلم على ذلك لتوافره واعيم على سؤاله عن امور
 دينهم لان ذلك الزمان زمان نزول الوحي فلا يقع من الصحابة فعل شيء يستمررون
 عليه وهو غير ممنوع الفعل وقول الصحابي من السنة كذا فلا اكثر على ذلك مرفوع
 ونقل ابن عبد البر في الاتفاق واذ قال الهاغيب الصحابي فكذلك ما لم يصفها
 الى صاحبها كسنة الثمرين۔ وقول التابعي عن الصحابي يرفع الحديث او يرويه او ينفيه او
 رواه او يبلغ او رواه مرفوع حكماً انتهى ما في **الخاتمة** وشرحه ملخصاً فائده
 چوتھی اس حدیث کے حکم میں حکم منبثت عنہ التذليل اذا كان عدلاً۔ ان
 لا يقبل منه الا اذا صرح فيه بالحديث على الاصح وانتهى ما في شرح **الخاتمة** للحجس
 العسقلاني وقال القاري في شرح التلخيص قال فريز من المحدثين والفقهاء
 معروف بارتكاب التذليل ولو مرة صار مجروحاً مردوداً في الرواية وان بين السماع
 واتى بصينفة صحيحة في هذا الحديث اوفي غيره من احاديث انتهى فائده **يا نخواس**
زيادة ثمة قال النورى زيادة الثقة مقبولة عند الجماهير من اهل الحديث
 والفقہ والاصول وقيل لا يقبل وقيل ان زاده اغني من رواه۔ ولا يقبل ان زاده
 هو۔ وما اذا روى العدل الضابط المتقن حديثاً انفرده بمقبول بلا خلاف نقل
 الخليل البغدادى اتفاق العلماء عليه انتهى فائده چوتھی جبکہ روایت بعض نقاہت سی
 متصل اور بعض سے متصل یا موقوف۔ یا بعض سے مرفوع اور بعض سے موقوف ہو۔ تو اس کی

حكم قال النووي اذ رواه بعض الثقات الضابطين متصلاً وبعضهم مراسلاً
 وبعضهم موقوفاً وبعضهم مرفوعاً أو وصله هو - أو رفعه في وقت وإرساله أو وقفه
 في وقت - فالصحيح الذي قاله المحققون من المحدّثين وقاله الفقهاء وأصحاب الأصول
 وصححه الخطيب البغدادي - أن الحكم على من وصله أو رفعه - سواء كان المخالف له
 مثله أو أكثره واحفظ لانه زيادة ثقة وهي مقبولة وقيل الحكم لمن أرسله أو
 وقفه انتهى فائدة سالتوا سبب اختلاف الحديث كاصحت حديث من قال
 النووي قال الشيخ الإمام أبو عمرو بن الصلاح رضي الله عنهما شرط مسلم رحمه الله في
 صحيحه أن يكون الحديث متصل الأسناد بنقل الثقة عن الثقة من أوله إلى منتهاه
 سالمًا عن الشذوذ والعلّة قال وهذا حد الصحيح - فكل حديث اجتمعت فيه هذه
 الشروط فهو صحيح بلا خلاف بين أهل الحديث - وما اختلفوا في صحة من الأحاديث
 فقد يكون سبب اختلافهم انتفاء شرط من هذه الشروط - أو بينهم خلاف في اشتراطه
 كما إذا كان بعض الرواة مستوراً أو كان الحديث مراسلاً - وقد يكون سبب اختلافهم
 أنه هل اجتمعت فيه هذه الشروط أم انتفى بعضها وهذا هو الأغلب في ذلك كما إذا
 كان الحديث في رواية من اختلف في كونه من شرط الصحيح - فإذا كان الحديث
 روايته كل ثقات غير أن يفهموا بالزبداء كحلي مثلاً أو سهيل بن أبي صالح أو العلماء
 بن عبد الرحمن أو حماد بن سلمة قالوا فيه هذا الحديث صحيح على شرط مسلم وليس
 بصحيح على شرط البخاري لكون هؤلاء عند مسلم ممن اجتمعت الشروط المعتبرة - ولم
 يثبت عند البخاري ذلك فيهم - وكذلك الحال البخاري فيما خرج من حديث عكرمة
 مولى ابن عباس - وأما من محمد بن عمرو بن مَرْزُوق وغيرهم ممن أحجم لهم البخاري
 ولم يصحبه مسلم - قال الحاكم أبو عبد الله الحافظ النيسابوري في كتابه المدخل إلى
 معرفة المستدرك عدد من أخرجهم البخاري في الجامع الصحيح ولم يخرجهم مسلم أربع مائة

واربعة وثلاثون شيخاً وحدث من احتج بهم مسلم في السند الصحيح - ولم يحتج بهم البخاري
في الجامع الصحيح ستمائة وخمسة وعشرون شيخاً والله اعلم انتهى بلفظه **وقال** الحافظين
بحواله في الرجال الذين تكلم فيهم من رجال مسلم اكثر عدد من الرجال الذين تكلم
فيهم من رجال البخاري انتهى **وقال** القاري في شرح الشرح **للغنية** الذين انفرد
البخاري بهم اربعمائة وخمسة وثلاثون رجلاً والتكلم فيهم بالضعف نحو من ثمانين جاكلاً
والذين انفرد بهم مسلم ستمائة وعشرون رجلاً والتكلم فيهم مائة وستون رجلاً
على الضعف كذلك ذكره السخاوي في شرح الغنية العراقي انتهى هكذا في شرح الشرح للغنية
لمولينا وجيل الدين - الحاصل مدار صحت حديث كاصحت رواية پرہی - اور راوی کا
مسلم اور غیر مسلم ہونا وجدان شرائط مقررہ علماء پر موقوف ہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
جو شرائط راوی کے اپنے نزدیک مقرر فرمائیں ہیں - اگر وہی حدیث میں پائی گئیں تو وہ
حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ کے نزدیک محکوم بصحت ہوگی گو مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
وہ حدیث صحیح ہو یا نہ ہو علیٰ ہذا القیاس حال مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے - فائدہ آٹھواں
جرح و تعدیل کے بیان میں **قال** الحافظ فی الغنیۃ ونحوہ المجموع مقدم علی التعلیل -
والملق ذلک جماعۃ وکن محملہ ان صدیقینا من عارف بأسبابہ - لانه ان کان غیر مشر
لم یقدح فیہ ثبت عدالتہ - واز صدق من عارف بالاسباب لم یعتبر أيضاً - فان
خلاف الجرح عن تعدیل قبل الجرح فیہ - محملہ - غیر مبیز السبب اذا صدق من عارف
علی الخصار لانه اذا لم یکن فیہ تعدیل کان فی خبی الجرح اعمال قول الجراح اولی من
امالہ - وما ل ابن الصلاح فی مثل هذا الی التوقف انتهى فائدہ نانواں حدیث
مبتدع کی مقبول ہر یا غیر مقبول **قال** النووی قال العلماء من المحدثین والفقہاء
واصحاب الاصول للمبتدع الذی یكفر ببدعة لا یقبل رواۃ بلا اتفاق **واما** اللہ
لا یكفر بها فاختلغو فی رواۃ - فمنہم من ردھا مطلقاً الفسقة ولا یفعلہ التاویل - و

و منهم من قبلها مطلقاً اذ لم يكن من يستحل الكذب في نصره مذهب اولاهل
 مذهبہ۔ سوائے کہ داعیۃ الی بدعة او غیر داعیۃ و ہذا محکم عن امامنا الشافعی
 رحمہ اللہ لقولہ اقل شہادۃ اهل اللہ الا الخطابیۃ من الرافضۃ۔ بگویند برہین
 الشہادۃ بالزور لموافقہ۔ و منهم من قال یقبل اذ لم یکن داعیۃ الی بدعة
 ولا یقبل اذ کان داعیۃ۔ و ہذا مذهب کثیرین۔ او اکثرین من العلماء
 و هو الا عدل الصحیح اقصی بلفظہ **فائدہ و سوال** متعارضہ حدیث کے
 حکم۔ اور فرض اور وجب کی تعریف میں ثمة المقبول ان سلم من العارضة۔ ای
 لم یأت خبر بزيادة۔ فهو المحکم۔ و امثلة کثیرہ۔ وان عورض بمثله فان
 امکن الجمع فهو۔ النوع السمی۔ المختلف الحدیث۔ وان لم یکن الجمع
 وثبت المتأخر فهو الناسخ والا فالترجیح۔ ان تعین۔ ثمة التوقف۔ شرح
مختصر ملقطاً۔ و الفرض ما ثبت بدلیل قطعی لا شبهة فیہ۔ و الوجوب
ما ثبت بدلیل ظنی و فی فوائد الرجوح ان ثبت الطلب الجازم قطعی
 فاکلافتراض ان کان ذلك الطلب للفعل۔ او القریب۔ ان کان ذلك للکف
 انتهى۔ آو ثبت الطلب الجازم بظنی فالایجاب۔ ان کان ذلك الطلب الجازم
 للفعل۔ و کراهة التقریب۔ ان کان ذلك للکف **تلك عشرة كاملة**
 خذها بالتواجد و احفظها۔ امدیم برہم طلب۔ حاصل اور مدعا مولف سالہ کا یہ ہے
 کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا۔ منفرد۔ اور مقتدی۔ اور امام پر فرض ہے۔ کسی نمازی کی نماز
 فاتحہ کے سوا جازم اور مقبول نہیں ہوتی۔ اس عبارت میں دو تہمیتیں اہل ایک شخصیت
 تہمیت اول نمازی یعنی مقتدی اور منفرد اور امام کی۔ اور تہمیت دوم نماز یعنی مختصر
 کانت اوسیرتہ کی۔ اور مختصص فاتحہ کی۔ اور اثبات مدعی کی دلیل حدیث لا صلوة
 لمن لم یقرء بفاتحة الكتاب جو حکم فائدہ اولی کے صمیم ہے۔ بیان فرمائی۔ اور

لفظ صلوة سے صلوة مُطلق جہر تہ کانت اور ستر تہ۔ مراد رکھا۔ اور لفظ من
 سے بھی عام مصلیٰ۔ منفرداً۔ کان او متقدماً۔ او اماً۔ ارادہ کیا۔ تیمم التقرب۔ ہذا
 ہو تحریر محل الدعوی والدلیل۔ آپ بنظر اعتبار غور طلب یہ امر ہے کہ مقتدی کو امام کے
 پیچھے ہر نماز میں جہر تہ ہو یا ستر تہ قیادہ فرض ہے۔ یا نہ۔ اگر ہے۔ تو صرف فاتحہ ہی ہر
 یا فاتحہ کے سوا صرف کوئی اور سورہ۔ یا فاتحہ مع السورۃ۔ فدار الامر لیستہ شقوق۔ فاتحہ
 صرف فی الصلوۃ الجہر تہ۔ فاتحہ صرف فی الصلوۃ الستر تہ۔ سورہ صرف (سوی الفاتحہ)
 فی الصلوۃ الجہر تہ۔ سورہ صرف فی الصلوۃ الستر تہ۔ فاتحہ مع السورۃ فی الصلوۃ الجہر تہ۔
 فاتحہ مع السورۃ فی الصلوۃ الستر تہ۔ ان جملہ شقوق کی بابت ہوا رشاد ہے احادیث میں
 اور آیت اذ اقر القرآن فاستمعوا لہ الایہ سے ظاہر ہے۔ بتوجہ تمام سماع فرامی۔ حدیث
 اول قال الطحاوی فی شرح معانی الآثار۔ حدثنا جابر بن عبد اللہ عن ابي جابر بن
 سلام قال حدثنا مالک عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله
 عليه وسلم انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بآم القرآن فلم يصِلْ الا ان يكون الا
 وراء الامام انتهى من ۱۷۸ والترجمة حدثنا اسحاق بن موسى الانصاري اننا من
 اننا مالک عن ابی نعیم وحب بن کيسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ يقول من صلى ركعة
 لم يقرأ فيها بآم القرآن فلم يصِلْ الا ان يكون وراء الامام هذا حديث حسن صحيح من ۱۷۹
 ومالك عن وهب بن كيسان انہ سمع جابر بن عبد الله يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها
 بآم القرآن فلم يصِلْ الا وراء الامام من خلاصہ ترجمہ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ نماز کسی شخص کی سوا فاتحہ کے درست نہیں۔ الا مقتدی۔ یعنی اس کی نماز سوا
 فاتحہ کے درست ہے۔ مستحب ماہ روایت دوم و سوم اگرچہ صحیح مرفوع معلوم نہیں
 ہوتیں۔ الا حکم فائدہ پیچہ اور ششم کے مرفوع ہیں فی نظر ہوا۔ اور نیز حکم فائدہ سوم کے
 یعنی اخبار الصحابی عنہما حاصل بقدر ثواب مخصوص او عقاب مخصوص۔ وصلہ مملکت

من رسول الله صلى الله عليه وسلم - وفي الباب عن ابن مسعود وعمران بن حصين وجابر
 بن عبد الله قال ابو عيسى هذا حديث حسن **والشامى** اخبرنا قتيبة عن مالك عن
 ابن شهاب عن ابن ابي كريمة الليثي عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف
 من صلوة جهر فيها بالقرآنة فقال هل قرأتم معي احدا منكم انفا قال جل نعم
 يا رسول الله قال اني اقول ما لي انازع القرآن فانتهي الناس عن القرآنة فيما جهر فيه
 رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقرآنة عن الصلوات حين سمعوا ذلك ص ۱۵۹
الطحاوى فاذا يونس قد حدثنا قال انا بن وهب ان مالكا حدثني عن ابن
 شهاب عن ابن ابي كريمة الليثي عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من
 صلوة جهر فيها بالقرآنة فقال هل قرأتم معي احدا انفا فقال رجل نعم يا رسول
 الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني اقول ما لي انازع القرآن
 قال فانتهي الناس عن القرآنة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه رسول الله
 بالقرآنة من الصلوة حين سمعوا ذلك ص ۱۶۰ **ابوداود** حدثنا القعيني عن مالك
 عن ابن شهاب عن ابن ابي كريمة الليثي عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
 انصرف من صلوة جهر فيها بالقرآنة فقال هل قرأتم معي احدا منكم انفا فقال رجل
 نعم يا رسول الله قال اني اقول ما لي انازع القرآن قال فانتهي الناس عن القرآنة مع رسول الله
 صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه النبي صلى الله عليه وسلم بالقرآنة من الصلوة حين سمعوا ذلك
 من رسول الله صلى الله عليه وسلم - قال ابوداود هذا حديث ابن ابي كريمة هذا
 ويونس واسامة بن زيد عن الزهري عن علي بن ميمون عن مالك ص ۱۶۱ **يحيى بن حماد** روايت شق
 - سوم - اور پنجيم کے عدم جواز کے لئے نص ميريس **وما قال النووي** ان
 قوله فانتهي الناس من كلام الزهري - وكهف من كلام الزهري متفق عليه عند
 الحفاظ منهم البخاري ولا واعي والذهبي انتهي - فالجواب عنه **يحيى بن حماد**

نوی کل باب بجمہ

کلام زہری سے ہونا منافی ابوہریرہؓ کے کلام کے ہونیکا نہیں۔ کیونکہ زہری نے کبھی

اسکو رسل روایت کیا ہے۔ کما دوی الا فذاعی عن الزہری فاعظ للسلمون بذلك

فلم یکنوا یقرءون فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما نقلہ الشیخ

سلام اللہ فی المحلی۔ اور کبھی مرفوعاً روایت کیا ہے کما دوی عنہ من ائمة الحديث

اور ائمة کبھی حدیث کو مسنداً اور کبھی مسلاً روایت کرتا ہے۔ تو اوہنوں نے گمان کیا یا اس

سے کہ یہ کلام زہری کا ہے۔ فقط مع ان هذا لفظ خلاف قواعد الاصول پس نجاری۔

ذہبی وغیرہ نے بلا واسطہ زہری سے روایت نہیں کیا تاکہ انکا قول ان هذا من کلام

الزہری بیان اور نقل بنید متصل ہو۔ اور او زاعی کا زہری سے مسلاً روایت کرنا دلیل

اسپر نہیں کہ یہ کلام زہری کا ہے فقط لما قلنا۔ اور نیز او زاعی نے زہری سے اس طرح

روایت نہیں کیا کہ یہ قطعہ حدیث کا میری کلام ہے۔ ابوہریرہؓ کا کلام نہیں۔ بل انقال

نعم الکلام کما وقع فی مرویات ائمة الحديث عن ابی ہریرۃ ینادی باعلی ندای علی انہ

من کلام ابی ہریرۃ لا من کلام الزہری وجہ دوم اگر ہم تسلیم کریں کہ یہ کلام زہری

سے ہے۔ تو بھی حکومت نہیں۔ کیونکہ زہری تابعی جلیل القدر امام ائمہ حدیث سے ہے۔

اور رسل کا حجت ہونا فایہ دوم میں متل بیان ہو چکا ہے۔ کیف وقد اعتضد بارتی

عن ابی بن کعب وهو من فقہاء الصحابة لما نزلت آية اذا قرأ القرآن فاستمعوا له

والقرآن خلف الکلام وجہ سوم زہری کا قول روایۃ الحديث کے قبیلہ سے نہیں تاکہ

صحیح اور رفع کی شرطیں اوس میں متبادر ہوں۔ بلکہ اخبار و حکایت اجماع کے باب سے

ہے۔ اور تابعی فقہ جو امام ہے ائمہ حدیث سے اجماع صحابہ کو بغیر نقل طرق صحیحہ کے کس

طرح بیان کرتا وجہ چہارم نقل الفاضل الکنتی عن ابن عبد البر ان اکثر

روایۃ ابن شہاب عنہ لفظ الحديث یجعلونه رای فانہی الناس کلام شہاب۔

و منهم من جعله من کلام ابی ہریرۃ۔ فاین الاتفاق حدیث چہارم قال الشیخ

تاویل قوله غریب وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَكُنُوا لَهُمْ حُدُوْدًا -

اخبّرنا البحار وود بن معاذ الترمذی **حدّثنا** ابو خالد الاحمر محمد بن عجلان

عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اقبل الامام ليؤتم به فاذا اكبر فكبّروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع

الله لمحمد فقولوا اللهم ربنا ولك الحمد ص ۱۵۳ والنسائي ايضا **اخبّرنا**

محمد بن عبد الله بن المبارك حدّثنا محمد بن سعد بن ابراهيم بن عمار قال حدّثني محمد بن

عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم اما جعل الامام ليؤتم به فاذا اكبر فكبّروا واذا قرأ فانصتوا

او اطاعوا **حدّثنا** ابن ابی داود قال حدّثنا الحسين بن عبد الاول الاصول قال

حدّثنا ابو خالد سليمان بن حيان قال حدّثنا ابن عجلان عن زید بن اسلم

عن ابی صالح عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما جعل

الامام ليؤتم به فاذا قرأ فانصتوا ص ۱۵۴ وتسلم عن ابی هريرة واذا قرأ فانصتوا

ص ۱۵۵ وتسلم ايضا عن قتادة واذا قرأ فانصتوا ص ۱۵۶ وابو داود **حدّثنا**

عمرو بن ادم المصبي انا ابو خالد عن ابن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح

عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اما جعل الامام ليؤتم به بهذا

الخبير زاد واذا قرأ فانصتوا ص **حدّثنا** محمد بن عجلان

احمد بن داود قال حدّثنا يوسف بن عدي قال حدّثنا عبد الله بن عمرو عن

ايوب عن ابی قلابة عن انس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

خذا قبل بوجهه فقال تقرّون ولا امام يقرّ فكمتموا فاطمنا ثم قالوا نسا

لفعل قال فلا تفعلوا ص ۱۵۷ يراة روايتين هرايك شق كى بطلاں پر شات برن

توى هیں۔ اگر کسی کا بیخیال ہو کہ ابو داود نے اس حدیث (یعنی وَاِذَا قَرَأْتَ فَانصِتُوا)

ابو داود کے قول کا جواب

میں کلام ہے باب تشہد میں یوں کہا ہے قال ابو داؤد قولہ وانصتوا لیسمع محفوظ

لہجی بہ الاسلمان التیمی فی هذا الحديث حراس اور باب الامام یصلی من قعود میں

اس طرح فرمایا ہے قال ابو داؤد هذه الزیادة واذا قرأ فانصتوا لیسمع محفوظ

الوہم عندنا من اے خالد ص و جبکہ محفوظ نہیں ہے۔ فکیف الاستدلال یہ۔ تو اس کے

جواب میں اولاً گذارش ہے کہ پہلی کلام سے شاید مقصود ابو داؤد رحمہ اللہ علیہ کا تفرد

سلیمان تیمی کا ہے۔ کما یدل علیہ قولہ ولم یحیی بہ الخ اور عن الحفاظ یہ امر ثابت اور

محقق ہے کہ سلیمان تیمی ثقہ ہے۔ اور ثقہ بھی کیسا کہ جس کے شان میں امام سلم۔

اترید لحفظ من سلیمان التیمی ارشاد فرماتے ہیں و زیادة الثقة مقبولة عند

الجمہیر من اہل الاصول والحديث والفقہ جیسا کہ فائدہ پسم میں بیان ہو چکا ہے

پس یہ زیادة مقبول بلاشبہ ہے۔ ثانیاً جواب اول علی التسلیم ہے۔ ورنہ تفرد

ہی کہاں کیف لہا متابعات وشواہد أخرجه البزار حدثنا محمد بن یحیی

القطیعی حدثنا سالم بن زوح من عن ابن عامر عن قتادة عن یونس بن جبر عن جابر

بن عبد اللہ عن اے موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخبر حدیث سلیمان التیمی

واذا قرأ فانصتوا انتھی وبهذا السند رواہ ابن عریض فی الکامل عن سالم بن

زوح الطار عن ابن عامر وسعید بن ابی عروبہ عن قتادة به ولم یعلمہ وإنما

قال وهذا الحديث سلیمان التیمی اشہر من عن ابن عامر وابن ابی عروبہ انتھی و

التبائی فی سنتہ اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن المبارک ثنا محمد بن سعد

الانصاری حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن اے ہریرۃ قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتمر بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا

انتھی وایمان التیمی متابان ابن خنن غیر محمد بن سعد۔ أخرجه الذرقطنی فی سنتہ

حدیثہما وحقیقہما۔ احمدہ اسماعیل بن ابان الفزری۔ حدثنا محمد بن عجلان

والاخر محمد بن مسير بن سعد الصغاني ثنا ابن عجلان به - قال اسماء عيل بن

ابان ومحمد بن مسير ضعيفان انتهى - ولها عواضد كثيرة **منها**

مارواه الطحاوي حدثنا احمد بن داود قال حدثنا يوسف بن عدي قال حدثنا

عبيد الله بن عمرو عن ايوب عن ابي قلابة عن انس قال قال صلى رسول الله صلى الله

عليه وسلم ثم اقبل بوجهه فقال اقرأون ولا امام يقرأ فكتوا فسلم ثم قالوا

انا نقول لا فاعلموا انتهى ص ۱۲ **ومنها** ماروى السليم عن ابن قسيط عن عطاء

بن يسار انه اخبره انه سئل ان يدب نابت عن القرآنة خلف الامام فقال لا قراءة مع

الامام في شيء ص ۱۱ وروى النسائي ايضا في باب سجود القرآن ص ۱۱ والطحاوي

ايضا في باب القرآنة خلف الامام **ومنها** ماروى الطحاوي عن عبيد الله بن مقسم انه

سأل جبريل بن عمر وزيد بن ثابت وجابر بن عبد الله فقالوا لا نقرأ وخلف الامام في

شيء من الصلوات انتهى اي سرية كانت وجهية ص ۱۲ **ومنها** ماروى الطحاوي

عن ابي حمزة قال قلت لابن عباس افراء والامام بين يدي فقال لا انتهى ص ۱۲ و

منها ماروى الطحاوي ايضا عن ابي وائل عن ابن مسعود قال انصت للقرآنة فان في

الصلوة شغلا وسيكفيك ذلك الامام انتهى ص ۱۲ **ومنها** ماروى ابى بن كعب و

هو من فضلاء الصحابة لما نزلت آية اذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا - تركوا

القرآنة خلف الامام انتهى على هذا القياس من زيادة كى مؤيدات شرح معاني الآثار

طحاوي اور مؤطا امام محمد میں کثرت موجود ہیں - تمام کا ذکر موجب طوالت مقال ہے

من شاء فلينظر ثم وثمة ان مذکورہ احادیث اور آثار سے صاف ثابت ہے - ان سلیمان

النبی لیس بمنعہ الزیادة - فاندفع قول من قال انه تقدم بها اور دوسرے

جملہ سے شاید مقصود ابو داود و حرمت اللہ علیہ کا بطرح ابو خالد کا ہے کہ ابو داود نے قولہ الوهم

عندنا من ابي خالد - تو اسکا جواب منندی نے بہت عمدہ دیا ہے قال الزیلعی و

بناؤں اور ان کے

وتعقبه للندي في مختصره - فقال وهذا فيه نظر فان ابا خالد الاحمر هذا هو

سليمان بن حيّان وهو من الثقات الذي اجمع لهم البخاري ومسلم - ومع هذا فلم

يتفرح بهذه الزيادة بل تابعه عليها ابو سعيد محمد بن سعد الانصاري الاشعري

المدني نزيل بغداد انتهى ص ۳۳۳ اس عبارت سے توثیق ابو خالد کی متحقق ہوئی - اور

وہم جر حکا اوٹھ گیا - اور اس لفظ کی تصحیح کی ہے - مسلم نے اور احمد بن حنبل نے علی

ماؤثرہ ابن عبد البر نے الاستذکار - اور تصحیح کی اسکی ابن خزمیہ نے - ذکرہ العینی نے

النهاية - وقال لأطنا ب اون کی عبارت نقل نہیں کی گئی حدیث ہشتم

اخبرنا ابو حنیفہ حدثنا ابو الحسن موسیٰ ابن عائشة عن عبد الله شداد بن الھاد

عز جابر بن عبد الله الانصاري قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجل خلفه

يقرب فعمل رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ينهاه عن القراءة في الصلوة

فقال انتهيان عن القراءة خلف النبي صلى الله عليه وسلم فتنازعا حتى ذكر للنبي

صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم من صلى خلف الامام فان قرأه

الامام له قراءة انتهى - ورجال هذا الحديث كلهم ثقات - في التقريب موسیٰ بن

ابی عائشة الحمدی یسكون الميم مولیٰ م ابو الحسن الكوفي ثقة عايد من الحكماء

كان يرسل انتهى ص ۳۳۳ وايضا فيه عبد الله بن شداد بن الھاد الليثي ابو الوليد

المدني ولد على عهد النبي صلى الله عليه وسلم - وذكره الجعفي من كبار التابعين الثقات

وكان معدودا في الفقهاء مات بالكوفة مقتولا سنة احد ثمانين وقيل بعدها

انتهى ص ۳۳۳ وفيه ايضا جابر بن عبد الله بن عمرو بن حرام بمحلة وراء الانصاري

ثم السلي بن قتيبة صحابي بن صحابي غزاة غزوة ومات بالمدينة بعد السبعين

وهو ابن اربع وتسعين انتهى ص ۳۳۳ حدیث ہشتم روى الشافعي اخبرنا على

بن حجر اخبرنا اسماعيل وهو ابن جعفر عن زيد بن حنيفة عن زيد بن عبد الله

بن قسیط عن عطاء بن یسار انه اخبر انه سئل زید بن ثابت عن القراءة مع الامام قال

لا قراءة مع الامام في شيء انتهى ۱۱ ای فی شیء من الصلوة سریة اوجهریة و

رواه مسلم والطحاوی ایضاً یہ روحدیث بھی جملہ شقوق کے بطلان پر مجتہد ہیں۔

وقال عمر بن قائل واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون

یعنی جب قرآن پڑھا جاوے تو اوس کو سناؤ و چُسنے رہو تاکہ تم لوگ رحم کئے جاؤ۔ **فی**

الفہم القدیر حاصل الاستدلال بالآیة۔ ان المطلوب امرن۔ الاستماع۔

والسکوت۔ فعمل کل منهما۔ والاوّل یخص الجهریة۔ والثانی لا۔ فیجری علی

اطلاقه فیجب السکوت عند القراءة مطلقاً۔ وھذا بناء علی ان ورود الآیة فی

القراءة فی الصلوة وخرجه البیہقی من الامام احمد قال جمع الناس علی ان ھذه

الآیة فی الصلوة وخرجه عن مجاہد کان علی السلام یقرأ فی الصلوة فسمع قراءۃ فتی

من الانصار فزل واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ وخرجه ابن مردويه

فی تفسیرہ قالوا حدثنا ابو اسامة عن سفیان عن المقدام ہشام بن زیاد عن معاویة

بن قرۃ قال سألت بعض اشیاخنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسبہ قال

عبداللہ بن مغفل کل من سمع القرآن وجعل یدہ علیہ الاستماع والانصات۔ قال انما

نزلت ھذه الآیة واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی القراءة خلف الامام

انتهی مر ۱۲ و فی تفسیر عباد بن کثیر قال علی بن طلحۃ عن ابن عباس قوله

واذا قرأ القرآن یعنی فی الصلوة المفروضة انتهى **وفی المعامل** ذهب جماعة

الی انها فی القراءة فی الصلوة انتهى اور بعد ذکر اقوال مخالفین کے لکھا ہے والاوّل

اولی وھو انها فی القراءة فی الصلوة انتهى من ۱۳ اور زر قانی شرح موطائیں نقلاً

عن ابن عبدالبر کہتھا ہے اجمعوا علی انه لم یرد بہ کل موضع یستمع فیہ القرآن وانما

اراد الصلوة یشہدہ۔ قوله صلی اللہ علیہ وسلم فی الامام واذا قرأ فانصتوا صحیح

ابن حنبل۔ فاین المذهب عن السنة وظاهر القرآن ص ۱۳ اگرچہ اس آیت کے شان نزول میر
اقوال مختلف ہیں۔ اما اولی و اقویٰ اور مرجح یہی ہے۔ کہ قراءۃ فی الصلوة میں نازل
ہوئی ہے جیسا کہ معالم اور زرقانی اور سیحقی کا بیان صریحاً مدلول اس میں
کا ہے۔ اس آیت شریفہ سے بلحاظ مؤرد کے جملہ شقوق کا بطلان ظاہر ہے اور بلحاظ
اصول قاعدہ کے لا یقتض بمؤردہ بل العبرة بعموم الالفاظ واطلاقاً تھا بھی اس آیت
سے بطلان جملہ شقوق کا بلاشبہ ظاہر ہے۔ ان مذکورہ احادیث اور آیت شریفہ سے
ثابت اور مبرہن ہو چکا ہے کہ مقتدی پر قراءۃ مطلقاً فرض نہیں ہے منصف طالب
حق کو تو اس قدر کافی اذوائی ہے متعصب غیر منصف کا تو علاج نہیں اب
رہا منفرد اور امام۔ انکی بابت ہی مولو ایصاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ فاسخہ بخصوہا انہ
بھی فرض ہے۔ اور ہمارے اصحاب حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔ کہ قراءۃ مطلق
فرض ہے۔ ولو كانت فی ضمن الفاسخہ۔ اس دعا کے ثبوت کے دلائل مفصلہ ذیل
ہیں **منہا** قولہ **فأقروا ما یقین من القرآن** یعنی پڑھو جو تم پر آسان ہو قرآن سے۔
بار تعالیٰ نے مطلق قرآن کا پڑھنا نہ فرمایا ہے اور فاقروا فاسخہ الکتاب نہیں فرمایا۔ اگر
خصوصیت فاسخہ کی مقصود ہوتی تو فاقروا فاسخہ الکتاب فرمادیتے **وصہا** ماروی
الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلاً دخل للبعث ورسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جاہل فی ناحیۃ للبعث و صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم **وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل** فرجع فصل ثم جاء فقال
و**علیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل** فقال فی الثالثة اوفی التي بعدها علمنی
یا رسول اللہ فقال اذا قمت الی الصلوة فاضع الوضوء ثم اقبل القبلة فکبر ثم
اقرا بما تسمع من القرآن فما رجع الحديث مشکوٰۃ ص ۱۰ ترجمہ ایک شخص نے
سجد میں اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رو بہ و نہاؤں پر ہی پھر اگر سلام کیا۔ حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام پھر جاننا پڑہ تیری نماز اچھی نہیں ہوئی۔

پھر پڑھ کر آیا۔ پھر فرمایا فضل فانک لم تصل پھر آیا۔ پھر فرمایا فضل فانک لم تصل۔ آخر اس نے کہا۔ مجھ کو سہا دے مجھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس آپ نے فرمایا کہ خود اچھی طرح پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے بخیر کھ۔ پھر پڑھ لے قرآن جہاں سے تجھ کو آتا ہو پڑھ

وروی الترمذی بسند عن رفاعہ وحسنہ وذكر القصة المذكورة وفيه فان

كان معك قرآن فاقرا ولا فاحمد الله وكبره ومله من وروی الترمذی

ایضاً بسند من ابی ہریرۃ وصحہ وحسنہ وفيه اقرا ما تيسر معك من القرآن الحديث

مر ۲۲ وروی الشافعی معنی هذا الحديث وفيه قال يقرأ ما تيسر من القرآن مما علمه

الله الحديث مر ۱۸ وروی ابو داؤد عن ابی ہریرۃ وذكر القصة وفيه ثم اقرا

ما تيسر معك من القرآن الحديث مر ۱۵ و ابو داؤد ایضاً حدثنا حماد عن اسحاق

بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ عن علی بن یحیی بن خالد عن عثمٰن ان رجلاً دخل المسجد

فذكر نحوه قال فيه فقال النبى صلى الله عليه وسلم انه لا تتم صلوة لاحد من الناس

حتى يتوضأ فيضع الوضوء يعني مواضعه ثم يكبر ويحمد الله عز وجل ويثنى عليه

ويقرأ من القرآن ثم يقول الله اكبر ثم يركع الحديث و ابو داؤد ایضاً بسند من

رفاعة بن رافع وفيه ثم يقرأ من القرآن الحديث و ابو داؤد ایضاً بسند من رفاعہ

بن رافع وفيه ثم اقرا يا ام القرآن وبما شاء الله ان تقرأ الحديث و ابو داؤد ایضاً

بسند من رفاعہ بن رافع وفيه ثم اقرا ما تيسر عليك من القرآن و ابو داؤد ایضاً

بسند من رفاعہ بن رافع وفيه فان كان معك قرآن فاقرا به ولا فاحمد الله

عز وجل وكبر الحديث مر ۲۰ وروی الطحاوی بسند عن رفاعہ بن رافع وفيه

ثم اقرا ان كان معك قرآن الحديث مر ۲۱ وروی ایضاً عن ابی ہریرۃ نحوه

ومنها ما روى مسلم بسند عن ابی ہریرۃ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا

صلوۃ الا بقرآنۃ من، **ومنها** ما روى الطحاوی حدثنا علی بن شیبۃ قال حدثنا
ابو نعیم قال حدثنا یونس بن ابی اسحاق العیزاد بن حریث قال شهدت ابن عباس
سمعه يقول لا تصل صلوۃ الا قرأت فیها ولو بغایتہ الكتاب **وروی**
الطحاوی بسند عن ابی العالیۃ قال سألت ابن عباس فذكر مثله - قال و
سألت ابن عمر قال انی لا استحیی ان أصلي صلوۃ لا اقرأ فیها یام القرآن او ما
تیسر ص ۱۲۱ **ومنها** ما روى الطحاوی ان عبد الرحمن بن الجارود قد حدثنا
قال حدثنا عبد الله بن موسی قال انا ابن ابی لیلی عن عطاء عن ابی هریرۃ قال کان
النبی صلی الله علیہ وسلم یؤمننا فیجهر ویخافت فنجهرنا فیما جهر وخافتنا فیما
خافت وسمعه يقول لا صلوۃ الا بقرآنۃ انتھی **وروی** بسند آخر عن
عطاء عن ابی هریرۃ رضی قال فی کل صلوۃ قرآنۃ **وروی** بسند آخر عن ابی هریرۃ
مثله **وروی** بسند آخر عن عطاء قال سمعت ابا هریرۃ يقول فذكر نحوه
وبسند آخر عن عطاء عن ابی هریرۃ مثله **وبسند آخر** عن عطاء قال سمعت ابا هریرۃ
فذكر مثله ص ۱۲۲ آیت مذکورہ اور احادیث مسطورہ سے اظہر من الشمس ہے کہ
منفرد اور امام پر پڑاۃ مطلق فرض ہے - فاتحہ بخصوصاً فرض نہیں - فبیت المذبح
رہی بھی بات کہ یہ عام ہے - یا مخصوص - اسکی بابت انشاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر ہوگا ناظرہ
اور فرض ثابت بذیل قطعی کو کہتے ہیں - جیسا کہ فائدہ دہم میں گزر چکا ہے - اور خصوصیت
فاتحہ کی کوئی دلیل قطعی جس میں شبہ نہ ہو مولوی صاحب نے بیان نہیں فرمائی - اور
اجبار تھا مثبت فرضیت نہیں ہیں - ہاں البتہ مثبت طبیعت کے ہیں - اسی لئی ہمارے
اصحاب رحمہم اللہ علیہ نے منفرد اور امام کے لئے مطلق قرآنۃ کو فرض نہ فرمایا - اور فاتحہ
کو واجب تاکہ آیت اور حدیث دونوں پر عمل ہو - ہذا خلاصہ کلام فی اثبات الرکع بیان
مذکور سے یہ بات لال اور میر بن مگوہی کہ مقتدی پر پڑاۃ مطلقاً فرض نہیں ہے اور منفرد

امام ربیع بن زرارہ فرماتا ہے - ولو كان في ضمن القاحنة - فاستحبوا فيه ما فرضوا فيه

ابن ابي احوث کا جواب جو مولوی صاحب نے اپنے اثبات مدعی کے لئے بیان کی ہیں گذارش ہوا ہے - تو جواب فرمائیے - دعویٰ مدعی کا یہ ہے -

کہ منقولہ مقتدی - اور امام کے لئے فاستحبوا بخصوم فرض ہے - اور اس کے اثبات

کے لئے چند احادیث بیان کیں اول حدیث عبادہ بن صامت کی لا صلوة لمن لم يقرأ

بفاته الكتاب بیان کی - اس حدیث کا جواب بحد وجہ ہے - وجہ اول غمومت

فاقروا ما تيسر من القرآن کا اس حدیث کے معارض ہے - کیونکہ آیت میں حکم ہے کہ پڑھو تم

قرآن میں سے جو آسان ہو یعنی جہاں تم کو آتا ہے اور پڑھ سکو - کسی خاص سورہ کی

ضرورت نہیں - کہ وہی پڑھو - اور حدیث کا مدلول یہ ہے کہ فاستحبوا بخصوم پڑھو -

پس خصوصیت فاستحبوا کی معارض نفس قرآنی کے ہے - فلم يثبت ما ادعاء وجه دوم

ابن ماجہ اور نسائی نے اس امر کا باب منعقد کیا ہے - کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے

اور اس کے آیات کے لئے یہ حدیثیں لائے ہیں عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال

رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا یعنی روایت ہر ابی موسیٰ اشعری سے

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امام قراءہ پڑھے تو تم لوگ (یعنی مقتدی)

چپ رہو - وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل

الامام ليؤتبه فاذا كبر فكبروا - واذا قرأ فانصتوا یعنی ابھی رہنے کھا

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اسوۂ مطہرہ قرار کیا گیا ہے - کہ پیروی کرو

تم اس کی - جب وہ کبیر کہے تو تم بھی کبیر کہو - اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم بھی چپ رہو -

تیسرا یہی نے اس حدیث کو دو سندوں سے بیان کیا ہے - اور واذا قرأ القرآن

فانصتوا کو مسلم نے بھی ابھی رہہ اور تیسرا وہ ضعیف سند سے روایت کیا ہے - مدلول

اسی حدیث کا عموم لا صلوة کے معارض ہے - یعنی مقتدی چپ ہے کچھ نہ پڑھے

نہ فاتحہ نہ سوار فاتحہ کے فلم یثبت ما دعاک وجہ ششم جابر بن عبد اللہ اور امام احمد
 بن حنبل اور سفیان وغیرہ محققین نے فرمایا ہے کہ حکم اس حدیث کا واسطہ مقتدی
 کے نہیں واسطہ مفرد کے ہے۔ ذکرہ الترمذی حیث قال۔ وان احمد بن حنبل
 فقال معنی قولہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة لم یقرأ بفاتحة الكتاب۔
 اذا كان وحده۔ واجمع حدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی مکفہ لم
 یقرأ فیہا بام القرآن۔ فلم یصل الا ان یتکون وراء الامام۔ قال احمد فہذا
 من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة لمن
 لم یقرأ بفاتحة الكتاب ان ہذا اذا کان وحده انتہی۔ اور ابو داؤد میں ہے
 قال سفیان لم یصل وحده۔ فاذا ثبت کونہ ما ولا۔ فلم یکن الحدیث جہۃ لما
 ادعاہ وجہ چہارم حدیث سی فی الصلوۃ کی جسکو تجاری۔ مسلم۔ ترمذی وغیرہ نے
 روایت کیا ہے۔ کما تہ۔ اوسیں سو بخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو تعلیم
 قرآن نمازیں فرمایا۔ ثم اقر بما شئت معک من القرآن یعنی پھر پڑھ تو قرآن سے جو
 تجکو آسان ہو۔ فاتحہ کی خصوصیت نہیں فرمائی۔ بالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 ورپے تعلیم تھے۔ و ہذا موضع البیان ووقعہ۔ ولا یجوز التاخیر عنہ صرح
 اللغوی بھذہ القاعدة دیکھو نووی ص ۱۷۱ پس اس سے بھی فرضیت مطلق قرار
 کی ثابت ہوئی۔ فرضیت فاتحہ مخصوص صحا کی۔ فلم یثبت ما دعاہ وجہ ہفتم
 اخرج مسلم بسندہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی
 صلوة لم یقرأ فیہا بام القرآن ففی خداج ثلثا غیر تمام اتھی یعنی فرمایا سو بخدا صلی
 اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے نماز سوار فاتحہ کے پڑھی۔ اوسکی نماز ناقص ہے۔ کامل نہیں
 ہوگی۔ پس یہ حدیث بھی محاضرات حدیث مستدل کی ہے۔ فلم یثبت ما دعاہ اور معنی
 خداج کے آئندہ گزارش ہونگے وجہ ششم لا صلوة الی آخرہ مختل دہن کے ہے۔

۱۰۰

۱۰۱

۱۰۲

۱۰۳

وسلم وغیرہا فذلک انتہی ص اور فائدہ دہم میں گزر چکا ہے۔ کہ فرض ماقبہ
بدلیل قطعی لا شہدۃ فیہ کو کہتی ہیں۔ اور حدیث لاصلوٰۃ آہ ظاہر ہے کہ مجملہ امام کو
ہے متواتر سے نہیں۔ پس مفید ظن کی ہوئی نہ مفید قطعی لا شہدۃ فیہ کی۔ پس
سے فرضیت فارحہ کی کس طرح ثابت ہوگئی فلم یثبت ما ادعاه وجہ ہشتم قال محمد
والانار اجبرنا ابو حنیفہ حدیثنا ابو الحسن موسیٰ بن عائشۃ عن عبد اللہ بن

شداد ابن الہادی عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وجعل خلفہ یقرأ۔ فجعل یجزل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینہا عن
القرآنۃ فی الصلوٰۃ فقال انتہانی عن القراءة خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنادوا
حتی ذکر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف

الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ انتہی اس حدیث کے رجال کفہم ثقات میں جیسے
مشروعاً مذکور ہو چکا ہے۔ اور اس حدیث مرفوع کے مؤیدات اور فوائد مؤطا امام
محمد اور شرح معانی الآثار میں بکثرت ہیں۔ پس یہ حدیث لاصلوٰۃ آہ کے عموم
کو معارض ہے۔ فلم یثبت ما ادعاه وجہ ہشتم فرما اگر مقتدی بھی امام کے پیچھے
فاتحہ کتاب پڑھے۔ تو اگر اوقات اسکو اتباع امام سے محرومی حاصل ہوگی۔ مثلاً امام ضعف
فاتحہ میں تھا کہ سبق نے اُتد کیا۔ یا بطی لقرآنۃ نے سریع القراءۃ سے اُتد کیا اؤدم
نے جب فاتحہ پوری کی۔ تو مقتدی ایذا الصراط المستقیم پر مثلاً پہنچا۔ تو خالی نہیں

مقتدی امام کے ساتھ آئین ربوبت آئین کہنے امام کے کہیگا۔ یا نہ کہیگا۔ فسکلاہما
یا طلاق فاللہ اعلم مثلاً اول تو اس لئے کہ نظم قرآن میں اجنبی عبارت غلط انداز ہوگی
اس طرح ایذا الصراط المستقیم آئین صراط الذین۔ اور اجنبی کلام کا او خال نظم قرآن میں شرعاً
ما جائز ہے۔ فنامنہ للخطور فهو مخطور اور ثانی اسو سطر کہ مخالفت قرآن وجلب حار

حضرت خلاصہ جہانیاں صلا اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامتنوا۔ واذ قال الامام ولا تضالین

فقولوا آمین کی لازم آئیگی۔ پس اس دلیل سے بھی مدعی مستدل کا تینے خضیت ہر نماز
 میں ہر نمازی کے لئے پایہ ثبوت کو نہ پونچا **فائدہ** نووی نے کتاب الایمان میں
 لکھا ہے سبب یہ ہے کہ آمین مقتدی کی امام کی آمین کے ساتھ ہی ہو۔ نہ پہلے
 اور نہ پیچھے اور نماز میں اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اقراں قول مقتدی اور امام
 کا سبب ہے۔ **الآئنی قولہ آمین**۔ آتا باقی اقوال میں۔ پس مقتدی کو امام کے اقوال
 سے اخیر سبب ہے۔ **وہذا عبارتہ**۔ ویستحب ان یکون تامین الماموم مع تامین
 الامام لا قبلہ ولا بعدہ ولیس فی الصلوۃ موضع یستحب ان یقترن فیہ قول
 الماموم بقول الامام الا فی قولہ آمین۔ واما فی باقی الاقوال فیتأخر قول الماموم
 انتہی **مرحومہ** **روای مالک عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ** ان رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جہا فیہا بالقراءۃ فقال هل قرأ معی احد منکم
 انفا فقال رجل نعم اننا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول ما لی
 انارم القرآن قال فانتمی الناس عن القراءۃ منع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہد
 فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی **رواہ ابو داؤد فی سننہ** وقال **حدیث ابن کثیر**
هذا رواہ عمر بن الخطاب بن زید بن الزهری عن علی بن معنی مالک انتہی۔ **رواہ احمد و**
التیثمی و ابن ماجہ و الترمذی قال فی الباب **عن ابن مسعود و عمر بن حصین**
عن ابن عباس **اللہ او زید یؤید اسکی** وہ حدیث ہر جواب ابو داؤد نے عبادہ بن صامت سے روایت
 کی ہے **وقال لدارقطنی رجالہ کلہم ثقات و هو هذا رعن** **عبادہ بن صامت**
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقرآن احد منکم کما شیئا من القرآن اذ اجہد
بالقرآن انتہی **قال احمد بن حنبل ما سمعت احدا من اہل الاسلام یقول ان الامام**
اذا جہد بالقراءۃ لا یجزی صلوۃ من لم یقرأ ذکرہ الذیل **هذا من الدلیل القوی**
یعنی حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی صاحب دلیل قوی نے ذکر کی ہے۔ ان احادیث سے

۱۰۰

ثابت ہوا کہ مقتدی صلوٰۃ جہتہ میں قراۃ نہ پڑھے۔ اور قراۃ بجموحا فاتحہ وغیرہ کو شامل

ہے۔ اور مدلول ان احادیث کا عموم مدلول حدیث لاصلوٰۃ کو معارض ہے۔ پس

میرزا ہوا کہ وہ حدیث بجموعہ قابل حجت نہ رہی۔ فلمثبت ما ادعاه **وجہ یازدہم**

فی نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الهدایۃ للعقلاء فی **الخروج** ابن ماجہ من حدیث

ابی سعید لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بالمحمد لله وسورة معها۔ وخرجه الترمذی

فی انتاء حدیث وخرجه ابن عدی ولفظہ لاصلوٰۃ الا بفتحہ الكتاب والسورة

وفی روایۃ له وسورة فی فريضة وغيرها۔ وفی روایۃ له لا یجزئ صلوٰۃ الا

بفتحہ الكتاب ومعها غيرها وضعفه بابی سفیان طریف بن شہاب السدی

ولابی داؤد ومن وجہ اخر حکیم عز الی سعید أمرنا ان نقرأ بفتحہ الكتاب

وما تیسرے صحیحہ ابن حبان من هذا الوجه ولفظہ۔ أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم

وكذا أخرجه أحمد وابو يعلى۔ وفی الباب **عن** عبادة بن صاميت سمعت رسول الله

صلى الله عليه وسلم يقول لاصلوٰۃ الا بفتحہ الكتاب وايتين من القرآن أخرجه

الطبرانی۔ وخرجه ابن عدی من حدیث عمران بن حصین مثله لکن بلفظ لا یجزئ

وناد ایتین فصامدا۔ وخریفامہ بن رافع فی قصۃ المیثی صلوٰۃ۔ ثم اقرأ بآمة

القرآن ثم اقرأ بما شئت آخرجه أحمد۔ ولابی داؤد من هذا الوجه ثم اقرأ بآمة

القرآن وبما شاء الله ان تقرأ۔ وعن ابن عمر رضة لا یجزئ الا بفتحہ

الكتاب وثلاث آیات فصامدا أخرجه ابن عدی۔ وعن ابن مسعود رضة لا یجزئ

صلوٰۃ لا یقرأ فیها بفتحہ الكتاب وثمی معها أخرجه ابو نعیم۔ فی ترجمہ ابن ابیہم

بن ایوب من تارخ اصحابہ انتمی۔ وخرجه مسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بآمة الكتاب

فصامدا النہی۔ ان احادیث سخرطہ ہر ہے۔ کہ فاتحہ کا حکم اگر ہر نمازی کو یا سطر عام ہے۔

تو انضمام سورہ کا حکم بھی ضرور عام ہوگا۔ اور بالاتفاق انضمام کا ہر نمازی کیو سطر عام نہیں

۵۱

ہے فذا حکم الطائفة وهو المطلوب - فلم يثبت ما ادعاه - ان مذکورہ وجوہات
سرد تل ہو چکا کہ حدیث لا صلوة آہ کی قابل اسباب کے نہیں کہ مثبت فرضیت فائتہ
ہو۔ ہاں البتہ دلیل ظنی ہے۔ اور وہ مثبت وجوب ہوتی ہے۔ ذر ضیت کما فی الفائدۃ
العاشرۃ اسی لئے حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے منفرد اور امام کے لیے دلیل وجوب فائتہ
کی اس حدیث کو قرار دیا۔ اور فرضیت مطلق قرار کیوں اس لیے آیت فاقروا ما یبئس القرآن کو
سند ٹھہرایا۔ اور مقتدی کے لیے آیت اذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔

اور حدیث مرفوع جابر رضی اللہ عنہ رمضان لہ قرآنۃ فقرأتہ الامام لہ قرآنۃ
کو مختص بنا۔ اعمالاً علی الدلیلین۔ اور بلا رعایت تطبیق احادیث اور آیات کے
لئے یہ طریق نہایت ہی حسن ہے۔ قد تب وانصف ولا تکن من الجادلین و قوم

حدیث عبادہ بن صامت کی لا تجزی صلوۃ لمن لم یقرء وهو الصحیح۔ وقال ابن القطان ایضاً وقال
اس حدیث کا حال یہی ہے تخریج ہدایہ کے صفحہ ۱۹۳ میں لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کو
دارقطنی نے روایت کیا ہے وقال اسنادہ صحیح وصحہ ابن القطان ایضاً وقال

زیاد احد الثقات انتہی۔ وقال صاحب التتبع انہ زید ابن ایوب ولفظ بلفظ

لا تجزی ودوہ جماعة لا صلوة لمن لم یقرء وهو الصحیح۔ وقال کان زیاداً

رواہ بالمعنی انتہی۔ انتہی۔ صاحب تفسیر کے بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ زیاد

رضی اللہ عنہ جو راوی اس حدیث کا ہے اوسے بجای لا صلوة کے لا تجزی نقل بالمعنی

کہا۔ وژدور اصل لفظ حدیث صحیح (کمایدت علی قولہ وهو الصحیح) لا صلوة ہی ہے۔

تو اس کا جواب یہی دہی یا زیدہ وجوہ جو حدیث لا صلوة میں گذارش ہوئے ہیں جواب

ہونگے۔ پھر متدل کا یہ فرمانا کہ ”لا تجزی سے بڑھ کر اور کیا لفظ حدیث میں ہو کر

سی تسلی ہو“ موجب تسلی اور اطمینان نہیں ہے۔ کیونکہ اصل میں یہ لفظ بھی لا صلوة

ہی تھا۔ زیاد رضی اللہ عنہ نے بجائے اوسے لا تجزی نقل بالمعنی کھا۔ جبکہ اصل ہی

بخش نہیں ہے۔ توفرع کنطرح الطہیان تسلی بخش ہوگی۔ علاوہ انکہ ابن عدی
 کی روایت میں لا تجزئ الصلوة الا بفاختہ الكتاب ومعها غیرہا۔ ہے۔
 ذکر المناوی نے کنوز الحقائق۔ **واخرج** ابو نعیم الحافظ فی تاریخ اصہبان فی
 ترجمة ابراهيم بن ايوب الفرساني عن ابي مسلم عن الاعشى عن عمارة بن عمير عن
 ابي معمر عن ابي مسعود الانصاري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تجزئ
 صلوة لا يقرأ فيها بفاختة الكتاب ونحو معها انتهى۔ ذکر الزبيلي نے
 تصحیح احادیث اللہادیہ ص ۱۹۲ اور ظاہر ہے کہ ومعها غیرہا۔ وثق معها سورہ
 لیطوف اشارہ ہے۔ پس چاہیے کہ ہر نمازی کے لئے سورہ بھی فرض ہو۔ اور خصم اسکا
 منکر ہے۔ اور نیز جائز ہے۔ کہ مراد اس سے نفی اجرا کمال کے ہو۔ نہ نفی اصل اجرا کی۔
 پس مذکور سے معلوم ہوا کہ حدیث بھی مثبت مدعی مستدل کی نہیں ہے **تیسری**
حدیث لا تقبل صلوة لا یقرأ فیہا بآء القرآن۔ مثبت مدعی یعنی اثبات ضمیمہ
 فاتحہ کی ہر نمازی کے لئے بیان فرمائی **اقول** وبالله التوفیق۔ اسکا جواب بھی
 بچند وجوہ ہے۔ وجاهد۔ دوم۔ وچہارم۔ وپنجم۔ وٹہنتم۔ وٹہنتم۔ وٹہنم۔ وٹہنم
 ویازدہم۔ جو حدیث لا صلوة میں مفصل گزری ہیں اس حدیث کا جواب باصول ہیں۔
 تطبیق و مطابقت برہم رسا ہے تاکہ حق ثابت ہو۔ خوف طوالت سے دوبارہ اون عبارت
 کا ذکر نہیں کیا۔ وچہ دوم لفظ لا تقبل کے استعمال محدثین کی کلام میں دو طرح ہوائی
 ہے۔ کبھی واسطے نفی صحت کے جیسے کہ روایت مسلم میں لا تقبل صلوة بغیر طہور اور
 روایت شمس الدام احمد میں لا تقبل صلوة الحائض الا بغسل وداروسے کنوز الحقائق
 اور کبھی واسطے زجر اور تنبیخ اور نفی کمال ثواب کے جیسے لا تقبل صلوة من لا یؤدی
 الزکوة۔ رواہ الذہبی۔ کنوز الحقائق وروئے الطبرانی وابتاخریۃ وحبان
 فی صحیحہما ثلثہ۔ لا یقبل الله لهم صلوة ولا یصدق لهم الى السماء حسنة۔ ^{طہران} السکر

مشکل کی تیسری حدیث کا جواب

جواب

جواب

حتی یصیو۔ اگر اڑاۓ ساخط علیہا زوجہا۔ والعبد لا یبق حق یرجع فیضع یدہ فی
 ید مولیہ کتاب الرجا ص ۷۷۔ وروی التلمیذ لا یقبل اللہ الا یمان والصلوة الا
 بالزکوة کنوز الخصال ص ۷۹۔ والبیہقی لا یقبل اللہ صلوة رجل مسبل انارۃ۔
 کنوز الحقائق۔ ومسلم بسندہ عن جابر یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قال اذا بنو العبد لم تقبل لہ صلوة۔ ان جملہ احادیث میں لا تقبل سے مراد تعلیظ اور
 توہین اور نفی کمال ثواب ہے۔ نہ نفی صحت کما هو الظاہر۔ ورنہ زکوة نہ دینے والا
 کافر ہو۔ اور نماز اوس کے ذمہ سے ساقط ہو۔ اور سبل ازار کی نماز بھی نادرست ہو
 وھو خلاف ما قرر عند اھل السنۃ۔ جب لفظ لا تقبل کا محتمل دو معنی کا ہوا۔
 تو قابل استدلال نہ ہوا۔ فیکف الاستدلال بہ۔ فلم یثبت ما ادعاہ **فائدہ**
 شارع کتبہ تعلیظ اور توہین کے ایسے ایسے کلمات وارد فرماتا ہے۔ دیکھو۔ ترمذی۔ یا
 کراۃ الخلف لغير اللہ۔ میں کہتا ہے۔ ان قولہ فقد کفر وان شکر علی التعلیظ
 والحق ذلک کذا وکذا خوف تطویل کے لئے کتبہا بار بار کیا گیا ہے۔ اور شیخ
 حدیث قال للسلام کفر کے تحت میں کہتا ہے کہ قولہ قتالہ کفر تعلیظ **پر** و **سب** و **یوم**
 عدم قبول مستلزم عدم صحت کا نہیں آدینچنان تیکون صحیحہ غیر مقبولہ۔ کا
 الصلوة فی الدار المقصوبۃ لانھا صحیحۃ وازکانت غیر مقبولہ۔ فلذلک
 یجوز ان تكون صلوة تارک الفاحۃ غیر مقبولۃ۔ فھذا الحدیث لم ینتھض
 دلیلًا علی ما ادعاہ۔ اس جہاں کی تفصیل پھر۔ دعویٰ مدعی کا یہ تھا۔ کہ
 فاتحہ کتاب بخصو صھا ہر مذنی کے لئے فرض ہے۔ بدوں اوس کے کسی نمازی کی نماز
 صحیح نہیں ہوتی۔ اور اوسکی دلیل حدیث لا تقبل صلوة آہ بیان فرمائی۔ سبوح
 دلیل مثبت مدعی کی نہیں۔ اس واسطے کہ عدم قبول مستلزم عدم صحت کا نہیں۔
 کیونکہ جائز ہے کہ صحیح ہو۔ الا غیر مقبول۔ جیسے کہ کسی کا مکان زور سے چھینا۔ اور اس

میں نماز پڑھی۔ سو یہ نماز اس کی صحیح غیر مقبول ہے۔ پس جائز ہے کہ نماز تارک
فائتہ کی صحیح غیر مقبول ہو۔ **فکيف الاستدلال به قال النووي**

ولما قوله صلى الله عليه وسلم اذا بقى المبدل لم تقبل له صلوة - فقد تأوله الامام
المأزرى وتابعه قاضى عياض على ان ذلك محمول على السجدة الاولى لا بقى في كفو
لا تقبل له صلوة ولا غيرها - وتنبه بالصلوة على غيرها - وانكر الشيخ ابو عبيد هذا
وقال بل ذلك جائز في غير السجدة ولا يلزم من عدم القبول عدم الصحة - فصلوة

الابق صحیحہ غیر مقبولہ عدم قبولها بهذا الحديث وذلك لا يقتربها بالمعصية
وآما صحتها فلوجود شيء طها وارك انها المستلزمة صحتها ولا تناقض في ذلك
ويظهر اثر عدم القبول في سقوط الثواب واثر الصحة - في سقوط القضاء - وفي
انه لا يعاقب عقوبة تارك الصلوة - وهذا الخرك كلام الشيخ - وهو ظاهر لا شك

في حسنہ - وقد قال جاحيل اصحابنا ان الصلوة في الدار المغصوبة صحیحہ لا ثواب
فيها - ورايت في قفاوے ابی نصرین الصبّاغ من اصحابنا التي نقلها عنه

ابن خزيمة القاضي ابو منصور - قال المحفوظ من كلام اصحابنا يا امراء ان الصلوة
في الدار المغصوبة صحیحہ يسقط بها الفرض ولا ثواب فيها انتهى بلفظ - اور

ہمارے اصحاب خفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک بھی دار مغصوبہ اور ارض مغصوبہ میں
نماز صحیحہ مع الکراہتہ ہے - فی شرح المنار والصلوة فی الارض المغصوبة مشروعة

في ذاتها وانما حرم لاجل شغل ملك الغير انتهى **استبانہ** کہ فائتہ
الکتاب کے ثواب کا نہ حاصل ہونا وہی منفرد اور امام کے ہوگا۔ لکن کما للوجوب آتا

مقتدی تو مامور بالتسارع ہے فلا یلزم ما لزمهما - قدس - ان سیرۃ وجہات
مذکورہ سے صاف ظاہر ہے - کہ یہ حدیث مسمی کے دعویٰ کی مثبت نہیں - فلم یثبت

ما ادعاه - **قوله** اداس باب میں انہ سے مسلم اور ترمذی میں آہ **اقول**

وبالله التوفيق حدیث لا صلوة اہ میں من حیث التمتہ کلام نہیں۔ ہماری کلام اس امر میں ہے۔ کہ آیا یہ حدیث مثبت فرضیت ہو یا نہ۔ سو مابقی میں بوجہ بات مذکورہ حدیدہ معلوم و ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ حدیث منجملہ غیر احاد کے ہے متواترات سے نہیں غلیظ **قوله** ام القرآن عوض من غیرہا۔ ولیس غیرہا عوض منها **اقول** وبالله

التوفيق۔ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو فرضیت فاتحہ پر جو فرض مدعی کی ہے دال ہو۔ اگر ہے تو بیان فرمائیں ویدلہ قوط القداد۔ فرضاً اگر تسلیم کیا جاوے۔ تو یہ حدیث شریف مفید اور مؤید ہم کو ہوگی۔ نہ مدعی کو۔ اسلامی کے معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ فاتحہ کتاب اور آیات کا عوض ہے۔ اور آیتیں فاتحہ کا عوض نہیں ہیں۔ یعنی نماز میں فاتحہ کے پڑھنے سے۔ فرض اور واجب ہر دو ادا ہو جاتے ہیں۔ بخلاف اور آیات کے کہ اون کو پڑھنے سے فقط فرض ہی ادا ہوتا ہے۔ واجب ادا نہیں ہوتا۔ اور یہی منہج ہماری صحاب حنفیہ کہام رض کا ہے **قال القاری فی اللغات شرح**

للسکوة معنی الحدیث ان الفاتحة تقف مقام الفرض والعاجب جمیعاً ولیس غیرہا كذلك لان غیرہا یؤدی الفرض فقط دون الواجب فهو یؤدی مذهبنا واصطلاحنا۔ انتہی۔ انتہی۔ فلم یثبت ما ادعاه **قوله** فاتحہ کتاب اور عوض

ہو سکتی ہے۔ اور۔ اور خیریں فاتحہ کا عوض نہیں ہوتیں **اقول** وبالله التوفيق۔ مولف رسالہ نے لفظ ہا کا مرجع آیات نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ ہا فاتحہ کے کل جھانکی چیزوں کو مرجمہ کہہ ہا سمجھا ہے۔ جیسا کہ **قوله** اور اور خیریں فاتحہ کا عوض نہیں ہو سکتا ان منہج صریح دال ہے۔ فصا للغنی علی ذلک التقدير فاتحہ کتاب۔ زکوۃ۔ صوم۔ حج۔ عمرہ۔ قتال فی سبیل اللہ۔ رکوع۔ تیمم۔ وغیر ذلک بملاحدۃ

والاخصی کا عوض ہو سکتی ہے۔ اور یہ چیزیں فاتحہ کا عوض نہیں ہو سکتی۔ وھذا المعنی فسادہ ظاہر لا مرتبہ فیہ۔ حدیث مسطورہ کی دلیل معنی مذکور سے کرنی۔ پہری

معنوں نے اثبات فرضیت کا قول عجیب ہے **قوله** ان حدیثوں میں صاف اس
امر کا بیان ہے۔ کہ فاتحہ کے سوا کسی نازی کی نماز جائز نہیں ہوتی **اقول**۔

وبالله التوفیق۔ اب تک فرضیت سورہ فاتحہ بخصوصہا کی ثابت نہیں ہوئی جیسا
کہ بوجہ بات متعدد معلوم ہو چکا ہے اعادہ اونکا باعث تطویل ہے فلینظر
تجربہ فاتحہ بخصوصہا کی فرضیت پایہ ثبوت کو ہی نہیں پونجھی۔ تو نماز بدون فاتحہ
کے جائز نہ ہونے کے کیا معنی۔ ہاں البتہ اگر قول جائز نہیں ہوتی کو محمول ہونے

کمال کیا جاوے۔ جیسا کہ مذہب حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ہے **قوله** وجہ
قوله دارقطنی کی مرفوعہ حدیث میں عبادہ سے صیرحہ لاجتہاد کا لفظ ہے۔
اقول وبالله التوفیق۔ اس لفظ لاجتہاد کا حال سابقاً صاحب تفتیح کی

نقل سے معلوم ہو چکا ہے۔ اوسکو ملاحظہ فرمائیے۔ جبکہ لاصلوٰۃ کے لفظ کو زیاد
جنس ادرستہ سے نقل نہیں کرتے ہیں لاجتہاد سے فرمایا۔ پھر اس لفظ لاجتہاد میں
کوئی ترتیب اور فوقیت ہے کہ موجب تالی اور تمسک ان نہیں۔ پھر فرع تو فرع ہی ہے

اصل کے رتبہ اور ترتیب ایک ہی ہے۔ **قوله** وایضاً جواز ان یکوزع مولا علی نفی کا جواز
الکام لانفی اصل لاجتہاد **قوله** میں تو جب کچھ بھی حاجت نہیں کہ اور دوسری

کریں **اقول** وبالله التوفیق۔ درست ہے کہ میں بھی کچھ حاجت نہیں۔ کہ مفرغوری اور

دوسری کریں۔ کہ دعویٰ ہمارا ثابت اور برہین ہو چکا ہے۔ کیونکہ اب تک کوئی ایسی

دلیل جو برہان قطعی فرضیت فاتحہ الکتاب پر ہو۔ منجانب مولوی صاحب کے نہیں گزری

اور جو دلائل کہ مولوی صاحب نے اپنے اثبات دعویٰ کو اپنی برعم خود برہاناً ماسبق میں بیان

فرمائے ہیں۔ اونکا دہن اور عدم مضیت بھی سبق میں گذارش ہو چکا ہے فلینظر

الناظرین۔ اور دلائل عدم فرضیت فاتحہ بخصوصہا کے مفصل بیان ہوتا ہے ہر

زیادہ دلائل کی کچھ حاجت نہیں۔ بارے ناظرین کی تسلی اور اطمینان کے لئے آمین

در بھی بیان کئے جاتے ہیں **قوله** آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں ورنہ کوئی اور ہی
فائدہ اوٹھائیگا **اقول** انا اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل اور کرم سے ہم ایسے سمجھیں
ہیں کہ شاید کوئی اور سمجھیکا۔ یہ اسی سمجھ کا نتیجہ ہے کہ قرآن اور حدیث پر بوجہ سن
تطبیق دیکر عمل درآمد کیا اور کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
اپنا عروۃ الوثقی اور اپنے ایمان کا مدار ٹھہرایا۔ اور مخالفت کو تسلی بخش اور طہیان
دہ جواب گودہ سمجھے یا نہ سمجھے بحوالہ قرآن اور حدیث دے اللہم ارننا الحق حقاً۔ و

الباطل باطلاً **قوله** اصل نفی میں نفی ذات ہے **اقول** وبالله التوفیق۔
اگر نفی ذات کی صلیت وضاً مراد قائل ہے یعنی ایسے (مثلاً کلا صلوة) الفاظ واضع
نے واسطے نفی ذات کے وضع کئے ہیں۔ نہ واسطے نفی کمال کے۔ تو کافساؤ میں ہی
قطرانے لکھتا ہے۔ و هو رای القول بانہ وضع لنفی الذات خطا لا لان

العرب لم تضعه لنفی الذات۔ وانما نوردہ للبالغۃ ثم تذکر الذات لم یصل
ما ارادت من البالغۃ انتھی۔ اور اگر استمالاً مراد ہے۔ یعنی ایسے کلمات کو نفی ذات
کے لئے ہی عربوں کا استعمال کرنا اصل ہے۔ نفی کمال کے لئے اصل نہیں۔ تو یہ
بھی بین البطلان ہے۔ اس لئے کہ ایسے کلمات کی استعمال کبھی واسطے نفی اجزا
کے آتی ہے۔ جیسے کلا صلوة کلا بطھور اور کبھی واسطے نفی کمال کے جیسے کلا صلوة

بعضۃ الطعام رواہ مسلم و کبھی **قطرانے** لکھتا ہے و صار للحقوز الی الوقف و
انہ تردد بین نفی الکمال والاجزاء انتھی۔ **قطرانے** کی عبارت صریحاً دال ہے
کہ نفی اجزا اور نفی کمال مساویۃ الاقدام میں متبر **قوله** اور ذات کی نفی یہاں
مکمل ہے۔ پس یہی مراد ہوگی۔ **اقول** ولا اگر نفی ذات ممکن ہو تو کیا نفی کمال
غیر ممکن ہے۔ اور کون صاحب کمال امکان نفی کمال کو یہاں غیر ممکن کہتا ہے
بلکہ دیکھو حنفیہ شارح بخاری ہدایہ لکھتا ہے والحمل علی نفی الکمال اولی بل یتقین

لان نفی الاصل يستلزم نفی الکیمال ایضاً فیکون نفی شیشین قکر
 المخالفة۔ انتہی۔ اور ثانیاً اس کے ثانی اور کافی جواب کے لیے فواتح الرحموت
 کی عبارت چونکہ از بس کتفی ہے۔ لہذا اسکی عبارت کو واسطے ملاحظہ مولوی صاحب
 کے نقل کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ صاف معلوم ہو کہ شارع نفی ذات اور حقیقت شرعیہ
 کی نفی کس محل میں کرتا ہے۔ اور نفی کمال کو کسی محل میں مقصود شارع کا ہے و
 هذه عبارتہ **مسئلہ** لا اجمال فی حق قوله صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة الا بطہر
 ای فیما نفی الحقیقة الشرعیة ولم ینتہ وجوب المحسۃ خلاف القاضی بکی
 من الشاذیة۔ لہذا ثبت عرف الشرع فی الصحیح۔ منها ان نفی للشیء۔ الشرعی
 متعین بالاداة لانہ امکن الحقیقة فلا یتراک الا بیاعت فلا اجمال الا اذا
 دل دلیل من خارج علی ان الحقیقة الشرعیة موجودہ ولم ینتہ شیء من ارکانہ
 و شرائطہ فیعمل علی نفی الکیمال نحو لا صلوة لمن صعد راہاً فانتحہ الکتاب رواہ
 الشیخان۔ فانہ دل علیہ قوله تعالیٰ فاقرؤا ما یتیسر من القرآن۔ و اقرؤا
 یتیسر معک من القرآن فی حدیث طویل۔ رواہ البخاری و مسلم عند تعلیم الصلوة
 للاعین۔ انتہی۔ یہ عبارت صریحاً دل ہے۔ کہ مولوی صاحب نے بیان مسئلہ میں
 نفی حقیقت شرعیہ میں مضمون پہلے جملہ عبارت سے کام لیا ہے۔ اور مضمون بالاداة
 اذا دل دلیل من خارج اہ کی طرف خیال نہ کیا تاکہ موارد استعمال شارع کے پوری
 پورے معلوم ہوتے۔ مگر دوسرے جملہ کی طرف کیونکر خیال نہ رہا تے کہ خفیہ کے
 شمشیر آید برہنہ وہاں نظر آتی تھی۔ واللہ الموفق للشداد **قوله** اور مرکب جیسی کل
 اجزاء کی اہ **اقول**۔ **اولاً** یہ قاعدہ ٹھیک اور مسلم الثبوت ہے۔ الا اس مقام
 میں اسکا لانا تب مفید ہوتا کہ پھلنا ناسخ کو مرکب (یعنی نماز) کا جزو ہونا مولوی صاحب
 ثابت کرتے۔ اور جزو ہونا فاسخ کا ابی تک کہاں ثابت ہوا ہے۔ اسکا باز ثبوت

بزمہ مولوی صاحب نے اور ثانیاً بھی امر تو محل نزاع اور مباحثہ عنہ ہے۔ کہ آیا فاتحہ
الکتاب جزء نمازی ہے یا نہ۔ پھر اسی کو دلیل ثبوت مدعی پیش کرنا مصداقہ علی
الطلب نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر فرضیت فاتحہ کی ثانی جادے تو پھر نزاع بھی اس
امر کی ہے۔ اور ثالثاً وہ ائمہ مجتہدین کا اثنافنی و ثمنی مسئلہ جو فرضیت فاتحہ
خلف الامام کے قائل ہیں۔ دسی اس امر کے بھی متائل ہیں۔ کہ جب مدرک نے
الکروء بلا قراءۃ فاتحہ امام کے ساتھ شامل ہو تو پھر رکعت اوسکی تمتد بہا ہوگی اور
اوس کے ذمہ سے قراءۃ فاتحہ ساقط ہو گئی **قال النووی** ومنہا رای من

القوائد ان من سبق لامام ببعض الصلوة اقلی بما درک فاذا سلم الامام اتى بما بقی

علیه ولا یسقط منه ذلك بخلاف قراءۃ الفاتحة فانها تسقط عن السبوق اذا
ادرك الامام رکعاً انتہی صرفہ اور ایسی حالت میں سقوط فاتحہ کا یا تو بنظر ضرورت
فوت رکعت کے ہے۔ یا اسطر ہے کہ فاتحہ سرے سے فرض ہی نہیں۔ آلا بنظر
ضرورت فوت رکعت کے اگر مسبوق تیسری اول یا قیام ترک کرے۔ تو دسی قاطبہ قائل
ہیں کہ اوسکی نماز نہیں ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ حالت فرائض کی دونوں حالتوں میں
یعنی حالت ایسی ضرورت اور غیر ضرورت برابر ہے۔ ساقط نہیں ہوتی۔ اور خاتمہ میں
یہ مرتبہ نہیں ہے۔ مدرک فی الکروء کے ذمہ سے بلا پڑھنے کے ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر
یعلم صراحۃً وال ہے کہ سقوط بنظر ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ بنظر عدم فرضیت کو ہے
فہو المطلوب۔ پس اس بیان سے صاف ثابت ہوا کہ فاتحہ جزء رکب کی نہیں ہے۔
بقیہ شیخ وہ یہ ہے کہ دلیل مولوی صاحب کے لئے مضر نہیں۔ اس لئے کہ اچھا اجتہاد
مجتہدین اصحاب مذاہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ قاطبہ قائل اعتداد رکعت مدرک فی الکروء
کذا فی کے ہیں۔ الا مولوی صاحب کہ اعتداد رکعت کے منکر ہیں اثنافنی و ثمنی ما لہم و علیہا۔
اس مسئلہ کا اسی کے محل پر گزارش ہوگا **قوله** ایسے ہی جس شخص نے یہ کہنا اوسکا۔ مثلاً

۶۱
رکوع یا سجدہ یا تہ رآۃ فاتحہ ترک کیا۔ او کی نماز نہ ہوگی **اقول** وبالله التوفیق۔

رکوع اور سجدہ کی ترک سے نماز کا نہ ہونا مسلم ہے کیونکہ یہ جزو مرکب کے ہیں وذلك متفق علیہ اور فاتحہ خود جزو نہیں ہے۔ پھر اس کی ترک سے نماز کا نہ ہونا غیر مسلم ہے۔

پس یہ قیاس مع الفارق ہے۔ جیسا کہ مشروحاً پہلے قول میں گزر چکا ہے **قوله** صحت یا کمال پر کنسی مجبور کیا ہے **اقول** وبالله التوفیق۔ نفی ذات اور صحت کا حال

مفصلاً معلوم ہو چکا ہے۔ رہی نفی کمال کی۔ سو پھر یہ کہ فاقروا ما تیس من القرآن۔

اور واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ اور فاقروا ما تیس من القرآن۔

اور واذا قرأ فانصتوا وغیرہ احادیث نے جو ظاہر احمدیث کے معارض ہیں۔ مجبور

لیا ہے کہ نفی کمال سے قرآن اور احادیث میں عمدہ تطبیق حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر دو میں

سے کوئی تہرک نکل نہیں رہتا۔ سو یہ جہر اسی اختیار سے عمدہ تر ہے۔ کہ ایک حدیث

کے ظاہر پر عمل کیا جاوے۔ اور قرآن کریم اور باتے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ

و السلام کو اپرشت ڈالا جاوے **قوله** اگر صفت کی نفی کریں گے تو اقرب مجازین

سے صفت صحت کو لینی **اقول** وبالله التوفیق۔ صفت صحت اقرب المجازین اور صفت

ہے جب قرینہ خارجی مانہ تھو۔ اور یہاں تہرینہ تو کیا بلکہ قرائن خارجیہ چند در چند

او کی مانہ موجود ہیں فی کیف تصم ارا دتھا۔ علاوہ اس کے نفی صحت متلزم نفی کمال

کو بھی ہے فتکثر الخافۃ کما صرح بہ العینی **قوله** اور کہینگے کہ حسب اقتضای ان

احادیث کے تارک فاتحہ الکتاب کی ہر صحیح تھوئی **اقول** وبالله التوفیق۔ بتقتضائی

آیہ کریمہ واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا العلاء من حمون اور حدیث صحیح

مسلم واذا قرأ فانصتوا اور غیرہ احادیث تہرینہ کے جبکا ذکر مامریں بوضاحت ہو چکا ہے

تارک فاتحہ کی نماز صحیح باریب ہے۔ الا منفرد اور امام اگر ویدہ بنستہ ترک کرینگے تو نماز او کی

کمال نہیں ہوگی۔ امد اگر سہو از رک ہوئی۔ تو سجدہ سہو کے کرنے سے جہر نقصان ہوگا

قولہ اور عموم ان احادیث سے صاف واضح ہے۔ کہ فاتحہ کا پڑھنا ہر نمازی کو واسطے فرض ہے **اقول** واللہ التوفیق۔ آیت مذکورہ اور احادیث مسطورہ سہی کا شتمس علی نصف النهار ظاہر ہو چکا ہے۔ کہ مطلق قرات امام اور مقتدی کے لئے فرض ہے خصوصیت فاتحہ کو فرضیت میں کچھ دخل نہیں۔ اور مقتدی کا حصہ اور چپ رہنا ہی

قولہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوۃ لم یقر فیہا بآم القرآن فی خداج ثلثا غیر قام۔ فقیل لا بی ہریرۃ انا کنون، وراء الامام فقال اقر وہا فی نفسك فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث **اقول** واللہ التوفیق۔ اس کا جواب بچندیں وجوہ ہے **وجہ اول** اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو بخصوہ وجوب قرات مقتدی پر دل ہو۔ بلکہ مدلول کلام من۔ کا جو موضوع واسطی عموم کے ہے۔ متناہی تخصیص مقتدیا ہے۔ کیونکہ جائز ہے کہ مراد حدیث میں وہ نماز جو جس میں امام نہیں ہے۔ ہاں البتہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رائے مبارک سے مقتدی کی خصوصیت باشمول ٹھہرایا۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فقیہ مجتہد ہونا کچھ مشکل کو اس مسئلہ میں مضرت نہیں۔ اس لئے کہ راوی مبارک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیت قرآنی اور احادیث مرفوعہ کی فوقیت اور نزیت کا تو قیقین ہے۔ کہ آپ بھی انکار نہیں کریں گے۔ یہ بحالبت تعارض پیچھا کے واجب سبب آیت قرآنی اور احادیث مرفوعہ نبویہ ہو ویں گے۔ نہ اسی مبارک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قال اللہ تعالیٰ واذ قرئ

القرآن فاستمعوا للکلام وانصتوا للکلام۔ **وعن** ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذ اقر فانصتوا۔ رواہ ابو داؤد۔ والنسائی۔ وابن ماجہ۔ و فی روایت مسلم عن ابی ہریرۃ وقتادۃ فاذا قرأ فانصتوا۔ جب کہ قرآن کریم اور احادیث مرفوعہ صریح موجود ہوں۔ کہ امام جب قرآن پڑھے تو تم چپکے رہو۔ اور اس کی

قرأت سنو۔ تو پھر ابھیرہ رضی اللہ عنہ کی اسی مبارک جگہ کو واجب العمل ہو سکتی ہے
 و وجہ دوم لفظ خداج کا نفی اصل نماز پر ہرگز دال نہیں۔ البتہ اسکا مدلول نئے کمال پر۔
 اور وہ مخاصم کو فائدہ نہیں دیتا۔ اور اس بارے کہنے کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو
 ترمذی نے روایت کیا ہے عن الفضل بن عباس۔ قال قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم الصلوة مثني مثني تشهد في كل ركعتين وتخشع وتضع و

تسكن ثم تقنع يدك يقول ترفعها الى ربك مستقبلاً بيطونها وجهاً وتقول

يا رب يارب ومن لم يفعل ذلك فهو كذا وكذا وفي رواية فهو خداج طاهر

ہے کہ نماز کے بعد دعا اور خشع وغیرہ اور دونوں ہاتھوں کو مونہ کی طرف کرنا فرض نہیں ہے

اور اس جملہ یا بیض کا انہیں سے ہونا مبطل نماز نہیں ہے۔ بلکہ یہ امور منجملہ آداب کے ہیں

تو کلمہ خداج کو ایجاب و فرضیت پر دلالت کہاں ہے فهو مطلوب وجہ سیوم اگر

معارضات مذکورہ سے قطع نظر کر کے اسی مبارک ابھیرہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم کیا

جاوے۔ تو کیا اسی مبارک ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کی جو وہ بھی بے حلیل القدر صحابی

ہیں ابھیرہ رضی اللہ عنہ کی امر سے کم ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ اسکو تسلیم کریں۔ اسکو

نکریں۔ دیکھو جبکہ ایک آدمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اذ کل منکون

قرآنہ قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم فقال جل عز الانصار وجبت هذه۔ تو حضرت

ابی الدرداء رضی اللہ عنہ نے باوصف سماع وجوب قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سفر فرمایا۔ ما اری الا امام اذا لم القوم الا قد كفهم رواہ النسائی یعنی میری رائے

اور عقائد یہی ہے۔ کہ وجوب قراءۃ کا مصداق امام اور منفرد ہے۔ مقتدی پر کسی نماز میں

قراءۃ مطلقاً فرض نہیں۔ بلکہ ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کی امر مبارک کے مؤیدات۔

واذا قرأ القرآن الاية۔ واذا قرا فانصتوا وغیرہ وغیرہ احادیث مرفوعہ اور آثار

بہت ہیں۔ تو پھر ابھیرہ رضی اللہ عنہ کی امر کو کیا مزیت ہے۔ کہ آپ اسکو تسلیم کرتے ہیں

اور ابی الذر وادکی رائے کو باوصف مؤیدات قرآنی اور احادیث مرفوعہ صحیحہ کے نہیں

مانتے۔ درست ہرے فکر ہر کس بقدر بہت اوست۔ الغرض جبکہ رائے ابی الذر واذر رضی

اللہ عنہ کے با انھیں مؤیدات معارض انہو ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے موجود ہے۔ تو پھر یہ

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قابل استدلال اور مثبت فرضیت نہ رہی۔ فہو المطلوب فلم یثبت

ما ادعاء ووجہ چہ ہارم خداج کے معنی صاحب قاموس جو کہ محاورات عرب سے

بڑا ماہر اور لغت دانی میں اعلیٰ ہے۔ یوں کہتا ہے۔ الخداج کالکتاب القناء

الناقة ولدها قبل تمام الايام۔ والفعل کنصر وخریب وعی خادج ولا یخدیج ی

اخذجت الصیفة قبل مطرها۔ والناقة جادت بولد ناقص وانکنت ایامہ تامہ

فی مخدجہ ولا یخدیج۔ وصنوتہ خداج ای نقصان ورجل مخدج الید ناقصھا انتہی

اور نووی عبد اللہ ثنت سطر طح نقل کرتا ہے۔ الخداج بکسر الخاء النجعة۔ قال

الخلیل بن احمد ولا صمعی و ابو جاد السجستانی والھدی رحمہم اللہ تعالیٰ و

آخرون الخداج النقصان ویقال خدجت الناقة۔ اذا انقطعت ولدها قبل اوان

التاج وان کان تام الخلق۔ واخذجته اذا ولدت ناقصہ۔ وان شکرت لتمام

الولادة۔ ومنہ قبل الذی البادیۃ مخدج الید ای ناقصہ۔ قال ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

وسلم خداج ای ذات خداج۔ وقال جماعة من اهل اللغة خدجت واخذجت اذا

ولدت لغیر تمام انتہی الرجحہ صاحب قاموس کی عبارت۔ ومنہ لیس خداج ای نقصان

نفس صریح ہی کہ اس محاورہ میں (صنوتہ خداج) میں خداج ہی بتداین فی الوصف ہی

کے ہے اور نووی کا بھی ترجمہ بیان تجر معنی نقصان ہی ہے۔ لہذا یہی فی المناظر

الادیب۔ الا اس ہی ہی قطع نظر سے۔ کہ قول عبد اللہ ثنت صمعی و ابو جاد

کہ خداج کا لفظ مشترک الدلالہ میں الغنیین بیت نقصان فی الذات نقصان فی الوصف

کے ہے۔ تو پھر انتہی تک کہ جمع بین الایض مدح ہے۔ مثبت مدحاً ختم کہ فرضیت قراوت

فاتحہ خلف الامام ہی کب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ لا اقل محتمل دو نومعنیٰ نما علی السواء

ہے۔ وَاِذَا جَاءَ الاحْتِمَالُ بطل الاستدلال۔ فلم یثبت ما ادّعاہ۔ فهو المطلوب

وجہ پنجم۔ نووی نے لکھا ہے قوله بجانہ وتعالیٰ۔ قمت الصلوٰۃ

یعنی ویز عبدی نصفین الحدیث قال العلماء المراد بالصلوٰۃ ھهنا

الفاتحۃ یعنی علماء نے کہا ہے کہ مراد صلوٰۃ سے ہمسقام میں فاتحہ ہے۔ جبکہ صلوٰۃ

سے مراد فاتحہ ہوئی۔ تو معنی قمت الصلوٰۃ یعنی ویز عبدی کے یہ ہوئی کہ فاتحہ

میرے اور میرے بند کے درمیان بدیں تقسیم جنگا بیان آئندہ حدیث میں فرمایا ہے۔

منقسم ہے۔ تو پھر اس جملہ حدیث میں کونسا لفظ فرضیت فاتحہ پر دل ہے فحذرا

عن ازیلک کون خلف الامام بلکہ مدلول صریح الحدیث کا فضیلت فاتحہ کی ہے نماز۔

یا خارج نماز کے اسکو کوئی اثر ہے۔ تو مستحق اس فضیلت ووابکا ہوگا جس کو باری تعالیٰ

نے بیان فرمایا ہے۔ فرضیت کس کلمہ کا مدلول ہے۔ بلکہ اگر نماز میں فاتحہ بطریق

استحباب یا سنت کے پڑھی جاوے۔ تو ثواب موعود کا مستحق ہوگا ہاں البتہ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے مبارک ہے۔ اور صحابی کی رائے مبارک مقابل نصوص

کے اور مسائل مختلف فیہ بنیمین حجت نہیں شافعیہ رحمہم اللہ تو مطلقاً جو بقلید

صحابی کے قائل ہی نہیں اور حنفیہ کرام کے نزدیک بھی تقلید صحابی کا وجوب

مشروط بالشروط ہے۔ اول جبکہ مقابل نصوص صریحہ عنہ قال شارح المنار

تقلید الصحابی واجب یتربک بہ القیاس۔ ای قیاس المتابعین ومن بعدہم

یعنی تقلید صحابی کی وجوب ہے اس کے مقابل میں قیاس تابعین ومن بعدہم کما تروک

ہوگا۔ نہ کہ نصوص۔ یعنی تابعین ومن بعدہم کا قیاس۔ صحابہ کے قیاس کے

نسبت کچھ فروغ نہیں رکھتا۔ لانہم شاہد ہواورد انصوص۔ لانہم کانونانی خیر القرون۔ ولم

یکون فی صحیحہ النبوی۔ والانصوص کا تہ جملہ قیاسات برزاد فرق ہی لائیکہ الامن کان فی قلبہ نیر دوہم جبکہ

بکرت فی صحیحہ النبوی۔ والانصوص کا تہ جملہ قیاسات برزاد فرق ہی لائیکہ الامن کان فی قلبہ نیر دوہم جبکہ

تختلف فیما بینہم۔ قال صاحب التلویح تقلید الصحاب رضوا اللہ تعالیٰ عنہ

وجب اجماعاً فیما شاع فسکتوا مسلمین۔ ولا یجب اجماعاً فیما ثبت الخلاف بینہم۔

انہی۔ اور سلفاً فاتحہ خلف الامام میں ہر دو امر موجود ہیں۔ یعنی فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ

فیما بین الصحابہ مختلف ہی ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس مبارک نصوص کے مقابل

میں ہے۔ پس محبت نہ ہوگی۔ واضح ہو کہ مولوی صاحب نے اپنے مدعی ریغز منیت

فاتحہ کی مقتدی پر کے اثبات کے لئے اس حدیث تہا کو بیان فرمایا۔ اب ہم لوں سے

استفادہ کرتے ہیں۔ کہ مثبت مدعی آپ کا جملہ اولی حدیث کا۔ ”یعنی من صلی الصلوۃ“

لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج ثلثا۔ ہے یا کہ جملہ ثانیہ یعنی قیمت الصلوۃ بینی و

بیز عبدی الحدیث یا ہر دو۔ اگر اولی ہے تو فرمائے کہ اس جملہ میں کونسا لفظ خاص

مقتدی پر دل ہے۔ من یا صلی صلوۃ۔ یا بام القرآن۔ یا فی خداج ثلثا۔ یقین

ہے کہ من کی طرف ہی جوع فرمائیں گے۔ اور اونسے خیال اوٹھائیں گے فاعبثوا بالاولی

الالباب حل اصاب فی الجواب۔ کہ کلمہ من کے معنی استقامت میں خاص مقتدی کے ہیں

یا کوئی نمازی عام اس سے کہ مقتدی ہو یا امام مفرد۔ کوئی دانشمند بلکہ بجد خواں

ہی اس خصوصیت کا قائل نہیں ہوگا۔ پس صاف صاف ثابت ہو کہ جملہ اولی حدیث

کا مثبت مدعی حضرت مدعی کا نہیں۔ کیونکہ کلمہ من نہ وضعا اور نہ استعمالاً مقتضی اس

خصوصیت کا نہیں۔ اور اگر جملہ ثانیہ مراد ہے۔ تو اسبق میں بوضاحت معلوم ہو چکا ہے

کہ اس جملہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں۔ جو فرضیت فاتحہ پر دل ہو۔ فضلا عن ان یتکون

خلف الامام پھر یہ جملہ ہی کیونکہ مثبت مدعی کا ہوگا۔ اور اگر ہر دو جملہ مراد ہیں تو مقتضی

اوس قاعدہ کے جب کو آپ بیان کر چکے ہیں کہ مرکب یا متعاد ل اجزاء یا ایک سبب کے منتفی

ہو جاتا ہے۔ یہ نہ کہ سبب منتفی ہونے پر دو جہتوں کے منتفی ہوگا۔ کمالاً منتفی

علی التام۔ اجماعاً فیہ فی حدیث کسی طرح بھی مثبت مدعی ختم کے نہیں قولہ

اس حدیث میں جو جذج کا لفظ آیا ہے، **اقول** وبالله التوفیق۔ لفظ خراج کا
 معنی کی تشبیہ پر اور ترجیح سابق میں بیان ہو چکی ہے۔ اور صاحب قاموس اور
 نووی کا قول نقل کر چکی ہیں فلا تعیدہ، فلینظر ثمة **قوله** حدیث کا منقشر خود
 راوی ہے اور تفسیر راوی کی آپ کی بھان محبت **اقول** وبالله التوفیق اس قول
 کے جواب میں دو مقام ہیں **مقام اول** اس مقام میں بیان کرنا چند امور کا جو جواب کے
 لئے لائے ہو گئے ضروریات سے ہے **امرا اول** تفسیر اور تاویل کے تعریف تاکہ مابین
 الامتداد ہر دو میں معلوم ہو۔ **امام سیوطی** رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں
 تفسیر اتقان میں بھت عبارت نقل کی ہیں۔ الا بخوف طوالت کے ایک عبارت اور
 کی نقل پر اتفاق کیا جاتا ہے۔ کہ مقصود کے لئے لائے ہیں **حيث قال التفسير بيان لفظه**
يحمل الاوجه واحدا۔ والتاويل توجیه لفظ متوجه الى معان مختلفة الى
 واحد منهم بما ظهر من الأدلة وقال الماتريدی۔ التفسير القطع على ان المراد
 من اللفظ هذا۔ والتاويل ترجيح احد الاحتمالات بدون القطع انتهى باختصار۔
 امر دوم جبکہ یہ امر ثابت ہوا کہ تفسیر اور تاویل شے واحد نہیں۔ بلکہ دونوں میں باہم
 الامتیاز پورا پورا ہے۔ تو اب مخفیہ قابل غور ہے کہ راوی یہاں تفسیر کرتا ہے۔
 یا کہ تاویل **ظاہر ہے** کہ تفسیر کے معنی (بیان لفظ لا یجتمل الاوجه واحد) لفظ خراج
 پر صدق نہیں آتے۔ کیونکہ یہ کلمہ شترک محتمل جنین یعنی غیر تمام فی الذات
 والوصف کا ہے۔ پس صدق معنی تاویل کا ہونا تفسیر کا **امر سیوم** پس بخیر
 ثابت ہوا کہ لفظ خراج میں حدیث کا راوی تاویل کرتا ہے۔ تو اب تحقیق طلب یہ امر ہے
 کہ تاویل راوی (صحابی یا کان و ہذونہ) کی محبت ہر یا نہ فی شرح **منار**
 تفسیر الراوی بے تصرف تھا لہذا بان کان مشترکاً فعمل تاویل منه لا ینع العمل به
 للتاویل الآخر۔ **کماروی** ابن عمرؓ انہ عم قال للتبایعان بالخیار ما لم یترقا

راوی حدیث کا جو کلمہ ہے

۲۰۱

۲۰۱

تحتفل تفرق الاقوال وتفرق الابدان - وأوله ابن عمر الراوى بتفريق الابدان

كما هو قول الشافعى رحمة الله عليه - وهذا لا ينافى ان نعمل نحن بتفريق الاقوال

انتهى **وفى قراقران** لان راى الراوى ليس بحجة انتهى **وفى التلويح**

فى الشك - ان امكن التاويل فتاويله لا يصير حجة على غير انتهى **وفى**

فواتح الرحموت تاويل الراوى ليس بحجة وقد صرح الزيلعى فى شرح

الكنز فى مواضع عديدة انتهى باختصار - ان نقول عن الفحول سے ثابت ہوا

کہ تاویل راوی کی حجت نہیں ہے۔ امور مذکورہ لفظ درمے دریافت ہوئیے

جواب بھی بالوضاحت دریافت ہو چکا۔ زیادہ کثرت کی حاجت نہیں۔ یعنی جبکہ تاویل

راوی کی حجت نہ تھری تو خداج کے لفظ کی تاویل۔ جو راوی غیر تمام نے الذات سے

کرتا ہے حجت نہ ہوگی **واضح رہے** کہ بنا براس تحقیق کے دینی تفسیر اور تاویل متعارف ہیں

لفظ مفسر کا جو کہ مولف رسالہ نے فرمایا ہے بے محل اور غلط ہے۔ بلکہ بجائیش تاویل

کہنا ہی یک اور صحیح تھا۔ فلینا مل رہی یہ بات کہ تفسیر راوی کی حجت ہرمانہ۔ ارے

درست ہے۔ راوی کی تفسیر بمعنی مذکور جو محض وضاحت اور بیان معنی لفظ کے ہوتے

ہیں۔ ہمارے اصحاب خفیہ کام کے نزدیک مقبول ہے الاما نحن فیہ میں یہ بات کہاں

صادق آتی۔ کیونکہ یہاں محض وضاحت اور بیان معنی کے نہیں۔ بلکہ تفسیر احدین

المتمکین کا ہے کماثر۔ فاین ہذا من ذاک **مقام دوم** اگر مقام اول سے منزل کر کے

تفسیر اور تاویل کے بابہ لانیاز سے قطع نظر کیا وے۔ اور تفسیر کو بمعنی بیان۔ التفسیر۔

باصطلاح علماء اصول کے عام تصور کریں۔ جیسا کہ علماء اصول نے بیان کو باستقراء پانچ

قسم میں بیان کیا ہے۔ بیان تاویل کو صلیح بیان نہیں کیا۔ وہی ہذہ۔ بیان

التفسیر۔ بیان التفسیر۔ بیان التفسیر۔ بیان التبدیل۔ بیان الضرورة۔ تو بھی

مفید مدعی خصم کے نہیں ہے۔ ہلکہ کہ بیان تفسیر شامل ہر بیان مجمل اور بیان مشترک کو

راوی کو یوسف کہنا بجائے

مقام دوم

تفسیر بیان

اور ما نحن فیہ میں بجاۓ ان معنوں کے لفظ خداج یا مجمل ہے یا مشترک اما الجمل منما
ازدحمۃ فیہ العافی واشتمت المراد بہ اشتباہا کلا یدلک بنفس العبارة بل
بالرجوع الی الایستفسار ثم الطلب ثم التأمل کالصلوة والزکوۃ فی قوله تعالیٰ و
اقیموا الصلوة واتوا الزکوۃ - فان الصلوة فی اللغة الدعاء - ولم یعلم ای دعاء
یراد بہ فاستفسرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بافعاله بیاناً شافياً من قولہا الی آخر
ثم طلبنا ان هذا الصلوة علی ای معان تشملت فوجدناہا شاملة علی القيام
والقعود والركوع والسجود والقراءة والتسبیحات والاذکار - فلما تأملنا
علمنا ان بعضها فرض وبعضها واجب وبعضها سنة وبعضها مستحب فصار
مفسراً بعد ان کان محملاً **شرح منار** ولما اشترک فایتناول افراداً
مختلفة الحد ود علی سبیل البدل کالقرآن للحیض والطمہ - فانه مشترك بین
هذین المعنیین للتضادین لا یجقعان انتہی ما **فی شرح المنار باختصار** -
پس ناظرین کو چاہئے کہ متصفانہ نظر کریں - کہ لفظ خداج مصداق تعریف مجمل کا ہے - یا
مشترک کا - تو ظاہر ہوگا کہ اول کا مصداق تو نہیں ہے - البتہ دوم یعنی مشترک کا مصداق
یہ حال ہوا - جب اس لفظ کا مشترک ہونا قرار پا چکا - تو راوی جب تعیین احد المعنیین
المحتملین کی بنی پر اسے کرے - تو یہ تعیین محبت نہیں ہے - دیکھو کتاب اصول
وتعیین الروایے بعض محتملاتہ باز کہ از مشترکاً فعل تاویل منہ لا یمنع العمل
للتاویل الاخذ الی آخر ما مر مناسبقاً اس مقام دوم سے یہاں ثابت ہوگا کہ لفظ مفہ
کا اس مجمل میں ہولو لصاحب کا کہنا بجاء درست ہے - اما تفسیر بتبعی محبت نہیں
فلم ینبت ما دعاه قولہ دیکھو - اسے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں - اذا قرأ فافضتوا
کی حدیث میں آپ لوگوں نے جابر رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے استدلال پکڑا ہے کہ انصتوا
کے ساتھ ہماسوی الفاتحہ مراد نہیں - کیونکہ جابر راوی حدیث کا بھی فاتحہ خلف کا منکر ہے

اقول یہ عبارت اور استدلال نہایت عجیب و غریب ہے۔ ہر دو جملہ کا تطابق اور توافق مدعی اور شاہد کا پورا پورا تلب حاصل ہوتا۔ جبکہ راوی حدیث راذا قرنا فافضوا کا جابر بن ہریرہ ہے۔ اور خود راوی یعنی جابر رضی اللہ عنہ ہی تفسیر ہی کرتے۔ اور وہ تفسیر جابر کی ہمارے ہاں ہوتی۔ سو یہاں بفضلہ تعالیٰ انہیں سے کوئی بات بتی نہیں۔ نہ تو جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو روایت ہی کیا ہے۔ اور نہ اس حدیث کی جابر رضی اللہ عنہ نے تفسیر ہی کی ہے۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث خلاف کی روایت کی اور پھر خود ہی ابو ہریرہ نے اس کی تفسیر غریب سے فرمائی۔ آئیے کہ واذا تم رفا فافضوا کو مسلم نے ابو ہریرہ اور قتادہ سے روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے۔ بزار اور ابن عدی نے ابو موسیٰ سے۔ اور عبد الباقی نے ابو ہریرہ سے۔ اور نیز ابو داؤد نے حطان بن عبد اللہ الرقاسی سے۔ اور حماد بن ابی ہریرہ سے۔ کسی محدث نے اس حدیث کی تخریج حضرت جابر سے نہیں کی۔ پس یہ لازمی بات ہے کہ پھر پوری پوری قائم نہ ہوئی۔ انصاف کے دائرہ کو ہاتھ سے دنیا عین نا انصافی ہے۔ اب مرقم صلیت اس لازمی دلیل حکم کو نو معاصر نے بضمن اس عبارت عجیب و غریب کے بیان فرمایا ہے۔ ہر یہ ناظرین کو رہا ہے۔ اور انصاف لگتا ہے **روی محمد**

فی مؤطاہ اخبارنا ابو حنیفۃ اخبارنا موسیٰ بن عائشۃ عن عبد اللہ بن غزاد عن

جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام له قراۃ۔
 واسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ آی البخاری و مسلم اس حدیث سے ہی خفیہ ہے۔
 نے عدم مجوب فاتحہ خلف الامام کے لئے استدلال پکڑا ہے۔ کسی ہتھکڑی نے بغیر تطبیق
 بری طریق غرض کیا کہ مراد فان قراۃ الامام له قراۃ سے۔ یا مراد جابر رضی اللہ عنہ کی اس
 جملہ سے اسوفا تہ کے ہے۔ بحسب التعلیق۔ اس غرض کے جواب میں خفیہ کریم فرمایا
 کہ یہ تخصیص یا اوّل کیونکر صحیح جائز ہو کہ جابر رضی اللہ عنہ جو راوی فان قراۃ الامام له قراۃ کا

اول سے بطرق صحیح ثابت ہو چکا ہے۔ کہ فاتحہ مقتدی پر فرض نہیں **منہا**

روی مالک ثنا وھب کیسان انه سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلے رکعتہ

لم یقرأ فیہا یا اُمّ القرآن فلم یصل الا وراء الامام۔ وروی الترمذی عن ایعنا وقال هذا

حدیث حسن صحیح و مسلم بن ابی شیبہ فی مصنفہ۔ وروی الطحاوی فی معجمہ

جابر بن خوالدہ تو پہ اس تاویل یا تخصیص کی کوئی وجہ نہ تھی **حاصل** جواب کا یہ ہوا

کہ یہ تاویل۔ یا تو تاویل القول بمکالایرضی بہ فائزہ کے قبلیہ سے ہے۔ یا یہ کہ عمل صحابی

راوی کا اس تاویل اور تخصیص کا متقنی نہیں ہے۔ کیونکہ راوی کا عمل اس

تخصیص کے برخلاف ہے۔ آئنا نظر منصف سے ہم نفاقاً پوچھتے ہیں۔ کیا ہم کو کسی

تفسیر جابر کی ہے جس سے خفیہ رحمہم اللہ نے استلال کبڑا۔ اور وہ تفسیر الزاماً اور تفسیر

کی گئی۔ یا کہ بجانب مولوی صاحب کے صرف الزام ہی لگایا گیا۔ واللہ یھدی من یشاء

الکی صراط مستقیم **قولہ** یہ بات الزاماً تو قریب ہے۔ بلکہ راوی کا قول مطلق نکتہ ہے۔

اقول اس عبارت میں مولوی صاحب نے دو تعمیسات بیان فرمائی ہیں۔ تعمیسات راوی کی۔

صحابی ہو۔ یا تابعی۔ یا من دونہما۔ عادل۔ ضابط۔ غیر اس۔ یا انہی منہ۔ وغیرہ

وغیرہ۔ اور تعمیسات قول کی۔ تفسیر یعنی شرح معنی لفظ کی ہو۔ یا تاویل مشترک۔ مجمل کی

موافق مقصود ہو۔ یا مخالف۔ من نقاد لغتہ۔ ہو۔ یا سماعاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

بجمع علیہ۔ یا مختلف فیہ۔ خبر کو ظاہر بر حمل کرے۔ یا خلاف ظاہر ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

سو بجا طائان دو تعمیسات کے راوی مطلق کے مطلق قول کا محبت ہونا مذہب مولوی صاحب کا

ہی ہوگا۔ ورنہ اور کوئی علماء دین سے فقہ کا ان دو متحدہ اس کے نکتہ کا قائل نہیں ہو سکتا

کتب حدیث اور فقہ اور اندونو کے اصول۔ کاش اگر خوف طوالت عنان قلم کو نزدیک نہ

تو اس مسئلہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اقوال علماء محدثین اور فقہاء قدیماء اور حدیثائے اسیطہ

سے ذکر کئے جاتے۔ جو باعث اطمینان خاطرین ہوتا۔ اور مخالف کی قلمی بھی کہل جاتے۔

جواب لکھ کا کہ راوی کا قول مطلق صحیح ہے

قوله ان ابوہریرہ ہی ہی ابوہریرہ ہے۔ **الحق اقول** اسے درست ہو وہاں کثر

الصحیح روایہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ واحفظ من روى الحديث في

دھر۔ و ذکر الامام الحافظ بقی الدین بن محمد الاندلسی نے مسندہ ابی ہریرہ

رضی اللہ عنہ خمسۃ الاف حدیث و ثلثمائة و اربعۃ و سبعین حدیثا۔ و لیکن لا حد من

القصاصۃ هذا القدر ولا ما یقارب۔ و کان عریض اهل الصفة و اشہر من سکنها

ذکر الثوئے۔ بل الصحابة کلہم عدل۔ کیفک و ہم بخیر المہدایۃ و شمسہا

و مقتداى الائمة و اسہا۔ اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ و قال فی

شافہ۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا اتخذہم غرضا فمن احبہم فحبی احبہم۔ و من ابغضہم

فبغضی ابغضہم الحدیث یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان ہی شان آور و عظیمہ

اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بلکہ کل صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان مبارک احاطہ تحریر و تقریر سے

افزون اور زیادہ ہے **اللہم** صل علی حبیبک و اصحابہ و اتباعہ و شفعمہم فینا و تب

علینا انک انت القاب العظیم۔ الا کلام اس میں ہے۔ کہ تاویل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی

احادیث میں محبت ہی مانے۔ تو اس کا حال معلوم ہو چکا ہے **قوله** فان ابی ہریرہ را و فقیہ

اقول فقیہ ہونا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی ممکن ہے مسئلہ میں کچھ مضمر نہیں ہے۔ اس

لئے کہ تقلید ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی و انکان فقیہا۔ متقابلہ لخصوص کے کب واجب ہے۔

لاننا انما یاتباع کتاب اللہ و سنتہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ و انکان مقام الصحبۃ مقاما

عظیما و منزلۃ رفیعۃ و مرتبۃ منیعۃ و درجۃ شریفۃ **قوله** فاذا الحق فی

دفع استدکال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ **اقول** صاحب سالہ نے اس جملہ کو پورا پورا

نقل نہیں کیا۔ مبتدا مذکور ہے۔ اور خبر ندارد۔ اگر پورا جملہ نقل فرماتے تو مسئلہ مضمر کی

حقیقت جسکی راوی ابوہریرہ نہیں معلوم ہوتی۔ اور فواہج میں پوری عبارت اس جملہ

کی یہ ہے۔ فاذا الحق فی دفع استدکال الشافعی رحمۃ اللہ ان الحدیث مخالف

ابوہریرہ کی تقریریں۔

فیہ ہونا ابوہریرہ کا۔

نہاں مذکور ہے۔

مخالفت للقرآن حيث قال الله تعالى فاعندوا عليه بمثل ما

اعتدلى عليكم وجزاء سيئة سيئة مثلها۔ **وايضاً** قد انقد

عليه الاجتماع **وايضاً** معارض للثقة النهورف التلقى بالقبول

الخزاج بالضمآن انهي۔ **قوله**۔ **علاوہ**۔ برين نقاہت راوی

کا شرط ہونا امام (جو سیفہ) کا مذہب نہیں۔ **اقول**۔ طرزیان اس

عبارت کا اس پر دل ہے۔ کہ راوی کا فقیہ ہونا امام کے نزدیک شرط نہیں۔ (لا حنفی

لوگ شرط نقاہت راوی کے قائل ہیں۔ نیز راوی جب تک کہ فقیہ نہ ہو روایت

اس کی ناسموع اور ناجائز ہے۔ کما هو مقتضى الشرطية لان فقدان الشرط يقتضی

فقدان للشروط وهو فیه بلا مرتبة۔ اسلئے کہ حنفی تو درکنار بلکہ کوئی بھی اہل

اسلام اور علماء دین سے۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی وغیرہ

نقاہت راوی کی شرطیت کا قائل نہیں۔ کیونکہ راوی تو وہی شخص ہے

جو اپنے سموع کو غیر روئے کو پہنچا دے۔ سواء كان ثقة۔ عدلاً۔ ضابطاً۔

فہیہ۔ او غیر ثقة او متهم او مجھول۔ او مدلس وغیرہ فقیہ۔

او غیر ذلک۔ پس خبر در روایت اور اپنے سموع کے ادار کے لئے ثقہ

ہونا کچھ ضرور نہیں۔ اور نہ اسلامیت میں سے کیا یہ مذہب

ہے۔ دیکھو اصول حدیث۔ اور اصول فقہ۔ ورنہ

اگر نقاہت راوی کی در مجرور روایت کے لئے شرط ہوئی۔ تو سوا

فقیہ مجتہد کے کسی کی روایت مقبول و منظور نہ ہوتے و هو کما

تعالیٰ۔ بل ان البتہ نقاہت کا شرط ہونا۔ بعض حنفیہ دینی عیبی

بنابین کے نزدیک ایک خاص صورت میں ہے۔ جس کا بیان ہوتا ہے۔

گو کہ یہ اوراق اس کے لبط کے تحت نہیں ہیں۔ الا بحکم ملائدک

کلمہ لا ینزک کلمۃ کے بطریق اختصار کے گذارش کرتا ہوں۔ قالوا
 ای الخفیۃ) والراوی (ای راوی الخیر الواحد) ان عرف بالفقہ
 والتقدم فی الاجتهاد۔ کان حذیثہ حجتۃ یتروک بہ القیاس خلافاً
 لما لک رحمہ اللہ۔ فاثبتہ قال القیاس مقدم علی حنبی الواحد ان خالفہ۔
 وان عرف بالعدالة والضبط دون الفقه۔ ان وافق حدیثہ القیاس
 عمل بہ۔ وان خالفہ من کل وجه لم یتروک الا بالضرورة۔ ثم هذه
 التفرقة بین المعروف بالفقه والعدالة مذهب عیسیٰ بن ابان۔ ومن
 تابعہ من المتأخرین۔ وما عندنا یو الحسنة والکفری من
 تابعہ من اصحابنا وهو مختار صاحب السلم۔ فلیس فقہ الراوی شرطاً
 لتقدم الحديث علی القیاس۔ بل حنبی کل راوی علی ضابط مقدم علی القیاس
 اذ لم یکن مخالفاً للكتاب والسنة المشهورة هذا ما
 فی شرح المنار مع اینا دیسیں فانظروا یا
 اولی الالباب۔ اس بیان اور مؤلف رسالہ کے بیان میں
 زمین اور آسمان کا فرق ہے یا کچھ کم استنباہ اس عبارت سے
 چار فائدہ حاصل ہوئے اول یہ کہ کسی حنفی۔ بلکہ کسی عالم دین
 کا یہ مذہب نہیں۔ کہ راوی جب تک فقیہ بخود اس کی روایت مقبول
 و منظور نہیں دوّم یہ کہ عیسیٰ بن ابان کے نزدیک بھی ایک
 خاص صورت میں تقاہت راوی کی شرط ہے سیوم
 مذہب کر حنی ومن تابعہ کا یہ ہے۔ کہ اس خاص صورت میں
 بھی تقاہت راوی کی شرط نہیں۔ بلکہ خبر ہر راوی عادل
 ضابط کی مقدم بر قیاس ہے۔ لہذا اذا کان مخالفاً للكتاب و

السنة المشهورة - اور یہی مذہب منظور عند المحقق ہے -

چھٹا ارم یہ کہ عبارت محقق ابن ہمام کی جو صاحب رسالہ نے بیان فرمائی ہے - یا تو اس عبارت کو ملاحظہ نہیں فرمایا - اگر نہ فرمایا ہے - تو ذیہ و ذلتہ انما ض کیا ہوگا -

لیونکہ ابن ہمام اس عبارت کو بنا بر تروید مذہب عیسیٰ بن ابیہ کے لایا ہے - حیث قال " ثم اعلم ان هذا راى مذہب

عیسیٰ بن ابیہ قول مستحدث ولم ينقل عن السلف القدماء

واشترط فقه الراوى في تقديم خبره على القياس كيف

وقد نقل عن امامنا الاعظم رحمه الله عليه انه قال ما جازانا

عن الله تعالى وعن الرسول صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس و

العین " انتهى ما في التحقيق - اس عبارت سے صاف معلوم

ہوا کہ لم ينقل عن السلف خاص ایک ہی صورت سے - جکا

عیسیٰ بن ابیہ قائل ہے - متعلق ہے - عام صورتوں سے

متعلق نہیں - اسلئے کہ اُون میں شرط نقاہت کا

کوئی ہی قائل نہیں ہے - پس مؤلف رسالہ کا

مدعی اس عبارت سے پورا نہوا - فافهم جبکہ یہ امر

ثابت ہو چکا کہ متصور اور محقق مذہب حنفیہ کا ہے - کہ

نقاہت شرط واسطے راوی کے کسی صورت میں بھی

نہیں ہے - تو اب یہی کچھ بات کہ راوی عابد ذرا

فقہ مجتہد - افضل واد کے برتر - راوی

عابد راہ غیبہ فقہ ہے - یا نہ - اور اسکی حدیث

روایت راوی فقہ کی برابر فقہ ہے

کو اس کی حدیث پر نریت و فوقیت درجہ جان ہوگا۔ یا نہ ہوگا۔ سو
باب امراؤں کی احادیث نبویہ صریح علی صاحبہما
اصلوٰۃ التحیۃ موجود ہیں عن معاویۃ قال

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رد الله به خيرا

يُفَقِّهُهُ فِي الدِّينِ وَامْتَنَانًا قَسِمٌ وَاللهُ يَعْطِي مَثْقُولَهُ -

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ النَّاسُ مَعَاوَنَ كَعَادَنِ الذَّهَبِ وَالْفُضَّةِ خِيَارُ

فِي الْجَاهِلِيَّةِ - خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَتَهُوْا مَرَّةً

مُسْلِمًا - وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِيهِ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ

مَنْ لَفَّ عَابِدٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ - وَابْنُ

مَاجَه - یہہ احادیث درباب فضیلت امراؤں اور

نیز درباب امر و موم کی بابت بھی یہی احادیث مکتفی

ہیں۔ کیونکہ جس کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فرماوین۔ اوس کی روایت کیونکر برتر اور اعلیٰ درجہ

کی نہ ہو گے۔ آلا اگر کسی کا خیال ہو کہ اس میں نقل کی یہی

حاجت ہے۔ تاکہ پورا پورا اطمینان حاصل ہو۔ تو گزارش

ہے۔ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ الْمَحْدُثُ قَالَ لَنَا

وَكَيْفَ اَيُّ الشَّاهِدِينَ احَبُّ اِلَيْكُمْ - الاعمش عن

ابی واسل عن عبد الله - اوسنیان عن منصور عن ابراهيم

عن حلقه عن عبد الله - فقلنا الاعمش عن ابي واسل - فقال

سُبْحَانَ اللَّهِ الْأَعْمَشِ شَيْخٍ وَسَفِيَانِ فَقِيهٍ وَابِرَاهِيمَ فَقِيهٍ وَعَلَقَةَ فَقِيهٍ - ق
 حَدِيثٌ يَتَدَاوَلُهُ الْفُقَهَاءُ خَيْرٌ مِنْ حَدِيثٍ يَتَدَاوَلُهُ الشُّيُوخُ - فَهُوَ مِنْ طَرِيقٍ رُبَاعِيٍّ
 إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ - وَتَنَاقَى مِنْ مَشَايِخِ الْحَدِيثِ - وَمَعَ ذَلِكَ قَدِمَ الرَّبَاعِيُّ لِأَجْلِ
 فَقَاهَةِ رَجَالِهِ - كَذَا نَقَلَ ابْنُ الْأَثِيرِ الشَّيْبَانِيُّ مِنَ الْحِزْرِئِيِّ - فَجَرَّ الْوَسْطَى جَامِعَ
 الْأَصُولِ **قَالَ الْفَاضِلُ الْكُهْمُوكِيُّ** نَاقِلًا عَنْ مَجْدِ الْعُلُومِ - أَنَّ هَذِهِ
 الْحِكْمَةَ لَا تَزِلُّ إِلَّا عَلَى أَنَّ التَّجْزِيعَ بِفَقْهِ الرَّوَاةِ أَوْثَقُ مِنْهُ بِعُلُوِّ الْأَسْتِثْنَاءِ بِاعْتِبَارِ
 ضَبْطِ الرَّوَاةِ الْفَقْهِ وَقُوَّةِ عِلْمِهِمْ - وَوَرَعِهِمْ وَهُوَ الْإِعْتِيَادُ بِأَيَّتَانِ الْمُسْتَحْتَبَاتِ
 وَالْاجْتِنَاءِ عَنِ الْمَكْرُوهَاتِ بَلْ غَرِ الْمُبَاحَاتِ فَإِنَّ الْفَقِيهَ يَضْبُطُ كَمَا يَنْبَغِي وَيُجِدُّ عَنْ التَّكْثِيرِ
 وَقَوَى الضَّبْطَ لَا يَنْسِي كَمَا وَقَعَ تَرْجِيحُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى يَزِيدِ بْنِ إِسْمَاعِيلٍ - لِهَذَا الْإِعْتِيَادُ
 وَيُشِيرُ إِلَيْهِ - مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَذَلِكَ لِقَوْلِهِ أَحْتَمَالُ الْغُلَطِ خَلَا
 لِلْمُخَفَّفَةِ - وَوَجْهٌ قَوْلُهُمْ أَنَّهُ رُبَّمَا يَكُونُ الْوَسَائِطُ الْقَلِيلَةُ كَثِيرَ النِّسْبَانِ سَيِّئِ
 الْفَهْمِ لِمَعْنَى الْحَدِيثِ - وَالْوَسَائِطُ الْكَثِيرَةُ قُوَّةُ الذَّهْنِ - فَالْإِعْتِبَارُ بِالْفَقَاهَةِ
 وَقُوَّةِ الضَّبْطِ أَصَحُّ كَلَامُ الْفَاضِلِ الْكُهْمُوكِيِّ - فَتَبْتَ مَا تَلَوْنَا عَلَيْكَ أَنَّهُ تَحْصُلُ
 زِيَادَةٌ وَتَفَرُّقٌ بِفَقْهِ الرَّوَاةِ - لَعَنَةُ مَرْوِيٍّ مِنْ مَرْوِيٍّ مِنْ لَافَتِهِ لَهُ - لِإِقْبَابِهِ
 شَرْطُ صِحَّةِ حَدِيثٍ كِي نَهَيْسَ لَأَنَّ مَدَارَ الصَّحَّةِ عَلَى الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ وَكُلِّ مَا اشْتَرَطَ
 فِي صِحَّةِ الْحَدِيثِ وَعَدَمِ الْفَقْهِ لَا يُوجِبُ الْوَهْنَ فِي الصَّحَّةِ فَاحْفَظْ هَذَا فَإِنَّ نِيْعَكَ
 فِيهِمَا سِيَاقِي **قَوْلُهُ** وَهُوَ جَوْزُ فَرِيدِينَ كَيْ مَثَلِ مِينَ أَوْزَاعِيٍّ أَوْ رَامِ كَامُنَظَرِهِ
 بَعْضُ الْوُكُونِ نَبِيَّانِ كَمَا سَيَجِيئُ قَهَابَتِ رَاوِيٍّ كَالْمَذْكُورِ هُوَ - اِسْمُ الْمَرْهُ كَالْوُكُونِ
 أَصْلُ تَحْيِيْسَ - ابْنُ هَيْثَمٍ سَيَمْلُقُ مَرْوِيٍّ هُوَ - **أَقُولُ تَحْقِيقًا لِلْمَقَامِ** فَإِنَّ
 لِيَقْطَعُ مِنَ الْبَيْنِ فَالْحَدِيثُ مُتَّصِلٌ - وَأَنْ سَقَطَ وَاجِدًا وَكَثُرَ الْحَدِيثُ مُنْقَطِعٌ -
 وَالتَّقْطِيعُ أَمَّا أَنْ يَكُونَ مِنْ أَوَّلِ السَّنَدِ لَيْسَ مُعْتَقَلًا - وَهَذَا لِسَقَاطِ تَعْلِيْقًا - وَ

بنا علوئنا

منظره نا اجم ونا اجم اوزاعی

الساقط قد يكون واحدا - وقد يكون اكثر - وقد يحدث تمام السند كما هو عادة
 المصنفين يقولون قال رسول الله صلى الله عليه وسلم - انتهى ما في رسالة الشيخ الدهلوي
 وهكذا في رسالة المحمدي - ويدل على السقوط لعدم التوافق بين الراوي و
 شيخه - بكونه ايدك عصم - او ادر كه لكن لم يجتمعا - وليست له امانة
 ولا جادة - قاله في الخبئة وحيث عمارت مكررة الصمد معلوم هو ان مقتضى حديث جس
 مبسوطا - كوني كوني راوي ساقط هو - اور وہ اگر نہ قطع کا ہے - اور بیضی معلوم ہوا کہ شجاع و کون
 معلوم ہے - یا تو یہ کہ راوی اور مری عنہ معاً ہی نہیں لطافت قی - یا یہ کہ راوی اور مری عنہ معاً ہی نہیں
 ہر دو کی نہیں - اور سحر جاذبہ از جاذبہ حاصل نہیں ہوئی - جب تک کہ نقطہ اور ان کی فتنہ کا طریق
 معلوم ہو چکا - تو اب دریافت کرنا اس امر کا ضرور ہے - کہ سفیان بن عیینہ - اور امام
 صاحب - باہم معاصر ہیں - یا نہیں ہیں - اگر نہیں تو ملاقات باہمی ہوئی - یا نہیں
 ہوئی - اگر ہوئی ہے تو اب عیینہ کو امام سے روایت ہی یا نہیں ہے - تو حاصل
 ہونا ہر دو صاحبوں کا الشمس نے انہار ہے - اس لئے کہ سند ولادت امام صاحب سنہ
 اور وفات رحمہ اللہ علیہ کا سنہ ۱۷۰ اور عمر شریف ۷۰ سال - فی التقریب
 النعمان بن ثابت الکوفی ابو حنیفۃ الامام فقیہ مشہور من السادسة مات سنة
 خمسين له سبعون سنة و فی تذکرہ الحفاظ مولد سنة ثمانين - و فی
 الدلائل المختار وقد حج عمر بن حنین - اور سنہ ولادت سفیان بن عیینہ کا سنہ ۱۷۰ اور
 سنہ وفات ۱۷۸ - اور عمر مبارک ۹۱ - و سفیان بن عیینہ المدالی الکوفی عند الحرم
 المکی ولد سنة و اتفقت الامة على الاحتجاج به - وقد حج سبعين حجة مات ۱۹۸
 نقله الفاضل الكهنوی فی التثقیق المجد - و فی التقریب وله احد و تسعين سنة -
 انتهى - اور ملاقات ہی غیر خفی ہے - اتحاف النبلاء میں ہے - سفیان گفتہ
 در آمدہ کہ وہ ہنوز بابت سارہ نبودم کہ ابو حنیفہ اصحاب خود را بگفت آمدہ ہست شمارا

سنہ ولادت امام صاحب
 سنہ وفات امام صاحب
 سنہ ولادت امام صاحب
 سنہ وفات امام صاحب

حافظ علم عمرو بن دینار۔ مردم نژد من آمدہ از عمرو بن دینار پرسیدن گرفتند۔ پس
 اول کہ مرا محدث کرد ابو حنیفہ است۔ و چون این حرف باد وریان آوردم گفت ای سرک
 سن شنیدہ ام از عمر و مگر حدیث و در حفظ آن ہر سہ اضطراب داشت انتھی لفظہ۔ اور
 جب نام صاحب و اطرح کے کہ تعظیم میں تشریف لائے تو سفیان نے کہا ما قدمکۃ
 فی وقتنا رجل اکثر صلوات عن ابی حنیفہ۔ ذکرہ الفاضل الکھنوی فی قائمۃ الحجۃ
 ناقلا عن تہذیب الاسماء واللغات للفتوٰی رہی و ایت سو و سکو ذکر کیا ہے۔
صاحب سند خوارزمی نے حیشال۔ وقد روی عنہ نظراۃ واشباہہ۔
 کعب اللہ البکارت۔ ویزید بن ہارون۔ قال محمد بن اسماعیل بغی البخاری۔ روئے
 عنہ عباد بن العوام۔ و ہشیم۔ و کعب۔ و ہام بن خالد ابو معاویۃ الضریر۔ وقد روئے
 عنہ عبد العزیز بن ابی رواد۔ و عبد المجید بن البراد۔ و سفیان بن عیینہ۔ و فضل
 بن عیاض۔ و داؤد الطائی۔ و ابن جریر انتھی۔ قاذ اثبت ان سفیان بن عیینہ
 کان معاصرا للامام الہمام ولا قاہ وروی عنہ قال قول بالتعلیق حق کم صریح
 واغرب قبیر۔ اولیاد عی مسلم اجماع العلماء قدیما و حدیثا علی ان الغنہ محمول
 علی الاتصال والسماع اذا امکن اللقاء مع برائۃ الدلیس۔ جبکہ امکان القاء میں حدیث
 متصل ہو فیکف لا یحصل الاتصال والسماع اذا وجد اللقاء والروایۃ اتبہا
 اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ صاحب رسالہ کی تعلیق سے جب یہ مراد ہو کہ در بیان سفیان اور
 امام صاحب کے کوئی راوی ماقط ہے۔ تو البتہ کلام مذکورۃ اقصیٰ در منافی معی صاحب
 رسالہ کے ہے۔ اور جب اسکی یہ مراد ہو کہ اگر یہ اس غلطیہ اور زعمی اور نام صاحب کو
 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے رسالہ النصاب اور حجتہ البیابان
 ابن ہام نے فتح القدیر میں۔ اور صاحب یایہ نے کفایہ حاشیہ ہدایہ میں۔ اور صاحب
 عمقہ جو ابی حنیفہ کے عقود و امہر سنہ میں۔ اور خوارزمی نے اپنے منہ میں۔ وغیرہ وغیرہ

بیاں کیا ہے۔ الاذ مؤلف کتاب تابا بن عیینہ سند متصل نہیں ہے۔ مثلاً شاہ
 ولی اللہ صاحب مروج نے جو اس قصہ کو بیان فرمایا ہے۔ اپنے سے لیکر تابا بن عیینہ
 سند متصل بیاں نہیں کی ولاغنی بلا انقطاع الاھذا تو اس کا جواب بنا بنایا ہے۔ کہ
 جو احادیث صاحب رسالہ نے اپنے رسالہ مؤلفہ میں بیان کی ہیں۔ کسی کی سند اپنی سی لیکر
 امام حضرت مسلم علیہ السلام متصل ذکر نہیں کی۔ پس کھم معلق ار منقطع ہو گئے وہو کما تری۔
 پہر اگر خیال ہو۔ کہ جن حدیثوں کو صاحب رسالہ نے ذکر کیا ہے۔ اگرچہ ذکی سند اپنی سے
 لیکر امام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصل ذکر نہیں کی۔ الا تصغیر کتب نے جسے وہی حدیثیں
 نقل کی گئی ہیں اپنے سے لیکر امام حضرت ماکو متصل ذکر کیا ہے۔ ولاغنی با
 لا ینصلا الاھذا تو اس کے جواب میں کہا جاوے گا کہ باین معنی اتصال یہاں بھی موجود
 ہے۔ دیکھو سند حارثی قال الحدیثی حدثنا محمد بن ابراہیم بن زیاد
 الرازمی حدثنا سلیمان الشاذلی فی سمعت سفیان بن عیینہ یقول اجتمع ابو حنیفہ
 والاوزاعی فی دار الخناتین بمکہ الی اخرها۔ و یؤیدہ ماروے فی خیر الحسنان
 عن ابن المبارک من الاوزاعی انہ قال بعدما افترقا والله لقد کنت فی غلط
 ہستکش یا ابن المبارک من فقہ الرجل فانہ نبیل من الشائح کذا قال ابن حجر المکی
 الشافعی۔ نقلہ بعض محشی مسند الحوازمی۔ ثبت الاتصال و اندفع الانقطاع
 و انک ان الخضم مجال المقال فی رواۃ الاتصال۔ و ذلک غیر مضر لانہ ما التیناہ
 الا معاصداً و مؤیداً علی ما وہ اسکے ہم پہلے کہلا کہلا بیان کر چکے ہیں۔ کہ شرط
 قضاہت اور شر ہے۔ اور زیادۃ الوثوق بالفقہاتہ اور سہ۔ وینہا بون بعید۔ پہلے کی نفی
 کے آپ دے رہے ہیں۔ سو اس کے ہم بھی قائل نہیں۔ اور زیادۃ الوثوق بالفقہاتہ ایک امر
 بھی ہیں۔ اور اسکا انکار انکار یہست ہے۔ قدّر۔ اور امام صاحب بھی قضاہت کہی
 غرض سی لائے ہیں **قولہ** یہاں قایت سے مراد تدریجاً ہی صحیح نہیں۔ **اقول**

و یؤیدہ ماروے فی خیر الحسنان

اقر فی نفسك میں اقرار تار نفس کے معنی جانے چاہیے۔ اس کے بعد ظاہر ہو گا کہ یہاں

معنی حقیقی ٹھیک ہیں یا مجازے فی الصلح القرآۃ خواندن **وقال النور**

القرآۃ لا تطلق الا على حركة اللسان بحيث يسمع نفسه انتهى **وے**

القاموس النفس الروح خرجت نفسه اى وحه - والدم ملا لنفسه سائلة

لا يجرى الماء - والحسد والعين نفسة بنفسه صبة يعين وناظر عاين - والعند

تعلم ما فى نفسى ولا اعلم ما فى نفسك اى ما عندك وما عندك او حقيقى وحقيقك

وعين الشئ جاء فى بنفسه - وقد ردت - مما يدبغ به الاديد من قرط وغيره - والعظم

والعزة - والهمة - والافتة - والعيب والارادة - والعقوبة - قيل ومنه يحذر

كف نفسه انتهى۔ **وقال الرازى** فى تفسير الكبيين النفس جوجہ جسمانى

لطيف صاف بعيد عن مشابہة الاجرام الغصريۃ نورانى سماوى مخالف بالماہیۃ

بهذه الاجرام السفلیۃ - واذا صارت مشابکة لهذا البدن الکثیف صا

البدن حیا وان فارقت صار البدن ميتا - وان الله تعالى ذكره طلق النفس فى القرآن

فقال ونفس وما سواها - وقال تعلم ما فى نفسى ولا اعلم ما فى نفسك وقال ولا

تعلم نفس انفسى لهم من قرۃ اصين - وتارة وصفها بكونها امارۃ بالسوء - وقال

وان النفس لامارة بالسوء - وتارة بكونها للوامة - وقال بالنفس اللوامة - وتارة

بكونها مطمئنة كما فى هذه الآية - واعلم ان نفسك ذالك وحقيقك وهى

التي تشبى اليها بقولك انا حين تخبر عن نفسك بقولك فعلت ورايت سمعت

وعصبت واشتهيت وتخلت وتذكرت انتهى - بتقديم وتأخير - **جب راہ نفس**

کے معنی حقیقی معلوم ہوئے۔ تو اب معنی اقر فی نفسك کے نظر ال العنی تحقیقى نے کلیہا۔

پیہوں۔ حرکۃ لسانک فی وحاک بحيث یسمع رجاک - فیلزم ان یکون الروح

خرا حرکت لسان وموضع کما هو مقتضى فی الظرفیۃ وهو کما تری۔ لان

وہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ

وہاں اقرار نفس کے معنی کی تحقیق

فلن حركة اللسان وحمله الفم - لا الروح - اور اگر قراءۃ بمعنی تحقیق ہو - اور فی نفسک مجاز ہو مٹرا سے - یعنی اقرا با ستر بحيث یسمع نفسک کما قرره النوی - فحينئذ صلا العبد صحيحاً - اور اگر فی نفسک بمعنی تحقیق ہو - اور قراءۃ مجاز ہو - تدبر اور ملاحظہ سے یعنی

اذا قرأ الامام بفاتحة الكتاب فليعتقد ان يتدبر في لاحظ معانيها في نفسك فحينئذ يكون المعنى ايضاً صحيحاً بہر حال ارتکاب احد الجازین کا ضرر ہوا - لیصلح المعنی الاقراءت کے معنی جب حقیقی لئی جاویں - تو معارض ہونگے - اسلئے شانہ کے قول کے -

اور حدیث مسلم - ابو داؤد - نسائی - اور ابن ماجہ کے جو انصتوا - اور واذا قرأ فانصتوا ہے - یعنی جب امام قراءۃ پڑھے فاتحہ ہو یا سوا فاتحہ کے - تو تم مقتدی لوگ چپ رہو کچھ نہ پڑھو - اور جب قراءت کے معنی مجازاً - تدبر اور ملاحظہ معانی کا لیا جاوے - تو معارض آیت اور حدیث کا ٹر فغ ہوگا - اور نیز مرویات ابو ہریرہ رضی

کی پوری پوری تطبیق حاصل ہوگی - ولہذا اختار بعض المالکیتہ وغیرہ التدبیر **وهنا وقال** الزرقانی شارح الموطأ ناقلًا عن عیسیٰ وابن رافع - ان المراد

من القراءة ههنا القراءة في النفس والاحضار في البال من دون ان يتلفظ بها ای احض معانیہا فی نفسک وتدبر فیہا حین یقرأہا الامام انتھی پس با ذکر سے ثابت ہوا کہ قولہ صحیح نہیں صحیح نہیں - **وايضاً** اندفع به قوله باخيمه قراءت کے معنی حقیقی چھوڑنے اور مجازی لینے پر کیا مجبوری ہے - ووجه الاندفاع ظاہر **ناکم قوله** اور قراءۃ کو منع کیا ہے **اقول** جنبی کو کسر جمع نکریں کہ اوس کے حقیقی ممانعت صریحہ غیر معارضہ وارد ہوئی ہے **وی الترمذی عن**

ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقرأوا الحاضر ولا الخائب من القرآن - بخلاف محل متنازعہ فیہ کے کہ یہاں معارض کا سخت کھٹکا ہے - اور اوس کے ٹھکے نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اقرا فی نفسک پر مجبور کیا ہے - نہ کسی کی حاجت تھی - اور اوس کی

بنی پڑھتے ہیں

سب سے کئی لوگ سکات امام کے قائل ہوئے وغیرہ وغیرہ فاذا ثبت لهذا فافتق
المقتدے والجنب لیرحاله **قولہ** دوسری دلیل **اقول** مؤلف رسالہ
اپنے معنی کے اثبات کے لئے یہاں حدیث انس اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی
بیان کی۔ سوا کا جواب بچند وجوہ ہے وجہ اول یہ دونوں حدیثیں بہت ہیث

کی معارض میں اول مالک بسندہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف
من صلوۃ جھڑنیہا بالقرآنۃ فقال هل قرء معکم کما اُنفا فقال رجل نعم انا
یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن فانہی الناس
عن القرات مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھڑنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بالقرآنۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروم البخاری بسندہ
عن عمران بن حصین قال قرأ رجل خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظهر والعصر
فلما قضی صلوۃ قال ایکم قرأ معی قال رجل انا قال قد عرفت ان بعضکم
خارجہا **سیوم** البخاری بسندہ عن ابی ہریرۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم
صلوۃ یجھڑنیہا فلما قضی الصلوۃ قال من قرأ معی قال سجل انا قال انی اقول مالی
انازع القرآن **چہارم** الصحاح و ابی ہریرۃ بخوحدیث مالک غیرانہ قال
فانقطع المسلمون یعنی لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے نصیحت قبول کی اور

تورات کو بچھڑام کے چہرہ دیا **پنجم** عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما جعل الامام لیتحدیکہ فاذا قرأ فانصتوا۔ رواہ مسلم۔ وابوداؤد۔ والنسائی
وابن ماجہ۔ **ششم** الطحاوی غریب الاحوص عن عبد اللہ قال کانوا یقرءون
خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القراءۃ **سفتم** عن جابر بن عبد اللہ قال
من کان امام فقرأۃ الامام لہ قرآنۃ **ششم** الطحاوی بسندہ عن عبد اللہ شاذل
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان امام الحدیث **کفتم** الطحاوی بسندہ

حدیث عبادہ اور ابی ہریرۃ کا جواب بوجہ۔

بہت ہیث

عن ابی ہریرۃ عن جابر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ - الخشب

وہم الطحالی بسندہ عن ابن عمر من کان لہ امام - الخشب - یزودہم الطحالی

بسندہ عن ابی قلابہ عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اقبل بوجہ

فقال اتقروا ولا امام یقرأ - فسکتوا فقال لهم ثلثا - فقالوا اننا لنفعل قال

فلا تفعلوا - ان مرفوعہ حادث کے سوا آثار صحابہ کے کثرت موجود ہیں - جس کے حدیث

انس رضی اللہ عنہ اور عبادہ کے معارض ہی دیکھو موطا امام مالک اور شرح معانی الآثار

طحالی کی - تاہم معارضات فکیف ینخفض دلیل اللوجوب - مع کونہ خبر الواحد -

وایشیاء عارضہا عموم قولہ تعالیٰ واذ اقر القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا والعدلکم

ترجمون دوسری وجہ حدیث عبادہ کو جس طریق سے - ابو داؤد - ترمذی - دارقطنی

ابن حبان - حاکم - اور بیہقی نے بیان کیا ہے اوس طریق میں محمد بن اسحاق ہے - اور

محمد بن اسحاق کو اگرچہ بخاری وغیرہ نے ثقہ کہا ہے - الا بہتے اوس میں جرح شدید کی

ہے صاحب میزان الاعتدال لکھتا ہے **قال یحیی القطان اشہدان محمد بن اسحاق**

کذاب وقال النسائی وغیرہ لیس بالقوی **وقال الدارقطنی لا یحتج بہ** **وقال محمد**

بن عبد اللہ بن نمیر ہے بالقد **وقال ابو داؤد قدی معتزل** **وقال سلیمان**

الیتی کذاب **وقال مالک انظروا الی رجال من الدجالۃ بانہم یبرون مفسرہ حدیث**

عبادہ کی اس طریق سے کب قابل حجت ہے - ولہذا علامہ بیہقی نے اس حدیث کی نسبت

لکھا ہے قد ضعف احمد جماعة آرنیز اس حدیث عبادہ کو ضعیف کرتی ہے وہ حدیث جبکو

ابو داؤد نے ذکر کیا ہے - اور وہ صحیح الاسناد ہے - کیونکہ اوس کے رواۃ کلمہ ثقات ہیں -

اور وہ بچہ ہے عن عبادۃ بن صامت انہ علیہ السلام قال لا یقرن احد منکم شیئا من

القران اذا جہرت بالقرن - **وقال الدارقطنی جالہ کلہم ثقات** **وقال احمد بن**

حنبل ما سمعنا احدا من اهل الاسلام یقول ان الامام اذا جہر بالقراءۃ لا یجوز صلوۃ

صلوة من لم يقرأ انتهى فسادہ یہ قول امام احمد بن حنبل کا موافق قول قدیم شافعی کے ہے۔ کیونکہ امام شافعی بھی قول قدیم میں بھی منہ راتے تھے کہ مقتدی پر قراءۃ فرض نہیں ہے۔ آلا قول جدید کے مخالف ہے۔ شاید امام احمد رحمہ اللہ کو قول جدید پر اطلاع نہیں ہوئی۔ یا اس کے رو میں پھر فرمایا ہو۔ **مطلب** یہ حدیث ہم فائدہ کر **ولیس القوی** سے منقول ہے انتباہ اور وار قطنی سے تعجب ہے کہ خود ہی لکھتا ہے کہ محمد بن اسحاق لا یصححہ۔ اور خود ہی کہتا ہے کہ اس حدیث عبادہ کی رواۃ جس میں محمد بن اسحاق ہے سب معتبر ہیں۔ اور یہ حدیث جید الاسناد ہے۔ ظاہر ہے کہ جب محمد بن اسحاق جو راوی حدیث عبادہ کا ہے ایسا مجروح ہو کہ کذاب اور دجال اس کے حدیث ثقات نے کہا۔ تو پھر جید الاسناد کر کیا معنی۔ آویس سرورہ کر ابن ملقن کا قول ہے۔ ابن ملقن کہتا ہے کہ جب اس حدیث کو روایت کیا وار قطنی اور ابن حبان اور بیہقی نے تو منظرہ تیس کا محمد بن اسحاق ہے دور ہو گیا۔ اور پھر روایت جید الاسناد ہو گئی۔ بھلا یہ قول فحول علماء الحدیث اور فقہاء کے قابل تسلیم ہے۔ کیونکہ وار قطنی اور ابن حبان اور بیہقی نے یہ التزام نہیں کیا کہ بخیر جید الاسناد کے ہم کو سنی حدیث اپنی کتابوں میں نہیں لائیں گے مع ان کنتھ متناؤلہ للصحاح والضعاف بل للموضوعات زلیعی تخریج احادیث ہارہ میں لکھتا ہے والدار قطنی فقد ملأ کتابہ من الاحادیث الغریبۃ - والنشاذۃ - والعللۃ - انتھی اور حجة اللہ البالغہ میں ہر الطبقة الثلاثة مساوینہ جوامع ومصنفات صنفت قبل البخاری ومسلم فی زمانہما وبعدهما جمعت بین الصحیح والحسن والضعیف والمعروف والغریب والنشاذ والکنک والخطاء والاصواب والثابت والمقلوب کمسند الطیالس وکتب البیہقی انتھی ملخصاً۔ اور یہی حال ہے ابن حبان کا کہ یوزلیعی ابن ملقن اگر بخاری کی نسبت یہ بات لکھتا تو البتہ قابل تسلیم و پذیرائی ہوتی۔ کیونکہ امام الحدیث بخاری رحمہ اللہ علیہ نے یہ التزام اپنی کتاب میں پورا پورا کیا ہے۔ کہ سوا جید الاسناد

اپنی اس کتاب میں کوئی حدیث نہیں لائے۔ اسی لئے اس حدیث عبادہ کو مع کونہ قبول کیا۔

لہذا یہ صحیح بخاری میں وارد نہیں ہوا۔ ولو ثبت عندہ رحمہ اللہ علیہ لہذا کہ

مع شدۃ تعصبہ و فرط تحملہ علی مذهب ابعینفہ - و کثرة تعقبہ بما یرحم علیہ -

وجہ سیوم قال محقق الفتن عیین بن معین الجملة الاستثنائية فی هذا الحديث -

اسنادہ لیدنک - و توثیہ ما قال الترمذی فی جامعہ بعد هذا الحديث و

روی هذا الحديث الزهري عن محمود بن الربیع عن عبادہ بن الصامت عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب وقال هذا صحیح

افتحی - تو اس روایت کو جو خالی استثنائیہ جملہ ہے - اس روایت پر جو مثل جملہ استثنائیہ

پر ہے - ترجیح دینی دلیل قوی ہے جملہ استثنائیہ کے مرجعیت پر وہو مطلوب - اور غرضی

کا حسن کہنا بھی اس حدیث کو قابل احتجاج کے نہیں کرتا - کیونکہ مراد اس سے حسن لغیرہ

ہی حسن لہذا ما سیاتی - اور نیز اسکو ضعیف کرتی ہے وہ حدیث عبادہ کی جب کا ذکر

سابق میں بہایت ابوہ و او گزرا ہے فلینظر قولہ پس نطفۃ تدلیس کا جانا رہا **اقول**

اس طرف نطفۃ تدلیس کا جانا رہا - الا دوسری طرف سے قائم رہا - اسلئے کہ محمد بن اسحاق

نے اگرچہ کج حال سے حدیث کی ہر سیکن محمود بن ربیع سے روایت کی ہے - اور دلیس کہنہی قر

نہ کو یا قہر کرتا ہے تو نطفۃ معترض اس کا مرتفع ہوا - قال الشیخ الشیخ رسالۃ فرما

انہ یسقط من بعد رجلاً ضعیفاً او صغیراً **قولہ** بن

انہ یسقط من بعد رجلاً ضعیفاً او صغیراً **اقول** متابع اور تابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید

اور متابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید اور متابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید

اور متابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید اور متابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید

اور متابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید اور متابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید

اور متابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید اور متابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید

اور متابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید اور متابع ہر دو ملکہ حسن ذاتی کر مفید

ثقات کے نزدیک مجروح ہے۔ تو اسی کے باعث یہ حدیث محکوم ضعیف ہوئی کما عن الزبلی
 ذکیف الاستحاجہ اور جس طریق سے نسائی نے بیان کیا ہے اس میں نافع بن محمود ہے اور
 مستور لعل ہے۔ فی التقریب نافع بن محمود بن الثالث۔ اور میزان الاعتدال میں للہام بن محمود
 القدسی عن عبادۃ فی القراءۃ خلف الامام و عنہ حرام بن کلیم لا یعرف بغیر ذلک الحدیث ولا ہونے
 کتاب البخاری و ابن ابی حاتم ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ وقال حدیثہ معلول و روی عنہ مکحول
 انہی اور ابو داؤد و دیگر طریق میں نافع بن محمود بن الربیع اور شیم بن حمید، نافع کا حال معلوم ہوا اور

نفع بن حمید کی بابت میزان قال ابو داؤد و ثقہ قدی و قال ابو مسہر الثانی ضعیف
 قدی انتہی۔ اور ابو داؤد نے ایک اور طریق بھی بیان کیا ہے۔ اس میں یہ

رواہ نہیں الا وید مختلف فیہ ہر میزان **قوله** پہلا قال الواحدی

قال المفسرون قوله فافروا ما تيسر كان في صدك الاسلام ثم نسخ بالصلوات
 انعم عن المؤمنين **اقول** اس جواب صاحب سالہ کو سب جوابوں سے بڑھ کر سمجھنا

چاہیے۔ کیونکہ اس کا نمبر اول ہے۔ اور اس جواب کی مطابقت بھی ساتھ اصل جواب
 قابل نظر ابلی الا نظار ہے۔ اس لئے کہ اصل جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مطلق قرات نماز

میں فرض ہے۔ فاسخہ کی کچھ خصوصیت نہیں لقولہ تعالیٰ فافروا والتم اور صاحب سالہ
 کا جواب دیتے ہیں۔ کہ واحدی کہتا ہے۔ کہ فافروا ما تيسر كان في صدك الاسلام

یعنی مطلق قراءۃ صدر اسلام میں فرض تھی۔ جبکہ پانچ نمازیں فرض نہیں تو مطلق قراءۃ
 منوط ہوئی فعلی هذا التقدير يكون قول الواحدی موصلا مضافا للعقل و

النقل پس معلوم ہوا کہ واحدی کی اس کلام سے کچھ اور ہی غرض ہے۔ یہ ہے جبکہ صاحب
 رسالہ سمجھیں ہیں۔ اور شاہ اپنی تفسیر کا کالائے ہیں۔ کیونکہ واحدی نے یا پوری یا

بن احمد المتوفی ۶۸۸ھ علی درجہ کا مفسر طبعہ سادہ کا ہے مفسرین میں سے۔ اور اسکی
 تصنیف تفسیر۔ کبیر۔ تبیط۔ صغیر۔ اور حاوی ہے۔ لہذا اٹھ طور واحدی کی پوری عبارت

الاعتدال میں للہام بن محمود ۴

نقل کرتا ہے۔ اور اسکی غرض یہی عرض کرتا ہے تاکہ اوسکا مقصود ناظرین کو معلوم ہو۔
اور صاحب رسالہ کی شہادت مشہود **قال الواحد** قال المفسرون فی قوله تع
فاقرؤا ما تیش من القرآن۔ کان فی صدر الاسلام ثم نسخ بالصلوات الخمس عن
المؤمنین وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً وذلك قوله واقموا الصلوة
انتہی اس کلام سے غرض واحدی کی یہ ہے کہ لفظ القرآن سے مراد قارئ و اما تیش
من القرآن میں مجازاً صلوۃ الیل یعنی نماز تہجد ہے۔ اور یہ نماز صدر اسلام میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ امت پر فرض تھی ثم نسخ بالصلوات الخمس عن المؤمنین
وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً جبکہ غرض واحدی کی اس کلام سے یہ ہوئی
تو اس کلام کو اصل جواب سے کیا نسبت ہے۔ اس میں کہ مجیب کی غرض من القرآن سے معنی
مجازی نہیں۔ جیسا کہ مقصود واحدی کا ہے۔ بلکہ معنی حقیقی ہیں جبکہ مدلول فرضیت لفظ
تراویح ہے امتیاز ہاں یہ واحدی کا کلام دوطرح سے مخدوش ہے اول قال صاحب
تفسیر فتح البیان۔ قلت فیہ نظر لان سبب الصلوة الخمس لا یتانی وجوب قیام
اللیل۔ وشرط النسخ ان یکون کلمۃ منافیاً ومعارضاً حکم المنسوخ کو وجوب
العدة بوجوب مع وجوبها یاربعة اشہر انتہی بعبارتہ۔ دوم راقم الطور کہتا ہے قولہ
وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً۔ فیہ نظر ایضاً لما روی مسلم بسند عن
نزارۃ فی حدیث طویل ان سعد بن ہشام ابن عامر دخل علی أم المؤمنین عائشۃ
وقال رفقت لنبی عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت الست تقر یا ایہا
المرسل قلت بلی قالت فان اللہ عز وجل فرض قیام اللیل فی اول هذه السورة فقام
نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ حولاً وامسک اللہ خاتمتها اثنی عشر شہراً فی
السماء حتی انزل اللہ فی آخر السورة التخفیف فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فرضیۃ انتہی
فہذا ظاہر فی ان قیام اللیل صار منسوخاً فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم ایضاً۔ **قول الواحد**

خاصۃً محل خدشۃً **قولہ** دوسرا جواب حسب اصول مسلمہ مقتدرین خفیہ کے مقتضی
تکرار نہیں **قول** حسب اصول مسلمہ خفیہ بلکہ شافعیہ وغیرہ علماء کے یہی مقتضی
تکرار کا نہیں۔ یعنی ان صیغۃ الاملا دلالت لہا علی التکرار فی حصول الامول
من علم الاصول قال جماعۃ ان صیغۃ الامر یقتضی المرۃ الواحدۃ لفظاً وعزاً
ابو اسحاق والی اکثر الشافعیۃ وقال انه مقتضی کلام الشافعی وانه الصیغۃ الاشبه
بمذاهب العلماء وبہ قال جماعۃ من قدماء الخفیۃ انتہی و فی شرح النار ولا یقتضی
(ای الاملا) التکرار ولا یحتملہ وما تکرر من العبادات فبا سبایہا لا بالاملا
جواب - یرد علینا وهو ان الامر اذا لم یقتضی التکرار ولم یحتملہ فبائے
وجہ تکرر العبادات مثل الصوم والصلوۃ وغیرہ لک فقول ان ما تکرر
من العبادات لیس بالاملا و اس بل بالاسباب۔ لان تکرار الشیء یدل علی تکرار
السبب۔ فآیات وجد الوقت وجبت الصلوۃ۔ ومتی باقی رمضان یجب الصوم۔
وتہما قد علی مالک المال وجبت الزکوۃ ولهذا لم یجب الحج فی العمر الا مرۃ واحده
لان البیت واحد لا تکرار فیہ انتہی مکتباً ما ذکر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قدام
خفیہ اور شافعیہ رحمہم اللہ اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے کہ امر من حیث الصنیعہ تکرار پر
نہیں۔ اور عبادات کا تکرار یعنی نماز۔ روزہ۔ زکوۃ۔ وغیرہ کا بار بار ذکر کرنا مقتضی صنیعہ
امر کا نہیں بلکہ انکا مقتضی تکرار اسباب یعنی علت نامہ کا ہے۔ مثلاً جب وقت ظہر
کا آئیگا تب ہی ظہر کی نماز فرض ہوگی علی ہذا القیاس۔ اور نماز شرعی قیام و قنات
ورکوع وسجود وغیرہ سے عبارت ہے۔ تو حاصل تمثیل یہ ہوا کہ جب وقت ظہر آئیگا تب
ہی بچہ امور مذکورہ فرض ہونگے۔ پس اس بیان سے صاف صاف ثابت ہوا کہ قیام و
قنات و رکوع وغیرہ کا تکرار مقتضی امر کا نہیں۔ تاکہ تکرار کو مقتضی امر پر ایزاد تصور کیا جاوے
جیسا کہ صاحب رسالہ نے سمجھا ہے۔ بلکہ مقتضی تکرار کا کوئی اور ہی امر ہے قبلت ازقلہ

تکرار کا بڑا لینا ایزاد ہوگا "مردود و منشاہ عدم التوجہ علی قواعد اصول
 اصحابنا الحنفیۃ رحمۃ اللہ علیہم کما تلونا علیک اگر صاحب رسالہ وقت تحریر عبارت
 الاملا یقتضی التکرار کے اس کے بعد کی عبارت کو ملاحظہ فرماتے تو صاف صاف لکھا
 پاتے۔ ومانکر من العبادات فباسبابہا لا بالامور اور اس پر بے اصل جواب کے
 ہندے میں آتے اللہم ایزاد الحق حقا والباطل باطلا **قوله** آپ اسکو بلحاظ اس آیت اور آپ
 کے اصول کے کسی نام میں بھی قرآن پر ہنا ضروری نہ **اقول** گدشتہ تقریر و تحریر سے
 ثابت ہو چکا کہ اوس کو بلحاظ اسی آیت اور اصول حنفیہ کے ہر نماز میں قرآن پر ہنا ایسا ضروری
 رہا کہ بدون اوس نماز جائز نہیں ہوتی **قوله** اگر فرضیت کا حکم اسی آیت یا اور دلیل سے کر دگی
 تو حکم تکرار ایزاد ہوگا اور وہ نسخہ ہے **اقول** ہم نے فرضیت کا حکم اسی آیت سے کیا ہے اور وہ
 حکم تکرار ایزاد بھی نہیں ہوا تاکہ نسخہ ہو فانظر بالسلفنا **قوله** کیونکہ وہ فرض اور کچا ہے
 اور امر کی تعمیل ہو چکی ہے **اقول** یہ فرض تاحیات اور اوسکی تعمیل تا زبیت اسکو ذمہ میں
 ہے۔ قرآن ذمہ کا موت سے وری وری نہیں ہوتا **قوله** دوبارہ کس دلیل سے اسکے ذمہ
 پر ہنا لازم ہوتا ہے **اقول** اسی آیت شریفہ نے مامور دوبارہ بارہ پر ہنیکا بنایا۔ الا
 تکرار کس بقدر بہت اوست **قوله** ہر نماز میں ہمیشہ کے لئے مطلق قرات
 کا پر ہنا بھی اس امر سے ثابت ہوا **اقول** ہر نماز میں ہمیشہ کے لئے مطلق قرات
 کا پر ہنا اسی امر سے ثابت ہوا۔ الا سمجھ شرط ہے **قوله** بھر حال جب ایزاد ثابت
 کر دے گا تو آپ کو آیت کا منسوخ ماننا پڑیگا **اقول** دیکھا کہ ہم نے ایزاد یعنی تکرار ثابت بھی کر دیا
 آیت منسوخ بھی نہ ہوئی فافہم وانصف **قوله** اور عام کی تخصیص کو آپ لوگ نسخہ کہتے
 ہیں **اقول** یہ تخصیص جو ہماری نسبت کی گئی ہے بالکل غلط ہے۔ پہلے اس مسئلہ کی
 نسبت اعلیٰ درجہ کی تحقیق ہو چکی ہے۔ کہ کوئی حنفی ہاسکا قائل نہیں۔ کہ عام کی تخصیص
 نسخہ ہے۔ اور نہ کسی کتاب حنفیہ میں اس مسئلہ کا نشان ہے۔ اگر ہے تو آپ پہی کہلاؤ

جواب مختصر عام

بلکہ تخصیص عام اور نسخہ میں حنفیہ کے نزدیک تباہ و تضاد ہے۔ جیسا کہ اسبق میں عبارت
 کتب حنفیہ سے مفصلاً نقل کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ وَلَا غَیْذَہُ خَوْفًا لِلطَّوْلِ۔ پس یہ
 تخصیص موجب نسخ آیت نہی قولہ **تنبیہ** یاد رہے کہ تخصیص کو الہدیت الخ
اقول یاد رہے۔ اگر اہل حدیث واقعی کے نزدیک تخصیص اور نسخ میں فرق ہے۔ تو
 چشم مارو شن دول ماشاد۔ ہم اور وہ گروہ ناجیہ متفق ہیں۔ ہمارے اصحاب حنفیہ کے
 نزدیک یہی ہر دو میں نسبت تباہ و تضاد ہے۔ ایسا نہیں جیسا صاحب سالک سمجھ
 ہیں۔ ویکو کتب اصول اور اس تحقیقات کو جسکو ہم نے اسبق میں گزارش کی ہے
 کہنا کہ فرق بنیہ معلوم ہوگا **قولہ** چوتھا جواب آیت شریف کا قبل پڑو اور تمام
 سورہ کریمہ کو دیکھو۔ قیام اللیل میں ہے۔ **اقول** بالانس والعین ہنئے آیت شریف
 کا قبل پڑھا اور تمام سورہ کریمہ کو دیکھا۔ قیام اللیل میں ہے۔ پھر اس سے ہم کو کیا
 ضرر ہوا۔ کیونکہ اس تقدیر پر بھی معنی آیت شریف کے یہ ہوئے فاقوا واما تیتس من
 القرآن فی قیام اللیل یعنی قیام اللیل میں جس قدر اور جہاں سی قرآن کریم آسان ہو پڑو۔
 تمام رات یا اس کا نصف یا ثلث یا کثیرین جاگنا اور قرآن کریم پڑنا کچھ ضرور نہیں
 کیونکہ آیتیں موجب تکلیف ہے۔ اس جواب سے بھی کوئی بات تخصیص یا نسخ کی نہ ملے گی
قولہ اگر قاعدہ العبقری لعموم اللفظ لا خصوص التبی منظور نہیں **اقول** ہم کو یہ
 قاعدہ بہرہ چشم منظور ہے۔ اس کا کوئی منکر ہی منکر ہوگا **قولہ** اور تخصیص ہی
 لینا ہے **اقول** عموم جو حقیقی معنی ہیں بغیر داعی کے کیوں چھوڑے جاویں
 اور مجاز بلا ضرورت کیوں اختیار کیا جاوے۔ انما یصلی الی الجواز عند تعدد الحقیقتہ
 قاعدہ مسلم ہے **قولہ** تو تہجد میں خاص رکھے **اقول** تہجد میں خاص کہنے کی کوئی
 وجہ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ العبقری لعموم اللفظ آہ کی منظوری ہو چکی ہے **قولہ** یا۔ من القراءۃ
 مجازاً من الصلوۃ مراد لیجئے **اقول** باوجود امکان حقیقت کے ازکاب مجاز کا کون

کتاب التبیان فی التفسیر

داعی ہی اور قائمہ از العمل بالحقیقۃ ان ممکن سقط بالجائز کے ترک پر کون متقاضی ہے۔

قولہ فاقروا کے امر سے مقتدی - منفرد - امام - سب نمازیوں پر قرات تحقیقاً فرض ہے۔ آہ

اقول (حقیقۃ کا لفظ یاد رہے) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاَوْزَامُنِیْسُ اَہْ وَقَالَ عَلِیُّ السَّلَام

لا صلوة بقرآن و لا مستلم اس آیت شریف اور حدیث مرفوع سے معلوم ہوا۔ کہ امام اور

مفتدی۔ منفرد پروات فرض ہے۔ آوریہ مذکورین مامورین طبعی و ارات میں۔ پتہ شارع

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے بیان فرمایا کہ قرأت کے دو قسم ہیں۔ یقینی۔ غبی۔

جیسے تیرا وجود ہے میں سمجھتا ہوں۔ واجب ممکن۔ منہج۔ یا کمالی مقسم بدو قسم ہے۔ کمالی مساوی۔ کمالی ہے

مسئلہ - اور مورد اور خورد بھی بیان فرمائے کہ اول محل نام و خورد ہی یا ہو طہر اودم و محل مقتضی

سے والیہ شاربوعہ فارحانہ الامام لہ فائدہ پس ماو یبائن رسکوم ہوا کہ کسی

فرض ہے۔ - اچھا و فقہ ہے۔ - کنہ کلام شارح کا فاقہ دوا ہے۔ - نہ فاقہ دوا حقیقتاً ناقصہ و ناقصہ

قولہ آیا بعض نعمتہ فافر دین مقتدی کے حقیقہ ترا حکم اور مجازی لی ہے۔ اقوال مقتدی کے حقیقہ

حکمی لیتا تو ناسر و جب کا سلطان حکم شام کے ہے۔ الا اسکو مجاز کہنا ایا کا ہے۔ کیونکہ قراء حکم لینے کے یہ معنی ہیں کہ

قراہی جو ایک قسم حقیقی قراہ مطلق کا ہے اس کا نام مقتدی ہے نہ کہ قراہ کے معنی مجاز قراہ ہے

كما في صاحب الرسالة هذا ما سمع الآن قال العيني في شرح الهداية - فأقلت

قوله صلى الله عليه وسلم قراءة الإمام له قراءة يعارض قوله تعالى فاقروا - فلا

یہودی نے خبر الواحد - قلت جعل المقتد کے قاریا بقولہ الامام فلا ینزع التکرار

انھیں قولہ ذیل میں ہم نے آخر ما قبل عام کی محضیں کو آپ اور اہل حق تعالیٰ جانتے ہیں

اہول پڑے جہی سکایان ہو چکا ہے۔ لہٰذا لوسی سعی اسکافل ہیں۔ لہٰذا عامی تحصیل

خام ہے۔ اور یہ کسی کتاب ممبر بنی میں اسکا چھ درجہ ہے۔ پھر عیض سے اس طرح ہوتا ہے

الطیفر بالاحققات لولہ پہنا بواب ماما لہ یہ یہ مسوں ہیں۔ - الا جسے ہیں یہ یہ

خاص حادثہ کا ذکر ہے **اقول** فرضی تسلیم کی کیا ضرورت ہے۔ فی الواقع یہ آیت
منوخ نہیں۔ آور نہ اب تک آپکی کلام سے اسکا نسخہ ثابت ہوا ہے۔ آور خاص حادثہ
کا ذکر نہیں۔ بلکہ العبرة للمعوم اللفظ کے قاعدہ سے عام ہے۔ آور اب تک اوس کا
عموم زائل بھی نہیں ہوا **قوله** دیکھو جو کے خطبہ میں **اقول** اس سلسلہ میں چند امور
قابل استفسار ہیں (اول) یہ دو رکعت سنت جمعہ میں۔ یا تحیۃ المسجد (دوم)
علی التقیرین فرض ہے۔ یا سخت (سوم) سماع خطبہ کا فرض ہے یا نہ (چہام)
امام کے خطبہ پڑھنے کی وقت کلام ممنوع ہے یا مباح (پنجم) یہ قصہ لیکر غطفانی
کا قبل الخطبہ تھا۔ یا عین خطبہ کی حالت میں (ششم) عدم جواز صلوة بوقت خطبہ
حنفیہ کرام کا بھی مذہب ہے۔ یا صحابہ اور تابعین سے کسی اور کا بھی یہ مذہب ہے۔
(ہفتم) جو شخص باہر سے آئے اسی کے لئے یہ دو رکعت پڑھنی چاہیے۔ یا جو پہلے
سو ہی داخل مسجد ہو اوس کو بھی پڑھ لینا جائز ہے (ہشتم) جو شخص ابتدا خطبہ میں
داخل ہو اوس کو پڑھنی چاہیے۔ یا اخیر خطبہ میں داخل مسجد ہو وہ بھی پڑھ لے۔ یہ
جملہ امور قابل استفسار ہیں **قال النووی** اذا دخل (رجل) الجامع يوم
الجمعة ولا امام يحض استحب ان يصلي ركعتين تحية المسجد۔ ویکر
الجلوس قبل ان يصليها۔ وانه استحب ان يجوز فيها لسمع بعدهما الخطبة۔ و
حكي هذا المذهب ايضا عن الحسن البصري وغيره من المتقدمين **قال القاضي**
وقال مالك والليث وابو حنيفة والثوري وجمهور السلف من الصحابة والتابعين
لا يصليها وهو مروى عن عمرو عثمان وعمر بن الخطاب وغيرهم۔ وجمعهم لا يبر
بلاضات انتهى۔ یعنی نووی شافعی شارح صحیح مسلم۔ صحیح مسلم کی شرح میں کہتا ہے
جب جمعہ کے دن کوئی آدمی جامع میں داخل ہو۔ اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو۔ تو اس کے
لئے مستحب ہے کہ دو رکعت خفیف تحیۃ مسجد پڑھے تاکہ اون کے بعد خطبہ سنے۔ اور اس کے

ہلک غطفانی کی تحفہ کا جواب۔

پڑھنے سے پہلے اسکو بٹھنا کر وہ ہے۔ اور حکایت کی گئی ہے کہ یہ مذہب جس بھری
 وغیرہ متقدمین کا ہے۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہے۔ کہ امام مالک۔ لیث۔
 امام ابو حنیفہ۔ اور جمہور سلف صحابہ اور تابعین نے کہا کہ نہ پڑ ہے اونکو۔ اور بھی وایت
 کی گئی ہے۔ حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے۔ اور انکی دلیل و اذکار
 القرآن فاستمعوا له وانصتوا ہے نووی کے بیان سے ثابت ہوا کہ دو رکعت تکبیر
 میں سنت جمعہ نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مستحب میں فرض نہیں۔ اور یہ بھی ثابت
 ہوا کہ یہ مذہب فقط حنفیہ کا ہی نہیں۔ بلکہ امام مالک اور لیث اور امام ثوری۔ اور
 جمہور سلف صحابہ اور تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور حضرت عمر اور عثمان اور
 علی رضی اللہ عنہم سے ہی یہی مروی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو باہر سے اگر اس حالت
 میں داخل ہو وہی پڑے۔ موجود فی السجدہ نہ پڑے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ
 جمہور سلف صحابہ اور تابعین۔ اور امام مالک۔ اور ثوری۔ اور لیث۔ اور امام
 ابو حنیفہ اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے نزدیک سننا خطبہ جو کہ فرض
 ہو تارک تارک فرض ہوگا۔ امور مذکورہ سی امر (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸)
 کلام نووی سے ثابت ہو چکا رہا امر (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰)

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت

ولا امام يخطب فقد لغوت - مثقوع عليه - مشکوة ص ۱۱۲ وعن ابن عباس قال

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ترك كلمة يوم الجمعة ولا امام يخطب فهو

مكثل الحمار يحمل اسفارا - والذي يقول له انصت ليس له جمعة رواه احمد

مشكوة ص ۱۱۵ - ثبوت امر (۲۱) ذكر الزبلي في تحف الخواص احاديث الهداية وقد بينا

النسائي في سننه الكبرى على حديث سليل بن عبد الصلوة قبل الخطبة

ثم اخرج عن ابن الزبير عن جابر قال جاء سليل قبل ان يصلي فقال له عليه السلام

ارکعت رکعتین قال لا قال قم فارکعہما انتھی۔ ص ۱۳۱ لکن یاباہ لفظ الشیخین دخل

رجل یوم الجمعة والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الحدیث۔ ثبت انہ کان فی الخطبة

ثبوت امرہ فی ارشاد النبی **تنبیہ** لوجاہ فی اخر الخطبة فلا یصلی ثلثا یقو

اول الجمعة مع الامام۔ قال فی الجمعی وهذا محمول علی تفصیل ذکر

المحققون من انہ ان غلب علی ظنہ انہ ان اصلہا فاتتہ تکبیرۃ الاحرام

مع الامام لم یصل التحیۃ بل یقف حتی تقام الصلوۃ ولا یقعد ثلثا لیکون جالسا

فی المبعد قبل التحیۃ قال ابن الرضیہ۔ ولو صلیہا فی هذه الحالة استحب للامام

ان یزید فی کلام الخطبة بقدر ما یکملہا فان لم یفعل الامام ذلك۔ قال فی

الامام کھٹلہ۔ فان صلیہا وقد اقيمت الصلوۃ کرہت ذلك لہ انتھی۔ انتھی

ص ۱۵۱۔ اس نقل سے ثابت ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک بھی اخیر خطبہ میں داخل

ہونیوالے کے لئے تجتہ مسجد ممنوع و مکروہ ہے۔ اور اس کراہت کا داعی سماع

خطبہ کا ہے۔ واذ اقرر هذا۔ پس نظر بار چہارم معلوم ہوا کہ وقت خطبہ کے

خود کلام کرنا۔ یا اور کو اقصیت۔ یعنی امر بالمعروف کرنا ممنوع مشرعی ہے۔ اس کے

جواز کا کوئی اسمہ دین سے قائل نہیں۔ محل نزاع فقط تجتہ مسجد کذا فی ہے۔ سو

نظر بار سیکویم ثابت ہو چکا ہے کہ جمہور سلف صحابہ۔ اور تابعین۔ اور مالک امام

اور ثوری۔ اور لیث۔ اور امام ابو حنیفہ۔ اور حضرت عمر فاروق۔ اور حضرت عثمان بن

عفان۔ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے نزدیک سماع خطبہ کا فرض ہے۔ جبکہ

فرض ہوا تو مارک مارک فرض ہو گا۔ اور نظر بار دوم۔ اور ششم اس تجتہ مسجد

کی فرضیت کا اسمہ دین کو کوئی قائل نہیں۔ شافعیہ کے نزدیک بھی مستحب ہے۔

مستحب بھی کیسا کہ اگر داخل فی مسجد اخیر خطبہ میں آئے تو تجتہ مسجد نہ پڑھے۔ تاکہ اول

جمعة مع الامام فوت نہ ہو۔ اگرچہ ہے تو مکروہ ہے۔ اور جب سماع خطبہ کا فرض ہوا۔ تو

بموجب قرار داد سلف صحابہ اور تابعین اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ

اور مالک وغیرہم کے۔ امر یا سلیک فادکم رکعتین اور اذا جاء احدکم فلیکرم

رکعتین۔ امر یا تجاہلی ہوا۔ وھذا لم یقل فرضبتنا عن احد من الائمة اس لی

ہمارے اصحاب خفیہ کرام نے جہان امور کی طرف نظر فرمائی۔ اور احادیث مرفوعہ۔ اور

انصار صحابہ اور عملہ سلف صالحین کا ملاحظہ کیا۔ تو اس جماعی ہیئت کی ترجیح نہ

پڑھنے کی پائی۔ اور احتیاط اور عدم الامور اور جمیع النصوص اسی میں پایا۔ نظر

علیٰ ذلک ہماری اصحاب نے حدیث سلیک کے لئے جواب دئے (۱) حدیث سلیک

معارض ہے اندوحدیث کے حدیث اول عن عبد اللہ بن بس قال کنت جالساً

الجنبہ یوم الجمعة فقد جاء رجل یخطب قاب الناس یوم الجمعة فقال له

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجلس فقد اذیت وایت رواہ الطحاوی۔ وابن

ماجہ ولفظہ للطحاوی یعنی ایک آدمی جمعہ کے دن آیا۔ اور اس نے لوگوں کو ایذا

دی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ تو بدیر آیا۔ اور لوگوں کو ایذا

دی تو نے دیکھو کہ اس شخص کو حضرت بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ اور تجتہ اسجد کے لئے

نفرمایا۔ طحاوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مخالف ہے حدیث سلیک کے انتقار

وحملہ علی ان دخوله وقع فی اخر الخطبة بحيث ضاع الوقت عن التوبة۔ او کان

قد صلی التوبة فی مؤخر السجدة ثم تقدم لیقرب من سماع الخطبة۔ فاحتملات

مرکیۃ لا یقبلہ العلم الخبیر حدیث دوم ذکر ابو محمد عبد الحق فی احکامہ

قال وروی ابو سعید الخالی فی کتابہ عن محمد بن ابی مطیع عن ابيه عن محمد

بن جابر عن ابی اسحاق عن المحث عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا

تصلون ولا امام یخطب انتم ذکر الزبلی فی تخریج احادیث الهدایۃ ص ۳۱ (۲)

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلیک کے لئے خطبہ پڑھنے سے رک گئے۔ جب سلیک

تجاری

نہجۃ

تختہ المسجد سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر خطبہ شروع فرمایا۔ اور یاس لئی لوگوں کو معلوم ہو کہ تختہ المسجد حق المسجد ہے۔ اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے **حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ - أَنَا -**

أَبُو مَعْشَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ أَمْرًا أَنْ يُصَلِّيَ الْعَتَمِينَ
أَسْلَمَ فِي خُطْبَةٍ حَقٍّ فَرَّغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ ثُمَّ حَادَ إِلَى الْخُطْبَةِ - وَلْيُؤَيِّدَهُ
مَا رَوَى الدَّارِقُطْنِيُّ مُسْنَدًا وَمَرْسَلًا - وَقَالَ هَذَا الرَّسْلُ هُوَ الصَّوَابُ اور مرسل

حُجَّتٌ بِرَحْمَتِنَا - وَحَدَّثَنَا مَالِكٌ - وَجْهٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ - وَقَدَّمَ فِي مَامَرٍ حَقِيقَةً فِي
الْفَائِدَةِ الثَّانِيَةِ فَلْيَنْظُرْ ثُمَّ اور کہی کہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بھی کرتے تھے کہ خطبہ کو قطع کرتے اور پھر رجوع بخطبہ فرماتے **رَوَى التَّيَمْنِيُّ بِسَنَدٍ**

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخِطُبُ
بِجَاهِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَعَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَمْرًا يَثْرَانِ فِيهِمَا قَوْلُ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَطَعَ كَلَامَهُ فَمَحَلُّهُمَا ثُمَّ حَادَ إِلَى النَّبِيِّ الْحَدَّثَ مِنْ ۲۳
وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ - وَالْقَزْمِيَّ إِضًا - ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ - اور دارقطنی کے بیان میں صاف ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیک کے لئے خطبہ کو قطع فرمایا۔

جَبَّ وَهُوَ فَارِغٌ هُوَ تَوْبَهُ شَرُوعُ كَمَا - فَلَمْ يَكُنْ حَدِيثَ سَلِيكَ الْغُفَا فِي حُجَّةٍ عَلَيْنَا
أَوْ فَرَمَحَ الْقَدْرَ بِمَا يَمِينُ لَعْنَةُ ذِكْرٍ أَحَادِيثَ دَارِقُطْنِي كَيْ لَكَاهِي " وَغَرَفَقُولُ لِلرَّسْلِ

حُجَّةٌ فَيَجِبُ اعْتِقَادُ مَقْتَضَاهُ عَلَيْنَا - ثُمَّ رَفَعَهُ زِيَادَةُ إِذْ لَمْ تَعَارِضْ مَا قَبْلَهَا فَاِنْ
خَبَرَ سَأَلَتْ عَنْ أَنَّهُ أَسَاحُ خُطْبَتِهِ أَوَّلًا - وَتَزَادَةُ الثَّقَفُ مَقْبُولَةٌ - وَتَجَزَّدُ

تَزَادَةُ لَا تَوَجُّهٌ لِكَيْ يَنْطَلِقَ وَلَا لَمْ تَقْبَلْ زِيَادَةُ وَتَزَادَةُ مُسَلَّمَةٌ فِيهِ مِنْ قَوْلِهِ
أَوْ إِجَاءَ لِحَدِّثِ الْحَقِّ وَالْأَمَامِ يَخْطُبُ فَلْيَرْكِعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَجُوزْ فِيهِمَا - لَا يَنْفِي كَوْنُ

الْمُرَادِ أَنْ يَرْكِعَ مَعَ سَكُونِ الْخُطْبِ لِمَا ثَبَتَ فِي الشَّيْءِ مِنْ ذَلِكَ أَنْتَهَى (۳۱) جَوَابُ حَضْرَتِ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتے

خاتم

کاسیک کو فرما فتحہ فصیل قبل از نسخہ کلام فی الصلوة تھا۔ جبکہ کلام فی الصلوة منسوخ ہوئی تو خطبہ میں بھی منسوخ ہوئی لہذا شرط صلوة الجمعة (خارج)

الطحاوی بسندہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قلت

لصاحبک انصت والامام یخطب فقد لغوت اور اس حدیث کو بخاری و مسلم نے

بھی بطریق ابو ہریرہ بیان کیا ہے کما مر۔ **قال** الطحاوی فاذا کان قول الرجل

لصاحبہ والامام یخطب انصت لغوا۔ کان قول الامام للرجل قم فصل لغوا

ایضاً۔ ثبت بذلک ان الوقت الذی کان فیہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الامر لسلیمان بما امر بہ کان الحکم منہ فی ذلک۔ بخلاف الحکم

فی الوقت الذی جعل مثل ذلک لغوا **وقد روى** عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فی ذلک عن ابی الذر داء۔ آتہ قال جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی يوم

الجمعة علی المنبر یخطب الناس قدامیة والی جنبی ابی بکر کعب فقلت لہ یا

ابی متی نزلت هذه الآية فابی ان یتکلمنی حتی اذا نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن المنبر قال مالک من جمعتک الامام لغوت۔ ثم انصرف رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فجمعتہ فاحبته۔ فقلت یرسل اللہ انک تلوت ایة والی جنبی ابی بکر

فسالته متی نزلت هذه الآية فابی ان یتکلمنی حتی اذا نزلت زعم انه لیس فی من جمعتہ

الامام لغوت **قال** صدق اذا سمعت مالک یتکلم فانصت حقینصت **وقد**

اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالانصات عند الخطبة وجعل حکما فی ذلک حکم

الصلوة وجعل الکلام فیہا لغوا۔ ثبت بذلک الصلوة فیہا مکروہۃ۔ فاذا

کان الناس منہ یتین عن الکلام ما دام الامام یخطب کان کذلک الامام منہ یتاعن

الکلام ما دام یخطب بغير الخطبة۔ **الا** ترى ان المانین ممنوعین من الکلام فی الصلوة

فکذلک الامام۔ فكان مامع منہ فیرام قد منع منہ الامام فکذلک۔ **لما**

منع غیر الامام من الکلَام فی الخطبۃ کان الامام منع بذلك ایضاً من الکلَام
 فی ما هو من غیرها **وقل** روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلك ایضاً
 پہر طحاوی نے نوکد اس مضمون کے بہت احادیث مرفوعہ بیان کر کے فرمایا۔ فقہی
 الآثار ایضاً الامام بالانصات اذا تکلم الامام فذلك دلیل علی ان موضع
 کلَام الامام لیس بموضع صلوة۔ فہذا حکم الباب من طریق تصحیح معانی الآثار
 واما وجہ النظر فاننا رأینا ہم لا یختلفون ان من کان فی السجود قبل ان یخطب
 الامام۔ فان خطبۃ الامام تمنعه من الصلوة لیصیر بہا فی غیر موضع صلوة
 فالنظر علی ذلك ان یکون كذلك داخل السجود والامام یخطب۔ داخلہ فی
 غیر موضع صلوة فلا ینبغي ان یصلی **وقل** رأینا الاصل الثقی علیہ **ان**
 الاوقات التي تمنع منه الصلوة یستوی فیہا من كان قبلہا فی السجود ومن
 دخل فیہا السجود فی منعہا یاہما من الصلوة۔ قلما كانت الخطبۃ تمنع من كان
 قبلہا فی السجود عن الصلوة كانت كذلك ایضاً۔ تمنع من دخل السجود بعد دخول
 الامام فیہا من الصلوة انتہی۔ ان احادیث مرفوعہ اور وجہ نظر سے ظاہر ہوا۔ کہ
 حدیث سلیک کی اور اذا جاء احدکم الحدیث خفیہ حجت نہیں۔ آبہم وہا نار جو
 متقدمین سے اسباب میں منقول ہیں نقل کرتے ہیں تاکہ متقدمین کا علم رابد بھی معلوم
 ناظرین ہو۔ مالک قال ان شہادت فخرج الامام یقطع الصلوة وکلَامہ
 یقطع کلَامہ انتہی۔ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ عن علی وابن عباس بن عمر
 اقم کا نوا کرھوں الصلوة والکلَام بعد خروج الامام علی القاری طحاوی
 بسندہ عن ثوبۃ العنبری قال قال الشعبي رأیت الحسن بن یحیی وقد خرج الامام
 فیصلی عن اخذ هذا القد۔ رأیت شیحاً۔ اذا جاء وقد خرج الامام لم یصل
 ایضاً بسندہ عن اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شہاب فی الرجل یدخل السجود

یوم الجمعة والامام یخطب قال یجلس ولا یسبح اى لا یصلی **وايضاً** بسنده

عن خالد الخدّاء ان ابا قلابہ جاء یوم الجمعة والامام یخطب فجلس ولم یصل

وايضاً بسنده عن عقبہ بن عامر قال الصلوۃ والامام علی المنبر معصیۃ **وايضاً**

عن ابن شہاب قال اخبرني ثعلبہ بن ابی مالک القرظی ان جلوس الامام علی المنبر

یقطع الصلوۃ وکلامه یقطع الکلام **وايضاً** بسنده عن هشام بن عروۃ قال لیت

عبد الله بن صفوان - دخل المسجد یوم الجمعة وعبد الله بن الزبیر یخطب علی

المنبر وعلی زاد وراء وضلان وهو متعم بعامة فاستلم الرکن ثم قال السّلام

علیک یا امیر المؤمنین ورحمة الله وبرکاته ثم جلس ولم یرکع **وايضاً** بسنده

عن عطاء قال کان ابن عمرو بن عباس یرکع کما کان الکلام - اذا خرج الامام

یوم الجمعة **وايضاً** بسنده عن حماد انه کره ان یصلی والامام یخطب - انتهی

ابن ابی شیبہ فی مصنفه عن عروۃ قال اذا قعد الامام علی المنبر فلا صلوۃ

انتهی - ذکرہ الزیلعی فی تحقیج احادیث الهدایۃ ان آثار سے حال متقدمین کا معلوم

ہوا اور عملدرآمد و نکاح بھی ثابت ہوا - راقم کی غرض اس بیان سے صرف یہ کہ ناظرین

کو معلوم ہو - کہ حنفیہ کرام نے قرآن اور احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ اور عمل متقدمین

میں اس طرح تطبیق فرمائی ہے - اور یہ بھی ظاہر ہو کہ صاحب رسالہ کا یہ کھنا کہ آپ کو کون

نے اس جملہ (اذا جاء احدکم آة) کو پس پشت ڈالا - طعن عجیب ہے - بفضلہ تعالیٰ

صاحب رسالہ اپنی تہذیب کے سخت مدعی تھے - آما معذور ہیں کہ قلم چل گیا - الا اس امر کا

خیال فرمایا کہ اس طعن کا محل صرف خفیہ ہی نہیں - بلکہ اسکی نوبت جمہور صحابہ - اور

تابعین - اور حضرت عمر - عثمان - علی - عبداللہ بن عمر - ابن عباس - مالک ثورث

لیث - ابن شہاب - ثمریح - شعبی ابو قلابہ - ثعلبہ بن مالک - عبداللہ صفوان - حماد

ثورثہ - وغیر ذلک تک پہنچتی ہے - اگر ہم بھی باتباع صاحب رسالہ یہ کہیں کہ صاحب

رسالہ یہ کہیں کہ صاحب رسالہ نے ظاہر امر انتخابی پر جسکی تعلیق بھی ہو سکتی ہے
 عمل کی نیکی حجت سے۔ قرآن کریم اور احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ اور عمل متقدمین
 خصوصاً حضرت عمر عثمان۔ علی ابن عمر۔ ابن عباس کو پس پشت ڈالا۔ تو شاید
 بیجا نہ ہوگا۔ کہ یہ بیان واقعی ہے **قولہ** مرفوعہ کے سامنے عارضہ کے قابل نہیں
اقول اس سے کون معارضہ کرتا ہے۔ بلکہ معارضہ اس کے وہ حدیثیں مرفوعہ ہیں۔
 جنکا ذکر اسبق میں ہو چکا ہے۔ آثار صحابہ اور تابعین کے انکے نوایات اور
 معاضدات سے ہیں۔ شاید صاحب رسالہ نے شبہ کرنے کی جہت سے اسی پر انحصار
 معارضہ کا فرمایا۔ اور ان حدیثوں کو پس پشت ڈالا **قولہ** اور مرسل کی محبت میں کلام
 ہے **اقول** مرسل کی محبت ہونے کی تحقیق قایدہ دوم میں گز چکی ہے۔ اور اس
 محل میں مرسل کے حجت ہونے کے سوا زیادتی نقد کی ہے۔ و زیادة الثقة مقبولة كما مر
 من الفتح اور نیز یہ معارضہ بھی ہے **قولہ** امام نووی نے سچ کھاہ **اقول** امام
 نووی کا یہ طعن قابل تسلیم و سوقت ہوتا۔ جبکہ ہم کو یقیناً معلوم ہو کہ حضرت عمر
 عثمان۔ علی۔ ابن عمر۔ اور ابن عباس کو یہ لفظ نہیں بھونچا۔ بلکہ ابن کی روایت
 قال له صل لکعتیز و حضرت علی الصدقة الحدیث بل عند احمد وابن حبان اتے
 اکثر ائمہ بالصلوۃ ثلاث جمع ذکر القسط لانی یقین دلاتی ہے کہ حضرات مذکورین کو
 اس واقعہ پر اطلاع ہو سنی ہوگی۔ کیونکہ جمع کے دن محضر شریعین یہ ماجری وقوع میں آیا
 و حضرت خلیفۃ الداعیہ سلم نے حاضرین کو صدقہ پر شوق دلایا۔ اور تین جمعہ متواتر بیچہ
 واقعہ وقوع میں آیا۔ پھر عقل کب باور کرتی ہے۔ کہ ان حضرات کو یہ واقعہ اصلاً یا بوط
 معلوم خصوصاً انہم رضی اللہ عنہم مع علم بطہر الواقعہ عملوا بخللافہ انکس
 من مشکوۃ النبوت فیکف یسلم قولہ النووی (ولا اظن عالماً او) پس معلوم ہوا۔ کہ
 ظن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نہیں اعتقاد کے سبب ہے۔ یہ فتوایں حجتہ عند

الختم قولہ اور حق یہ ہے **اقول** پس حق یہ ہے کہ آپ صلاً اصلاً کہتے
 بھی ان کتین عند الخطب کے ترک ہون **قولہ** اول تو اس لئے کہ حدیث اذا جاء الحدیث
 حدیث صحیح غیر متعارض مرفوع ہے **اقول** اول تو اس لئے کہ دو حدیثیں مرفوعہ اس کے
 معارض ہیں کمائناک من قبل ووم اس لئے کہ آثار صحابہ ان کے مؤید اور معاضد ہیں
 سیوم اس لئے کہ جہور سلف صحابہ اور تابعین اور حضرت عمر و عثمان و علی و ابن عمر
 اور ابن عباس وغیرہم علماء دین جبکہ ذکر ہو چکا ہے۔ ان تمام نے پڑھے گو اختیار کیا۔
قولہ دوم اسوہ طہ کہ آپ کے نزدیک صحابی کا قول حجت ہے۔ اور اس مسئلہ میں صحابی
 کا قول بلا معارض موجود ہے **اقول** صحابی کا قول حجت تب ہوتا جب آپ کے
 معارض مرفوع حدیث نہوتی واذلیس یس علماء وہ بران اس طرف ایک صحابی۔
 اور اس طرف قول حضرت عمر۔ عثمان۔ علی۔ ابن عمر۔ اور ابن عباس کا موجود ہے۔ پھر
 مرتجح کون ہوا۔ اور غیر معارض کہنا بے دلیل ہے۔ بلکہ اس کے معارض قرآن اور
 مرفوع حدیثیں اور آثار صحابہ وغیرہ موجود ہیں کما لکننا یضام **قولہ** اور آپ
 کے آثار **اقول** احادیث مرفوعہ مع آثار موجود ہیں۔ پس کیونکہ حجت ہون **قولہ**
 رکعتین خفقتین ہیں **اقول** جبکہ خطبہ کی وقت نماز مطلقاً ممنوع ہے تو خفقتین کا جواز
 کہاں سے نکل آیا **قولہ** ایسا ہی محرم اگر حالت احرام میں مرجح ہو تو اس کے سر کو آپ
 لوگ ڈھانپنا اور جنوب لگانا جائز جانتے ہیں۔ اور فلا یخطو ولا یخروفہ رأسہ فان
 اللہ یبعثہ یوم القیمۃ محمد اسی ایک شخص کے حقیقی خاص کہتے ہیں جبکہ حقیقی رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا **اقول** یہ حدیث یورسی یون **روی البخاری**
 بسندہ عن ابن عباس قال بینما رجل واقف مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعرفۃ اذ
 وقع من رحلہ فاقصعته۔ او قال فاقصعته۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اغسلوہ بملہ وسکوا کفوفہ فی ثوبین ولا یخطو ولا یخروفہ رأسہ فان اللہ یبعثہ

وہایت عینہ تدعان۔ فقال هل فيكم من احد لم يقارف الليلة فقال بطحمة
انا قال فانزل في قبرها قال فتر في قبرها انتهى۔ وقد كان عثمان اولي

بذلك عن ابى طلحة۔ لان الزوج احق من غيره بمواراة زوجته۔ قال ابن منير

ففيه خصوصية۔ نقله القسطلاني۔ قايں العموم و**بما روى مسلم**

يسنده عن ام عطية قالت لما تزلت هذه الآية۔ يبايعنك على ان لا يشركن بالله

الى اخرها قال ويعصينك في معروف۔ قالت ان من النياحة۔ قالت فقيل رسول

الله ص الال فلان فانهم كانوا سعدوني في الجاهلية۔ فلا بد لي ان اسعدهم۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الال فلان انتهى۔ **قال النووي**

قوله الال فلان۔ هذا محمول على التخصيص لا على عطية في ال فلان خاصة كما

هو ظاهر۔ ولا نقل النياحة لغيرها ولا لها في غير ال فلان كما هو صحيح في

الحديث۔ قلت اخرج ان يخص من العموم ما شاء انتهى۔ وقال ايضا ان النياحة

حرام مطلقا۔ وهو مذهب العلماء كافة انتهى۔ يعني نوحه كرنا مطلقا حرام ہے۔ الا

حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ام عطیہ کو ال فلان کے لئے اجازت دی۔ واذ ثبت

هذا قايں العموم و**بما روى** ابو داود عن عمارة بن خزيمة بن ثابت عن عمة

وكان من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ان النبي صلى الله عليه وسلم ابتاع

من اعرابي فرسا الحديث۔ وفيه قال جل النبي صلى الله عليه وسلم شهادة خزيمة

برجلين يعني حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے شہادت خزيمة فقط کو برابر شہادت دوم دون

شہر ایا۔ قايں العموم و**بما** اخرج ابن سعد عن اسماء بنت عمير قالت لما اصيب جعفر

بن ابى طالب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم تسلي ثلثا۔ ثم اصنع ما شئت۔

حيث امرها ان لا تحذر لاحد۔ قايں العموم۔ الرخص شارع ما كرے۔ له ان يصير العموم

ما شاء قوله بخبر صنف كونه في الحق اقول یہ دعوت چمکہ خلاف تہذیب و عفت ہے

میں۔ لہذا اگر جواب سے قلم رکتا ہے۔ علاوہ بران بابہ الامتیاز کا حال ناقد سے
 بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔ ذرا بقتب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر دیدہ انصاف سے دیکھنا چاہیے
قوله ساتھ جواب **اقول** اس کا جواب۔ جواب چہارم میں مفصلاً مذکور ہو چکا ہے
 جس کا خلاصہ یہ ہے۔ منفرد۔ امام۔ اور مقتدی سب کے لئے قراءت حقیقی ہے۔
 مجازی کہیں بھی نہیں۔ الا منفرد اور امام میں قراءت حقیقہ ہے۔ اور مقتدی میں
 قراءت حکماً ہے۔ اور یہ دونوں علم التوہید فرد قراءت کے حقیقی ہیں۔ تحقیق و
 مجاز نہیں۔ تاکہ جمع بینہما لازم آئی۔ کما فقہہ صاحب التہ سالۃ۔ ومن فیما من تثبت
 ان الایۃ قطعۃ الدلالۃ لا خلاف فیہا **قوله** الا عام قرآنی کی تخصیص **اقول** عموم
 قرآنی کی تخصیص سنت متواترہ سے جائز ہے خبر واحد سے جائز نہیں فی فوائد التہمات
 چون تخصیص السنۃ بالسنۃ وتخصیص المتواترۃ بالکتاب بالعکس۔ ولا یعول
 عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد لان الکتاب قطعی من کل وجہ۔
 لان المتن متواتر والعام قطعی الدلالۃ کما من باقوم حجت۔ والخبر ظنی متناً لانہ خبر
 الواحد فلا يجوز ان تہی ملتقطاً **قوله** اور فرضیت فاتحہ پر سنت ثابتہ موجودہ **اقول**
 در باب فاتحہ خبر واحد موجود ہے۔ اور وہ مثبت فرضیت نہیں ہے۔ مع انہ معارضہ
 لکتاب السنۃ الثابتۃ واثار الصحابہ **قوله** اس کا ذکر سابق میں ہو چکا ہے **اقول**
 اسی محل میں اور اس کا جواب یہی گزر چکا ہے **قوله** صحابہ کرام میں معمول تھا کہ اخبار
 پر عمل کرتے **اقول** اخبار احاد پر عمل کرنا تو عین مذہب خفیہ کرام کا ہے۔ دیکھو
 نور الانوار میں لکھا ہے ولانہ (خبر الواحد) یوجب العمل دون علم الیقین اور تملو کہ
 میں ہر الثالث وهو خبر الواحد یوجب العمل دون علم الیقین اور توضیح میں ہر
 الثالث (رای خبر الواحد) یوجب غلبۃ الظن اذا جمع التلخیص التي تنکرھا
 انشاء اللہ تعالیٰ وہی کافیۃ بوجوب العمل اور صاحب اصول شاشی لکھا ہے وہی

میں۔ لہذا اگر جواب سے قلم رکتا ہے۔ علاوہ بران بابہ الامتیاز کا حال ناقد سے
 بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔ ذرا بقتب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر دیدہ انصاف سے دیکھنا چاہیے
قوله ساتھ جواب **اقول** اس کا جواب۔ جواب چہارم میں مفصلاً مذکور ہو چکا ہے
 جس کا خلاصہ یہ ہے۔ منفرد۔ امام۔ اور مقتدی سب کے لئے قراءت حقیقی ہے۔
 مجازی کہیں بھی نہیں۔ الا منفرد اور امام میں قراءت حقیقہ ہے۔ اور مقتدی میں
 قراءت حکماً ہے۔ اور یہ دونوں علم التوہید فرد قراءت کے حقیقی ہیں۔ تحقیق و
 مجاز نہیں۔ تاکہ جمع بینہما لازم آئی۔ کما فقہہ صاحب التہ سالۃ۔ ومن فیما من تثبت
 ان الایۃ قطعۃ الدلالۃ لا خلاف فیہا **قوله** الا عام قرآنی کی تخصیص **اقول** عموم
 قرآنی کی تخصیص سنت متواترہ سے جائز ہے خبر واحد سے جائز نہیں فی فوائد التہمات
 چون تخصیص السنۃ بالسنۃ وتخصیص المتواترۃ بالکتاب بالعکس۔ ولا یعول
 عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد لان الکتاب قطعی من کل وجہ۔
 لان المتن متواتر والعام قطعی الدلالۃ کما من باقوم حجت۔ والخبر ظنی متناً لانہ خبر
 الواحد فلا يجوز ان تہی ملتقطاً **قوله** اور فرضیت فاتحہ پر سنت ثابتہ موجودہ **اقول**
 در باب فاتحہ خبر واحد موجود ہے۔ اور وہ مثبت فرضیت نہیں ہے۔ مع انہ معارضہ
 لکتاب السنۃ الثابتۃ واثار الصحابہ **قوله** اس کا ذکر سابق میں ہو چکا ہے **اقول**
 اسی محل میں اور اس کا جواب یہی گزر چکا ہے **قوله** صحابہ کرام میں معمول تھا کہ اخبار
 پر عمل کرتے **اقول** اخبار احاد پر عمل کرنا تو عین مذہب خفیہ کرام کا ہے۔ دیکھو
 نور الانوار میں لکھا ہے ولانہ (خبر الواحد) یوجب العمل دون علم الیقین اور تملو کہ
 میں ہر الثالث وهو خبر الواحد یوجب العمل دون علم الیقین اور توضیح میں ہر
 الثالث (رای خبر الواحد) یوجب غلبۃ الظن اذا جمع التلخیص التي تنکرھا
 انشاء اللہ تعالیٰ وہی کافیۃ بوجوب العمل اور صاحب اصول شاشی لکھا ہے وہی

(ای خبر الواحد) یوجب العمل به فی الاحکام الشرعیة بشرط اسلام الراوی الخ۔

ان نقول سواہر سے کہ خبر واحد پر عمل کر نہیں کچھ کلام نہیں۔ الا کلام خبر واحد کے
مختص ہونے میں ہے۔ کہ عموم قرآنی کا مختص خبر واحد ہوتی ہے یا نہیں ہوتی بقولہ
صحابہ کرام کا معمول تھا۔ "لیسہ فائدة تعتد بها فی اعادة فی هذا الحل فتدبر

قوله اب مختص عموم قرآنی کن یہ سبب عرض ہوتی ہے۔ یوصیکم اللہ فی اولی الامر
اقول وبالله التوفیق قبل الشروع فی المقصود۔ فیہ مقامات مستحقہ للتحقیق (۱)

لفظ کہ عند اصولین صنیع عام ہے یا نہیں (۲) آیت یوصیکم اللہ فی اولی الامر میں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہیں یا نہیں (۳) مختص اس آیت شریف کی حدیث
خبر معاشرہ الانبیاء الخ ہے یا نہیں (۴) اس حدیث کے راوی صرف حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ ہیں یا کسی اور سے بھی اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (۵) در
صورت مختص ہونے کے یہ حدیث کس قسم اور درجہ کی ہے (۶) یہ حدیث عموم کے مختص

ہونے کے قابل ہے یا نہیں۔ ان مقامات کی تحقیقات کے بعد جواب گذارش ہوگا
تحقیق مقام (۱) اصولیوں نے صنیع عموم کی بحث طوالت اور وضاحت کے ساتھ کی

ہے۔ اور کابوہر اور اذکر موجب طوالت ہے۔ لہذا اس کو بطریق اختصار کہا جاتا ہے۔
مطالب الحصول میں لکھا ہے۔ ذهب الجمهور الى ان العموم له صيغة مضمومة

حقیقة۔ وہی اسماء الشرط۔ والاسفہام۔ والموضوآت۔ والجمع المعرفة تعریف
الجنس۔ والمضافة۔ واسم الجنس۔ والذکر المنفیة۔ والفرق المحال باللام۔ والفظ

کل وجمع ونحو۔ انتھی۔ وهکذا فی التلویح۔ وفواتح الرحموت اس بیان سے
ثابت ہوا کہ کلمہ کم کا صنیع عموم کے نہیں۔ بلکہ صاحب فواتح نے اسکی تفسیر کی ہے۔

حيث قال کم ليس من صيغ العموم انتھی۔ یعنی لفظ کم جو ضمیر جمع مذکر مخاطب کی ہے
عموم کے صیغوں میں سے نہیں۔ (۷) یوصیکم اللہ فی اولی الامر میں حضرت صلوات

یہاں تک کہ خبر واحد کے
مختص ہونے میں ہے۔

داخل نہیں۔ اسلئے کہ عموم اولاد میں مراد اولاد فحاطین کچھ کی ہے۔ اور وہ امت

ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ **فی فواتح الرحموت** وخصوصاً تلك الآية بقوله

صلی اللہ علیہ وسلم عن معاشر الانبياء لا نورث وفيه ان عموم الاولاد فی اولاد المخاطبین

(یکم) وهم الامّة ورسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ليس مخاطباً بها۔ وما تقدم من ان

الرسول ص داخل فی العموم۔ فاذا كانت الصيغة عامة والجمع وهو كذا ليس من صيغ

العموم انتهى۔ (۳) مقام دوم سے معلوم ہوا۔ کہ یہ حدیث شریف اس آیت کریمہ کی مختصر

نہیں۔ اسلئے کہ تخصیص کی ضرورت بعد الشمول ہے۔ جبکہ شمول ہی نہیں۔ تو تخصیص

بھی نہیں (۴) اس حدیث شریف کے راوی صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی نہیں۔

بلکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ابی ہریرہ وغیرہ ہی ہیں **روى** مسلم بسندہ

عن ابی ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقة۔

بسند اخر عن ابی ہریرہ ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقسم ویرثق

دیناراً ما ترکت بعد نفقة نسائی وموتہ عساکل فهو صدقة **وروی البخاری**

وابوداؤد ایضاً عن ابی ہریرہ **وروی** مسلم بسندہ عن عائشہ قالت ملاذواج

المطهرات حیزارون طلب البیراث" ایس قدر قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

لا نورث ما ترکنا فهو صدقة۔ ورواه ابوداؤد وعن عائشہ رضی اللہ عنہا

فی الترمذی۔ وفی الباب عن عمر۔ ولحمہ۔ والزمی۔ وعبدالرحمن بن عوف۔

سعد۔ وعائشہ۔ وفی السنن شرح الموطأ۔ اتفق اهل السنة علی هذا المعنى۔

قد روی هذا الحديث اکثر من عشرين من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیس بحسب

تقدم به ابو بکر الصديق رضی اللہ عنہ خلافاً لمن زعمه۔ انتهى ببطلانہ۔ **وفی فواتح الرحموت**

وقد عدی ابن تیمیہ الصحابة رواة هذا الحديث فبلغ ثمانية عشر انتهى۔ (۵) و

انوسلنا الشمول والتخصیص۔ یہ حدیث ایسی مستفیض اور مقبول ہے۔ جس کے ساتھ

تخصیص عموم قرآنی کی جائز ہے۔ منجملہ احاد کے نہیں۔ جو کہ تشکیم یا تنجیم

میں ہے۔ **قال جبر العلوم** ولو سلم العموم فليس من الباب في شيء۔ قال

تخصیص خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما کان۔ لانه کان قاطعاً عندہ

مثل قطعیۃ الكتاب فانه سمع مشافهة۔ قال قطع فيه فوق القطع من المتواتر

ولما تخصیص غیرہ فانه کان مقطوعاً عندہم۔ ^{ایضاً} التمر لے ان امیر المؤمنین

عمر رضی اللہ عنہ حین جاءہ امیر المؤمنین علی وعباس بنیاز عان۔ ووقی للجلس

امیر المؤمنین عثمان۔ والزیب۔ والسعد۔ سألهم القوم۔ وقال المقوم انشدکم

باللہ الذی باذنه تقوم السماء والارض۔ اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قال لا نورث ماتر کناہ صدقة قالوا نعم۔ ثم اقبل علی امیر المؤمنین علی

والعباس۔ وقال انشدکم باللہ الذی باذنه تقوم السماء والارض اتعلمان

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ماتر کناہ صدقة قالوا نعم۔ الى اخر

ما قال فقد ظهر بذلك ان اجلة الصحابة كانوا عالین متفقین بالحديث

المذکور حتی خلقوا التھی لمختصاً ر ۶) **مقام چہارم** پیچیم سے ظاہر ہوا۔ کہ یہ

حدیث مشہورستفیض ہے۔ جبکہ اس درجہ کی ہوئی۔ تو قابل تخصیص عموم قرآنی

کے ہو گئی۔ جبکہ مقامات سند کی تحقیقات ہو چکی۔ تو اب جواب گزارش ہوتا ہے۔

اوّل تو جواب اس تحقیقات کے ضمن میں معلوم ہی ہو چکا ہے۔ الا ان دیاد اللوضا

بطریق خلاصہ کے گزارش ہے۔ قولہ **کہ** کالفظ عام ہے۔ مقام اول سے صاف

ظاہر ہے۔ کہ لفظ **کہ** کا عام نہیں۔ شاید صاحب رسالہ کو جمع کے ضمیر سونے سے

او سکی عموم کا وہم ہوا ہے۔ حال انکہ ہر جمع کو اصولی عام نہیں کہتی۔ دیکھو کتب

اصول۔ بلکہ عموم کے صیغے مقررہ ہیں کماثر۔ قولہ مخزن معاشرۃ الانبیاء جینیب

جسکی راوی صرف ابو بکر ہی ہیں۔ مقام دوم سے کہلا کہلا معلوم ہو چکا ہے۔ کہ

در رد البیہار فی تفسیر قرآن
ج ۲
در رد البیہار فی تفسیر قرآن
ج ۲

اول تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت میں داخل ہی نہیں بلکہ اس میں دخل نہ تھا
مقام بخیم سے ظاہر ہے۔ کہ یہ حدیث خبر واحد نہیں۔ بلکہ ایسی مستفیض اور مقطوع
ہے کہ قابل تخصیص عموم قرآن کے ہے۔ اور مقام چہارم سے صاف ہویدا ہے
کہ راوی اس کے صرف ابو بکر ہی نہیں۔ بلکہ عائشہ صدیقہ اور ابو ہریرہ وغیرہ بہت
ہیں۔ دیکھو بخاری۔ ترمذی۔ اور سلم۔ اور تحقیقات ابن تیمیہ۔ الحاصل
اول تو اسی آیت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہی نہیں تاکہ حاجت میں
کی ہو۔ اگر فرضاً داخل بھی ہوں۔ تو یہ خبر مستفیض قابل تخصیص عموم قرآن کے
ہے فلا ضرر بہ۔ اور لفظ کم صیغہ عموم سے نہیں۔ اور راوی اس کے صرف ابو بکر
ہی نہیں۔ پس صاحب سالہ کا یہ فرمانا کہ لفظ کم عام ہے غیر سدید۔ اور راوی
اس حدیث کا صرف ابو بکر ہی ہے۔ لیکن نشان تحقیقاً یہ۔ یا بخاری۔ اور سلم
اور ترمذی کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔ اوہم من الناس علیہم فیہم الناصر قولہ اور
مومن کی کا فر اولاد کو اسی حدیث کے باعث درجہ محروم کیا **اقول** حدیث کا یہ
اکابر مسلمہ۔ کو آیت یوسف کہ اللہ فی اولاد کفہ کا مخصص کہنا صرف خیالی بات ہے
ورنہ خفیہ کرام تو اسی حدیث کو اس آیت شریف کا مخصص نہیں سمجھتی ہاں البتہ اگر روایت
مخصص ہی کہیں تو بجا ہے **قال جبر العلوم ان المخصص حقیقۃ لا یحذف**

المؤمنون الا کافون اولیاء لان المیراث من باب الولاية والحديث لاحکام الایۃ
انھی۔ **قولہ** عموم قرآن کو چھوڑ کر خبر واحد پر عمل کیا **اقول** تحقیق سابق سے
ثابت ہو چکا ہے کہ در صورت مخصص ہونے کے حدیث خبر واحد نہیں بلکہ مستفیض
مقطوع ہے فلا ضرر **قولہ** اسی خبر پر عمل کیا **اقول** کیون عمل کرنے کے خبر مستفیض
مقطوع تھی فاما فیما تلونا علیک من قبل **قولہ** پہر کسی آپ جیسی سنی نے ان کو
نہا **اقول** ہماری جیسی سنت جماعت کیوں کہتی کہ ان کی اصول مذہب کے خلاف ہی نہیں

جواب قول مولف کا کہ عموم قرآنی وجوہ خبر واحد پر عمل کیا۔
کیونکہ قرآن میں یہ الفاظ ہیں۔

کیونکہ دو صورت تخصیص ہونیکے خبر متفقین مقطوع ہے۔ البتہ آپ جیسی غیر متقدم
اگر اس وقت موجود ہوتے تو پہلا اتنا ہی کہتے۔ اور حضرت ابو بکر وغیرہ کو رائے دیتے کہ یہ
تخصیص جائز باقاعدہ ہے الا گفتگو شروع وجود کی ہے۔ جب غیر تقلد و نہکا اس وقت
وجود ہی نہ تھا تو کہنوں کی نوبت کجا واضح رہے کہ راقم کے نزدیک یہ فقرہ سخت
خلاف تہذیب ہے الا باقاعدہ صاحب رسالہ کے کہا گیا **قولہ** سلم الثبوت میں منہاج
احاد سے مانا ہوا **اقول** سلم الثبوت میں بھی لکھا ہے اور گزرا بھی یہی ہے التعبد
بخبیر الواحد واقع ہم پہلے کچھ چکے ہیں۔ کہ عمل بخبر واحد اور خیر ہے۔ اور مخصوص ہونا
خبر واحد کا واسطہ عموم قرآن کے اور خیر ہے۔ ویکھو سلم الثبوت مع الشرح مطبوعہ
نوکتور کے صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے۔ **مسئلہ** لایجوز عند الحنفیۃ تخصیص
الکتاب بخبیر الواحد ما لم یحضر بقطعی اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ میں موجود
ہے قلنا لک الک احادیث رای غز معاشر الانبیاء و فیدہم الشاہیر لاجماعہم
علی العمل بخلفت قرۃ فیزاد بها علی الکتاب انشی انتبہ سلم الثبوت
میں **مسئلہ** التعبد بخبیر العدل واقع کے ذیل میں حدیث غز معاشر الانبیاء کو بیان
کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث منجملہ اخبار احاد کے ہے۔ اور اسی ہی صاحب رسالہ
لکھتے ہیں۔ کہ سلم الثبوت میں اخبار احاد سے مانا ہے۔ اور **مسئلہ** لایجوز عند
الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبیر الواحد کے ذیل میں کہا کہ یہ حدیث منجملہ شاہیر
کے ہے۔ فہل هذا لا ینقض قلت ہذا مد فوع اسلئی کہ **مسئلہ** تعبد میں خبر واحد
مقابلہ متواتر کے ہے۔ اور **مسئلہ** تخصیص میں خبر الواحد مقابلہ متواتر اور مشہور کے ہے۔
والقرینۃ علیہ تقسیمہ رحمۃ اللہ علیہ۔ الخبر تارة الی التواتر والواحد حیث
قال متواتران کان خبیر جماعة یفید العلم بنفسہ۔ وان لم یکن رای خیر جماعة
کذلک فخبیر الواحد وتارة الی التواتر والمشہور والواحد حیث قال یالیس

جو انجیل احادیث میں منہاج احاد سے مانا ہو

تخصیص سلم الثبوت کے قول کی۔

بمثنوات۔ اتحاد۔ و مشہور۔ ہذا ما عندی ولعل عند غیری غیر۔ **قولہ جب**
 میں اہتمام پہنچا لی آخر اقال فرمایا کہ جناب عمر نے عموم قرانی پر عمل کر لیں۔
 ایک خبر واحد کو ترک فرمایا ہے **اقول** اس مفسر ابن مفتی تحقیقی یا فرضی نے یہ
 نفرمایا کہ جناب عمر اور عائشہ صدیقہ اور زید بن ثابت اور اسامہ بن زید اور جابر
 بن عبد اللہ ان سب نے اس خبر واحد کو ترک فرمایا ہے۔ **قولہ** خبر واحد کے باعث
 انکار کیا **اقول** انکار کا باعث خبر واحد ہونا خیال صاحب رسالہ کا ہو۔ ورنہ
 پہلے اس انکار کا باعث بخوبی معلوم ہو چکا ہے **قولہ** حضرت عمر نے اس کی حدیث
 کو نہ مانا **اقول** بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور زید بن ثابت اور اسامہ بن زید اور جابر
 بن عبد اللہ نے بھی نہ مانا **قولہ** ترمذی اور ابو داؤد میں اس کا کچھ حصہ مذکور ہے **قول**
 اس کا پورہ قصہ صحیح مسلم اور نسائی اور طحاوی اور سنن دارمی میں بھی مذکور ہے۔ و
 ذکر العینی والد اعلیٰ لہذا **قولہ** وقت پر جو جواب حاصل ہوا وہ یہی گزارش ہے **اقول**
 وقت پر اس مسئلہ کی تحقیق جو راقم کو حاصل ہے۔ وہ یہی گزارش ہے فاطمہ بنت قیس
 کی حدیث سے بخاری علیہ الرحمۃ کے ایک جامعہ محدثین نے روایت کی ہے۔ خصوصاً
 امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بہت طرق سے بیان کیا ہے۔ آج بخدا ایک طاق
 پھر ہے۔ مسلم۔ تبسندہ عن ابی سلمۃ عن فاطمۃ بنت قیس انہ طلقھا زوجھا
 فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وکان انفق علیھا نفقة دون فلما رایت ذلک
 قالت واللہ لا اعلن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فانک انت لی نفقة اخذت
 الذی یصلح۔ وان لم یکن لی نفقة لم اخذ منه شیئاً۔ قالت فذکرت ذلک
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا نفقة لک ولا سکنی۔ انتھی۔ حاصلش انکہ
 بہت قیل و قال کے بعد فاطمہ نے اپنا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینا
 مرفوع کیا تو آپ نے فرمایا لا نفقة لک ولا سکنی یہی تیرے لئے نہ نفقہ ہے اور نہ سکنی۔ یہ حدیث

جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پوچھی۔ تو حضرت عمر نے اسکا انکار فرمایا۔ اور کہا کہ
 سہلۃ ثلثہ کے لئے نفقہ اور سکنی فرض ہے۔ ولاندع کتاب ربنا الخ اس حدیث
 عمر کو بھی سوائے بخاری حتمہ اللہ علیہ کے محدثین کی یکجماعت نے روایت کیا ہے۔
مسلم۔ حدیثنا محمد بن عمرو بن جریجۃ۔ قال أخبرنا ابو احمد قال أخبرنا
 عمار بن زریق عن ابی اسحاق قال كنت مع الاسود بن یزید جالساً فی المسجد
 الاعظم ومعنا الشعبي فحدث الشعبي بحديث فاطمة بنت قيس ان رسول الله
 صلى الله عليه وسلم لم يجعل لها السكنى ولا نفقة ثم اخذ الاسود كفاً من
 حصي فخصه به - فقال ويلك تحدث بمثل هذا قال لا عصر لا تترك كتاب
 الله وسنة نبينا صلى الله عليه وسلم لقول امرأَةٍ لا نذر لى عليها حفظت
 او نسيت لها السكنى والنفقة - **قال الله عز وجل** لا تخرجوهن
 من بيوتهن ولا يخرجن الا ان يأتين بفاحشة مبينة **ومسلم۔ ايضاً**
 بسند اخره ص ۸۵ الدارمی أخبرنا محمد بن علاء حدثنا حفص بن
 غياث عن الاشعث عن الحكم وحماد عن ابراهيم عن الاسود عن عمر
 قال لاندع كتاب ربنا وسنة نبينا لقول امرأَةٍ - المطلقة تثلثا لها السكنى
 والنفقة - **والدارمی ايضاً۔** بسند اخر عن ابراهيم عن الاسود عن عمر
 بن الخطاب **والدارمی ايضاً۔** بسند اخر عن ابراهيم عن الاسود قال قال عمر لا يخرجن
 قول امرأَةٍ فی دين الله - المطلقة تثلثا لها السكنى والنفقة ص ۲۹۶ - ۲۹۷
النساء بسند عن ابی اسحاق عن الشعبي عن فاطمة بنت قيس قالت
 طلقني زوجي فاردت النفقة فاتي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انتقلی
 الى بيت ابن عمك عمرو بن أم مكتوم فاعتدك فيه فخصبه الاسود وقال ويلك
 لم تقی بمثل هذا قال عمران جئت بشاهدين يشهدان انهما سمعا من رسول الله

بہشتیہ عمر بن الخطاب
 ۱۰

صلی اللہ علیہ وسلم والہم ترک کتاب اللہ لقول امیرۃ لا تخرجن من بیوتہن
 ولا یخرجن الا ان یتا تین بفاحشة مبینة ص ۶۲ **ابوداؤد** بسندہ عن
 ابی اسحاق قال کنت فی المسجد الجامع مع الاسود فقال انت فاطمة بنت قیس
 عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال ما کنا لندع کتاب ربنا وسنة نبینا صلی
 اللہ علیہ وسلم لقول امیرۃ لا ندی احفظت ام لا ص ۶۲ **الطحاوی** بسندہ
 عن ابی اسحاق قال کنت عند الاسود بن زید فی المسجد الأعظم ومعنا
 الشعبي فذکر والمطلقة ثلاثا فقال الشعبي حدثنی فاطمة بنت قیس ان
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہا لا سکنی لک ولا نفقة قال فوافیہ الاسود
 بخصاکہ وقال ویلک احدث بمثل هذا قد وقع ذلك الی عمر بن الخطاب فقال
 لست ابارک فی کتاب ربنا وسنة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امیرۃ لا ندی
 لعلہا کذبت **قال اللہ تعالیٰ** لا تخرجن من بیوتہن ولا یخرجن الا تہ
 ص ۶۲ اور طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بہت طرق سے بیان کیا ہے اور ان کا
 پرور ذکر موجب طوالت ہے۔ مثنیٰ، فلینظر الترمذی، حدثنا ہناد اخبرنا
 جریر عن مغیرۃ عن الشعبي قال قالت فاطمة بنت قیس طلقنی زوجی ثلثا علی
 عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا سکنی
 لک ولا نفقة قال مغیرۃ فذکرہ لابراہیم الغفنی فقال قال عمر لا ندع کتاب
 اللہ وسنة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امیرۃ لا ندی احفظت ام نسیت و
 کان عمر یحیل لہا التکفی والنفقة ص ۶۱ اور حدیث فاطمہ بنت قیس کا عاشقہ
 نے بھی انکار فرمایا **وی البخاری** بسندہ عن عائشة انها قالت بالفاطمہ
 لا تنفی اللہ تعالیٰ فی قولہا لا سکنی ولا نفقة **والبخاری** بسندہ اخریہ لیس
 خیر فی ذکرہ الحدیث۔ **والبخاری** ایضا ان عائشة انکرت علی ذلك علی

فاطمہ و زناد بن ابی الزناد عن هشام عن ابيه عابت اشد العيب الحديث ص ۲۵۲

مسلم عنہا فقالت (رائعائتہ) ما لفاطمہ بنت قیس خیر ان تذكر

هذا الحديث **وليسند آخر** فقالت (عائتہ) اما انه لاخير لها في ذكر

ذلك ص ۲۵۳ **ابوداؤد** لقد عابت ذلك عائتہ رضی اللہ عنہا اشد العيب

حديث فاطمة بنت قيس - **وليسند آخر** قالت (عائتہ) اما انه لاخير

لها في ذكر ذلك ص ۲۵۴ اور حديث فاطمہ بنت قيس کا اسامہ بن زید نے بھی

انکار کیا **الطحاوی** بسندہ وکان محمد بن اسامہ بن زید يقول کان اسامة

اذا ذكرت فاطمة من ذلك شديدا ماها بما كان في يد ص ۲۵۵ اور حضرت جابر

رضی اللہ عنہ نے بھی انکار فرمایا۔ اور اس حدیث کے خلاف پر عمل کیا۔ **مسلم**

الدارقطني في سننه عن حرب بن ابی العالیة عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال المطلقة ثلاثا لها السكنى النفقة ذكره العیسی فی

شرح الهدایة ص ۲۵۶ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی انکار کیا **مسلم** الطبرانی

فی معجمہ بسندہ عن سلیمان عن ابراهیم بن مسعود وعمی قال المطلقة

ثلاثا لها السكنى والنفقة ذكره الزیلعی فی تحریج الہدایة ص ۲۵۷ **قولہ** وارقطنی نے

کہا کہ یہ جملہ کہ ہم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح چھوڑیں محفوظ نہیں ثقات نے

ذکر نہیں کیا **اقول** امام ابو احسن مسلم۔ اور ابو عیسیٰ ترمذی۔ اور ابی محمد دارمی۔ اور

ابوداؤد۔ اور طحاوی۔ ان سب نے ان ہر دو کتاب بناؤ سنتہ نبینا جملو کا

بیان کیا ہے شاید یہ لوگ ثقات میں سے نہیں۔ یا یون کہیں۔ کہ برابر ہم نخی۔ اور

اسود بن یزید۔ اور ابواسحاق۔ وغیرہم نے ان ہر دو جملو کا ذکر کیا ہے۔ یہ سب بھی

شاید کہ ثقہ ہوں۔ اس سے بھی قطع نظر۔ اول تو امام مسلم۔ ترمذی۔ دارمی وغیرہ

اور برابر ہم نخی۔ اسود بن یزید وغیرہ پر دارقطنی کا کہنا فوقیت اور غریت نہیں کہتا۔ یہ

ابن ماجہ

کتاب النکاح

کہاں اور وہ کہاں دوم عدم الذکر مستلزم عدم مطلقاً کا نہیں۔ وہو ظاہر۔
 دیکھو کہ بخاری علیہ الرحمۃ نے حدیث عبادہ لا یقرآن احدکم کما اذا جہمت
 بالقراءة الا یام القرآن کو ذکر نہیں فرمایا۔ یعنی بخاری میں۔ پہر کیا اس سے
 لازم آتا ہے کہ یہ حدیث ہی نہیں۔ اور اس کے نظائر لاتعداد و لا تخصی ہیں۔ سیوہم
 دارقطنی نے یہ کہا ہے کہ اس جملہ کو ثقات نے ذکر نہیں کیا۔ اور یہ نہیں کہا کہ اس
 جملہ کی ثقات نے نفی کی ہو۔ دبیضاً یون بجید کمالیخی چہارم دارقطنی نے یہ
 نہیں کہا کہ اس جملہ کو ثقات نے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ دارقطنی نے یہ کہا ہے۔ کہ اس
 جملہ کو ایجماعت نے ثقات میں سے ذکر نہیں کیا۔ دیکھو امام نووی علیہ الرحمۃ صحیح
 مسلم کی شرح میں کھڑ ہیں قال الدارقطنی قوله وسنة نبینا۔ هذه زیادة غیر
 محفوظة لم یذکرها جماعة من الثقات انتھی یہ عبارت بمفہومہ دال ہے کہ اس
 زیادتی کو ایجماعت ثقات نے ذکر نہیں کیا۔ اور ایجماعت ثقات نے اس جملہ کو ذکر کیا ہو
 پیچھے زیادة الثقة مقبول۔ ایک عام مقبولہ قاعدہ ہے یہاں نہ قبول کرنی کی وجہ۔
 الحاصل دارقطنی کا بیان مستلزم اس امر کا نہیں کہ حضرت عمر سے یہ جملہ منقول ہی نہیں
 دہو مطلوب اور یہ گفتگو اس طرح در بیان پر ہو اور جن لوگوں نے اس جملہ کی نفی کی ہو
 اذکا جواب نفی کی ذیل میں مذکور ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ **قولہ** امام احمد حنبل نے
 فرمایا یہ جملہ لا ندع کتابنا حضرت عمر سے منقول نہیں۔ قرآن کریم میں مطلقہ ثبات
 کیلئے قطعاً اور سنی کا کہاں فر ہے **اقول** نفی صحت روایت حضرت عمر کی دالہ
 بالصداب حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ نے کیوں کی۔ شاید کہ امام رحمہ اللہ علیہ کو یہ روایت
 نہیں پہنچی۔ یا کسی اور وجہ سے ہو۔ ورنہ جب امام مسلم۔ امام احمد۔ اور ترمذی اور ابو داؤد
 اور نسائی۔ اور دارمی۔ اور طحاوی۔ اور دارقطنی وغیرہ محدثین ثقات اس روایت
 کو باسناد بیان فرمائیں۔ اور صحیح ہو۔ تو سوا تعجب کے اور کیا ہے۔ کیونکہ ہم کو در باب

صحیح اور مستقیم روایت کے اعتماد و اعتبار ثقات محدثین پر ہے۔ جبکہ انکی روایات
 کذاشی صحیح نہ ہوں۔ تو پھر کوئی کتاب قابل اعتبار و اعتماد ہو۔ اور امام احمد حنبل
 کا یہ فرمانا کہ مطلقاً ثقات کے لئے قرآن میں سنی اور نفقہ کا کہان نہ کرے۔ یہ فہم
 امام احمد حنبل رحمہ اللہ کا ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ عبد اللہ بن مسعودؓ واصحابہ۔ عائشہ صدیقہ
 سعید بن ثابت۔ اسامہ بن زید۔ جابر بن عبد اللہ۔ مروان بن حکم۔ امام ابو حنیفہ۔
 امام ابو یوسف۔ امام محمد۔ امام زفر۔ امام شافعی۔ امام مالک۔ آہل مدینہ۔ امام احمد
 حنبل نے روایت۔ سعید بن مسیب۔ قاضی شریح۔ شعبی۔ حسن بن حمی۔ اسود بن
 یزید۔ امام فوری۔ ابراہیم بنی۔ اور انکے سوا خلق کثیر نے اسے قرآن کریم سے منسوب
 سنی کا سہما۔ اگرچہ وجوب نفقہ میں انکے دلائل مختلف ہیں۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ نے محضر صحابہ میں فاطمہ بنت قیس کے روایت کو رد کیا۔ اور اپنی حجت قرآن
 کریم میں کی کما رواہ مسلم وغیرہ۔ تو اب ابن عباس کے کلمہ نے تسلیم فرمایا۔ اگر انکے
 مخالف ہوتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تردید کرتے۔ بلکہ میں جب حضرت عمر رضی
 اللہ عنہ کے عمل آئندہ۔ کوفہ۔ وغیرہ۔ کا بھی اسی پر رہا۔ دیکھو مسلم میں حدیث ۲۷۰
 بن یزید کی۔ اور طحاوی اور کیون بھوکہ حدیث فاطمہ بنت قیس پر بہت لوگوں
 نے طعن کیا ہے۔ منجملہ ان کے حضرت عمرؓ حضرت عائشہ صدیقہ۔ اسامہ بن
 زید۔ مروان بن حکم۔ سعید بن مسیب۔ سلیمان بن سیار۔ اسود بن زید۔ ابی سلمہ
 بن عبد الرحمن بن۔ دیکھو فتح القدیر۔ اور طحاوی۔ اور زاد المعاد بن قسیم کی۔ اس
 حدیث کا یہ حال ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی قبولیت کا حال بھی
 معلوم ہو چکا ہے۔ کیفلاً وان الصحابی اذا قال من السنة كذا كان مرفوعاً۔ فكيف
 اذا قال من سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ فكيف اذا كان القائل عمر بن الخطاب
 وكيف اذا كان في محضر الصحابة۔ واذا تعارضت رواية عمود رواية فاطمة۔ فرواد

ذکر ان کے لئے یہ حکم ہے کہ ان کے روایات سے احتیاط کرنا چاہیے

ذکر ان کے لئے یہ حکم ہے کہ ان کے روایات سے احتیاط کرنا چاہیے

عمراوی لاسیما و معظاھ القرآن آپ ہی یہ بات کہ ان مذکورین رحمۃ اللہ علیہم نے کس آیت سے سکنی کا وجوب سمجھا ہے۔ سو اس میں فتح القدیر کی عبارت لکھنی ہے۔ اور تفاسیر کی نقل موجب طوالت ہے۔ حیث قال قوله تعالیٰ -
 اسکنواھن من حیث سکنتم من وجدکم - قد علم ان المراد انفقوا علیھن من وجدکم و بجاء قراءۃ ابن مسعود الرویۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منسکہ و هذه الایۃ انما هی فی البوائن بدلیل المعطوف و هو قوله تعالیٰ عقیبہ ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضع حملھن - ولو كانت الایۃ فی غیر المطلقات - او فی الرجعیات کان التقدير - اسکنوا الزوجات والرجعیات من حیث سکنتم فانفقوا علیھن من وجدکم وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضع حملھن و معلوم انه لا معنی حیثن بذل غایۃ ایجاب الاتفاق علیہا بوضع - قات النفقة واجبة لہا مطلقا - حاملا كانت او لا وضعت حملہا او لا - بخلاف ما اذا كانت فی البوائن فان فائدتہ التقييد بالغایۃ دفع توهم عدم النفقة علی المعتدۃ للحامل فی تمام عدۃ الحامل - لطولہا والاقتصار علی قدر ثلاث حیض و ثلاثۃ اشھر وكذا قوله تعالیٰ لا تحز جوھن من یؤھن ولا یضجن الا ان یتاکن بفاحشة مبینۃ - فآتہ عام فی المطلقات انتھی - پس ثابت ہوا کہ سکنی اور نفقہ کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ اما - امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا چونکہ مذہب ہر دو کی وجوب کا نہیں ہے۔ لہذا اس آیت شریف کی تاویل کی۔ اور فرمایا۔ کہ وجوب نفقہ اور سکنی کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کے مذاہب مختلف ہیں لہذا ان لا نفقہ - ولا سکنی - و هو قول ابن عباس - وعن احمد فیہا ثلاث روایات -
 احدها ہذا - والثانی ان لہا نفقۃ والسکنی - و هو قول عمر بن الخطاب

ذکر مذہب وجوب نفقہ و سکنی میں اور خطبات کا مجموعہ

وآبن المسعود - وزید بن ثابت - واسامة بن زید - وعائشة وفقها الكوفة

وغیرہم **والثالث** ان لها السكنى دون النفقة - وهذا مذهب اهل المدينة

وبہ يقول مالك والشافعي رحمہم اللہ - یہ خلاصہ نووی شرح مسلم اور فتح القدیر اور

زاد المعاد کا ہے - لعلك تظننت بما ذكر ان روایات احمد في ذلك مضطربك -

اللهم اننا الحق حقا والباطل باطلا **قوله** ابن قسيم نے کہا ہے - یہ قصہ جناب حضرت

عمر بن قمر ہے قال تشهد بالله الخ **اقول** اولاً ابن قسيم اپنی کتاب زاد المعاد

میں بعد قبل قال کے لکھتا ہے - واما حدث حماد عن حماد عن ابراهيم عن عبي

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لها السكنى والنفقة فخذ تشهد بالله

شهادة الخ یہ عبارت صریحاً وال ہے کہ ابن قسيم نے اس روایت (عن ابراهيم عن عمر

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم لها السكنى والنفقة) کی نسبت کہا ہے جو کچھ

کہا ہے کیونکہ یہ روایت منقطع ہے - اس روایت کا ثبوت حضرت عمر سے بالاتصال نہیں

ابراہیم غنی کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں ہوئی - اور ابن قسيم علیہ الرحمۃ

خود کہتا ہے کہ بعض من وجوه الطعن جو کہ حدیث فی طمہ بنت قیس پر ہوئی ہیں - بلا

شک صحیح ہیں - حدیث قال وبعضها صحيح عن نسب اليه بلا شك وکیو زاد المعاد

صفحو ۳۱ سطر ۲۰ - ثانیاً بالنقض اگر ابن قسيم اصل قصہ کی نسبت بھی کچھ کہی - تو

طوطی کی آواز کو نقار خانوں میں کون سنتا ہے - یعنی امام مسلم - اور نسائی - اور ابوداؤد

اور طحاوی - اور دارمی - باسناد متصلہ - اور ترمذی - اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں -

تو اسکی اصلیت اور صحت کو کون ثمانے - گو کہ معمول یہاں وہ نہیں مختلف فیہ مجتہدین ہی

امادہ تبادیل ہے - ونبیہا مراح **قوله** دوم اس قصہ کا دوسری جناب عمر رضی اللہ عنہ

سے ابراہیم غنی ہے اور اسکی ملاقات جناب عمر سے ثابت نہیں **اقول** اس قصہ

کی روایات کا اتصال اور انقطاع اور روایات سے جو راقم نے مفصلاً ذیل قول صاحب

کے (وقت پر جواب حاصل ہوگا گذارش ہی) بیان کی مین بخوبی ظاہر ہے۔ حاجت
اعادہ کی تحسین کے لئے بنظر زیادہ افادہ کے بطریق اختصار کے گذارش ہو رہی ہے

مسلم بسندہ عن ابی اسحاق قال حدث الشعبی بحديث فاطمة بنت قيس - فالحديث

الاسود كفا من حصصه مخصيه به - فقال ويلك حدث بهذا - قال عملا ترك

كتابنا بالحديث - اس روایت میں قال الاسود قال عملا ترك الحديث

واقعی ہے۔ انقطاع اور ابراہیم کہاں ہے۔ **و مسلم ايضا بسند اخر عن**

روایت میں بھی انقطاع اور ابراہیم نہیں **والدارمي** بسندہ عن ابراہیم عن

الاسود عن عملا ندع الحديث - **والدارمي ايضا** بسند اخر عن ابراہیم عن الاسود

عن عمر بن الخطاب **والدارمي ايضا** بسند اخر عن ابراہیم عن الاسود قال قال عمر

لا نجيز قول امرأة الحديث وآرمی کی ان تینوں روایات میں اتصال ہے انقطاع

کہاں۔ **والنسائي** بسندہ عن ابی اسحاق عن الشعبی الحديث اسکا حاصل ہے

یہی ہے کہ قال الاسود قال عمر اس روایت میں بھی نہ ابراہیم نہ انقطاع **ابن اود**

بسندہ عن ابی اسحاق الحديث اسکا حاصل ہے قال الاسود قال عمر ہے۔ اس

سند میں ہے نہ ابراہیم نہ انقطاع **الطحاوي** بسندہ عن ابی اسحاق الحديث

اس روایت میں بھی نہ ابراہیم نہ انقطاع **والترمذي** بسندہ عن الشعبی

الحديث اور اس روایت میں اخیر میں قال معمر قد كره لا ابراہیم فقال قال عمر لا ندع

اس روایت ترمذی میں ابراہیم اور انقطاع ہے۔ صاحب سالہ نے مسلم - نسائی - ابو داؤد -

ترمذی - اور طحاوی کے اسناد کا خطہ فرمائی - فقط ترمذی کی روایت پر غرہ ہوئی - اور

انقطاع کا حکم لگایا - یہ امر شان تحقیقات صاحب سالہ سے سباجیدی - اور اصولی مسئلہ

اذا وردوا بعض الثقة من سلا وبعض متصل فالحكم بمن وصله سے ہی نظر بند کی

اور اس مسئلہ کی تحقیق فائدہ ششمین گزر چکی ہے۔ ناظرین کو چاہئے کہ اصل روایات

لاحظہ فرمائیں۔ اور داو انصاف دین **قوله** صحابی جب صحابی کے خلاف ہو

تو فریقین کا قول حجت نہیں ہوتا دیکھو اپنا اصول **اقول** (اولاً) صحابی صحابی

کے خلاف کا یہاں مصداق ہی کہاں۔ اسکا مصداق تو وہ محال ہے جہاں صحابی

اپنا قول اور اپنی اجتہاد ہی نظر اظہار کرے۔ بخلاف اس محل کے۔ کیونکہ یہاں

تو حضرت عمر فاروق کا قول سنت نبویؐ باتفاق علماء حدیث دیکھو فائدہ سوم

میں قول ابن عبد البرؒ کے رفع حکمی ہے۔ بیان فرما رہے ہیں۔ فاین ہذا من

ذاک (ثانیاً) ہم نے حکم آپ کے اپنا اصول دیکھا۔ تو کہا پایا۔ اذابلغ رقول

الصحابیاء الخرفانہ لا یخلو اما ازلیسکت هذا الاخر مسلمالہ۔ او خالفہ فان

سکتان اجماعاً فیجب تقلید الاجماع باتفاق العلماء۔ وان خالفہ کان ذالک

بمنزلة خلاف المجتہدین فللمقلدان یعمل بایہما شاء الخ نور الانوار اور رقم الاقمار

میں ہر قول ان الصحابة اذا اختلفت فالتخذوا الاربعۃ اولی۔ وان اختلفوا

فالتخفان۔ وفی باقی الصحابة یرجع بکثرة العلم وعین من اسباب التاجیل الخ

اس عبارت سے پانچ فائدہ حاصل ہوئی۔ صحابہ کے اتفاقی اقوال میں تقلید الاجماع

باتفاق العلماء واجب ہے۔ صحابہ کے اختلافی اقوال میں قول ترجیح اولیٰ بالعمل ہے۔

بخالت صحابہ کے اختلاف کے۔ خلفاء اربعہ کا قول اولیٰ بالعمل ہے بخالت اختلاف

خلفاء اربعہ کے تشخیص کا قول اولیٰ بالعمل ہے۔ کثرت علم اسباب ترجیح سے ہے۔ اب

منصف غور کرے کہ اول کے سوا یہ جملہ امور حضرت عمرؓ میں موجود ہیں (۲) تو اس لئے

کہ ظاہر قرآن مؤید قول حضرت عمرؓ کا ہے (۳) اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ خلفاء

اربعہ میں سے ہے (۴) اس لئے کہ حضرت عمرؓ میں سے ہیں (۵) اس لئے اگر فاطمہ

بنت قیس وحیدہ فاضلہ زمان کثیرۃ العلم تہین۔ الا حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کی شان کجا اور فاطمہ کجا ہو ظاہر۔ اور نیز عدم صلیت قول صاحب رسالہ کی ظاہر ہوئی۔

یعنی صاحب سالہ نے جو یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جب صحابی۔ صحابی کے قول کے مخالف ہو تو وہ لوگوں کا قول حجت نہیں ہوتا۔ ان مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ

یہ قاعدہ اصلاً بے اصل ہے۔ اور مختصر ہے بل ان ٹیمل بابیٹھما شاء ان تعدل الترجیح
ان امکن فیعمل بالرجح کما من **وفی التلویح** وکذا یاخذ یا قہما شاء من قول الصحاب

انشہی ابتداء اس خلاف حضرت ابن عباس سے ایک عمدہ یہ بات پیدا ہوئی کہ اس قصہ کی اصلیت ضرور ہے۔ اور صحابہ میں دائر اور سائر ہوا۔ (کما سبق فی تحقیقاتنا) ورنہ

خلاف ابن عباس کے کس طرح متصور ہو۔ اور بالفرض اگر اقرار ہی ہوا ہے۔ تو اسی زمانہ میں موجودگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس نے نہ کھدیا کہ قصہ

تو اقرار ہے۔ ایسی فتنہ سبب قصہ کا خلاف ہی کیا کرتا ہے۔ قائلان اقرار اس دین اور شرم کریں کہ خود ہی قائل بہ اقرار ہوتے ہیں۔ اور پھر خلاف ابن عباس کی پیش کرتے

ہیں۔ ان ہذا لامفتر لے (ثالثاً) بہت مسائل میں صحابہ کرام باہم مختلف ہوئے ہیں اگر ہر دو فریق کا قول حجت ہو۔ تو صد مسائل دین کے مٹل اور مصل ہوں مثلاً

لوریت جدہ میں کجالت موجودگی ابن میت کے مختلف ہیں۔ فذہب عمرو بن مسعود والی موسیٰ الی انہما رث۔ وخالقہم فی ذلک زید بن ثابت قائلان بانہما لارث۔

اور نیز صحابہ مختلف ہوئے ہیں جد میں فضل بمنزلۃ الاب فیسقط بہ الاخوة ام لا۔ فذہب ابو بکر وابن عباس عبد اللہ بن الزبیر وعائشہ ومعاذ بن جبل وابن ابی

بکر وبکر و ابوالدرداء و ابو ہریرۃ الی انہ بمنزلۃ الاب وخالقہم فی ذلک علی بن ابیطالب وزید بن ثابت وابن مسعود قالوا یرث المجد۔ مع الاخوة۔ ونظائرہا

کثیرہ غیر خافیتہ علی من یطالع الکتب الدینیۃ پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اصل ہے۔ ہاں البتہ اگر اس عبارت یعنی فریقین کا قول حجت نہیں ہوتا، کے یوں معنی کئی جاویں۔ کہ فریقین کا قول ایک دوسری رحجت نہیں ہوتا۔ یعنی ایک صحابی کا فہم دوسرے

صحابی پر حجت نہیں ہوتا۔ لکان لہ وجہ۔ الایہ معنی صاحب سالہ کے معنی نہیں۔

کیونکہ صاحب سالہ اس قاعدہ کو اس غرض سے بیان نہیں لایا۔ قائل **قوله** چہار جناب

عمر نے فاطمہ کی بات یہ **اقول** یہ قول صاحب سالہ کا بھی اصلیت قصیدہ وال ہے

وہو المطلوب **قوله** فَاَوْفُوا الْقُرْآنَ فَاَقْبِلُوهُ وَمَا خَالَفَ فَرْدُوْهُ اَلَا **اقول**

شیخ عبدالحق رحمہ اللہ علیہ نے شرح سفر السعادت میں اس حدیث کو بہت طرق سے بیان

کیا ہے اور کہا ہے اس حدیث سے ضعیف اور موضوع ہو سکی وجہ عبارت علماء بھی معلوم

ہوتی ہے۔ کہ معنی اس حدیث کے اور احادیث صحیحہ اور ما اتکم الرسول الایہ کے مخالف ہیں۔ الایہ

جبکہ معنی اس حدیث کے یہ کہی جادین۔ کہ اگر قرآن کے مخالف ہو تو اس کو رد کر دو۔ لکان لہ وجہ

وانکان لا یخلو عن خدشۃ را قلم کہتا ہے کہ اس کے موافق وہ اثر ابن عباس کا ہے جسکو

دارمی نے بسند خود بیان کیا ہے فکان ابن عباس اذا حدث قال اذا سمع مقوفی

حدثت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم تجدوه في كتاب الله او حسنا عند

الناس فاعلموا اني قد كذبت عليه **قوله** یہ ہماری حضرت اخناف کہ قول

محقق کا حال ہے **اقول** خفی بشریت سے خالی نہیں۔ اگر تبقبضای بشریت ایسا ہو

قلم سے واقع ہو تو معذور رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا سبھو بی بی خیاط محدثین

سے ہی وقوع میں آیا ہے۔ دیکھو نووی مسلم کے مقدمہ میں لکھتا ہے وقد

رایت جماعة من الحفاظ المتأخرين غلطوا في مثل هذا فقوار وایۃ البخاری

احادیث۔ ہی موجودہ فی صحیحہ فی غیر مظانہا التابۃ الی الفہم۔ انتہی

یعنی میں نے یکجماعت حفاظ محدثین متاخرین کو دیکھا۔ کہ انہوں نے بہ نسبت بہت احادیث

کے کھدیا۔ کہ بخاری میں موجود نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ بخاری میں موجود ہیں اور

حدیث مسلم کی ابوذر سے۔ از النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لے یا ابا ذر انی احب الیک

ما احببت فی الحدیث قال الحاکم فی المستدرک هذا صحیح علی شرط الشیخین

ولم یخرجاهُ حالاً لکے مسلم میں موجود ہے۔ ذکر الزیلعی فی تقریج احادیث الهدایۃ
اور نووی اذکار میں لکھتا ہے **و فی التخصیص** عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا صلوة الا بفتح الکتاب ص ۳۲ حالانکہ باین لفاظ ایک میں بھی نہیں و
التاویل بانه نقل بالمعنی یا باہ لفظہ اور دیکھو کہ **مولوی عبدالحی صاحب**
لکھتے ہیں اپنی کتاب تذکرۃ الراشدین میں **نواب صدیق الحسن خان صاحب**
فتویٰ شرم پور پالی کے کس قدر غلط اور سہو قلم بیان کئے ہیں۔ کہ طوار در طوار کھدے
ہیں۔ انا ہم ہمارا اعتقاد اذکی فضیلت علی کی نسبت ویسا ہی ہی گو کہ اعتقادی سائل
اور تقلیدائے میں وہ ہماری سخت مخالف ہیں۔ اور اپنی گردہ کے پیشوا ہیں۔ آغرض
اگر کسی سے بشریت کی مقتضای سے سہو قلم واقع ہو تو ہاتھ دھو کر عیب بگیری اور کمر باندھ کر کھدے
چینی کرنی تھذیب سے بعید ہے۔ تو ان کا دیکھنا۔ عیبوں سے چشم پوشی کرنی۔ داب الحین
ہے۔ ولکن ما قبل سے خطائی بزرگان گرفتن خطاست۔ قطع نظر ازین۔ اگر ہم بھی
اس موقع پر باتباع صاحب السالہ کے بے تھذیبی کو اپنا شعار قرار دیکر کھدیں۔ کہ کیا آپ کی تحقیقات
دربارہ حدیث نخب معاشر الانبیاء کے اسکو راوی صرف ابو بکر ہیں۔ اور دوبارہ حدیث لاذع
کتاب بنا کے۔ کہ منقطع ہے۔ کیا صاحب تلویح کی تحقیقات سے کچھ کم ہی تو شاید پچھل نہوگا
یعنی صاحب السالہ فرماتے ہیں کہ حدیث نخب معاشر الانبیاء کے راوی صرف ابو بکر ہیں۔
حالانکہ بخاری اور مسلم میں یہ حدیث بروایت ابو ہریرہ اور مسلم میں بروایت عائشہ صدیقہ
موجود ہے کماثر۔ اور حدیث لاذع کتاب بنا کو صاحب رسالہ کھدیں کہ منقطع ہی۔ حالانکہ
مسلم۔ نسائی۔ دارمی۔ بخاری۔ وغیرہ میں متصل موجود ہے۔ وقد ذکرنا فیما
من مضت۔ یہ حال تحقیقات محققین کا ہے۔ عیاذ باللہ۔ فی الواقعہ کیف شکو سخت بے
تہذیبی کی ہے **الاجکم الوزر علی الہاد** اے اور جواب ترکی ترکی کے قلم مجرب ہوا۔ اور یہی
نامہذب کلمات کو کہا **والعذر عند کرام الناس مقبول** **قوله** اور عام کی تخصیص کو

اور اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ابوبکر ہیں

جائز کہا ہے اقول تخصیص عام اور جزئی ہے۔ اور تخصیص عام بحسب واحد۔ اور
 بموجب فیہ فیما بین فیہ میں دوم ہر نہ اول قولہ محصول میں ہے يجوز تخصیص
 الكتاب بخبر واحد عندنا اقول مسلم الثبوت اور فاستحرم الموت میں ہے
 مسئلہ موجب العام قطعی عندنا۔ فلا يجوز تخصيصه اذا وقع في الكتاب۔
 بخبر الواحد لكونه ظني الثبوت ولا بالقياس لكونه ظني الدلالة ولا كثر من
 الشافعية والمالكية وبعض من اهل امام علم الهدی الشیخ ابی المنصور
 صارتی قدس سرہ علی انہ ظنی محتمل للخصوص فيجوز تخصيصه بالنظر
 في الكتاب بخبر الواحد والقياس انتهى۔ اور انہیں میں سے دوسری جگہ ہے
 مسئلہ لا يجوز عند الحنفية تخصيص الكتاب بخبر الواحد ما لم يخف بقطعي
 واجازہ الباقون من علماء الاصول مطلقا سواء خص بقطعي او لا وتوقف القاضی
 ابوبکر من الشافعية ای لا درے يجوز التخصيص الا لانه ای الكتاب قطعي
 من كل وجه والخبر ظني فلا يجوز تخصيصه انتهى مختصرا اور توضیح میں ہے
 لكن عند الشافعي هو رأي العام دليل فيه شبهة فيجوز تخصيصه بخبر الواحد
 والقياس۔ وعندنا هو قطعي مسأله الخاص فلا يجوز تخصيصه بواحد منهما
 انتهى اور تنویر کے باب البیان میں ہے قولہ فلا يجوز التخصيص التخصيص
 الكتاب بخبر الواحد لان خبر الواحد دون الكتاب لانه ظني والكتاب قطعي
 فلا يجوز تخصيصه لان التخصيص تغيير في تغيير الشيء لا يكون الا بما يابى او ما
 يكون فوقه وهذا مبني على ان العام قطعي فيما يتناولہ۔ انتهى اور نور الانوار میں ہے
 وانه رأي العام، يوجب الحكم فيما يتناولہ قطعاً فلا يجوز تخصيص العام بالقياس
 وخبر الواحد انتهى ملقطاً۔ اور جابجا کتب اصول میں یہ عبارت (خبر الواحد ظني)
 فلا يجوز تخصيص العام به لانه قطعي واقع ہے کما لا يخفى على من رتب العبادات

قول مؤلف کما لا محصول میں لکھا ہے۔

عبارات مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ عام کتابی کے تخصیص خبر واحد سی جائز نہیں بھول
 کی عبارت اگر اصل کتاب میں ایسی ہے اور ماول بالبعض بھی نہیں ہے۔ تو ان عبارات
 ثقات اور منصور مذہب حنفیہ کے خلاف ہے کیا شہد علیہ عبارات القوم فلا یعبایہ
 فلا یعتقد علیہ **قولہ** اور ابن حاجب **اقول** ابن حاجب مالکی رحمہ اللہ علیہ کے تخصیص
 عام کی بابت وہیہ قالت لا تمتد الاربعة کہا ہے نہ تخصیص العام خبر الواحد کی بابت
 وبنہما محل فلا حجة فيه **قولہ** ارشاد میں ہے اتفق اهل العلم سلفا وخلفا على
 ان التخصیص للعمومات جائز **اقول** صاحب شاد یعنی امام شوکانی کی عبارت یہی
 در باب تخصیص عمومات ہے نہ در باب تخصیص عام بحسب رواد۔ واحصا بنا يقولون به فلا
 حجة فيه ايضا **قولہ** ویتم تخصیص العام من الکتاب خبر الواحد والقیاس
اقول کلمۃ تخصیص کا معنی اپنی سطوت علیہ کیے کہ مدخل حتی کا ہے۔ اور یہی۔ یعنی۔ حتی
 غایت لہذا کی ہے۔ نہ قطعاً و یقیناً کی پس حاصل معنی عبارت کی یہ ہوئی۔ چونکہ شمول عام
 کا اپنے افرادوں کے لئے امام شافعی و سنن کے نزدیک طنی ہے۔ تو ان کے نزدیک
 تخصیص عام کی خبر واحد سی جائز ہوگی۔ اور جبکی نزدیک تناول عام کا لا فرد قطعاً و یقیناً
 ہے۔ تو وہی نزدیک تخصیص العام خبر الواحد مالم یخص بقطعاً جائز نہیں۔ اور منصور
 مذہب حنفیہ کرام کا یہی ہے۔ جیسا کہ اسبق عبارت سے واضح ہے۔ اور تلوت و تلوت
 کی عبارت پہلی بھی مرقوم ہو چکی ہے۔ از کا خلاصہ تو یہی ہے فلا یجوز تخصیص العام
 خبر الواحد فلا حجة فيه ايضا **قولہ** جواب گیارہواں امام ابو حنیفہ کے نزدیک عام
 کی تخصیص جائز ہے جیسا کہ جواب سیم میں گزرا ہے **اقول** جواب تیسری میں اس
 اہل ان کا کچھ ذکر ہی نہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک عام کی تخصیص جائز ہے
 بلکہ وہ ان کی عبارت ہے۔ حسب تخریرات کے اور آپ کے اصول کے یہ ہیت عام ہے اور عام کی
 تخصیص کو آپ لوگ نسخ کہتی ہیں۔ شاید یہ قلم ہوا ہو۔ کہ بجائی۔ دین کے لفظ سیم

لکھا گیا۔ کیونکہ دسویں میں تو اسکا ذکر ہے اور اسکا جواب دیا گیا۔ اور اگر ذکر مطلق عام
 مراد ہو تو ذکر مطلق عام کی خصوصیت جواب ہیوم سے ہی نہیں۔ بلکہ اسکا ذکر تو سب ابواب
 میں ہوتا ہے آتا ہے۔ **قوله** ثابت۔ کہ روایت اور دیکھلا دیجئے کہ امام کے نزدیک تخصیص
 عام کی خبر واحد سے جائز نہیں **اقول** جواب سائل کسی شخص نے کہا جو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم لحم الحمر الاھلیۃ۔ متفق علیہ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 نے خانگی گدھوں کا گوشت حرام کیا ہے۔ اور اسکو روایت کیا ہے۔ آہم کو کس غیض
 مقبر کتاب سے ثابت کر دو۔ اور دیکھلا دو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا
 فرمایا ہے۔ تو اسکا جواب سوائے خموشی کے اور کیا ہوگا۔ کیونکہ بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد
 سی کتاب حدیث معتبر ہے۔ جس سے ثبوت پیش کیا جاویں۔ اور اسکو دیکھلایا جاوے۔
 آسانی فرضی کتاب ہی اسکی تسلی اور اطمینان کے لئے بنائے سے رہی۔ سو یہاں ہی
 یہ سوال ہے۔ جب ہم باوجود بلند کہتے ہیں۔ کہ شاشی۔ حسامی۔ نور الانوار۔
 قرۃ القمار۔ توصیح۔ تلکونج۔ حاشیہ لاخبر۔ چلی تلویج۔ چلی
 شرحوقایہ۔ مسلم الثبوت۔ فوآخ الزحمت۔ ہدایہ۔ شرح وقایہ۔ عینی
 ہدایہ۔ عینی بخاری۔ فتح القدر ہدایہ۔ در المختار۔ مرقاة قاری۔ شرح
 مشکوٰۃ۔ وغیرہ۔ صدام معتبر کتب میں دیکھا ہے۔ کہ حنفیہ کرام کے نزدیک تخصیص عام
 کتابی کی خبر واحد سے جائز نہیں۔ تو پھر فرمائیے کہ اور کون سی کتاب تسلی اور اطمینان
 سائل کے لیے پیش کیا ہے۔ تا سلم کی تو حد ہی نہیں۔ اور سلم کے لیے تو یہ کتابیں
 ہی کافی اور دانی ہیں۔ **قوله** یہ عام کل خفیون کے نزدیک مخصوص البعض **اقول**
 اس عام یعنی فاقرؤا ما تیت من القرآن میں دو تعین ہیں تعیم اول فاقرؤا کی اسکا
 دلول یہ ہے کہ ہر نمازی پر پڑھنا فرض ہے اور یہ مخصوص البعض عند الحنفیہ ہے تعیم دوم
 ما تیت من القرآن کی اسکا دلول مطلق قرأت ہے۔ اور یہ عند الحنفیہ ہے تعیم پر ہے۔

اسکو بھی لازم ہے کہ یہ کتابیں ہی کافی اور دانی ہیں۔

ومن لم یتمیز بینہما فقد وقع فی حیس و بیض۔ وقال مآ قال انتباه یہ فائدہ آئندہ

جو ابون میں ہی بہت کارآمد ہوگا۔ اسکو یاد رکھنا چاہیے **قوله** جو عام مخصوص البعض

ہو اسکی تخصیص بالاتفاق جائز ہے **اقول** اور عام دوم معنی باتیسرا اپنے عموم پر ہے

مخصوص ہی نہیں فضلا عن ان یکون بالاتفاق **قوله** مقتدی کیواسطیٰ خفی لفظ

کسی قدر ان کریم کا پڑنا ضروری کہتے۔ **اقول** خفیہ کرام مقتدی کو قاری کہتے ہیں

یہ کہ جواب چہارم کے جواب کو **قوله** انہوں نے ایک ضعیف حدیث یا ایسی حدیث

جس میں کلام ہے **اقول** حال صحیح ہونے اس حدیث کا حدیث نو زد ہم میں گزر چکا ہے

فلیظن **قوله** یا جس میں کلام ہے۔ شاید حدیث عبادہ بن صامت کی۔ کلام سے

خالی ہے۔ کیونکہ راوی اسکا محمد بن اسحاق شکم فیہ نہیں ہے۔ وقد من الکلام فیہ

فاقسم **قوله** یا جسکو امام الائمہ متواتر کھ چکا ہو **اقول** اسکا جواب اہل دین جواب

میں گزارش ہوگا **قوله** وہ اجماع کہاں کہ کب ہوا **اقول** وہ اجماع اوس زمانہ

میں ہوا۔ جبکہ عاجز عن القراءت کوئی جسکو آپ ہی مانتے ہیں ہوا تھا **قوله** آئینہ مخصوص

البعض ہو گئے۔ اور ایسا عام آپ صابون کے نزدیک قطعی نہیں **اقول** پہلے گزارش

ہو چکا ہے۔ کہ اس آئینہ کریم میں دو عام ہیں (۱) فارقا اور (۲) ماتیت میں

الفران۔ اول مخصوص البعض۔ دوم اپنے عموم پر ہے۔ مخصوص البعض نہیں مخصوص

حجة قطیعة مثبت للقرض۔ اور اسی کا مقتضی فرضیت مطلق قراءہ ہے صاحب سال

نے دونوں کو خلط ملط کر دیا ہے فقال اقال **قوله** اس عام مخصوص البعض کلی تخصیص تھا

کون نام ہے **اقول** یہ تو مخصوص البعض ہی نہیں۔ اگر ہوتا تو ہم مانع بھی بیان کر دیتی

واذلیس **قوله** ساری اغراض آپ پر ادلت ہے **اقول** بنظر انصاف آپ ہے

زائین کو کوئی اغراض ممبر وارد ہوا بفضلہ تعالیٰ آپ پر تو ادلت ہی کوئی ہی کم نہ ہوا شعر

پھر تا ہے میل حوادث میں کہیں میں دوزخ کا موخہ۔ شیر سید ہا تیرا ہے وقت ملن آتے ہیں

وہ احادیث کہاں کہاں کا جواب۔
کچھ نہیں سمجھتا
یہ کچھ نہیں سمجھتا
ایک مخصوص البعض کا جواب

قولہ شیروان جواب اتر شریفہ فاقروا ماتیس غیر قادر علی القراءة کے لحاظ سے پھر

نزدیک کیا تمام اہل اسلام کے نزدیک مخصوص البعض ہے اقول عام اول مجاہد قادر علی القراءة کے جملہ اہل اسلام کے نزدیک ظنی ہی۔ اور عام دوم اپنے عموم پر ہی پھر قطعی ہوانہ ظنی۔ اگر دو کو غلط نہ کرتے تو ایسا نہ کہتے۔ اور جب مخصوص البعض ہوتا تو خبر واحد سے تخصیص بھی جائز ہوتی۔ جب کہ مخصوص البعض ہی نہیں۔ تو خبر واحد سے تخصیص

بھی جائز نہیں۔ اور اسی سے جواب چودہویں اور پندرہویں جواب کا بھی ہوگا۔ اور صاحب امام الکلام۔ اور ابن الھمام۔ اور عینی کے ہی یہی غرض ہے۔ کیونکہ عاجز عن القراءة اور مدرک فی الکوۃ فردا قرا کے ہیں نہ ماتیس کے فافہم و نصف

قولہ عام اکثر علماء کے نزدیک ظنی ہی اے قال حدیث اتباع سواد الاعظم سے استدلال پکڑتے ہیں اقول اتباع سواد اعظم سے ہم اہل اسلام کو پہلا کتب انکار

ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یشق عند سبیل الثمنین فلو کہ

ما قولی وفضلہ جہنم و ساءت مصیئل یعنی جو تابع ہوا راستے سوار مومنوں کی ہوا کہ گرین گے ہم اور سکی وہی طرف جو اوس نے پکڑی ہے اور داخل کریں گے ہمیں

کو جہنم میں اور وہ بری جگہ ہے و سوری مسلم عن عرجة قال رأیت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اللہین یخطب الناس فقال انھا ستكون بعدی لھات

لھات فمن رایتہ فارق الجماعة او یرید ان یفرق امۃ محمد کائن من کان

فاقلوہ فان یداللہ علی الجماعة وان الشیطان مع الفارق الجماعة ین کضرر

فی جمیع الاصول یعنی مسلم نے عرجہ سے روایت کی۔ کہا اوس نے دیکھا میں نے بول

اسد صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ پر تھی۔ سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزدیک

ہے کہ میرے پیچھے بری چال پھیلے گی۔ سو جب کو دیکھو تم کہ وہ جدا ہوا جماعت سے

یا وہ ارادہ رکھتا ہے تفرقہ دہنیکا محمد کی امت میں جو کوئی ہو مار ڈالو تم اوس کو

کیونکہ بیشک اللہ کا ہاتھ ہی جانتا ہے۔ اور ضرور شیطان ساتھ ہی جدا ہو نیوالی کی ہو کر مارتا ہوا۔ ایسا ہی جامع الاصول میں اور مشکوٰۃ کے باب الاعتصام

میں ہی عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله لا يجمع امتي او قال امه محمد على الصلابة ويد الله على الجماعة ومن شذّ شذّ في النار۔ روہ

التنزی وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتبعوا سواد الاعظم

فان من شذّ شذّ في النار۔ انتہی۔ اس اثیر شریف اور احادیث نبویہ صاف ظاہر ہے

کہ اتباع سواد اعظم کا ضروری ہے۔ مومن کو اس سے چارہ نہیں۔ جو جدا ہوا اس کی جگہ

جہنم ہے۔ اور جدا ہونیوالے کو ساتھ شیطان ہی۔ واضح ہے کہ سبیل المؤمنین۔

اور امتی۔ اور ائمہ محمد۔ اور الجماعة۔ اور سواد اعظم۔ ان سب کا مرجع اور مفاد ایک

ہی ہے۔ اب ہم کو اس میں زیادہ اثبات کی ضرورت نہیں۔ بلکہ سبیل المؤمنین۔

اور امتی۔ اور ائمہ محمد۔ اور سواد الاعظم۔ ان الفاظ کو اہل محاورہ اور اہل مذاق کے

پیش کرتے ہیں۔ اور ان سے قسما پوچھتے ہیں۔ کہ امت محمد۔ اور امتی۔ اور سواد

الاعظم۔ ایک حصہ علماء مجتہدین شافعیہ مالکیہ کورگو وہ بڑا ہی کیوں نہ ہو کہتے

ہیں۔ یا السواد الاعظم بڑی سی بڑے حصہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔

ظاہر کوئی ایجاب خواں یہی نہ کہیگا۔ کہ امتی۔ اور ائمہ محمد۔ اور السواد الاعظم۔ ایک حصہ

علماء مجتہدین شافعیہ مالکیہ کو کہتے ہیں۔ دیکھو صاحب رسالہ والا کثر کے لفظ اسے سواد

الاعظم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بفضلہ تعالیٰ علماء شافعیہ اور مالکیہ بھی کلمہ اس سے مراد نہیں۔ کما

یزل علیہ قولہ والا کثر۔ اس سے بھی قطع نظر دیکھو کتب العلم و مسلم الشریعہ کا

شارح صفحہ ۱۵۱ میں کہتا ہے۔ والا کثر من الشافعیۃ والمالکیۃ کما ان علماء

مجتہدین شافعیہ مالکیہ کلمہ ہی اس پر جمع ہوتے۔ تو بھی سواد الاعظم کہاں تھا۔ کیونکہ

مجتہدین امت محمد کے نو ہزار در ہزار ہوئے ہیں۔ ان کی مقابلہ میں ان علمائے

مجتہدین شافعیہ مالکیہ کو کوئی نسبت ہوگی واللہ یعصمنا من هذا الباطل الواهية
 نعم اگر والا کثر کے معنی والا کثر من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتے۔ تو البتہ
 سواد اعظم مراد کہنی کی گنجائش ہوتی۔ فالنصف **قوله** جب ان احادیث کو احادیث
 مشہورہ کھل کر جیسی عینی کہتا ہے **اقول**۔ عینی ہدایہ کی شرح ص ۱۱۷ میں
 لکھا ہے فاز قلت قوله عليه السلام قراءة الامام له قراءة۔ معارض لقوله تع
 فاقرأ۔ فلا يجوز تركه بخبر الواحد۔ قلت جعل المقدمي قارئاً بقراءة الامام
 فلا يلزم الترك۔ او نقول انه خص منه المقدمي الذي ادرك الامام في الركوع
 فانه لا يجب عليه القراءة بالاجماع فيجوز الزيادة عليه حينئذ بخبر الواحد انتهى
 اس عبارت سے توصات اضم ہے کہ عینی رحمہ اللہ علیہ حدیث قراءۃ الامام له قراءة
 کو خبر واحد کہتا ہے۔ مشہور نہیں کہتا۔ ہاں اس عبارت کے ہنوز سے سے ما قبل یہ
 عبارت کہی ہے۔ لقول العامة وظاهر النص والاحادیث المشهورة۔ شاید
 صاحب رسالہ اس عبارت پر۔ عینی کی طرف اشارت ہو کہنا اسی حدیث کا منسوب کرتے ہو
 حالانکہ عینی رحمہ اللہ علیہ کے غرض اس کلام سے نسبت اس حدیث کے مشہور مصطلح لا
 نہیں۔ بلکہ مشہور نفی راوی ہے۔ کیونکہ وہ خود ہی اس کے متصل بعد میں اس حدیث
 کو خبر واحد فرماتی ہیں۔ والایلازم التعارض في كونه فيما قلنا مرفوع۔ دیکھو
 عینی **قوله** لا تعلية والى حدیث کو مشہور ماننے سے کو ان پر مانع ہے **اقول** اس کا
 مانع عینی رحمہ اللہ علیہ بیان کیا ہے۔ یعنی عدم صدق توفیق اور اگر تسلیم کریں کہ
 مشہور ہی ہے۔ تو محکم نہیں بلکہ محتمل معین ہی نفی صہل مساوۃ اور نفی فضیلت صلوة
 میں فلا يجوز الزيادة۔ ولانه معارض لما روى انه عليه السلام قال لا صلوة
 الا بقراءة فاتحة الكتاب او غيرها وروى الا صلوة الا بقراءة۔ ولو
 بفاضة الكتاب قد ذكر عن قريب وروى انه عليه السلام علم الاعرابي الصلوة

الی ان قال الله اکبر قل ما تیش معک من القرآن انتھی ما فی العینی لخصاً
 ص ۳۳ اور اسی ہی جواب دوم کا بھی جواب معلوم ہوا۔ یعنی اگر تعریف مشہور میں اس حدیث
 کو داخل ہی کیا جاوے تو باقی امور مانع تخصیص میں فافهم **قوله** اول جواب تو یہ ہے کہ
 ہم نے صرف مشہور ہونے پر دلیل کا مدار نہیں کیا **اقول** جس دلیل پر آپ نے مدار کیا ہے
 بفضلہ تعالیٰ اسی کا جواب موقوفہ پرت پرت یہ ہو چکا ہے فلا نغیدہ **قوله** قرآن
 الامام لہ قرآن الی اخر ما قال لجماعہ اسی شرط کی حدیث مشہورہ ہوں **اقول** ہم
 کہہ رہے ہیں کہ یہ احادیث مشہورہ ہی ہیں اور نہ عینی علیہ الرحمۃ انکے مشہور ہونیکا قائل
 ہے کما من۔ وکلام ابن الہمامیشیر الیہ ان کی مشہور نہ ہونی فایدہ ہی ہو گیا ہے۔
 اور واحد ہونے سے کیا ضرر ہے۔ بھرنے معمول بہ ہیں۔ کیونکہ عام مخصوص البعض دلیل
 قطعی کے تخصیص حسب واحد سے جب مسلم ہے۔ تو پھر انکا خبر واحد ہونا ہمیں کچھ ضرر نہیں
 کرتا۔ تا انکو ضرر مشہور مانا جاوے۔ اور اس سے کوئی خاص فایدہ منظور ہو۔ جب کہ
 فی الواقع یہ خبریں احادیثین تو خواہ مخواہ مشہور بنانی سوری ہیں۔ خیر اسباب حدیث
 لاصلوٰۃ کے مشہور بنانیکا کفر زائین۔ اگر قاعدہ مقررہ ہی نہیں بن سکتی۔ تو بھی
 کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور کرنی چاہیے۔ کہ مشہور بن جائے۔ اگر اور کچھ نہ ہو تو صرف یہ کہدین
 کہ مشہور ہے۔ کوئی روک ٹوک تو ہی ہی نہیں۔ جیسا کہ والا کثر علیہ انظنی کو سواد الاعظم
 کہہ چکا ہے۔ کسی روک ٹوک ہی اللہم ارننا الحق **قوله** اول لائخونی کی روایت میں
 آپکا احتمال ہی کہاں **اقول** لائخونی اصل روایت میں ہی کہاں زیلعی نے تخریج
 احادیث ہدایہ میں لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے وقال
 اسنادہ صحیح وصحّٰہ ابن القطان ایضاً۔ وقال زیاد احد الثقات انتھی وقال
 صاحب التتبع ان فرد زیاد بن دلوید بلفظ لا یجوز۔ ورواہ جماعة لاصلوٰۃ لمن لم
 یقل وهو الصحیح۔ وقال ابن زیاد ارواہ بالمعنی انتھی انتھی۔ صاحب تتبع کے بیان سے

ظاہر ہے کہ زیادہ جو راوی اس حدیث کا ہی اس نے بجائے لا صلوة کے لا تجزئ نقل کیا ہے۔
 لکھا ہے ورنہ اصل لفظ صحیح حدیث کا (تکدیل علیہ قوله وهو الضمیر) لا صلوة ہے۔
 جبکہ لا تجزئ کا اصل بھی لا صلوة ہی ہوا۔ تو اب فراموشی کا احتمال کہاں ہے۔ یا کیہاں ہے۔
 یعنی احتمال تو قائم ہی رہا۔ مندرجہ تھا۔ اور لا تجزئ کا جواب ہم پھیل بھی دے چکے ہیں۔
 فتدکرہ اور احتمال نفی اجزاء فضیلت صلوة کا بھی قائم ہے **قوله** دوم نفی میں
 نفی ذات آہ اور قولہ سیم نفی صحت آہ **اقول** ان دو لو باتوں کو صاحب الہ پہلے
 بھی بیان کر چکے ہیں۔ اور وہ ان کا جواب بھی بخوبی دیا گیا ہے۔ ایک بات بار بار
 کہنا کچھ چندان لطف کی بات نہیں **حدیث** کہتا ہے **شعر** چکیا رگفتی گوباز
 پس کہ حلوا چکیا ر خورند پس **قوله** اگر وہ دلیل نہ ہوتی تو یہ معنی ہرگز نہ لیا جاتا **اقول**
 اگر ہم کو یہی قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتیمم مجبور کرتیں۔ تو ہم
 بھی ضرور قراءۃ فاتحہ کے تعیین ضروری کھدیتے۔ الا قرآن اور احادیث نے مجبور کر دیا مگر
 ہیں **قوله** امام بخاری نے رسالہ قراءۃ میں فرمایا ہے۔ و تو اترا الخبر عن رسول الله
 صلی الله علیہ وسلم لا صلوة الا بفاتحة الكتاب **اقول** راوی ابن صلاح
 نے لکھا ہے کہ خبر متواتر غریبہ وجود ہے۔ **قال** السید علی الجرجانی قال ابن الصلاح من
 سئل عن ابراز مثال لذلك رای المتواتر اعیاء طبع **وحدیث** انما الاعمال بالسنن
 من ذلك نعم حدیث من کذب علی متعمداً الحدیث نقلہ من الصحابة الجم الغفیر انفق
مختصراً وفي شرح الخبۃ ذکر ابن الصلاح ان مثال المتواتر علی التفسیر للتقدم
 یعنی جودہ۔ الا ان یدعی ذلك فی حدیث من کذب علی انتہی۔ اور **نواب**
صدیق الحسن خان صاحب نے منہج الوصول میں لکھا ہے۔ کہ دعویٰ
 ابن الصلاح بابت اعیاء تہذیبیہ کہ مراد متواتر لفظی از قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواتر ہی
 است کہ پیش شبہ در ان نزد ہنگامان تابست۔ بیشک نیست کہ این قسم حدیث در نایاب نیست۔

جواب قول مولف کا کہ نفی میں نفی ذات حاصل ہے۔

حدیث لا صلوة کی متواتر کیا جواب موجود۔

ابن الصلاح کے قول سے تو ظاہر ہے کہ حدیث لا صلوة الا بفاتحة الكتاب متواتر نہیں۔
اگر قول ابن الصلاح سے قطع نظر کریں۔ اور تسلیم کریں۔ کہ حدیث متواتر کثیر الوجود ہی۔ جیسا کہ
عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حدیث شفاعت۔ اور مسیح علی الحفین۔ اور جزع حنّانہ
وغیر ذلک کی نسبت کہا ہے۔ کہ متواتر ہیں۔ الا حدیث لا صلوة کو انہوں نے بھی متواتر
شمار نہیں کیا۔ اگر اس سے بھی قطع نظر کر کے کہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بخاری علیہ الرحمۃ کی بھڑاسی ہے۔ یا روایت
ظاہر ہے۔ کہ روایت تو نہیں اپنی ہے۔ اور بخاری علیہ الرحمۃ امام الروایۃ ہیں۔ نہ امام
الراۃ۔ جبکہ صحابی کی رائے کو آپ صاحبان تسلیم نہیں کرتے اور کھد دیتے ہیں۔ کہ
هذا رای الصحابی لا روایتہ۔ والحجة فی روایتہ لا فی رایہ۔ دیکھو نواب
صدیق الحسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ الحقانہ رای
رای الصحابی (لیرجیہ)۔ فان الله سبحانه لم يعث الى هذه الامّة الا نبیاً صلی الله
علیہ وسلم وليس بها الا رسولٌ واحدٌ وکتابٌ واحدٌ وجميع الامّة مأمورة باتباع
کتابہ وسنة نبیہ صلی الله علیہ وسلم۔ ولا فرق بین الصحابة ومن بعدهم فی ذلک انتهى۔
تو بخاری علیہ الرحمۃ کی رائے کھان **ثانیاً** شرائط اربع متواتر سے ایک شرط یہ ہے ورو
ذلک عن مثم من الابداء الى الانتهاء قالہ ابن حجر فی شرح الخبئة جیسا کہ عدد کلمات
نماز۔ اور قیام دیر رکوع۔ اور صلوۃ خمسہ۔ متواتر ہیں۔ اور حدیث ابتدا میں ایسی نہ تھی۔
ور نہ بہت صحابہ زینت فاتحہ کے سنسکر نہ تھے۔ اور اگر وسط میں اگر تو اترا عرض ہوا ہو تو وہ
مقبول نہیں۔ بخاری علیہ الرحمۃ جرد قرائت میں لکھتے ہیں فان اجمع فقال اءاد رک
الركوع جازت فکما اجزائه فی الركعة كذلك یجزئہ فی الركعات۔ فقیل له
انما اجاز یزید بن ثابت وابن عمر والذین لم یروا القراءة خلف الامام من اور ہر کسی
جگہ ایسی رسالہ لکھا ہے **وقال** علی ابن عبد الله انما اجاز ادراك الركوع من أصحاب النبی

صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام منهم ابن مسعود وزید بن ثابت
وابن عمر انتہی ص ۷ عبد الرحمن بن الصلاح لکھتا ہے۔ حدیث انما الاعمال

بالنیات لیس من ذلك رای من المتواترة) وان نقله عدد التواتر والاكثر لان
ذلك طرق علیہ فی وسط اسنادہ انتہی یعنی حدیث انما الاعمال بھی از قسم متواتر نہیں۔
کیونکہ ابتدائیں متواتر نہیں تھی۔ وسط میں اگر متواتر ہو گئی اور شرط متواتر کی بھی ہے۔
کہ ابتدا۔ وسط۔ انتہا۔ اوسکا یکساں ہو۔ اس حدیث میں بھی بات نہیں ٹالنا ایسی ہی
حدیث جو کہ مدارحوت نماز کی ہو۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خمس الاوقات اوسکی معاملہ
بھی ہو۔ باوصف حضور اور ملازمت صحبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر حدیث
اور اوس کے تواتر پر مطلع نہ ہوں۔ (اگرچہ بعض مسائل صحابہ پر بھی نفی ہے مین اس سے بڑھ کر
اور کونسا مسئلہ دین کا ہے۔ جسکی کوشش اور ضروری تھی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ حدیث
ابتدائیں چنداں دائرہ نہ تھی۔ ورنہ ابن مسعود۔ زید بن ثابت۔ اور ابن عمر۔
جو کہ ملازم صحبت بابرکت تھی۔ ضرور اس کے فضیلت پر اطلاع پاتے۔ کیونکہ فرض کا معاملہ
بڑھ کر ہے۔ خصوصاً جب کہ وقوف علیہ لازم کا ہو۔ **رابعاً** جبکہ اس حدیث کو مشہور مومنین
علماء و اعلام کو کلام ہے۔ جیسا کہ عینی وغیرہ نے کہا ہے۔ تو پھر متواتر ہونا کہاں۔ لکن

کل متواتر مشہور قالہ فی شرح النخبة۔ ولفی العام يستلزم لفی الخاص۔ کا
لحیوان والایمان۔ **خامساً** اگر قبول امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کے متواتر ہونا اسکا
تسلیم بھی کیا جاوے۔ تو بھی اپنے معنوں میں محکم ہونا کجا۔ کیونکہ احتمال معنی اجزا اور نفی
فضیلت کا تو باقی ہے۔ ومع الاحتمال کیف الاستدلال **سادساً** اگر اس سے
بھی قلم نظر کریں۔ تو یہی آیت قرآن اور احادیث نبویہ علی عابہا الصلوۃ والتیمۃ کے معارض
ہر کھامر۔ الفرض بانہیمہ شدتات یہ حدیث ثبوت فرضیت کب ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر مثبت
جوب کہا جاوے۔ تو بجا ہے۔ سوسکی خفیہ کرام بھی قابل ہیں۔ جیسا کہ کتب فقہ میں

لکھا ہے قال العینی هذا هو العدل فی باب اعمال الاخبار ولس من العدل ان

یعمل باحدهما۔ واصل الاخرانہی۔ **قوله** استمر۔ اور دوام اس اختیار کا آیت شریفہ سے

نکالنا یقینی نہیں ظنی ہے۔ **اقول** ہر اصولی ماہر یقیناً جانتا ہے کہ فاقو و اما یتسر

لا تقضی اختیار مطلق ہے مقید نہیں۔ اور وہ قطعی یقینی ہے ظنی نہیں فلا یرفعہ

الظنی لعدم الماتلة او الجزئية۔ **والدوامی** ایضاً قطعی یقینی لان وجوہ العلول

عند وجود العلة قطعی یقینی لا یختلف عنہا۔ فلا یراجعہ الظنی فلیتأمل فانہ

للاذکیاء **قوله** پہلا جواب اس حدیث کو بخاری علیہ الرحمۃ نے جزو القراءۃ میں من

روایت کیا ہے۔ الی آخر قال زیادتی ثقہ کی مقبول ہے **اقول** حاصل جواب صاحب سائل

کا یہ ہے کہ اس حدیث میں جو و تقرأ القرآن آیا ہے۔ زیادتی ثقہ کی ہی۔ وہ مقبول

ہی۔ ام القرآن کا پڑنا ضروری ہے۔ سو اس میں گزارش ہے **اولاً** حافظ ابن حجر عسقلانی

مخبر دار اسکی شرح میں لکھتی ہیں و زیادۃ راویہما ای الصحیح والحسن مقبولة۔ مالم

تضع منافیہ لروایۃ من ہوا وثق لمن لم یدکر تلك الزیادۃ۔ لان الزیادۃ اما

ان تكون لاتنافی بینہما و بین روایۃ من لم یدکرها۔ فہذا تقبل مطلقاً لان

فی حکم الحدیث المستقل الذی یتقدم بہ الثقة۔ ولا یرویہ عن شیخہ غیرہ۔ و

اما ان تكون منافیۃ بحیث یلزم من قبولہا رد الروایۃ الاخری۔ فہذا ہے

التي تقع الترجیح بینہا و بین معارضہا فیقبل الرابع و یرد المرجوح۔ **انتہی ص ۱۸**

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی اس وقت مقبول ہے۔ جبکہ وہ منافے میں ہو۔

او ثق منہ کے تھو۔ او عند التعارض اچھ مقبول۔ مرجوح۔ متردک۔ مٹھرد۔ ہی۔ تو اب

گزارش ہے۔ کہ راوی شارق اسکتیس معك من القرآن کا (جو کہ بخاری میں ہے) راجح ہے

یا کہ تقرأ القرآن رجوہ جزو القراءۃ میں ہے اول کوہ جوہ کون کہے۔ کیونکہ امام بخاری

رحمۃ اللہ علیہ منقول ہے کہ ایک لاکھ صحیح حدیث یاد رکھتی ہے۔ نقلہ الشیخ الدہلوی

اور بخاری میں صرف چار ہزار ہی ہائیکرا ہے۔ باقی کو اس کتاب شریف میں داخل نہیں کیا۔ اسلئے کہ اسمین تو اون روایہ کی احادیث لائیں ہیں۔ جن میں شرائط تشریح صحیحہ عندہ بدرجہ کمال اور بوجہ اتم پائیں گئے ہیں۔ اور بھی وجہ تہجیر بخاری کے اور صحاح پر ہے **قال الشيخ الداهلوی** ولیس کتابک یساوی صحیحہ البخاری فی عذاب البابت بدلیل کمال الصفات التي اعتبرت فی الصحیحۃ فی رجالہ انتھی۔ **نویوی** لکھتا ہے۔ بظاہر

وجہ ترک اطلاق بر علت احادیث ہی۔ فثبت ان الراجم عند التعارض هو الاول۔ و الثاني۔ مرجوحہ بلاریب فلا یعمل بہ۔ مع ان الثاني یناحیہ القرآن **علاوہ** اسکے اگر یہ حدیث قابل اندراج اس کتاب کے ہوتی۔ تو امام بخاری رحمہ اللہ علیہ ضروری اسکو درج کتاب فرماتے۔ ایک تو اس لئے اسمین أم القرآن کا لفظ صریحاً واقع تھا۔ دوم اس لئے کہ حنفیہ کے معارض صریح تھے۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کو حنفیہ کے خلاف کی حدیث خدا دی۔ **قال العینی والتجار** کے کثیراً ما ینتبع لما یرد علیٰ ینتیفہ

من السنۃ فی ذکر الحدیث ثم ینعرض بذکرہ فیقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا وکذا۔ ثم ینقول وقال بعض الناس کذا ویشیر بہ الیہ ویشنع بہ علیہ انتھی۔ پھر باوصف طرحت معارض ہو چکی۔ اس حدیث کو درج کتاب فرمانا۔ علت سو خالی نہیں۔ الحاصل رجحان روایت سند رجحان بخاری، کا بھر حال ثابت اور سبب ہی **ثانیاً**۔ اور بام القرآن کی تخصیص میں وہ تمام باتیں لازم آئیں گے۔ جو کہ تخصیص خبر واحد سے لازم آئیں تھیں **ثالثاً**۔ روایت احمد وغیرہ میں جو اقوال بام القرآن شتم اقوالہ بامائت اور اخیر میں وافعل هذا فی صلواتک کلاھا واقعہ ہی۔ اسکا متفق ہی یہ ہے کہ جملہ کلمات میں فاتحہ مع سورہ کہ ضروری ہو وہ ہو کھتری **حنیف** **قوله** ایسی بخاری کے مجمل جملہ عجیب استدلال کیا ہی ہے۔ **اقول** یہ بخاری کا مجمل جملہ ایسا عجیب و غریب ہے جس کے آگے ہزار تفصیل جملی قربان ہیں اور اس جملہ نے اپنے رجحان کو باعث اور جملہ کو بخوبی

باطل کر دیا۔ مکافیتل هذا قوله والحديث يفسر بعضه بعضاً اقول پہلے صاحب سالہ نے فرمایا کہ لفظ ام القرآن جو اس حدیث میں ہر زیادتی فقہ کی ہے اب فرماتے ہیں کہ تفسیر مائتس معک کی ہے۔ کتب اصول میں کہا ہے کہ بیان تفسیر مجمل۔ مشترک۔ مشکل۔ اور خفی کے لئے لایا جاتا ہے۔ اب ہم استفسار کرتی ہیں کہ کلمہ ما۔ کا ان میں سے کیا ہے۔ اور اسپر ان میں سے کسی کی تعریف صادق آتی ہے۔ ہر عالم اصول کہے گا۔ کہ ان میں سے کسی کی تعریف لفظ ما پر صادق نہیں آتی۔ عدم صدق تعریف مشترک۔ مشکل۔ ملاحظہ رہی ہے۔ رہا مجمل اور خفی۔ سو عینی نے اسکا فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ حیث قال ولا يجوز ان يكون مفسر لانه

ليس في ابهاما ومن قال ان كلمة ما محمولة فقد ابعد جدا لانه لا يصدق عليه حد الابل كما ذكرناه عن قريب انتهى مختصراً۔ پوری عبارت علی رحمہ اللہ کی خوب طوالت ذکر نہیں کی گئی۔ منشاء فلينظر قوله دوسرا جواب اقول اسکا جواب اول جواب کے نسبت میں گزر چکا ہے فلا نفيد قوله تیسرا جواب آہ اقول دامن کے جملہ جوابات پہر یہاں بھی سمجھ لیجئے۔ قوله ظنی کی تخصیص ظنی سے ممنوع نہیں۔ اقول درست ہے ظنی کی تخصیص ظنی سے ممنوع نہیں۔ جائز ہے لا اس تخصیص سے مخصوص برکار ہو گیا۔ یعنی جب کہ مائتس معک من القرآن سے فاتحہ مخصوص مراد ہوئی۔ تو وہ بھی حارض نہ آن ہو گیا۔ مطابقت حاصلہ اسکی بھی جاتی رہی۔ اور قبل از تخصیص اوسمیں یہ بات موجود تھی۔ قوله اس حدیث میں مائتس سے وہ قرآن مراد ہے جو فاتحہ کے سوا ہو۔ اقول (۱) مائتس سے مراد ماسوا فاتحہ کے لینا ظاہر کا سخت خلاف ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث میں فاتحہ کا ذکر ہی کہاں ہے۔ تاکہ مائتس کو حمل پر بازاد علی الفاتحہ کے کیا جاوے۔ قال العینی فی شرح البخاری وما حمله على ما زاد على الفاتحة۔ فن این يدل ظاہر الحدیث علی الفاتحہ

حتیٰ کہ یوں کہتا ہے کہ ما یتسدا علی ما زاد علی الفاعل انتہی۔ (۲) جبکہ انہیں سے
 محمول بر ما زاد علی الفاعل ہو تو چاہیے کہ فاتحہ متہ مالک الزیادۃ فرض ہو۔ و انتہا
 تقولون بہ۔ **قوله** فاتحہ الکتاب کی حدیث زیادہ غیر معارض ہے۔ اور زیادہ ثقہ
 کی بالاتفاق آپ کے نزدیک مقبول ہے **اقول** زیادہ ثقہ کی مقبول و نامقبول ہونیکا
 حال تو جواب اول (۱) سے بخوبی معلوم ہے ہو چکا ہے۔ فلا تکررہ۔ رہی یہی
 بات کہ حدیث فاتحہ زیادہ غیر معارض ہے۔ (۱) تو جس حمل کا یہ نتیجہ ہے وہ
 حمل ہے صحیح نہیں فکیف کون غیر معارض (۲) بعد تسلیم تکلف
 سے معارض اس حدیث کا تورفع ہوا۔ الا۔ قرآن کریم کا معارض جبکہ دفعہ قصود ہم تھا
 کسی دفعہ کیا۔ وہ تو بدستور ہی نا۔ اسکا بھی خیال چاہیے تھا **قوله** پس حدیث
 محتمل الوجہ ہو گئی۔ اور محتمل حجت قطعی مثبت فرضیت نہیں **اقول** (۱) ایسی مجرّد
 احتمالات تو سلیک عطفانی کی حدیث میں دائر ہو سکتی ہیں۔ احتمال ہے کہ یہ حکم قبل از
 ہنئی کلام در صلوٰۃ عند الخطبہ ہو۔ تا اسکی حالت مفلوکیہ کے اظہار کے لئے ایسا فرمایا ہو۔ یا
 اسی کی خصوصیت ہو (۲) اس حدیث شریف کا محتمل الزیادہ ہونا کچھ ہم کو مضہ نہیں
 کیونکہ ہمارے اصحاب حنفیہ کرام نے اثبات فرضیت قراءت کا مدار اس حدیث پر ہی نہیں کیا
 تاکہ اسکی عدم قطعیت محل بمقصود نہ ہو۔ بلکہ مثبت فرضیت قراءت تو اکر یہ ما یتسدا القرآن
 ہی اور اس حدیث کو مؤیدات سے تصور کرتے ہیں فرضاً اگر یہ حدیث نہ بھی ہوتی تو کیا
 فرضیت قراءت ہی ہوتی فلا یضنا کونہ محتمل الوجہ **قوله** اس اعرابی کی حدیث حجت
 ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اثبات مطلب میں کیوں لائے **اقول** مدار اثبات۔ طرہ اس
 حدیث پر نہیں۔ فرضیت کا مدار اور چیز پر ہے۔ اور واسطہ تائید اثبات مطلوب کے اس حدیث
 کو لائے۔ ایسا نا ممنوع نہیں۔ **قوله** اس حدیث میں قوم اور رکوع اور سجد کی طاعت
 کا بھی حکم ہے اسکو اپنی کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ اسی فرض کیوں نہیں کہتے۔ **اقول**

(۱) اسی حدیث میں بیچ کے قہری اور اس میں القیات پڑھنی اور فخذ السیرے پڑھنے کے لئے ہی فرمایا ہے۔ جیسا کہ ابو داؤد میں نفاع بن اقم کی روایت میں ہے۔ فاذا جلست في الصلوة فاطمن واقتش فخذك اليسرى فم تشهد الحديث ص ۱۲۶ اور اسی حدیث میں وضع الکفین علی الرکتین فی الركوع کے لئے ہی فرمایا۔ جیسا کہ نفاع کی دوسری روایت میں ابو داؤد نے روایت کیا ہے واذا رکعت فضع راحتيك علی رکتیک الحديث ص ایضاً اور اس میں فاتحہ کے بعد سورہ پڑھنے کی وسط ہے فرمایا۔ كما هو فی رواية احمد ثم اقرأ بام القرآن ثم اقرأ بما شئت الحديث وافعل ذلك فی صلواتك كلها۔ تو اکثر روایتوں میں وارد ہے۔ اور بعض روایت اس حدیث میں ثنا۔ اور جملہ راتراحت ہی آیا ہے۔ یہ مذکورہ مور بھی اس حدیث میں وارد ہیں تو پھر آپ انگو کیوں فرض نہیں کہتے۔ ان کے فرض نہیں کیوں منکر ہیں۔ اور صاف الفاظ کو بھی آپ فرما دیں۔ امرک اعجب من العجائب واغرب من الغرائب۔ یا ابا العجائب اخذت شیئا وترکت شیئا حفظت بعضاً ونسیت بعضاً۔ نصحت غیرک ونسیت نفسك وصرت مصداقاً لقوله تعالى فانه۔ لم تقولون مالا تفعلون۔ پس جو جواب ان امور سچو دیں گے وہی ہماری طرف سے بھی تصور فرما دیں (۲) مری بخاری کے بسندہ عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فھے يوم خيبر عن كل الثوم وعن لحوم الحمير اهلية ص ۶۰۶ اس حدیث میں ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لسن اور حرملہ کے لئے بھی فرمایا ہے۔ پھر دونوں کو قحرام کیوں نہیں کہتے۔ جو جواب آپ دیکر وہی وہی جواب سا بھی سمجھیں **قوله** کیونکہ اس حدیث میں مذکور نہیں **اقول** (۱) نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کا جواب یوں دیا ہے۔ لان الوجبت الثلاثة المذكورة كانت معلومة عند السائل فلم يجتزئ الي بيانها انتهى۔ اور قسطلانی بخاری کی شرح میں لکھتا ہے تمام مذکور علیہ

بقیۃ الواجبات فی الصلوة کالنیتۃ والقعود فی التشہد الاخیر۔ لانه

كان معلوماً عنده۔ او عمل الراوی۔ اختصر ذلك انتهى (۲) رقم سطور

کہتا ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو فرائض داخلہ یعنی ارکان نماز

کے تمامہ تسلیم فرمائے۔ ان میں سے کسی کو ترک نہیں فرمایا۔ اگرچہ

بعض خارجیہ کو بھی بتقتضائے وقت اور غرض تعلیم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا

اس لیے نیت اور قعدہ اخیرہ ہی ذکر نہ فرمایا۔ نیت کا خارج از ارکان ہونا تو

ظاہر ہی ہے قعدہ اخیرہ ہی ارکان میں داخل نہیں قال العینی فی شرح

الهدایۃ ذکر فی الايضاح اما القعدة الاخيرة من جملة الفروض و

ليست من الاركان لان ركن الشيء ما يفسر به ذلك الشيء و تفسير الصلوة

لا يقع بالقعدة۔ وانما يقع بالقيام والقراءة والركوع والسجود انتهى و

قال ابن الهمام فی شرح الهدایۃ۔ و اعلم ان القعدة فرض غير ركن لعدم

توقف الماهية عليها شرعاً۔ لان من حلفت لا يصلح حنث بالرفم من السجود

دون توقف على القعدة فعلم انها شرعت للخروج وهذا لان الصلوة افعال

ومتعت للتعظيم وليس القعود كذلك بخلاف ما سواه انتهى ص ۱۱۳ **قولہ**

پس اس طرح فرضیت فاتحہ بھی کسی اور دلیل سے ثابت ہو **اقول** اگرچہ بھیات

نہیں ہے کہ فرائض کے حصہ حدیث میں نہیں اور اور دلائل سے ثابت ہیں۔ مگر

فاتحہ کی فرضیت کی دلیل منور معلوم نہیں ہوئی۔ اور جو دلیل فرضیت نماز

کی صاحب رسالہ نے بیان فرمائی ہے وہ ظنی مدخل فیہ ہے۔ جیسا کہ تفضیل

جوابوں سے سابق میں معلوم ہو چکا ہے مذکورہ۔ فلا یضربنا هذا الکلام

قولہ عینی نے اسی حدیث سے استدلال پکڑا ہے اور امام نووی پر تین اعتراض

جائے ہیں **الاعتراض الاول** کہ ان کا (الفاتحہ) فرضاً لا امرہ النبی صلی

اللہ علیہ وسلم لان المقام التعليم **اقول** عینی علیہ الرحمۃ نے بخاری کی شرح

میں یہ عبارت لکھی ہے۔ قوله ماتيس معك من القرآن يدل على ان الفرض مطلق

القرائة وهو جهة واضحة للنفیة على عدم فرضیت القراءة الفأحة۔ اذ

لو كانت فرضاً لآمره النبي صلى الله عليه وسلم لان المقام مقام التعليم والبيان

انتھی۔ اب فرماتے کہ اس عبارت میں کوں سا جملہ دال ہے۔ کہ عینی نے۔ نووی پر اعتراض

جمایا ہے۔ بلکہ یہ کلام نصاً صریحاً سپردال ہے۔ کہ عینی نے فاقراً ماتيس معك

من القرآن کا مدلول بیان نہ فرمایا ہے نہ کہ اعتراض جمایا ہے کما فہمہ صاحب الرسالة

خیر منہ فرضاً تسلیم کیا کہ اعتراض ہی ہو۔ نووی پر نہ سبھی کسی اور پر ہی سبھی۔ تو

بھی عرض عینی رحمہ اللہ کی یہ ہے۔ کہ یہ جملہ اس حدیث کا جو بخاری شریف میں

مرجح معمول بہ واقع ہے۔ نہ وہ جملہ بخاری کا جو جب نزول القراءة یعنی ام القرآن مروج

بتروک ہے کما مرنا التحقیق قبل ذلک) اور کا مدلول صریحاً عموم ہے۔ نہ خصوص۔

فهذا الكلام حق لا ستره في ذلك لان ظاهر هذه الرواية التي وقعت في البخاری

تدل على العموم لا على الخصوص فلا يرد ما اورد عليه۔ دیکھو نووی کہتا ہے۔

فهذا الحديث مشتمل على فوائد كثيرة۔ وليعلم اولاً انه معمول على بيان الواجب

دون التثنية انتهى۔ تو عرض نووی رحمہ اللہ کی یہی ہے کہ اس حدیث مذکور فی المسلم کا

چال ہے قرآن اگر اسکی جملہ طرق کا لحاظ کیا جاوے تو یہ کلام نووی کا کب صحیح ہے کیونکہ

اس حدیث کے طرق میں تو سنن بلکہ آداب بھی مذکور ہیں کما لا يخفى على ناظرها

وقد مر قبيل ذلك ما يلوح منه هذا **قوله** والجواب اما اولاً قدام النبي

صلى الله عليه وسلم كما رأيت في رواية البخاری **اقول** اما اولاً فانه رحمه

الله عليه في صدر بيان مدلول هذه الرواية التي وقعت في البخاری بقضية قوله

قوله ماتيس معك من القرآن يدل على الخ۔ لا ما وقع في كذا وكذا **واما ثانياً**

ما روى البخاري في جزو القراءة فهو مرجوح متروك كما تم تحقيقه - فصار
 كانه لم يأمن لان وجوده كالعدم فثبت اذ لو كانت الفاتحة فرضاً لكان **وما**
ثالثاً لو كانت هذه الرواية على شرط البخاري رحمه الله لا ورده في كتابه الشريف
 لانها كانت صريحة في وجوب ام القرآن فلا تراحم ما في الكتاب **قوله**
واما ثانياً الى اخرها قال لان المقام مقام التكليم **اقول** اما اولاً فقد كان
 ذلك معلوماً له على ما قاله النووي والقسطاني - فتعليقه يكون تخصيصاً
 للمحصل **واما ثانياً** فانه صلى الله عليه وسلم كان يصدر تعليم الاركان القعدة
 الاخيرة ليست بركن للصلوة على ما اشرنا فلا يضرنا عدم ذكرها **قوله** فان
 قلت **لانه اقول** لا حاجة لنا الى ليت ولعل وآي داع يدعو الى تركها بهذه
 التكيلفات الباردة وعدم ذكر القعدة لا يخل بالمقصود لما سبق **قوله**
اماً ثالثاً اقول اما اولاً - فقد كان عالماً بها على اختيار النووي القسطاني
 وثم ثانياً فلما ذكرنا في القعدة الاخيرة لان النية ايضاً ليست بركن للصلوة فلا
 حرج في عدم تعليقه النية على اختيار اصحابنا **قوله** اما رابعاً ففي رواية البخاري
 الى اخرها قال فلا بد عندك ان تكون هذه الاشياء فرائض **اقول** غرضه
 رحمه الله انه صلى الله عليه وسلم علم في هذا الحديث المذكور في البخاري - اركان
 الصلوة كلها وما ترك منها شيئاً فلو كانت الفاتحة ركناً لكان المقام مقام
 التكليم لا ان جميع ما علمه فهو ركن فاندفع ما قيل عليه **قوله** جاء في رواية
 ابي داود فان كان معك قرآن فاقرأ ولا فاحمد الله وكبره وهلل الله **اقول**
 قال النووي في شرح البخاري - اما حديث تيسر معك من القرآن فمحموك على من
 يحسن الفاتحة انتهى - يعني من عجز عن قراءة الفاتحة ويقل على ما سواها - من
 القرآن - فله ان يقرأ ما تيسر من القرآن ومدلول كلامه صلى الله عليه وسلم في رواية

ابن داود - انكان معك قرآن فاتحة كانت او غيرها فاقراؤا ان لم تعلمه مطلقا
 او عجزت عنه فاحمد الله الحديث فان هذا من ذلك او نقول مدلول كلاً
 النوء ان من عجز عن الفاتحة ويقدر على ما سواها - ومدلول كلاًه صلى
 الله عليه وسلم ان من عجز عن القرآن فهل جازت صلواته - فليت شعري
 ما حمله على هذا الحمل وكيف قال ان الحمل صحيح مع ان بين الكلامين
 بعد مراحل - فثبت ان قول العيني فحمل غير صحيح ^{صحيح} لانه ليس في الحديث شيء
 يدل عليه فليتأمل الناظر في ذلك ولينصف **قوله** - **الاعتراض**
الثالث الى اقول قال عليه السلام للاعرابي - اذا كنت في الصلوة
 فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن الحديث رواه البخاري - قال النوء
 في شرح هذا الحديث - اما حديث ما تيسر فحمل على الفاتحة فانها متيسرة
 انتهى - يعني به ان ما تيسر من القرآن هو الفاتحة لا غير قال العيني هذه
 تمشية لمذهبه بالحكم - وكل هذا خارج عن معنى كلام الشارع اما قوله
 فالفاتحة مبتر فلا يدل عليه تركيب الكلام اصلاً لان ظاهراً يتناول
 الفاتحة وغيرها كما يطلق عليه اسم القرآن - وسورة الاخلاص اكث
 تيسر من الفاتحة فما معنى تعيين الفاتحة في التيسر وهذا حكم بلا دليل
 انتهى مختصراً **قوله** الواجب والفرض في العمل سواء وانكار التيسر بعد
 اختيار الوجوب او الفرضية **حكم اقول** كلام العيني ناظر الى ان الحكم
 بمصر تيسر من القرآن في الفاتحة تحكم لا يدل عليه تركيب كلام الشارع اصلاً
 لان مدلوله الصحيح يتناول الفاتحة وغيرها كما يطلق عليه اسم القرآن فامعنى
 قوله ان ما تيسر هو الفاتحة لا عين فهل هذا الحكم بلا دليل - واختيار الوجوب
 والفرضية لا مدخله في التيسر فثبت ان قيل المعترض تحكم - حكم بلا دليل بل

الانصاف ما اتى الجيب في رد هذا الاعتراض شيء يعتد به ويعتمد عليه -

فائدة لطيفة واعتراض العين على النووي اعتراضاً رابعاً وما حال

حوله صاحب الرسالة والوجه لديه - وهو هذا قال النووي اما حديث

ما تيسر محمول على ما زاد على الفاتحة بعدها انتهى ملقطاً - قال العين وما

قوله على ما زاد على الفاتحة بعدها - فمن اين يدل ظاهر الحديث على

الفاتحة حتى يكون قوله ما تيسر الا على ما زاد على الفاتحة **ومع هذا**

اذا كان مأموراً بما زاد على الفاتحة يجب ان تكون تلك الزيادة ايضاً

فرضاً مثل الفاتحة ولم يقابل الشافعي رحمه الله انتهى ملقطاً **قوله**

يهديث جعفر بن ميمون سے روایت ہے۔ اور وہ فقہین **اقول** (۱) تقریب

التحذیب میں لکھا ہے جعفر بن ميمون ان سمي صدق يحفظ من السادسة

انتهى۔ اور میزان الاعتدال میں ہے جعفر بن ميمون قال مره صالح

الحديث - وقال اللذان قطعت يعتد به وقال ابن عدی لم ار حديثه منكراً

انتهى جذاذ البعض۔ اگرچہ جعفر بن ميمون میں بعض نقات کی کلام ہے الا یہ کلام

بنسبت محمد بن اسحاق کے کلام کے نہایت ہی کمتر ہے۔ مسیح بن قطان کہتا ہے

اشهد ان محمد بن اسحاق کذاب۔ آہ سلیمان تمی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اور

حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے اسکو دجال بن الدجاجة منسوخ فرمایا ہے۔ دیکھو

میزان الاعتدال جبکہ اسکی حدیث کو آپ بلا غلط قبول فرماتے ہیں تو

پہر اس میں کیا تاثر ہے علی انہ قد ضعفہ احمد و جماعة کما ذکرہ العلامة

الزیلعی (۲) جعفر بن ميمون کے طریق میں کلام ہی سہی۔ اس طریق کے سوا

اسی حدیث کا اور یہی طریق ہے۔ جس میں جعفر بن ميمون نہیں **روی** الطحاوی نے

فی معجمہ الاوسط من حدیث ابراہیم بن طهمان عن الحجاج بن ارطاة عن

عبد الکریم عن ابی عثمان عن ابی ہریرۃ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ان انا دی فی اہل المذینۃ ان لاصلوۃ الایقراءۃ ولوبیعا حۃ
الکتاب انتھی ذکرہ الزبیلی فی تخریج احادیث الہدایۃ - اور اس حدیث کا

اور یہی طریق ہے آخیر ابو محمد الحارثی فی مسند - و ابن عدی - لکن
اس طریق کو زمینی نے کہا ہے کہ ضعیف ہے - (۳) جعفر بن میمون کا طریق

ضعیف ہے بھی - الا چونکہ اسکی مؤید قرآن - اور حدیث فارقوا ما تمیز من القرآن
ہے پس جبر ضعیف کا ہوا **قوله** آپکی روایت اس روایت سے کی طرح بڑھ کر نہیں **اقول**

اس روایت میں بھی یہی جعفر بن میمون موجود ہے - پہر اس روایت کو کی طرح نہ
اور فوقیت ہے - **مے** ابوداؤد حدثننا ابن بشار اخبرنا یحییٰ اخبرنا جعفر

عن ابی عثمان عن ابی ہریرۃ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انا دی
ان لاصلوۃ الحدیث انتھی **قوله** یہ حدیث احادیث مصرح برفضیت کا مقابلہ ہی

کب کر سکتی ہے **اقول** (۱) وہ احادیث مصرح ہی کہاں ہیں - اور جو بیان ہوئی
ہیں وہ مثبت رفضیت نہیں - جیسے جا بجا معلوم ہو چکا ہے (۲) اگر یہ حدیث

تن تنخاسی ہوتی تو شاید - جبکہ اس کے مؤید اور معاضد اور احادیث صحاح اور قرآن
موجود ہے - تو یہ مقابلہ نہ کرنے کی کیا وجہ - **قوله** ابو ہریرہ کا فتویٰ اس کے خلاف

ہے - الی آخر ما قال آپ کی اصول میں وہ حجّت نہیں رہتی **اقول** یہ قاعدہ ہمارا
اصول میں اس طرح ہی وان عمل الراوی بخلاف ما روی قبل الزوایۃ لا یصحج -

لجواز انہ کان مذہبہ - نہ بالحدیث و کذا اذا لم یعلم التاريخ لانه حجة
بیقین فلا تسقط بالشک تلویح و توضیح ص ۱۳۱ اب آپ ہی تاریخ بیان فرما دیجو

یقینی نہیں تو ظنی ہی سمجھی - پہر ہمارا عمل اور ہماری اصول کا قاعدہ کیونکر ٹوٹا -
اور یہ حدیث ہماری اصولی قاعدہ کے موجب قابل عمل ہی رہی صاحب

نے اس قاعدہ کی تفصیل ملاحظہ نہیں فرمائی۔ ورنہ یہ اعتراض نہ کرتے **قوله**

القرآن معروف باللام ہے اور حقیقہ کے اس اصل کو الف لام میں عہد اصل ہے
اقول اولاً عند علماء مشہور یہ ہے۔ کہ لام چار قسم میں تقسیم ہیں **اللام**

بلاجماع لتعريف مدخولها فاما ان يشار بها الى الحقيقة من حيث هي هي من غير

نظر الى الافراد۔ فھی لام الجنس۔ واما ان يشار بها الى حصة معينة من الحقيقة

فھی لام العهد الخارجی۔ او الى حصة غير معينة من الحقيقة وهي لام العهد

الذهنی۔ او الى جميع افراد الحقيقة فھی لام الاستغراق۔ فالاول مثل

الرجل خير من المرأة۔ والثاني مثل جاءني رجل فقال الرجل كذا۔ والثالث

مثل ادخل السوق۔ والرابع مثل الانسان لفي خسر الا الذين امنوا وعملوا

الصالحات۔ هذه خلاصة ما في التلويح اور الف لام کی اقضاء عموم میں علماء کے

تین مہربین **الاول** اذا كان هناك معهود حملت على العهد فان لم

يحملت على الاستغراق واليه ذهب جمهور اهل العلم **والثاني**

انها تحمل على الاستغراق الا ان يقوم دليل على العهد **والثالث** انها

تحمل عند فقد العهد على الجنس عن غير الاستغراق اب **استفسار** طلب یہ

ہو۔ کہ القرآن میں عہد وہنی ہے یا خارجی۔ اگر وہنی ہے تو وہنی کا اشارہ الیہ کیجیے

غیر معین ہوتا ہے کما مر لہذا اسکو حکما نکرہ کہتے ہیں۔ پس اس تقدیر پر معنی

آیت کے یہ ہوئے۔ جبکہ کوئی حصہ قرآن کریم کا رفاخت ہو یا دوس کے سوا پڑا جاوے

تو اسکو سنو۔ اوپر چکی رہو۔ کچھ نہ پڑ ہو۔ اور حدیث شریف کا مضمون یہ ہے

کہ فاتحہ کتاب پڑ ہو۔ چپ نہ ہو۔ پہر تطبیق سہل کنوکر سہی۔ **الحاصل**

اس تقدیر پر معنی آیت کے تو صحیح الاتطبیق سہل نہیں **ہاں** وہ تطبیق جو کہ جابر

رضی اللہ عنہ نے دی ہے البتہ وہ سہل ہے۔ عینہ لاصلوۃ الا بقاءۃ الکتاب

اذا كان وحده ذكره الذين يعني بھ حدیث منقول کے لئے ہر مقتدی کو الٰہی نہیں اور آیت کریمہ اذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون مقتدی کی سوط ہے۔ یہ تطبیق آسان اور سہل ہے۔ علاوہ ازان صحابی جلیل القدر لغت دان متحاورہ شناس۔ عالم النصوص۔ مصاحب الصحبت۔ کی ہی۔ اور یہی مختار حنفیہ کرام کا ہے۔ اور اگر عہد خارجی تو مشارا الیہ خارجی کا ایک حصہ معنی حقیقت کا ہوتا ہے اور وہ سبق الذکر ہی ہونا چاہیے کہ قولہ تعالیٰ فارسلنا الی

فرعون رسولاً۔ فعصى فرعون الرسول و کقول القائل جاء رجل فالرجل کذا۔ یہ یہاں کونسا حصہ خاص قرآن کا سبق الذکر ہے۔ کہ وقت پڑھنے قرآن کے بخصوص ہا اسی کا سنا فرض ہے۔ اور کونسا فرض اوس خاص حصہ کی تقریر پر دل ہے۔ اسکی علاوہ۔ اس تقدیر پر معنی آیت کے یہ ہوئے۔ جبکہ ایک خاص حصہ یعنی فلان آیت۔ یا فلان سورت۔ قرآن کریم کی پڑھی جاوے تو اوسکو سنو۔ کہ اوس کا سنا وقت قراءت قرآن کو فرض ہے۔ اور فلان آیت یا فلان سورۃ۔ جبکہ پڑھی جاوے۔ تو ہمیں اختیار ہے۔ سنو یا نہ سنو۔ فرض نہیں وھو کما تری یخفف جداً۔ لایقول به احد ولا تقضیه الا یہ ثابنا القرآن کالفاظ معمر باللام۔ کتاب کریم میں بہت جگہ واقع ہے۔ حسب تجزیر مؤلف رسالہ کے وہاں بھی عہد ہونا چاہیے۔ وھو بمراجل بعید عن التحقيق۔ وایضاً لایستقیم العقی

کما لا یجفی علی منزل قلبک سلیم۔ قال عمر بن قائل ولقد صرنا فی هذا القرآن وایضاً ما انزلنا علیک القرآن لتشی وایضاً طس تلك آیات القرآن و کتاب البین وایضاً ان الذی فرض علیک القرآن لراذک الی معاد وایضاً یس۔ والقرآن الحکیم وایضاً ولقد ضربنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل لعلھم یدرکون وایضاً ق۔ والقرآن المجید

وایضاً ولقد یسرنا القرآن للذکر وایضاً الرحمن علم القرآن -
 وایضاً اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله وایضاً ان هذه القران
 یہدنی للنعیم ہے اقویٰ انکے ماسواکثیر من المواضع میں القرآن کا لفظ
 معرف باللام واقع ہے ولا معنی العهد فی هذه المواضع کما لا یغنی قوله
 امر بالشیء اسکی ضد کی نہی کا مستلزم نہیں دیکھو اپنا اصول اقول حسب حکم
 ہم نے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت دیکھی تو اس میں یہ قال کھل مسئلہ
 وجوب الشیء يتضمن حرمة ضده وقيل الامر بالشیء یقتضی کراهة ضده
 وقيل الامر بالشیء نفس النہی عن ضده وقيل ليس الامر نهياً عن الضد
 ولا متصفاً له عقلاً وعلیه المعتزلة وعامة الشافعية انهم مختصراً -
 پہر نور الانوار تو اوسمیں یہ عبارت پائی قيل الامر بالشیء یقتضی التہر عن
 ضده والنہی عن الشیء کیوں امراً بضدہ فیدل الامر علی تحریم ضده
 والفہمی علی وجوب ضده - فان كان له ضد واحد فيها وان كانت له
 اضداد كثيرة ففي الامر بحرم اضدادہ - وفي النہی کیف له الا بیان بواحد
 من الاضداد غیر معین - وهذا هو مختار الجصاص - وهذا الامر بالشیء
 یقتضی کراهة ضده الفہمی مختصراً - ازان بعد حصول الماسول کو دیکھا
 اوسمیں صاف ہی یہ ذہب المجہور من اهل الاصول ومن الحنفیۃ الشافعیۃ
 والمحدثین الی ان الشیء المعین اذا امر به كان ذلك الامر به نهياً عن الشیء
 المعین المضاد له - سواء كان ضدًا واحدًا او كان الضد متعددًا الی آخر
 ما قال - وقال الرازی - والقاضی ابوزید - والصیرفی - وصمد الاسلام
 واتباعهم من التاخرین - الامر یقتضی کراهة ضده ولو كان ایجاباً انتہی
 مختصراً ومثلکذا آرزو مع وغیرہ کے عبارات نقل نہیں کریں گے - خوفاً للمناسبة

اب گزارش ہو۔ کہ ہماری اصول میں تو یہی لکھا ہے۔ امر بالشیء مستلزم ہفتی ضمدہ
 اوکر اتہ ضدہ کا ہے اپنے کہان سے اسکی نفی کا التزام نہ پایا۔ کسی کتاب میں
 لکھا پایا۔ یا سنایا ہے الزام لگایا۔ پس مطلق قرات یا قرات فاتحہ کی نہیں یا
 کراہت واسطی مقتدی کے اس آیت شریفہ سے ثابت ہوئی **قوله** استماع کی
 تخصیص جہری نمازوں کے ساتھ اور انصات کی سریہ کے ساتھ مستلزم طعنیت عموم ہے
اقول۔ تفسیر بیرین ہو۔ الانصات السکوت الاستماع۔ يقال

نصت انصت وانصت بمعنى واحد انتهى اور فتح القدر میں ہے لانصات
 لا یخص الجهریة لانه عدم الکلام لکن قيل ان السکوت للاستماع لا
 مطلقا وحاصل الاستدلال بالایة ان المطلوب امران الاستماع -

والسکوت۔ فعمل کل منهما واول یخص الجهریة والثانی لا۔

فیجری علی اطلاقه فیجب السکوت عند القرائت مطلقا وهذا بناء

علی ان ورود الایة فی القرائت فی الصلوة وهو کذا لک الخ حاصل ترجمہ

چکے رہنا نمازوں جہریہ کی ساتھ مخصوص نہیں۔ کیونکہ انصات کے معنی

نکڑنا کلام کا ہے۔ اور کسی کا کہنا کہ چکے رہنا واسطی سماع تہران کر ہی۔ پس سریہ

میں سکوت آیت سے ثابت نہ ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ آیت مشتمل دو حکم پر

ہی۔ اول استماع قرآن دوم چکے رہنا۔ فاستمعوا مخصوص مجھے ہے۔ وانصتوا

جہریہ سریہ دونوں کو شامل ہے۔ پس مقتدی کو چکے رہنا نماز جہریہ اور سریہ

میں لازم ہوا۔ اور یہ دلیل اسپر مبنی ہے کہ ورود اس آیت کا درباب قرات رقی

الصلوة ہو۔ سو یہ امر ایسا ہی ہے **الی الخ** اب گزارش ہو اول تو کلام صاحب

رسالہ کے ماذکر کے خلاف ہی۔ خیر اس سے قطع نظر مقصود اس کلام سے یہ ہے

کہ فاستمعوا اپنے معنی موضوع کہ میں (یعنی جب قرآن جہرا پڑھا جاوی تو سننا مستعمل ہے

تو پہلے نہایت کہاں سے آگئی۔ پس اب آیت کریمہ اپنی عموم پر ہی مخصوص نہیں فلا
 یجوز تخصیصہ بالظنی **قوله** یہ آیت اپنے اطلاق عموم پر بالکل نہیں لے آخر
 ما قال تخصیص خبر واحد سے منوع نہ ہوگی اقول قبل از جواب میں مسئلہ کا
 بیان کرنا ضروریات سے ہے۔ تاکہ مسئلہ تخصیص کی حقیقت پوری پوری معلوم ہو۔

مسئلہ اول تخصیص مطلق کی تعریف و التخصیص فی الاصطلاح هو قصدا
 العام علی بعض مشیائہ بکلام مستقل موصول۔ فان لم یکن کلاماً۔

بان کا عقلاً او حقاً او عادتہ او حقہ لم یکن تخصیصاً اصطلاحاً ولم یصد
 ظنیاً۔ و کذا ان لم یکن مستقلاً بل کان بغایۃ او شرط او استثناء او

صفة و سیجی تفاسیلہا۔ و کذا ان لم یکن موصولاً بل کان مترجماً

لا یسمی تخصیصاً بل یسمی نسخاً انتہی نور الا نیوار مرعینہ **مسئلہ**
ثانیہ محض کی تاخیر جائز ہے یا نہ۔ **مسلم الثبوت** میں لکھا ہے لایجوز

تاخیر المحصر عند الخفیۃ۔ خلافاً للشافعیہ۔ وفی موضع اخر منہ۔

والحق ان المترجی ناسخ والا کان او ثانیاً انتہی۔ اور تلویح میں ہے و

مذهنا فی التاخر انه نسخ لا تخصیص انتہی **مسئلہ ثالثہ** عام وضعاً

اپنے جملہ افراد کو مستغرق ہے۔ اور جس افراد کو متناول ہو اوں افراد میں

اوس کا حکم قطعی ہے۔ تو تخصیص عام جب تک کہ قطعی کے ساتھ نہ ہو لے قطعی یعنی

خبر واحد و قیاس سے جائز نہیں۔ کیونکہ جب عام اپنے جملہ افراد کو جس حیثیت وضع

مستغرق ہے۔ تو بعض پر اطلاق کرنا یا اطلاق کے کل الخرو یا تسمیہ الخرو یا بنم کل

کے قبیلہ سے ہے۔ پس احتمال تخصیص عام میں ایسا ہی جیسا کہ احتمال مجاز حقیقت

میں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ احتمال مجاز قطعیہ معنی حقیقی کو مضرب نہیں۔ جب تک

کہ کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ نہ ہو **فی التوضیح** و عندنا هو قطعی

مسائل الخاص وسیعین معنی القطع فلا يجوز تخصيصه لواحد منهما - ماله

يخصر بقطع - لان اللفظ متى وضع لمعنى كان ذلك المعنى لازماً له الا ان

تدل القدينة على خلافه - ولو اراد البعض بلاقينية - لانه تقع الامان عن

اللغة والشرع بالكلية - لان خطابات الشرع عامة والاحتمال العنيد

الناسي عن دليل لا يعتبر فاحتمال الخصوص ههنا كاحتمال الجاز في الخاص

انتمی مذکورہ مسائل سے ثابت ہوا - کہ تخصیص مصطلح وہ ہے کہ کلام مستقل موصول

سی ہو - بحکم مسئلہ اولے کے - اور متاخر کہ کونسا نسخ کہتی ہیں - نہ تخصیص بحکم مسئلہ ثانیہ

کے - اور مجرد احتمال غیر الناسی عن دلیل عام کو قطعیت سے خارج نہیں کرتا -

بحکم مسئلہ ثالث کے - کیونکہ اگر مجرد احتمال سے عام ظنی ہو تو چاہیے کہ خاص ہی ظنی

ہو - اسلئے کہ اس میں بھی احتمال مجاز قائم ہے اور وارث کو عموماً بھی ظنی ہو -

کیونکہ رکوع بمعنی انحناء ہے - اس میں احتمال ہے کہ کسی طرح کا انحناء ہو - اور

کیطرت ہو - اور یحتمل کہ بمعنی مجازی ہو - اور وانسجدوا بھی ظنی ہو - کیونکہ

سجدہ کے معنی وضع علی الجہت علی الارض ہیں - اس میں احتمال ہے کہ وضو ہی

ہو یا غیرہ وضو ہو - قبلہ کیطرت ہو یا جنوب و شمال کیطرت - اور احتمال ہے کہ بمعنی

مجازی ہو - اور امنوا بھی ظنی ہو کیونکہ ایمان بمعنی گردیدن یعنی مان لینا

ہے - اس میں احتمال ہے کہ صرف زبانی ہو - اور جائز ہے کہ بمعنی مجازی ہو وغیرہ

وغیرہ - خاص خاص احکام کا ذکر کیوں کیا جاوے - بلکہ چاہیے کہ یہ تجویز صاحب

رسالہ کے کوئی حکم قرآنی اور نبوی قطعی نہ ہو - کیونکہ مجبوراً احتمال وہی تو ہر ایک

میں پیدا ہو سکتا ہے - نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ وغیرہ احکامات سب کو ظنی

کہنا چاہیے - قطعی کا نام نشان ہی نہ رہا - الغرض ایسے ایسے احتمالات و ہمتیہ تو

ہر ایک حکم میں موجود ہیں - پھر چاہے کہ کوئی حکم قطعی نہ ہو وہ تو ظاہر البطلان -

پس امام چوپانے ان کو قطعاً اور قیماً شامل ہے۔ اور متناول ہے۔ جب تک کہ کسی
 قطعی دلیل سے مخصوص نہ ہوئی۔ اس کی تخصیص نہ ہو واحد ہے۔ جو ظنی ہو جائز نہیں
 اس لئے کہ جب کو قطعی متناول قطعاً اور یقیناً ہے اس کا ابطال ظنی ہو کہ جائز ہے
 اور طرف یہ ہے کہ لا صلوة الا بفاحة الکتاب میں احتمال نفی فضیلت اور
 اجزا کا ناشی از دلیل موجود و قائم ہے۔ پھر اس کو توبلاً و غوغاً قطعی مثبت قرصیتان
 لیا۔ ظنیت نے یہاں کچھ اثر ہی پیدا کیا۔ اس تفصیل جواب سے صاحب رسالہ
 کی آئندہ جواب بھی بہت مسترد ہو گئے فاحفظہ فانہ ینفعک علاوہ اس کے مشرق
 میں پڑھی۔ تو مغرب والوں کو سننا اور چپ مٹنا کھنا مقتضی فاستمعوا کا اس کی
 رد کے لئے کافی ہے کیونکہ فاستمعوا کا مقتضی۔ مقتضی ہے۔ کہ چپ رہنا اور ان
 لوگوں کے لئے ضروری ہے۔ چو کہ استماع کر سکیں۔ مشرق میں پڑھنے سے مغرب والی
 استماع نہیں کر سکتی صاحب رسالہ نے فاستمعوا کے لفظ کی طرف خیال
 نفرما کے موئے تشریحی بات کھدے۔ گو کہ لفظ مقتضی ہو یا نہ ہو **قوله** آیت عام ہے
 اور عام کی تخصیص سنت ثابتہ سے صحابہ کرام نے جائز رکھی ہو **اقول** سنت ثابتہ
 یعنی قطعیہ ہوا و تواترہ سے صحابہ کرام نے تخصیص جائز نہ کی ہے۔ و ہذا ہو
 مذہب اصحابنا الحنفیۃ الکرام۔ اور سنت ظنیہ سے جائز نہیں فلا یضربنا
هذا القول تخصیص نہ واحد سے صحابہ کا معمول تھا **اقول** جبرجائے
 نے خبر واحد سے تخصیص جائز نہ کی ہے۔ اس کا نام اور وہ حدیث میدان میں اس کی
 حتیٰ زہا۔ اور جناب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث جن معاشرا لانبیاء
 لا نورث ما ترکناہ فہو صدقہ سے استدلال فرمایا۔ اول تو یہ حدیث خبر واحد
 ہی نہیں کما تحقیقہ۔ دوم اگر فرضاً تسلیم کریں تو اس کی قطعیت فوق التواتر خلیفہ
 اول رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ لہذا مع مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دیکھو نجر العلوم فواح الحرموت شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں ولو
 سلم العموم فليس هذا من الباب في شيء فان تخصيص خليفة رسول الله صلى
 الله عليه وسلم انما كان لانه كان قاطعاً عنداً مثل قطعية الكتاب فانه
 سمع مشافهة فالقطع فيه فوق القطع من المتواتر ومن بليانها ظهر لك
 ان ما جرح به الحديث الضعيف الطوسي في شان **صديق الاكبر**
 انه خصص الكتاب بخبر الواحد - فمن غاية حماقة وبلوادة وجهله
 عصمنا الله ولسان المسلمين عنده - واما تخصيص غيرهم فلا لانه كان مقطوعاً
 عندهم المترى الخ انتهى وقد مر فيما مضى **قوله** جمهور اهل اسلام نے عام
 کی تخصیص کو جائز کہا ہے **اقول** جواز تخصیص عام میں تو کلام ہی نہیں -
 کلام تو تخصیص العام بخبر الواحد میں ہی سوا دیکھا یہاں ذکر ہی نہیں **قوله**
 امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک عام کی تخصیص خبر واحد سے جائز الخ
اقول اسکا جواب فاقروا ما تبتس کے جوابوں میں گزر چکا ہے فلینظر
 غمہ اور جہاں انکی دلائل مذکور ہیں وہاں اون کی جواب بھی مطور ہیں **قوله**
 نوان جواب **اقول** اسکا جواب چوتھی جواب میں مذکور ہو چکا ہے - تکرار موجب
 طوالت کلام ہے اوسی کو ملاحظہ کریں - **قوله** دسواں جواب کے **قوله** تعال میں
 اب تک کسینی منع نہیں کیا **اقول** ممبر ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ تک
 ان سب کا بلکہ اس سے ماقبل کے بہت جوابوں کا مطلب ایک ہی ہے - صرف گنتی
 ہی بڑبڑائی گئی ہے - کمالی جفی علی الناظر سوا انکا جواب کا خلاصہ یہ ہے
 کہ یہ تخصیص مصطلح نہیں تاکہ مورث طہیت عام نہ کیونکہ تخصیص عام مصطلح تو - قصر
 العام علی بعض مستثیاتہ بکلام مستقل موصول کو کہتے ہیں - سو اگر تخصیص
 بکلام نہ ہو - یا بکلام ہو - اور مستقل نہ ہو - یا بکلام مستقل نہ ہو - اور موصول نہ ہو -

یہ سب اقسام تخصیص مصطلح کے نہیں۔ اور نہ ان تحقیقات سے عام طئی ہوتا ہے

ورنہ اللہ خالق کل شئ واللہ علی الناس حج البيت من استطاع الیک سبیلاً

مخصوص البعض ہیں لانا فلم فی الاول قطعاً انہ لیس خالق لنفسہ و فی الثاني

انہ لیس بمتناول للصبی المجنون پھر طئی ہوں و كذلك **قوله تعالیٰ**

اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة الا یتدبروا بها بھی مخصوص البعض میں

لخروج الصبی المجنون طئی ہوں **قال صاحب التلویح** لایتوهم ان

خطابات الشرع التي خص منها الصبی المجنون بالعقل دلیل فیہ شبہة

کا لخطابات الواردة بالفراض فانه یکفر جاہداً اجماعاً مع کونها مخصوصة

عقلاً۔ فان التخصیص بالعقل لا یورث شئ منہ۔ فان کل ما یوجب العقل

تخصیصہ یخص الا فلا انتہی۔ پس ثابت ہوا کہ ایسی ایسی تحقیقات سے عام

مخصوص البعض مصطلح (یعنی الذمے ممکن فیہ شہمتہ) نہیں ہوتا اور نہ یہ

تحقیقات مورث شبہ کے عام میں ہیں فیکف یجوز تخصیصہ بالخبر

الواحد الذمے ہو طئی کما مر فیما سبق **قوله** بندہ ہواں سولہواں جواب

اقول ان ہر دو جواب کا حاصل بھری۔ کہ فاتحہ الکتاب کی حدیث قراۃ الامام

کی حدیث سکر کم نہیں۔ اور یہ حدیث متواتر ہے۔ سواندولوں امر کا جواب مفصل فاقول

ما یتضمن القرآن میں گزر چکا ہے فلینظر الطالب فیہ **قوله** شمار ہوا جواب

آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے الی قراءتہ تویہ آیت مجملہ حجت قطعیہ ہونے کے

قابل نہیں **اقول** اختلاف شان نزول مستلزم ظہنیت آیت کا نہیں۔ اگر اختلاف

مستلزم ظہنیت کا ہو تو بڑا جہت ہے۔ قرآن کریم کا طئی ہو گا لایق علی من یعللہ اسباب

الذول چنانچہ نظیر بعض آیات و اطرح ملاحظہ کے حوالہ رقم دیتی ہیں **قال عز**

مر قائل انما جازہ الذین یحاربون اللہ ورسولہ الایۃ قد خلقت

الناس فی سبب نزول هذه الآية فذهب الجمهور الى انها نزلت عن النبي
وقال مالك والثاقي و ابو ثور واصحاب الراي انها نزلت فيم خرج من
السلين بقطع الطريق وسعى في الارض **نيل المرام** اخرج الشيخان عن
السيب قال لما حضر باطالبا الوفاة (وذكر القصة) فقال النبي صلى الله
عليه وسلم لا تستغفرون لك ما لم انه عنك فترلت ما كان للنبي والذين آمنوا
ان يستغفروا للمشركين الآية **واخرج الترمذي** وحسنه عن
علي رضي الله عنه قال سمعت رجلا يستغفر لابويه وهما مشركان - فقلت استغفر
لابويك وهما مشركان - فقال استغفر ابراهيم عليه السلام لابيه و مشرك
فذكرت ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فترلت واخرج الحاكم وغيره
عن ابن مسعود خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما الى المقار فجلس الى قبر
منها - فاجاه طويلا ثم بكى فقال ان القبر الذي جلست انه قبر ابي ابي استاذ
مربي في الدعاء لها فلم ياذن لي فانزل علي - ما كان للنبي والذين آمنوا ان
يستغفروا للمشركين الاية **اتقان ص ۳۵** اور آيت فايضا تولوا فقم وجهه
الله کے شان نزول میں بھی اختلاف ہے **ما اخرجہ ابن جریر وابن ابی**
حاتم میں کچھ ہے - اور ما اخرجہ الحاكم وغيرہ میں کچھ اور ہے - دیکھو
اتقان صفحہ ۳۵ روے انہ علیہ السلام قال كنت جروا فنوديت فظننت
عن عيني وشمالى الى اخر ما قال فترل جبريل وقال يا ايها المدثر قم فانذر
وربك فكبر وثيابك فطهر وقيل تاذى من قرش فيعطى ثوبه متفكرا
او كان قائما متدبرا فترلت دیکھو **بجناوے صفحہ ۳۹** تو اس میں بھی
اختلاف ہے **سورہ الضحیٰ** کے شان نزول میں بھی اختلاف ہے **ما اخرجہ**
الشیخان میں کچھ اور ہے **اور ما اخرجہ الطبرانی** اور ابن شیبہ میں کچھ

اور ہے۔ دیکھو آقان ص ۴۵ اور بیضاوی کے اور فتح المصاب کے

شان نزول میں یہی بڑا اختلاف ہے۔ اکثر کا قول یہ ہے۔ کہ سب سے اول یہی

نازل ہوئی ہے۔ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ اول اقرآن نازل ہوئی ہے۔ اور

بعض کا قول یہ ہے کہ بسم اللہ اگر حضرت التحیث اول نازل ہوئی ہے۔ وقیل یا ایہا الذکر

اور بعض کہتے ہیں سورہ فاتحہ کی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ مدنی ہے۔ اور بعض

کا قول ہے کہ دوبارہ نازل ہوئی ایک دفعہ مکہ میں اور دفعہ دوم مدینہ میں۔ اور بعض کا

قول ہے کہ نصف مکہ میں اور نصف مدینہ میں نازل ہوئی دیکھو آقان و علیٰ نقیہ

بہت آیات احکامی وغیرہ کی شان نزول میں معتبرین کا اختلاف ہے۔ اگر

اختلاف موجب عدم حجت ہے۔ تو بہت آیات قرآنی قابل حجت نہیں رہتیں

قولہ استماع اور انصات آہستہ قرات کا مانع نہیں **اقول** مُسْتَعِیْنًا بِاللّٰہِ

اولا اس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ نے حکم قرات کے بعد قاسمیتوا۔ فرمایا۔

استماع مع القرات سترہ نظر ظاہر ہو چکا کہ مکمل تھا یعنی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص

قرآن کریم سنتا ہے اور سترہ کچھ پڑھتا بھی ہے۔ اس لئے دفعا لذلک اوس کے

بعد وانصتوا فرمایا۔ کہ ایسا مت کرو بلکہ جب قرآن کریم پڑھا جاوے تو سنو۔ اور پھر

رہو۔ کچھ نہ پڑھو۔ اگر آیت کریمہ کو ادون معنویہ حمل کیا جاوے جیسے صاحب سالہ نے

حمل کیا ہے تو وانصتوا کا سوا کرا بیفائدہ کے کوئی فائدہ معتد بجا نہیں رہتا و کلام

الباحی **عز حید** علو عز ذلک علو اکبیرا۔ فیت ان ذلک الحیل غیر سدید

اور انصات آہستہ قرات کا مانع ہے **انتباہ** یہ جو تسلیم اتحاد معنی سماع اور استماع

پر مبنی ہے۔ والا ینہا فرق وسیاتے۔ **ثانیاً**۔ علامہ ابن الجوامی نے لکھا ہے۔

الانصات عدم التکلم انتہی۔ جب انصات کے معنی عدم التکلم کے ہوئی۔ تو قراۃ

سترہ کو کوئی عدم التکلم نہیں کہتا۔ کیونکہ کوئی الجوامیہ نہیں کہتا۔ کہ تکلم زید ثم انصت

کے معنی یہ ہیں۔ کہ زید بعد کلام کے چپکا تو ہو گیا الا سزا دہ ضرور کلام کرتا ہی ہا

ثالثاً قال الرازی کے الانصات السکوت والا ستماع یقال نصت وانصت و

انصت بمعنی اٹھے۔ یعنی انصتوا کا مدلول مطابق سکوت اور استواء ہے۔ اور تقضیا

اور سکایہ دونوں امر ہیں ایک نہیں۔ تو معنی آیت کے یہ ہوئے۔ کہ جب کوئی شخص

قرآن کریم پڑھے۔ تو سامعین پر سکوت یعنی کچھ نہ پڑھنا اور استماع لازم ہو لینے تفقوا

به ویتدبروا مافیہ من الحکم والمصالح اور بقول صاحب الہ کے معنی

انصتوا کے یہ ہوئے۔ کہ بوقت قرات قرآن کر استماع لازم ہی۔ اور سکوت بمعنی

مذکور لازم نہیں۔ اول تو مقصی انصتوا پر عمل ہے کہاں۔ دوم تقسیم نہایت

عمدہ ہے کہ ایک لفظ کا نصف مدلول فرض ہو اور نصف فرض نہیں ایسا

سروی الخمت لا التذنی انما جعل الامام لیؤتہ به فاذا کفر فکبروا

واذا قرأ فانصتوا۔ واذارکم فارکعوا واذاقال سمع الله لمن حمده

فقلوا ربنا ولك الحمد۔ اس حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کیفیت

اقتد اور ایٹام کی بیاں فرمائی۔ بعض امور میں امر بالمشارکت اور بعض میں امر

بالسکوت اور بعض میں جواب دینا ارشاد فرمایا۔ واذاقروا فانصتوا فرمایا۔

اور یحییٰ فرمایا کہ جب امام قرات پڑھے تو تم بھی بہت قرات پڑھو۔ اور بعض

اخبار میں جو قرات فاتحہ نصف الامام کا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور کیا جواب ہو چکا ہے

پس انصتوا کو حمل قرات سربہ پر کرنا خلاف تقسیم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے

فلا یعتد بہ۔ **خاصاً** حدیث شریفہ میں سنت ہنئیۃ کا لفظ واقع ہے

والصت ہنئیۃ کا لفظ واقع نہیں۔ پر جائز ہے کہ قرات سربہ مع سکوت مجامع

ہو اور مع الانصات مجامع نہ ہو۔ لان الانصات السکوت والا ستماع معاً۔ لا

المشکوت فقط فیکون قیاس السکوت علی الانصات مع الفارق **سادساً**

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں سکوت بین الجہرین ہے۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ اکبر جہراً فرمایا۔ اور پہر قرات ہی جہراً پڑھے اور دونوں کے درمیان توڑا سا سکوت فرمایا۔ تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا نبی اللہ! انت و اتی کیا آپ اس سکوت میں کچھ آہستہ پڑھتے ہیں۔ تو اپنے فرمایا کہ ہاں۔ میں یہ دعا آہستہ پڑھتا ہوں۔ پس جائز ہے کہ سکوت بین الجہرین میں قرات سترہ مجامع ہو۔ اور آیت میں یہ بات کہاں ہے فافترقا **سابعا** یہ دعا بلا معارض ہے۔ اور قرات مقتدی کے معارض قرآن اور احادیث صحیحہ موجود ہیں **ثامنا** سکتہ بین التکبیر والقراءت میں چونکہ دعا حضرت م ثابت ہے تو جائز ہے کہ یا مخصوص ہے محل کے لئے ہو۔ عام ہو۔ فلا یجاوڈ

غیر تاسعا روئے عن ابی بن کعب انہ لما نزلت هذه الآية رای اذا قرأ القرآن ترکوا القراءة خلف الامام یہ قرینہ صریحہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم با وصف حصول برکات صحبت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کمال بخاورہ دانی کے انصتوا سے ترک القراءة مطلقاً سمجھا۔ نہ سکوت مع القراءة جیسا کہ صاحب سالہ فرماتی ہیں فاین هذا من ذلك **عاشرا** انہ تعالیٰ امر اولاً بالاستماع واشتغاله

بالقراءة یمنعہ من الاستماع۔ لان السماع غیب۔ والاستماع غیب۔ فالاستماع عبادة عزکونه حیث یحیط بذلك الکلام السموع علی الوجه الکامل کما قال اللہ تعالیٰ لموسیٰ علی السلام وانا اخترتک فاستمع لما یوحی واذا

ثبت هذا وظهر ان الاشتغال بالقراءة بما یمنع من الاستماع۔ علمنا ان الامم بالاستماع یعیند النعم عن القراءة مطلقاً انتھی تفسیر کبیر **الحادی**

عشر علی سبیل التشریل ہم کہتے ہیں۔ کہ امتناع قرات خلف الامام درجہ پر۔ اس آیت سے ثابت ہو اور سربہ کا امتناع اور احادیث و آثار سے جو کہ مذکور ہو چکی ہیں۔ متبر

اور ثابت ہو فاقصود حاصل **قوله** زلیعی نے عمرو بن عسیر سے نقل کر کے کہا کہ یہ حدیث سلیمان سے اشر ہے **اقول** صاحب سالہ نے زلیعی کی پوری عبارت نقل نہیں کی۔ اشر کے اقبل زلیعی کی عبارت یہ ہے ورواہ ابن ماجہ فی سننہ بسند ابی داؤد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرء الامام فانصتوا فاذا کان عند القعدة فلیکن اول ذکر احدکم التثتد انتھ **واخرجه** البزار فی مسندہ كذلك وقال لانعم احدا قال فیہ فاذا قرء فانصتوا **الاسلمی** التیمی الا ما حدثناه محمد بن یحیی القطیبی حدثننا سالم بن نوح عن عمرو بن عامر عن قتادة عن یونس بن جبیس عن حطان بن عبد اللہ عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخو حدیث سلیمان التیمی واذا قرء فانصتوا انتھی وھذہ السند رواہ ابن عدی فی الکامل عن سالم بن نوح العطار عن عمرو بن عامر وسعید بن ابی عروبہ عن قتادة بہ ولم یعلہ وانما قال وھذا الحدیث بسلیمان التیمی اشر من عمرو بن عامر وابن عروبہ انتھی۔ انتھی۔ اس عبارت سمرین باتیں حاصل ہوئیں (۱) لفظ اشر کا زلیعی کا مقولہ نہیں بلکہ ابن عدی کا مقولہ ہے (۲) ابن عدی نے اس حدیث میں کوئی علت بیان نہیں کی ہاں یہ کہا ہے کہ یہ روایت پر نسبت اور رواۃ کی سلیمان سے اشر ہے۔ (۳) بزار اور ابن عدی کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ راوی اس حدیث کا فقط سلیمان تیمی ہی نہیں۔ بلکہ اس کے راوی اور بھی ہیں **قوله** عینی نے کہا ہے۔ اس لفظ کے خطا ہونے پر مافطوں کا اجماع ہی اون میں سے ہے۔ ابو داؤد ابن حاتم۔ ابن معین۔ حاکم۔ دارقطنی۔ ہیں **اقول** اس نقل میں صاحب سالہ نے سخت جہالت اور دلیری کی ہے۔ کہ عینی کی کلام کو مخترفانہ بیان فرمایا۔ دیکھو عینی شرح ہدایہ کے صفحہ ۱۷ میں بعد قیل وقال کے عبارت کہتا ہے

فان قلت قال البيهقي في المعرفة بعد ان روى حديث ابى هريرة وابى موسى قد اجمع الحفاظ على خطأ هذه اللفظة في حديث ابوداؤد وابن حاتم وابن معير الحاکم والدارقطني وقالوا انها ليست بحفوظة۔ قلت يرد هذا كله ما يوجد في بعض نسخ مسلم هذه الزيادة عقيب هذا الحديث وصحاح ابن خزيمة حديث ابن غيلاان المذكور فيه تلك الزيادة وقال مسلم هو صحيح عندك يعني حديث الذمى رواه ابوهريرة وفيه الزيادة المذكورة فليله لم يضعه ههنا فقال ليس كل شيء عندى صحيح وضعه ههنا۔ انما وضعت ههنا ما اجمعوا عليه هذا مسلم جيل من جبال ائمة الحديث

واهل النقل قد حكم بصحة هذا الحديث ورد بهذا الكلام البيهقي وامثاله انتهى۔ ابناطرس منصفانہ نظر کریں۔ اور انصاف سو کہیں کہ عینی کی کلام کو کچھ بھی نسبت صاحب سالہ کی کلام سے ہے **قوله** ابو خالد کا اس زیادتے میں کوئی

تابع نہیں قال الزبلي وقال رابوداؤد وهذه الزيادة واذا قرأنا فتولا ليست بحفوظة والوهوم عندنا من ابى خالد انتهى۔ وتعقبه المنذرى في مختصره فقال وهذا في نظر فان ابا خالد لا حمير هذا هو سليمان بن حبان وهو من الثقات الذين اخرجهم البخاري ومسلم وقع هذا فلم يفرج بهذه الزيادة بل تابعه عليها ابو سعيد محمد بن سعد الانصاري الا شمل الى المدنى نزول بغداد وقد سمع من ابن عجلان وهو ثقة وثقة النسائي وابن معين وغيرهما **وقد** اخرج مسلم هذه الزيادة في صحيحه في حديث ابى موسى الاشعري من حديث

سليمان التميمي عن قتادة انتهى۔ اور محمد بن سعد الانصاري کی حدیث نسائی نے اپنی سنن میں بیان کی ہے۔ یہ کہ ابی صغیر ۱۵ **واخرج** الدارقطني في

سننه ايضا ذكر الزبلي وسليمان التميمي متابعان اخوان غير محمد بن سعد

اخرج الذارقطی فی سندہ حدیثہما وضعفہما۔ احمد ہما اسمعیل بن ابان والاخر
 محمد بن میسر ابی سعد ذک الزلیعی اس کلام سے صحت ظاہر ہے کہ ابو خالد اس حدیث
 میں متفقہ نہیں۔ جیسا کہ صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ بلکہ اوس کے تابع کتنی ہی ہیں۔
 كما سمعت مما ذکرنا۔ فاندفع به قول من قال انه متفق ولم يتابعه احد **قولہ**
 مسلم نے بھی یہ بات کہی ہے کہ یہ حدیث صحیح علیہ نہیں **اقول** مسلم مراد علیہ
 غیر مجمل علیہ ہونا حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان فرماتا ہے۔ نہ حدیث سلیمان کا
 جیسا کہ صاحب رسالہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مسلم کے صریح ۱۰۰ میں لکھا ہے قال ابو اسحاق
 قال ابو یکر بن اختابی نفر فی هذا الحديث۔ فقال مسلم تريد احفظ من
 سلیمان۔ فقال له ابو یکر فحدثنا ابی ہریرۃ فقال هو صحیح عندی یعنی
 واذا قرأ فانصتوا فقال لم تضعه لخصنا قال ليس كل شيء عندی صحیح
 وضعها ههنا انما وضعت هيئتها ما اجمعوا عليه انتهى۔ اور اس حدیث کی شرح
 میں جو پہلے نووی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے اور آج بھی یہی بات ظاہر کیا بلکہ اظہر ہے
 بلکہ نووی رحمہ اللہ علیہ نے مقدمہ صحیح مسلم میں اس حدیث ابی ہریرہ کی خاص
 لاکر گفتگو کی ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۰ **قولہ** حقیقی جواب کا خلاصہ یہ ہے
 کہ یہ حدیث احادیث حکم قراءۃ فاتحۃ الکتاب کے خلاف نہیں **اقول** اس حدیث
 (واذا قرأ فانصتوا) کا مضمون یہ ہے کہ جب امام قراءت پڑھے۔ تو تم سنو۔ اور کچھ پڑھو
 اور حدیث فاتحہ کا یہ مطلب ہے کہ جب امام قراءۃ پڑھے تو تم جیسے مت رہو اور فاتحہ
 الکتاب پڑھو۔ اب یاد رہے باہم متعارض ہوئیں۔ کیونکہ تعارض کی تعریف علماء
 اصول کے نزدیک یہ ہے۔ التعارض فی الاصطلاح تعاقب الدلیلین علی سبیل
 المناقضۃ ثبتت افهما متعارضان وفي المسلم وشرعہ وحکمہ رای التعارض
 التعارض علم المتقدم والمتاخر ولا فالتحیح ان امکن یعمل بالراجح لان ترک

الراجح خلاف العقول والاجماع ^{ولا} فالجمع بقدر الامكان انتهى وفي مجموع

اخران قيل لا عمل بالدليلين اولى من الاهال باحدهما فيقدم للجمع الذى

فيه اعمال الدليلين على الترجيح الذى فيه اهال بالمرجوح قلنا تقديم الراجح

على المرجوح هو للعقول وعليه انعقد الاجماع فاولوية الاعمال انما هو اذا لم

يكن المهمل رجوحا. والتزفيه ان المرجوح عند مقابلة الراجح ليس دليلا

فليس في اهاله اهال الدليل انتهى **مسلم الثبوت** اوراوسكى شرح سے یہ بات ثابت

ہوئی کہ جب دو دلیلیں باہم متعارض ہوں تو عمل بالراجح کرنا چاہیے۔ پس ظاہری

کہ یہ حدیث سلیمان تہی کی بوجہ بات راجح ہے۔ حدیث عبادہ سے (۱۷) اس لہی کہ

اس کے مؤید قرآن کریم ہے (۲۰) اس واسطے کہ حدیث من کان لہ امام الحدیث مؤید سی

کی ہے۔ (۳۰) اسی لہی کہ جملہ استثنائیتہ (الایام القرآن) حدیث عبادہ کا ملحوظ

نہیں قال محقق الفرائین المعین الجملہ استثنائیتہ۔ اسنادہ لیس بذک (۲۱)

اس لئے کہ دوسری حدیث عبادہ کی جو اس حدیث کے معارض ہو اسکو ضعیف کرتی ہو

وقد مرّ فیما من وغیر ذلک من التّرجیح الذی ذکرناہا قبل ذلک فتدکّرہا

پس ثابت ہو کہ صاحب نے کہ کا یہ فہم نہ کیا کہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں

ثابت ہے۔ و تقدیم الجمع علی الترجیح خلاف الاول والعقول والاجماع

علی ما ذکرہ **مسلم حدیث اللہ** بحر العلوم۔ کتاب مسلم التنازع **قولہ** خاص

مقارن کے ساتھ تخصیص کرنا نیز نہیں **القول** اصول سببیا کہ تلب اصول

میں اسکی تخصیص کی گئی ہے اس سے مراد ہے فان تدارعوا العام والخاص فان لم یعلم التام

عمل علی المقارن۔ عند الشاقی رحمہ اللہ یخص العام بالخاص لانه ظنی والخاص

ظنی فلا یشیت حکم التعارض وعندنا یشیت حکم التعارض فی القدر الذی تناوله

الخاص والعام جمیعاً لا فی القدر الذی تغیر العام بتناوله فان حکمہ ثابت

بلا معارض و سبب حکم تعارض الثمین عند الجمل التامیض انتهى ما فی التوضیح
والتلویح باختصار التقاط **حاصل الاول** اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب عام خاص

باہم متعارض ہوں اور تاریخ مجہول ہو۔ تو اون دونوں کو مقارنت پر حمل کیا جاوے
تو یہ حمل عند الشافعیہ خاص مخصوص عام کا ہوگا۔ اور حنفیہ کے نزدیک جس
مقدار کو عام و خاص متناول ہیں۔ اوستمقارن میں ہر دو متعارض نہ ہوگی۔ اور
حکم متعارضین کا اس کے قبل کے قول میں گزر چکا ہے۔ پس ما نحن فیہ میں جبکہ

خاص و عام متعارض ہیں تو عمل بالراجح واجب ہوا لان المرجوح فی حکم العدم
پس ثابت ہوا کہ تخصیص بالمقارن شافعیہ کا قول ہی۔ نہ جملہ متاخرین اہل اصول کا

قولہ اور اسمقام میں عبادہ ہی خاص اور عام کا راوی ہے **اقول** عام قاعدہ
ہے کہ جب عام و خاص باہم متعارض ہوں تو ان کو مقارنت پر حمل کیا جاوے خصوصیت
واحدہ راوی کے قاعدہ کا مقتضی نہیں کیونکہ جب راوی واحد نہ ہو تو کیا حمل علی المقارنہ

نہوگا۔ پس یہ کہنا کہ ہر دو کا راوی عبادہ ہے لیسرلہ فائدہ معتدا بہا **قولہ**
یہا جواب الی قولہ لا رسالہ و انقطاع **اقول** بخاری علیہ الرحمۃ فرمایا کہ حدیث

قرآنہ الامام لہ قرآنہ کسی الحدیث کو نزدیک ثابت نہیں۔ مگر اسل او منقطع ہے ہکا
متصل ہونا ثابت نہیں۔ سو یہ بخاری حمہ اسد کا محض ادعا ہے۔ اسلمی اس حدیث کا

ثبوت اتصال با حسن وجہ ثابت ہے۔ **قال محمد** احبنا ابو حنیفہ قال حدثنا

ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللہ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام فان قرآنہ الامام لہ
قرآنہ اور رواۃ احمدیث کے کلمہ ثقات ہیں **قال العینی** اما ابو حنیفہ

فابو حنیفہ و ابو الحسن موسیٰ بن عائشہ الکوئی من الثقات الاثبات ومن رجال
الصیححین عبد اللہ بن شداد من كبار الثالثة و ثقاتہ۔ انتهى۔ اور ابن الھمام

فتح القدير من كتابه وقوله ان الحفاظ الذين عدوهم لم يرفعوه - غير صحيح قال احمد بن منيع في مسنده اخبرنا اسحاق الازرق **حدثنا** اسفيان شريك عن موسى بن ابي عائشة عن عبد الله بن بكاد عن جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام الحديث **وقال** **وحدثنا** جدي عن غرموس بن ابي عائشة عن عبد الله بن شداد عن النبي صلى الله عليه وسلم فذكره ولم يذكر عن جابر **ورواه** عبد الحميد **حدثنا** ابو نعيم **حدثنا** الحسن بن صالح عن ابي الزبير عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم فذكره - واسناد حديث جابر الاول صحيح على شرط الشيخين - والثاني على شرط مسلم - فهو لا سفيان وشريك وجريروا ابو الزبير رفعوه بطريق الصحيحة فبطل عدمه فيمن لم يرفعه انتهى - **الحاصل** في حديثه بن طريق مروي هو - ابن المهمل اورطحاوي وغيره بن نجي بن بيان كثر فيهم - نقول عبارات موجهة الى كلامه في الاستقام برأى علم العلماء مولوي عبد الله **لكن** بنو الحنفى عليه رحمة الله القوي الوفي في كلامه پر اکتفا کرتا ہوں و ہذا کلامہ و تلخص منه ان بعض طرقہ صحیحہ او حسنة ليس فيه شيء يوجب القدح عند التحقيق وبعضها صحیحہ مرسلہ وان لم تصح مسندہ والمراسيل مقبولة وبعضها ضعيفة ينجبر ضعفها بغير بعضها الى بعض وبه ظهران قول الحفاظ ابن حجر في تحريم احاديث الرافي ان طرقہ کلاما معلوۃ ليس على ما ينبغي - وكذا قول البغاري في رسالة القراءة خلف الامام انه قد ثبت عند اهل العلم من اهل الحجاز والعراق لارساله وانقطاعه **ما** **ارسله** فرواه عبد الله بن شداد عن النبي صلى الله عليه وسلم واما انقطاعه فرواه الحسن بن صالح عن جابر عن ابي الزبير عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا يدرك

اسمع جابر عن ابی الزید ام لا۔ انھی۔ لا یخلو عن خدشات واضحة انھی۔ کلام
 الفضل الکھنوی۔ اس کلام سے ظاہر ہے کہ بخاری رحمہ اللہ علیہ کی کلام
 میں بہت خدشہ ہیں۔ پہرہ و صف موجودگی خدشات کے بخاری علیہ الرحمۃ کا فرمانا
 کب حجت ہو سکتا ہے **قوله** حافظ نے کہا ہے جابر کی حدیث اس کے کئے
 طرق ہیں صحابہ سے۔ اور سبھی روایتیں معلول ہیں **اقول** یہ بھی ادعائے
 ہی دیکھو اسکے طرق صحیحہ موجود ہیں کما مر فیما مر اسلئی فاضل کھنوی
 مولینا عبدالحی صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ حافظ کی کلام ملے یا مبنی نہیں۔
قوله فتح الباری میں لکھا ہے الی قولہ تعارض نہیں ہے **اقول** صتا
 فتح الباری کے دعو کا حال بھی ابن الہمام اور کلام فاضل کھنوی سے کھلیا۔ کہ
 یہ قول بھی بالتحقیق ہے۔ جبکہ اسکے طرق صحیحہ یا حینہ موجود ہیں۔ تو پہرہ کیا وجہ
 کہ جملہ حفاظ کے نزدیک ضعیف ہے۔ ہاں البتہ جو اس کے طرق ضعیف ہیں وہ
 حفاظ کے نزدیک ضعیف ہیں۔ نہ کہ صحیحہ بھی ضعیف ہیں۔ اور عام و خاص کے
 تعارض کا مسئلہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ فلا تعید **قوله** امام کی ولایت
 تمام قراءت میں سوافاتحہ کے مستکم ہے **اقول** رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
 تو اس ولایت کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ واذا قرأ فانصتوا یعنی جب کہ
 امام قراءت پڑھی تو تم چپکے ہو اور سنو۔ اور قراءۃ فاتحہ و اسوافاتحہ کو شامل ہے
 چھ اس ولایت عامہ کی تخصیص مقتضائے کلام شریف کا نہیں۔ اور فاتحہ کی حدیث
 کو منفرد پڑھوں نہ حمل کیا جاوی جیسا کہ جابر صحابی جلیل القدر اور سفیان نے
 حمل کیا ہے **قوله** اس اجتماع کی ممانعت شرع میں کوئی ثابت نہیں **اقول**

اخرج محمد عن ابی حنیفۃ اخبرنا ابو الحسن موسیٰ بن عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد
 عن جابر بن عبد اللہ قال سئل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجل خلفه یقرأ

شجعن جل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهاه عن القراءة في

الصلوة۔ فلما انصرف عن الصلوة اقبل عليه الرجل فقال انتها في عن القراءة

خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنازعا حتى ذكر ذلك للنبي صلى الله عليه

وسلم فقال عليه السلام من صلى خلف الامام فان قراءته الا امام له قراءه انتهى

ذكر ابن الهمام۔ یہ مانعت نہیں تو اور کیا ہے۔ الا۔ لانسلم کی تو کوئی حد بھی نہیں

وذكر ابن الهمام بعد رواية ابى حنيفة۔ هذا يفيد ان اصل الحديث هذا

غير ان جابرًا روى منه محل الحكم ثانی والجمع ثانی ويتضمن مرد

القراءة خلف الامام لانه خرج تأييد النبي ذلك الصحابي عنها مطلقا لا اباحة

فعلها وتركها انتهى۔ اور جبکہ اس حدیث سے مانعت ثابت ہوئی۔ تو منع کا مقدمہ

بر اثبات ہونا بھی ثابت ہوا **قوله** اور قوت سند کا دعویٰ الی آخر ما قال فایده ہر

دیکتا۔ **اقول** ابن الهمام نے فقہ ائمہ میں لکھا ہے کہ یہ (قرآن)

الامام الحديث حدیث اور جو کہ بعض روایات حدیث مآلی انازع القرآن میں

فانک ازاید فالفاختہ اور عبادہ بن صامت کی حدیث جسکو ترمذی اور

ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔ اور اس میں لا تفعلوا الا بفاختہ الکتاب فآنة

لا صلوة لمن لم یقرأ بها واروہ۔ معارض ہوئیں لکن انہ راۓ قرآنہ

الامام الحديث) يقدم لتقدم المنع علی الاملاق عند التعارض ولقوة السند

فان حدیث المنع من كان له امام اصح۔ یعنی حدیث اول کی سند میں رافع بن

محمود ہے وہ مستور الحال ہے۔ قال فی التقرب اور حدیث عبادہ کی سند میں

جسکو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے محمد بن اسحاق موجود ہے۔ اور اسکا

حال پہلے اسکے دو دفعہ مذکور ہو چکا ہے۔ جبکہ ایسا راوی جو عند الفتات شکلم فیہ

بھی روایت ترمذی اور ابوداؤد میں موجود ہے۔ تو اسکی صحت معلوم اور اس حدیث

منك انك امام کے رواۃ کلہم ثقات عند الحفاظ ہیں۔ حتی کہ ابن الہمام نے کہا ہے کہ حدیث اول علی شرط الشیخین ہے۔ اور دوسری علی شرط مسلم ہے۔ پس عند الموازنہ اصح ہونا حدیث من کان لہ امام۔ کا۔ بلا ریب ثابت ہوا۔ اور تفسیر ربی نظیر اور گوہر یائے علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی صرف مریدان راسخ الاعتقاد کے لئے۔ تسلی بخش اور روح فزا نہیں۔ اسلئے کہ وہ تودوا ما۔ اطاعت پر روش نصیر سے سرخس اوٹھاتی۔ اور دلیل و کرامت اور خرق عادت کا طالب نہیں ہوتے۔ دیکھو حضرت صدیق الاکبر اس القمیتین کہ بلا طلب مخرجات اور رویت خرق عادات بمشیئت سابقہ سعادت ازل پیران پیر جہانیاں اور مقتدای عالم و عالمیان پر از صدق دل ایمان لائے۔ بلکہ منکران پیر کے توجہ دلانے۔ اور انکی مرکزہ کدورات و رنگ کھس سالہ دفعہ کرنے کے لئے مصقل اور مصفاۃ ہی کون و نش پسند اور ہوشمند ہی کہ آفتاب نصف النہار کو شام تصور

کری۔ یا عل بدخشان کو خمر ہرہ جانے اللہم اخفنا من البلیات والبلیات و الکدورات **قوله** عدم استثناء کو باطل نہیں کرتا **اقول** قبل ازین ثابت ہو چکا ہے۔ کہ حدیث من کان لہ امام متصل مرفوعہ بلا کلام عند الاعلام ہے۔ تو بھیج استثناء موقوف نہوا بلکہ متصل مرفوع ہوا۔ پس مرفوع دلائل فاتحہ کے عموم کو اور عدم استثناء کو باطل کر سکتا ہے۔ وذلك غیر خافیتہ فالسوال باق علی ما کان۔ **قوله** اور اول قرات فاتحہ۔ قرأت پر نص ہیں **اقول** اگر وہ اول نص میں قوالہ

عدم قراءۃ بھی صحیح ہیں قال لفاضل الکنوز و حدیث و اذا قود فانصتوا

مع قوله تعالى فاستمعوا وانصتوا۔ صحیح فی منع القراءۃ خلف الامام حین قرأہ لا خلا لہ باستماع الشیخ۔ اس عبارت سے واضح ہے۔ کہ منع المقتدی عن القراءۃ فقط مفہوناً ہی نہیں۔ تاکہ قاعدہ تقدیم النص علی المفہوم کا اقتدا ضروری ہو۔ بلکہ

اولہ من المقتدی عن القراءت کے صریح ہیں۔ اور صریح اپنی اغوات پر دواماً قائم ہوتا ہے۔ دیکھو اصول **قولہ** ابن عمرؓ قولہ فتویٰ آپ کے ملو کے بغضات ہی جیسا کہ آثار میں مذکور ہوا **اقول** ابن عمر کے فتویٰ کا حال تو موطا امام مالک میں کھلا کھلا موجود ہے مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمرؓ کان اذا سئل

هل یقرء احد خلف الامام۔ قال اذا صلی احد کہ خلف الامام فخبہ قراءۃ

الامام۔ واذا صلی وحده فلیقرأ۔ قال وکان عبد اللہ بن عمر لا یقرء خلف

الامام انتھی اب فراموش کہ یہ فتویٰ ہے یا اور کچھ اور باقی تحقیقات اسکی اشارت تم

آثار میں گزرش ہوگی۔ **قولہ** یہاں انکر ترک القراءۃ کی حدیث کو مشہور مان لیا ہے

اقول اس سے قبل بھی مذکور ہو چکا ہے۔ کہ عینی رحمہ اللہ علیہ۔ اس حدیث

قراءۃ الامام له قراءۃ کو خبر واحد ہی کہتا ہے اور ناثا ہے۔ دیکھو عینی شرح ہدایہ

مطبوعہ نوکشوری جلد اول کے صفحہ ۱۰۷ میں یہ عبارت مرقوم ہے۔ فان قلت

عليه السلام قراءۃ الامام له قراءۃ معارض لقوله تعالى فاقروا۔ فلا يجوز

ترکہ خبر الواحد۔ قلت جعل المقتدی قارئاً بقراءۃ الامام فلا يلزم الترك

او نقول انه خص منه المقتدی الذی ادرك الامام فی الركوع۔ فانه لا یجب

عليه القراءۃ بالاجماع فیحوز الزیادۃ علیہ حیث ثبث خبر الواحد انتھی عبارت

سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اس خبر کو عینی رحمہ اللہ علیہ مشہور کہتا ہے۔ بلکہ یہ قراءۃ

مصرحہ ہے کہ عینی رحمہ اللہ علیہ کو خبر واحد کہہ رہا ہے۔ پھر عینی رحمہ اللہ علیہ پر بار بار کیونکہ

یہ دہنہ اور اتہام گمایا جاتا ہے۔ شاید صاحب السالہ کے پاس کوئی اور خاص عینی ہوگی

جسمیں بھی بات موجود ہو۔ **ہاں** اس عبارت کے مقابل احادیث مشہورہ کا لفظ لکھا

ہے۔ سوائس سے مراد مشہور علی الاثنہ ہے نہ مصطلح والقنیۃ علیہ السلام الذی ذکرہ بعدہ

یعنی فان قلت قلت۔ اور مشہور کا اطلاق مشہور علی الاثنہ پر بھی شائع ہے حافظ

ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے بحوالہ کتب میں کہتے ہیں کہ المشہور یطلق علی ما

قرہہنا و علی ما اشتهر علی الالسنة فتشمل ماله اسناد واحد فصاعداً

و یطلق علی ما لا یوجد له اسناد و اصلًا انتہی۔ پس فرماتے کہ تقلید انصاف

کی دشمن ہے۔ یا غور رائی آنکھ بند کر دیتی ہے۔ اور خواہ مخواہ کے اعتراض پر آمادہ

کر دیتی ہے۔ **قولہ** بخاری نے جزو القراءۃ میں نہ پایا ہے و قولہ فانہ

التاسر کلام الزہری الی اخر ما قال نووی نے کہا ہے ہذا مما لا خلاف

فیہ بینہم **اقول** قال ابن الماک ہونکہ کلام ابی ہریرۃ وقال الفاضل الکنوز

فی التعلیقات اکثر رواۃ ابن الشہاب عنہ لہذا الحدیث یجعلونہ من کلام

ابن الشہاب ومنہم من یجعلونہ من کلام ابی ہریرۃ انتہی۔ اس سے واضح ہے

کہ کچھ امر مختلف فیہ ائمہ حدیث میں ہے۔ پہر نووی رحمہ اللہ علیہ کا کہنا لا خلاف فیہ

بینہم کہاں درست ہوا۔ اور بخاری علیہ الرحمہ کا بھی اپنی سموع کا بیان ہے جواب

اسکا بوجہات ہے **وجہ اول** کلام زہری کا منافی ہونا کلام ابو ہریرہ رضی

اللہ عنہ کے نہیں ہے۔ کیونکہ زہری نے کبھی اس کو مسل روایت کیا ہی کمادوی

اکا و داعی عن الزہری فالتعظ المسلمون بذلك فلم یمکنوا یقرءون فیما

یحکم فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما نقلہ الشیخ سلامۃ اللہ فی الحلے۔

اور کبھی مرفوعاً روایت کیا ہی کمادوی غیرہ من ائمة الحدیث اور ثقہ کبھی حدیث

مسنداً روایت کرتا ہے۔ اور کبھی مسلماً۔ تو قائلین بالارسال نے ارسال سے گمان کیا

کہ یہ کلام زہری سے ہی فقط۔ اور بخاری وغیرہ رحمہم اللہ علیہم نے بلا واسطہ زہری سے

روایت نہیں کی تاکہ اسکا قول از حدنا من کلام الزہری نہ بیان اور نقل مسند

متصل ہو اور داعی کا زہری سے مسلار روایت کرنا دلیل اس پر نہیں۔ کہ یہ کلام زہری

کی ہی فقط۔ لما قلنا۔ اور نیز داعی نے زہری سے واسطہ روایت نہیں کیا۔ کہ

قطعہ حدیث کا میری کلام تہر۔ ابوہریرہ کی کلام نہیں۔ بل اتصال نظم الکلام
 كما وقع في مرويات ائمة الحديث عن ابی ہریرۃ ینادی علی انہ من کلام
 ابی ہریرۃ۔ لا من کلام الزمزمی **وجه دوم** اگر ہم تسلیم کریں کہ کلام
 زہری سی بھی ہے۔ تو ہی ہم کو کچھ مضمت نہیں کیونکہ زہری تابعی حلیل القدرام
 ائمة الحدیث سے ہی۔ اور مرسل کا حجت ہونا فیما میں مبرہن ہو چکا ہے و کیف
 اعتضد بما ذکرنا **وجه سوم** لشرط القبول کہ یہ قول زہری کا ہے۔ زہری
 کا یہ قول روایت الحدیث کے قبیلہ سے نہیں۔ تاکہ صحت و رفع کے شرط اس
 میں ملحوظ ہوں۔ بلکہ اخبار و حکایات اجماع کر رہے ہے۔ اور تابعی ثقہ امام ائمة حدیث
 سے ہے۔ اجماع صحابہ کو بغیر نقل طرق صحیحہ کے کب ترکوا القراءۃ کھ سکتا ہے
 وقد اعتضد بما روی ابی بن کعب وهو من فقہاء الصحابة لما نزلت۔ واذا
 قرء القرآن فانصتوا۔ ترکوا القراءۃ الخ اور اس کے معتضدات اور شواہد
 ہیں۔ حاصل کلام۔ اس قول کا کلام زہری سے ہونا مختلف فیہ ائمة
 رواۃ کا ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہو تو یہی یہ بات ضروری الثبوت ہے۔ کہ جب لوگوں
 نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مالی امانۃ القرآن کو سنا تو فیما جہر فیہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں قرات ترک کر دی فہو المطلوب **قوله** حدیث کا مدار ابن
 ابی لیشی پر ہے الی آخر ما قال اور حازمی نے کہا ہے **اقول** تعلیق المعجم میں
 لکھا ہے۔ ابن ابی لیشی نے ہمزۃ و فتح الکاف مصغرا کہ وہ اسمہ عمارہ بضم المضملة
 والتخفيف الياء **وقيل** عمار بالفتح والتخفيف قيل عمرو بفتح العين وقيل
 عامر اللیشی ابو الولید المدنی نے ثقات سننہ امدی وایتہ قالہ الرزقانی انتہی۔ اور
 تقریب میں ہے۔ عمارۃ ابن ابی لیشی ثقہ من الثقات سننہ امدی وایتہ۔ ولہ
 تسع و سبعون انتہی مختصرا۔ اور ابو حاتم نے کہا ہے۔ کہ صحیح الحدیث ہے۔ قالہ

جواب نمونہ لکھا کہ ابن ابی لیشی پر ہے۔

فی المیزان - ان القول سے ظاہر ہے - کہ ابن ابی لیشی - ثقہ صحیح الحدیث - اور حبیہ
 نائزہ سہی - اور حیات و وفات اسکی بخوبی معلوم ہے - اور باصطلاح محدثین لیشی
 مجهول الحال میں قسم پر (۱) مجهول العالت باطناً اور ظاہراً - اور غیر مقبول
 عند المجہول ہے (۲) مجهول العالت باطناً - لا ظاہراً - وہ مستور - اور اس کا
 مقبول ہونا مختلف فیہ ہے - قال بعضهم مقبول - وقال بعضهم لا - و توقف بعضهم
 الی استنباط حالہ وهو مختار امام الحنفیین (۳) مجهول العین قال الحافظ
 ابن حجر - فان سمي الراوى وانفرد راو واخذ بالرواية عنه فهو مجهول العین
 کاملہم - الا ان يوفقه خير من ينفرد عنه علی الاصح - وکذا من ينفرد عنه
 اذا كان متاهلاً لذلك انتهى - اور سید محمد ابراہیم نے کہا ہی فانی سے
 المجهول وانفرد واحد عنه فمجهول العین والحق نزد الاصولیین - انه اذا
 اوقفه ثقة - الراوی - او غیرہ قبل - خلافاً للاكثر المحدثین - والقول قول
 الاصولیین انتهى - اور خطیب بدادی وغیر نے کہا ہی - راوی کی حالت دو
 طریق سے مرتفع ہوتی ہے الاول بمعرفة العلماء له - والثانی ان یروی عنه علان
 انتهى - یہ مضمون منہج الوصول کا ہے - اس تحقیقات سے ثابت ہی کہ ابن ابی لیشی
 الیشی - مجهول العالت ظاہراً اور باطناً - اور مستور الحال نہیں کہتا - اور
 مجهول العین بھی نہیں - لمعرفة العلماء له - لما سبق من الخطيب وغيره - اور
 ترمذی کی تحسین - اور ابن جابر کی تصحیح - اور ابو حاتم کا صحیح الحدیث کہنا - اور
 ابن حجر اور زر قانی کا ثقہ اور حبیہ نائزہ سے کہنا مؤید اس تحقیقات کا ہے - اگر ان
 محققین کی تحقیقات سے قطع نظر کر کے تقلید جمیدی وغیرہ کے ہم بھی کہیں کہ
 ابن ابی لیشی مجهول ہے - اور جن حالت کو صاحب رسالہ تسلیم فرماتی ہیں - تسلیم کریں
 تو ہی ہم کو کچھ ضرر نہیں - کیونکہ ہمارا سلسلہ قراءۃ فاتح الکتاب کا کچھ اسی حدیث پر نہیں

بلکہ اسکی اثبات کے دلائل اور ہی ہیں۔ کما فرمایا **قوله** اور اس حدیث کو ضعیف
ائمہ نے اتفاق کیا ہے **اقول** ترمذی رحمہ اللہ کہتا ہے۔ کہ یہ حدیث حسن ہے۔
اور اس جہاں کہتا ہے کہ صحیح ہے۔ اور ابو حاتم کہتا ہے کہ مقبول ہے۔ تہرا یا بیہ
کہنا کہ اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ائمہ کا ہے۔ یعنی دعوائی اتفاق کرنا ضعف
سے خالی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر شرح نخبة میں کہتے ہیں یقبل التزکیۃ

من عارف باسبابہا۔ ولو كانت من مزل واحد علی الاصح۔ خلافاً لمن شرط

انہا لا تقبل الا من اثنين الحاقاً لہا بالشہادۃ فی الاصح ایضاً انہی مختصراً

تو اس بیان سے فریق کے نزدیک سقم اس حدیث کا مرتفع ہوا۔ فاضل **قوله**

بلکہ حجت ہی نہیں **اقول** یہ کلام یعنی فانہی الناس عن القراءۃ آۃ من قبل

فہم صحابی کے نہیں۔ تاکہ مقابلہ اور محبت میں کلام کیا دے۔ بلکہ اس قبل حکایت

الحال وفضل کے ہے۔ یعنی ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے بعد الاستفسار فرمایا مالی نازع القرآن تو لوگ قرات سے شگے۔ پھر قسم

ہو یا حکایت الحال۔ ہاں البتہ اگر یوں کہا جاتا۔ کہ لوگوں کا قراءۃ سے ہٹ رہنا۔

کان بلانہم لا بامر الرسول۔ فلا حجت فیہ۔ تو مقول ہوتا۔ سو اس کا جواب ثعلبی رحمہ اللہ

نے یوں دیا ہے۔ وفیہ نظر ظاہر۔ لان انتہا تم کان بعد توبیخ النبی صلی

اللہ علیہ وسلم والظاہر اطلاعہ واقراءۃ بالانتہا۔ **قوله** مقتدی کے جہر

پڑھنے میں مناعت ہوتی ہے **الہ قول** اگر تسلیم کیا جاوے کہ آہستہ پڑھنے میں مناعت

نہیں۔ بہلا فرمائے کہ یہ کھاں سی ثابت ہوتا ہے کہ اس قاری نے قرات جہراً ہی

پڑھی تھی۔ حدیث تشریف میں تو حمل قرأ لفظ واقع ہے۔ کسی مرفوع حدیث

صحیحہ نہیں تو ضعیف ہی تھی۔ اس خاص قصہ میں دیکھا دیجئے۔ کہ اس قاری

نے جہراً ہی قرات پڑھی تھی اگر انصاف من صلوة جہراً بالقرآنۃ کو قرینہ قرار دیں

تو بجا اب اسکی گزارش ہوگا۔ کہ سلباً حدیث کا ہی یہ قیاسی بات ہے۔ و معذک
 عمران بن حصین کچھ حدیث میں صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ وارد ہے۔ اور حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے بھی خالصتاً فرمایا ہے۔ اگر صلوٰۃ جمعہ یہ تہنیت جہرا کا ہے۔ تو صلوٰۃ
 شریفہ تہنیت ستر کا ویسا ہی موجود ہے۔ وجہ مرج کیا ہے۔ اور بخاری کی جُزء القراءۃ
 میں جو حدیث محمد مقاتل سے مروی ہے وہ قصہ اور ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مناعت
 اور مخالفت مخصوص مجسّمہ انہیں۔ بلکہ اسکی وجہ وہی عمدہ ہے جو ایک صدوقی مشرب نے
 گزارش کی **قوله** ہماری بکھوئی مشرب مولوی صاحب کے شیدائے گردنے
 الی آخر ما قال انکاری استفہام کلام عرب اور قرآن اور حدیث میں نہیں **اقول**
 اول تو مذاق کلام۔ اور سوق عبارت اور سوال و جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا دال بر استفسار ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی استفسار کیا اہل
 قرآن مع احد منکم فقال جل نعم ینسول الله۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 انی اقول ما لی انا ذی القرآن فرمایا۔ یہ سوال و جواب اور مذاق عبارت متفقہ استفہام
 انکاری کا نہیں۔ اور هل واسطہ استفسار کے بھی آتا ہے۔ جیسی کہ روایت مسلم وغیرہ
 میں آیا ہے۔ ان رجلا وقع بامرک فی رمضان فاستغفر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
 عن ذلک فقال هل لک رقبۃ فقال لا وقال هل لتطیع صیام شهرک قال لا
 قال فاحکم ستین مکیّا۔ **مسلم** ۳۵۰ اور نیز حدیث روایت مسلم میں حدیث
 طویل میں وارد ہے قتلی بنار رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم خمساً فلما ائتمنتل تو شوش القوم
 بینہم۔ فقال ما شأنکم۔ قالوا یرسل الله۔ هل زید فی الصلّٰتک قال لا۔ قالوا
 فانک صلیت خمساً الحدیث۔ و نظائر ہا کثیرہ غیر خافیتہ۔ خیر۔ چون
 کلام عرب میں هل واسطہ استفہام انکاری کی ہی آتا ہے۔ تسلیم کیا کہ واسطہ استفہام انکاری کے
 بی ہے۔ الا استفہام انکاری سے یہ کہاں ثابت ہے۔ کہ اس شخص نے ضرور جہرا

ہی قراءۃ پڑھی تھی۔ اس امر کا ثبوت۔ مدلول استفہام انکاری کا نہیں۔ غائۃ
 الامر اس کا مدلول حصول علم یقینی ہے۔ ستودہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جائز ہے کہ
 تاثر نقص ناقص ہے یا بواسطہ کسی اور امر کے حاصل ہو۔ اور سائل اس کو ثبوت کا طالب
 تھا۔ حضرت صوفی صاحب کے سوال کا جواب تسلی بخش۔ استفہام انکاری ہونے
 سے ثابت نہیں ہوتا۔ صوفی صاحب کا منصب تھا کہ اس امر کا بار ثبوت بذمہ
 صاحب سالہ عائد فرماتے۔ آلاؤ کہ صوفی مشربوں کو لینی قلت کلام بھی ضروری ہے۔
 سکوت کر گئے۔ یا جواب کی بیضا بگلی پر مطلع ہو کر دم بخود ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب
 نواب صدیق الحسن خاں صاحب رحمہ اللہ علیہ شرح بلوغ المرام میں لکھتے ہیں۔
 و تو انکہ سبب نفل کراہت اس فعل و نا خوشداشتن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 اس فعل را از ایشان باشد۔ و سبب نفل تاثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باشد از نقص
 کہ ناشی میشود مرثیہ از۔ از عدم الفات و استماع قرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ و
 کامل گاہے تاثر میشود بنقص ناقص۔ چنانچہ مروی است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 روزی در نماز صبح افتتاح قرات بستہ شد۔ و بیاں کرد کہ سبب این بیگنی است۔ کہ
 قومی پس می آستند۔ کہ و ضرور خوب نمیکنند۔ یا رعایت آداب نمی سازند۔ یعنی
 کلام۔ اس نفل سے یہ غرض ہے۔ کہ صافی قلب۔ لوگوں کے نقص سے کہیں متاثر
 ہوتا ہے۔ جھڑکے اور کچھ نزدیک مساویۃ الاقدام ہیں۔ اور نیز صوفی صاحب
 کے قول کو مؤید ہے۔ **قوله** حدیث کا مقابلہ کب کر لیتا ہے **اقول** عدم مقابلہ
 کی وجہ اگر یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں راوی ابن ابی لیلیٰ ہے۔ اور وہ متکلم فیہ ہے۔
 تو یہ وجہ حدیث عبادہ میں بھی موجود ہے۔ کہ اس میں راوی محمد بن اسحاق ہے۔
 اور وہ ابن ابی لیلیٰ سے زیادہ متکلم فیہ ہے۔ اور اگر مسئلہ عام و خاص مد نظر ہے۔ تو
 اس کا جواب سابق میں مشروراً گزارش ہو چکا ہے۔ اگر کوئی اور وجہ ہے۔ تو بیاں کرنی

چاہیے۔ لیکن فرمایا۔ **قوله** سیوم مخالجات اور مخالط کی حدیث۔ **اقول** اسکا اجمالاً جواب تو منازعت کی حدیث میں گزارش ہو چکا ہے۔ **فصل** جواب الشارح اللہ مذکور ہوگا **قوله** اور قول صحابے اور تفسیر راوی آپکی یہاں حجت ہر **اقول** معانی کا قول اس وقت مقبول ہے۔ جبکہ مقابلہ نصوص کے نہ ہو۔ مقابلہ نصوص کے تحت نہیں دیکھو **اصول** اور یہ مسئلہ فیمائیں مشر و جانہ مذکور ہو چکا ہے ہاں ملاحظہ فرمائے۔ **قوله** نقض الموضوع ذکر سے ثابت نہیں **اقول** اس مسئلہ میں طحاوی شرح معانی الآثار میں بہت طوالت کر ساتھ گفتگو کی ہے اور احادیث فریقین کے نقل کر کے ملھا و ما علیہا بیاں کیا ہے۔ اور امام محمد نے بھی مؤطا میں بہت آثار نقل کئے ہیں۔ آپکی کلام کی نقل موجب الت سمجھ کر ترمذی کی حدیث اور زیلعی کی کلام پر اکتفا کیا گیا۔ طحاوی کے دیکھیں سرقا لین بالنقض کی قلمی کھجوات ہے **قوله** الترمذی حدیثا ہنا وانا

ملانہ ابن عمر عن عبد اللہ بن بدر عن قیس بن طلح بن علی الخنفی عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال وهل هو الا مضغة منه او بضعه منه۔ و فی

الباب عن ابی امامہ۔ قال ابو عیسیٰ قد روی عن غیر واحد من اصحاب النبی

صلی اللہ علیہ وسلم و بعض التابعین انھم لم یروا الموضوع من مکر و هو

قول اهل الکوفة۔ و ابن المبارک۔ و هذا الحدیث احضرتہ روی فی هذا

الباب۔ و حدیث ملانہ ابن عمر عن عبد اللہ بن بدر اصح و احسن لکن مختصراً

قر رواہ ابو داؤد۔ و قال رواہ هشام بن حسان و سفیان الثوری و شعبۃ

و ابن عیینہ و جریر الرازی جرح محمد بن جابر عن قیس بن طلح۔ و رواہ الشافعی

و ذکر الفقہ۔ و ذکر الیلعی فی **تخریج** احادیث الہدایۃ۔ و رواہ ابن حبان

فی صحیحہ و رواہ الطحاوی فی شرح الآثار۔ و قال هذا حدیث مستقیم الاسناد

غیر مضطرب ہے اسنادہ و متندہ۔ ثم اسناد من علی المدینی انه قال حدیث ملانہ

بن عمرو احسن حدیث بسرہ **وروی** عن عمرو بن علی الفلاس انه قال

حدیث طلق عندنا اثبت من حدیث بسرہ۔ وروی ذلك عن علي بن ابي طالب

وعمار بن ياسر۔ وعبد الله بن مسعود۔ وعبد الله بن عباس۔ وحذيفة بن

اليمان۔ وعمران بن الحصين۔ واکي الدرداء۔ وسعد بن ابی وقاص في اخذ

الروایتین عنہ۔ وسعيد بن المسيب في احد الروایتین۔ وقسید بن جبیر۔

وآبراهیم القسسی۔ وریعة ابن ابی عبد الرحمن۔ وشفیان الثوری۔ وکحیف

وأصحابہ۔ ویحیی بن معین۔ وأهل كوفه اشقی ملتقطا۔ اور صاحب تالیف التبیح

نے استذکار نقل کر کے لکھا ہے والیہ ذهب جمهور علماء العراق۔ اور شریعت آد

حسن بن صالح بن یحیی کو زیادہ کیا ہے والیہ ذهب الحسن۔ ان نقول سے کائنات

فے التہار روشن ہے۔ کہ عدم نقض وضو اس ذکر۔ صرف خفیہ کا ہی مذہب میں

بلکہ بہت صحابہ و بہت تابعین رضی اللہ عنہم کا ہی یہ مذہب ہے۔ اور خفیہ کرام کا

اخذ حدیث صحیح بلکہ اصح و احسن ہے۔ صاحب رسالہ کا یلین کہ خفیہ اس مسئلہ میں

ایسا کہتے ہیں۔ تمھیں انکی جبلت پر مبنی ہے۔ ورنہ جبکہ خفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے پس

ایسی عمدہ حدیث صحیح اور احسن۔ اور صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل

موجود ہے۔ تو جہاں طعن ہے کیا ہے۔ اگر ترک حدیث بسرہ بنت صفوان کے خیال سے

ایسا کہا ہے۔ تو یہ طعن قائلین بالنقض پر بھی وار ہے۔ کہ حدیث طلق بن علی کی

جو ایسی اصح و احسن ہے۔ تو نہ عمل اسکو خلاف ہی۔ غایت الامر یہ مختلف

فیہا ہے۔ اور حدیث بسرہ بنت صفوان اور طلق بن علی کی۔ امام بخاری اور مسلم

نے تو روایت ہی نہیں کی۔ اور محدثین نے اندون کو روایت کیا ہے۔ اور ترجیح

احدی الروایتین میں مختلف ہیں۔ مجتہدین رحمہ اللہ علیہم نے۔ اپنی مقبولہ شرائط

اور مقررہ قواعد کے موجب ترجمہ و تفسیر کیا۔ ہر ایک مشوب و باجور ہے۔ کل وجہ
 ہو مکتبہ۔ پس صرف حقیقہ کرام پر طعن کرنا محض غمایت دلی پر محمول ہے۔ صعا کرام
 مذکورین اہل تابعین مطہرین کو اگر اس طعن میں شریک کر لیتے تو مناسب ہوتا۔ واللہ
 یعصمنا ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ الہیہ والا قویٰ الباطلۃ اب بسم اللہ
 جہرہ کا حال گزارش ہے۔ صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ بسم اللہ جہرہ اہل بیت سلیم
 نہیں کرتے۔ گول بات ہے۔ خارج از نماز بسم اللہ جہرہ اہل بیت سلیم نہیں کرتے۔ یا خل
 نماز۔ اگر آول مراد ہے تو اتھام ہے۔ کوئی خفی بیرون نماز بسم اللہ جہرہ پڑھنے سے
 مانع نہیں۔ اگر داخل نماز مراد ہے۔ تو اس کے باب میں گزارش ہے۔ زیر طبعی۔ اور
 طحاوی۔ اور ہمیں نے اس مسئلہ میں نہایت وسعت و کلام کی ہے۔ تو کئی نقل
 باعث مال و کمال سامعین اگر ہوتا۔ تو پورا پورا ان کو نقل کیا جاتا۔ الا جہرہ کم ما
 لا یدک کلہ لایک کلہ کے حقیقہ مقام مختصر گزارش ہے **روی**

بسم اللہ جہرہ

مسلم بسند عن انس رضی اللہ عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 وابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احداً منهم یقرأ بسم اللہ الرحمن
 الرحیم **وایضاً** عن انس قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر
 و عمر و عثمان۔ فکانوا یتفتقون الصلوۃ بالحمد للہ رب العالمین **وروی**

النسائی۔ عن انس بن مالک قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلم یمعنا قراءۃ
 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ و صلی بنا ابو بکر و عمر فلم نسمعوا منہما **و فی روایت**

صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم
 فلم اسمع احداً منهم یجہر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ **وایضاً** النسائی حدیثنا

ابن عبد اللہ بن مغفل قال کان عبد اللہ بن مغفل اذا سمع احداً یقرأ بسم اللہ الرحمن
 الرحیم۔ یقول صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلف ابی بکر و خلف

عمرہ۔ فمات احداً منهم قرأ بسم الله الرحمن الرحيم **وروي الثوري**

بسندہ عن عبد الله بن مغفل قال سمعت ابي وانا في الصلوة اقول بسم الله الرحمن الرحيم فقال لي ابي بنى تحذرك اياك والحديث قال ولما اراد احداً من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقرأ بعض اليه الحديث في الايصال بين منه -

وقال وقد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع ابي بكر وعمر وعثمان فلم اسمع احداً منهم يقولها - فلا تقلوها - اذا انت صليت فقل الحمد لله رب العالمين

قال ابو عيسى حديث عبد الله بن مغفل حديث حسن والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم - منهم ابو بكر وعمر وعثمان وعلي وغيرهم - ومن بعدهم من التابعين وبه يقول سفیان الثوري وابن المبارك

واحمد - واسحاق - لا يرون ان يجهر به بسم الله الرحمن الرحيم قالوا ويقولها في نفسه انتهى **وذكر العيني روي النسائي** في سننه واحمد

في مسنده وابن حبان في صحيحه والدارقطني في سننه - وقالوا ليه كانوا لا يجهرون بسم الله الرحمن الرحيم وترا ابن حبان ويجهران بالحمد لله رب العالمين - وفي لفظ لابن حبان والنسائي ايضاً فلم نسمع احداً منهم

يجهر بسم الله الرحمن الرحيم وفي لفظ لابن عيسى الوصل في مسنده فكانوا يستفتون القراءة فيما يجهر به بالحمد لله رب العالمين - وفي لفظ الطبراني في صحيحه وآبي نعيم في الحلية وابن خزيمة في مختصر المختصر - والطحاوي

في شرح الاثر - فكانوا يأتون بسم الله الرحمن الرحيم وترجال هذه الروايات كلهم لغات مخزوم لم في الصحيحين انتهى - اور فتح القدير شرح ہدایہ میں ہے

قال بعض الحفاظ ليس حديث صريح في الجهر الا وفي اسناداه مقال عند اهل الحديث وتلفظ اعرض ارباب السانيد المشهورين الاربعه واحمد فلم يخرجوا

منها غيثا مع القفال کہم علی احادیث ضعیفہ **قال ابن تیمیہ** وروينا غلدارق
 انه قال لم يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم في الجهر حديث **وعز الدارقطني**
 انه صنف كتابا بمصر في الجهر بالبسملة - فاقم بعض المالكية يعرفه الصحيح منها
 فقال لم يصح في الجهر حديث **وقال الخطابي** احاديث الجهر وانكأت ما نورة عن
 لفر من الصحابة غير ان اكثرها لم يسم من شواث **وقد روى الطحاوي** وابوع
 بن عبد البر عن ابن عباس الجهر قراءة الاخراب - وعن ابن عباس لم يسمع النبي صلى
 الله عليه وسلم بالبسملة حقوات الى اخر ما قال عن انس ان رسول الله صلى الله عليه
 وسلم كان يتره يلهم الله الرحمن الرحيم **قال ابوبكر** - **وعمر** - **وعثمان** - **وعليا** -
 من تقدم من التابعين وهو يذهب الثوري - **وابن المبارك** - **وقال ابن عبد البر**
وابن المنذر - **هو** **ابن مسعود** **وابن الزبير** **وتحماد بن ياسر** - **وعبد الله بن**
صفيل - **والحوكة** **والحسن بن ابی الحسن** **والشعبي** **والقاسمي** **قالوا** **وزاعي** **وعبد الله**
بن المبارك **وقادة** **وعمر بن عبد العزيز** - **والاعمش** - **والزهري** - **ومجاهد** - **ق**
حماد - **وابي عبيد** - **واحد** **والساق** **التي** **به مختصرا** - **حال** **افخذ** **خفي** **كرام** **لا** **اس** **سنة**
مين **هي** - **جس** **صاحب** **الزواتي** **هي** - **كبهرا** **اسم** **سنة** **سليم** **نبي** **كرت** - **اس**
سنة **كي** **پوري** **تحقيق** **ريلي** **تخرج** **نہايہ** - **اور** **طحاوي** **شرح** **آثار** **میں** **ديکھنی** **چاہیے** - **آن**
لقول **سے** **چند** **ثابت** **ہیں** **(۱)** **بسم** **اسم** **نادیں** **سند** **پر** **نہا** **سنون** **ہو** **(۲)** **اور** **اس** **عل**
خلقا **ار** **جود** **ار** **کشت** **صواب** **اور** **تابعین** **کی** **ہو** - **(۳)** **جہرا** **استحدث** **ہو** **(۴)** **جہر** **میں** **کوئی** **حدیث**
صحیح **صریح** **ثابت** **نہیں** - **جو** **ہر** **او** **کی** **اسناد** **میں** **المحدث** **یہ** **کہ** **مقال** **ہو** - **(۵)** **دارقطني**
کا **تہرا** **کہ** **جہر** **میں** **حضرت** **صلی** **اللہ** **علیہ** **وسلم** **کی** **کوئی** **حدیث** **ثابت** **نہیں** **(۶)** **جہرا**
بسم **اسم** **سند** **پر** **نہا** **قراۃ** **اعراب** **کے** **ہے** **(۷)** **آنا** **انتقال** **حضرت** **صلی** **اللہ** **علیہ** **وسلم** **کا** **عمل** **سزا**
پر **ہی** **رہا** - **اودھ** **ہی** **دا** **ضم** **ہو** - **کہ** **صاحب** **الاس** **سنة** **میں** **معجم** **سے** **بھی** **مستفہی** **ہو** **کر** **ہیں**

اصول الکتب بعد الکتاب العزیز البخاری و مسلم کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔

جھڑم اللہ کی ریٹ صاحبان صحیحین نے تو روایت ہی نہیں کی۔ تسلیم کی روایت انس بن مالک سے سزا پڑنے میں صریح ہے۔ اور بخاری کی روایت ہے اسی پر والی ہے۔ لان الحدیث بعضہ یفسر بعضاً اور دارمی نے باب کراۃ الجھڑم بسم اللہ الرحمن الرحیم کا منقذ کر کے حدیث انس کے بیان کی ہے۔ اور ترمذی کی روایت

بھی سزا پڑنے میں صریح ہے۔ پہرا بھی حنفیت مطعون جھڑپہ نیوالی غیر مطعون وہ حضرت انصاف اسی کا نام ہے۔ اور محققانہ کلام بھی اسی کو کہتے ہیں۔ باقی رہا مسئلہ رفع یدین کا اسوئہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب اس موقعہ پر جہاں اس کو صاحب الہ نے اسوئہ بیان کیا ہے گزارش ہوگا ناظر ہر **قولہ** خبر احاد سے خود ہی استدلال

بھی پڑنے لگے **اقول** نہیں حضرت طعن ناقص رہا۔ قرآن کریم کو بھی ساتھ لانا لیجئے۔ اوریوں فرمائے کہ اخبار احاد اور تہران کریم سے استدلال پڑنے لگے۔ تاکہ

شاید اتمام سے برادہ حاصل ہو۔ اور عموم بلوی کی بابت مسئلہ میں ذکر۔ اور محض بسم اللہ میں کیفیت معلوم ہو چکی ہے۔ کہ خفیہ کا عموم بلو ایسا ہے **قولہ** محل نزاع

فاتحہ کا پڑھنا ہے نہ سورۃ کا **اقول** (۱) قائلین بالمنع تو مطلق قراۃ کے مانع ہیں۔ فاتحہ وغیرہ۔ ان کے نزدیک برابر ہیں۔ یہ تفرقہ مجوزین فاتحہ کے نزدیک

ہو تو پڑا ہو۔ (۲) بالفرض اگر ایسا ہی تسلیم کریں تو بھی منازعت امام سے حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ثابت ہے۔ اور علت منع کی حضرت صاحب نے منازعت فرمائی۔ اور علت فاتحہ میں بھی دائر ہے۔ پس مانعت فاتحہ کی حکم دہان علت

کے مستفاد ہے۔ ودعوی عدم المنازعة فی الفاححة وكونها فی السورة عنین

مسموع۔ لانه علیہ السلام منع عن السورة فی هذه القصة۔ ومنع عن مطلق القراۃ

فی قصته مالی انذار القرآن واستویا فیہ **قولہ** رہ جواب یہاں بھی سمجھ لیجئے۔

محلی نزاع فاتحہ کا پڑھنا ہے کہ قراۃ

اقول جو جواب دیاں دیگر گویاں ہیں وہ جواب یہاں ہی تصور فرمائے **فقہ**
 قتادہ راوی ہے پوچھا۔ کاتھ کر وہ فقال لو کر وہ لہی عنہ **اقول** (۱)،
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استفسار ایتکم قرأ یحکم خالینہا۔ فرمانا بمنطوقہ
 مانیت پر دال ہے۔ درزہ قرات اور عدم قرات جب دوی ہوں تو جواب و سوال۔ اور
 خالینہا۔ فرمانیکہ کچھ سیدہ نہیں۔ حالانکہ کلام مبارک محبوب جہانیاں کی
 نواید سے خالی تھی۔ و یوثیہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ لا تفعلوا اخیرہ الطحاوی
 فی شرح الآثار (۲) زہری یا ابو ہریرہ کا رے علی الاختلاف، فانہی الناس
 عن القراءة۔ تو قابل التفات اور لحاظ قرار نہیں دیگا۔ اور قتادہ کا باب میں سابط
 بعیدہ لو کر وہ لہی عنہ کہنا قابل احتجاج تصور کیا گیا۔ و ہل هذا الایسے
 عجاب اور حجاج بن ارطاة کا حال یہ ہے۔ دارقطنی نے کہا ہے لا یحتملہ
 اور ایسا ہی سائسی نے بھی صفحہ ۴۲ میں لکھا ہے۔ الا وہی توشیح ہی بہت بے کی جر۔
 کچھ مختصر حال حجاج بن ارطاة کا میزان الاعتدال سے بطریق التقاط و گزارش
 ہر۔ حیث قال۔ حجاج بن ارطاة الفقیہ ابوارطاة النخعی۔ أحد الأعلام علی
 لین فی حدیثہ۔ لہ عن الشعبي حدیث واحد۔ وعن عطاء وعمر بن شعیب
 و نافع۔ و ثقاتہ کثیر۔ وعنہ سفیان و شعبہ۔ و عبد الرزاق و طاقتہ
 قال الثوری ما بقی احد اعرف۔ بما یخرج من راسہ منہ۔ و قال البیہقی کان
 فقیہا مفتیا و کان فیہ تیہ۔ و روی عنہ من سنن سنی حدیث۔ و قال احمد
 کان من المظاہر الحفاظ و قال یحیی بن بعلی الحارثی امرنا زائد ان نترك حدیث
 الحجاج بن ارطاة۔ و قال القطان هو ابن اسحاق عندی سؤل۔ و قال
 ابو حاتم انہ اذا قال نافھو صالح لا یرتاب فی صدقہ و حفظ۔ و روی ابو غالب
 عن احمد قال کان حجاج حافظا قیل لہ لیس ہو بذالك۔ قال لان فی حدیثہ زیادۃ

حجاج بن ارطاة کا حال

علی حدیث الناس۔ وقال عثمان الدارمی عن یحییٰ۔ حجاج بن ارطاة فی زیادة
 صالح۔ وقال شعبۃ اکتبوا عن حجاج بن ارطاة۔ وابن اسحاق فانما حافظان
 قال الثانی ذکر الدلسین۔ الحجاج بن ارطاة۔ والحسن۔ وقادة۔ وحمد
 قیونس بن عبید۔ وسلیمان التیمی۔ ویحییٰ بن ابی کثیر۔ وابو اسحاق
 والحکمہ۔ واسماعیل بن ابی خالد۔ ومغیرہ۔ وابو الزبیر۔ قان بن یحییٰ۔
 وسعید بن ابی عروبہ۔ وهشیم۔ وابن عیینہ۔ قلت والاعمش۔ و
 الولید بن مسلم۔ وقبیه۔ واخرون انقی۔ اگرچہ صاحب میزان نے وارطانی
 نسائی وغیرہ جارجین کا ذکر ہی کیا ہے۔ الا مقصود بیان کرنا حجاج کے اوصیاء کا
 ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ اوس کی توثیق کے اس قدر حفاظ قائل ہیں۔ تب تب کہ حجاج
 بن ارطاة کے لئے حفاظ توثیق بیان کریں۔ تو بخاطر انکی توثیق کے حجاج کی اس
 زیادة کو اگر زیادہ فقہ کی قاروی جاوے تو ممانعت بوجہ ثبوت ہی علی وہ
 اسکے اوسکے مؤیدات قائل کریم اور احادیث ہی ثابت ہیں **قوله** یہ خاص ایک قسم
 کا بیان ہے۔ اور اسکو عموم نہیں ہوتا۔ **اقول** واقعہ خاص نسبت اوس شخص قاری
 کے ہے۔ یا نسبت اس سورۃ خاص یعنی سبح اسم ربک الاعلیٰ کے یا نسبت دونوں
 کے۔ اگر نسبت اوس شخص کے ہے۔ تو چاہیے کہ اور ذکر خلف الامام یسورہ پڑھنے
 ممنوع نہ ہو۔ وحدیث عبادہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرآن احدکم کلام
 یقرآن۔ الا بام القرآن رواہ البخاری فی المجتہد (یعنی)۔ اور اگر خاص نسبت اسی
 سورہ کے ہے۔ تو چاہیے کہ اور سورتیں (سوائے فاتحہ) منع نہ ہوں۔ وهو کذا لایضا
 تحدیث عبادہ ومحمد بن ابی عائشۃ کما رواہ البخاری فی المجتہد۔ فبطل کونه
 واقعۃ علیہ لا عموم لها۔ وثبت کونه حائلہ ولسان السالین **واضح ہے**
 کہ اتباع صاحب سالہ کے یقیناً الزام کی گئی ہے۔ **قوله** بخاری نے محمد بن نضر

(سوی الفاتحہ)
 تو چاہیے کہ دستبرد یوں کو زیادة اور تب تب کہ حجاج
 اور اگر نسبت دونوں کے ہے۔ اور اگر نسبت دونوں کے ہے۔
 وہ یقیناً ممنوع ہے۔ وہ یقیناً ممنوع ہے۔ وہ یقیناً ممنوع ہے۔
 جو اس تقریر میں مجتہدوں کا
 منقطع نام۔

سے الی آخرہ اقول امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت کو اس طرح نقل فرمایا ہے

البخاری قال ثنا محمد بن مقاتل قال ثنا النظر قال ابنا یونس عن ابی اسحاق

عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقوم کانوا

یقرؤن فیجھرون بہ۔ خلطتم علی القرآن الحدیث۔ سو اسکی جواب میں گزارش ہے

اولاً۔ اس حدیث میں نماز کا ذکر ہی کیا ہے۔ کہ عند المعارضہ حجۃ ہو۔ کیونکہ جائز

ہے کہ یہ واقعہ خارج نماز ہو۔ ہذا الحدیث لا یقوم حجۃ **ثانیاً** یہ (فیجھرون) لفظ اس

روایت کے سوا اور روایتوں میں واقع نہیں ہوا جائز ہے کہ کسی راوی نے نقل المعنی

کرتے ہوئے۔ اس لفظ کا ایزاد کیا ہو **روی البخاری** فی الجزء عن عبادۃ

وفیہ اتی اراکم تقرأون خلف امامکم الحدیث **وردی**

ایضاً فیہ عن انسوفیہ فقال اتقرأون فی صلوۃکم واکلام یقرأ

الحدیث **وايضاً** عن محمد بن الجاثی عن شہد ذلک و فیہ

قال اتقرأون واکلام یقرئ الحدیث **وايضاً** فیہ عن عبادۃ و

فیہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ تقرأون القرآن اذا كنتم معی فی

الصلوة الحدیث **وايضاً** عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ

وفیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقرأون خلفی قالوا نعم الحدیث و

روی الترمذی و ابوداؤد و النسائی معناه عن عبادۃ و فیہ لعلکم

تقرءون خلف امامکم الحدیث **روی** الطحاوی و فیہ لعلکم تقرأون

الحدیث - **ثالثاً۔** اگر تسلیم کریں کہ ایسا ہی ہے تو بھی اس روایت سے منازعت

بالجھکے ممانعت ثابت ہوئی۔ اور حدیث مالی اناذہ القرآن۔ اور خالجینہا سے

منازعت جھڑی اس سے کی ممانعت ثابت ہے۔ تو انکی مجموعہ سے ممانعت منازعت

بالجھکے اور منازعت بالسر و نوکی ثابت ہوئی فہو مطلوب **علامہ اسکے** داؤد القرآن

بخاری
روایت
ابن یونس
عن ابی اسحاق
عن ابی الاحوص
عن عبد اللہ
قال قال النبی
صلی اللہ علیہ
وسلم لقوم
کانوا یقرؤن
فیجھرون بہ
خلطتم علی
القرآن الحدیث

بھی ایک مؤید ہے۔ **سابعاً** لحاظ سے شرح آثار میں اسی روایت کو بیان کیا ہے۔ اور یہ لفظ اس میں نہیں قال حدثنا ابو بکر قال حدثنا ابو احمد

محمد ابن عبد اللہ بن الزبیر۔ قال حدثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق

عز بنی الا حص عن عبد اللہ قال کانوا۔ یقرءون خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فقال خلطتم علی القراءة اتفقوا اور نیز اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ صلوٰۃ میں ہے

قوله علاوہ برین جب کے الے آخره اقول۔ اوّل۔ اعادہ صلوٰۃ اور منع

توبہ فرماتے۔ جبکہ یہ واقعہ نمازیں ہوتا۔ تو اس سے یہ روایت سکتے ہیں **ثانیاً**۔

بعد التسليم كما هو مدلول رواية الطحاوی۔ خلطتم علی القرآن اور مالی تاذرع القرآن

فرمانا ہی مانعت ہے۔ اسی لئے سامعین نے قرات خلف الامام ترک کر دی۔ **ثالثاً**۔

بالتسليم۔ جملہ احکام نماز کا مارتی ہی روایت پر نہیں ہے۔ واذا قرأ فانصتوا۔

اور واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ سے قرات خلف الامام کی نہ مانعت ثابت

ہے **سابعاً**۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اسی روایت کو اخیر میں اسی عبد اللہ سے

روایت کیا ہے۔ وكننا سلم في الصلوة فقيل لنا ان في الصلوة لشغلا۔ حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اعادہ صلوٰۃ کا حکم فرمایا۔ اور نہ منع کیا۔ بلکہ اگر اتھک کا

بھی ذکر نہیں فرمایا۔ حالانکہ کلام عمدہ منفرد صلوٰۃ عند الكل ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اور عباد

میں اس مسئلہ کا بیان ہو چکا ہے۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ اور احادیث اور قرآن کریم میں اس

مسئلہ کا حکم بھی ثابت ہو چکا ہے **قوله** پہلا جواب یہ لاتعلو کی حدیث الے آخر ما قال

خواہ مخواہ ماننا پڑا **اقول** یہ دونوں حدیثیں صاحب رسالہ پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔

اور اوکے جواب بھی وہاں بیان ہو چکے ہیں۔ مگر اگر کفیر و رت نہیں۔ وہاں ملاحظہ

کرنا چاہیے۔ **قوله** اس حدیث میں الام کے پہلے الحمد سے مانعت ہے **اقول** تقریر

سوال یوں ہے۔ کہ اس حدیث سے عدم فضیلت فاتحہ خلف الامام کی ثابت ہے۔ اس لئے

کہ معنی حدیث کو یہ ہیں کہ سوا فاتحہ کے کسی کی نماز نہیں ہوئے۔ کیونکہ پڑھنا فاتحہ کا ہر ایک کے لئے فرض ہے۔ الا اوس شخص کے لیے جو امام کے پیچھے ہو۔ کیونکہ اوس کے لئے فرض نہیں۔ یعنی معتدی پر پڑھنا فاتحہ کا فرض نہیں۔ اور یہی موقوف فیہ ہے۔ جبکہ تقریر سوال یہ ہوئی۔ تو صاحب رسالہ کا جواب پنجم اور ششم اور ہفتم۔ ساقط ہوا۔ پنجم۔ الا جبکہ صاحب رسالہ نے تقریر سوال کو مانت پر حمل کیا ہے۔ تو ہم تسلیم اوس پیرایہ کے جواب دیتی ہیں۔ **قولہ** جواب اول امام مالک اور ترمذی نے اس حدیث کو موقوف روایت کیا ہے نہ مرفوع **اقول** امام مالک اور ترمذی کا موقوف روایت کرنا۔ کیا منع کرتا ہے کہ مرفوع نہ ہو۔ یا یہی کوئی قاعدہ عام ہے۔ کہ جب ایک محدث موقوف روایت کرے۔ تو وہ مرفوع ہوتی ہی نہیں۔ یا اوس کا رفع دشوار عند العمل بالنقل ہے۔ ترمذی اور امام مالک یہ کو موقوف ہو چکی۔ تو موقوف بیان کی۔ اسی حدیث کو طحاوی نے شرح آثار میں مرفوع روایت کیا ہے **حدیثنا**

بحر بن نصر قال حدثنا يحيى بن سلام قال حدثنا مالك عز وحب بن كيسان

عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراة الامام اتقى۔ اور یہ امر فائدہ ششم میں سابق میں نقل عن النووی متفق ہو چکا ہے۔ کہ جب وصل وانقطاع۔ اور وقت و رفع میں اختلاف ہو تو حکم رفع اور وصل ہی کو ہوتا ہے۔ پس اس قاعدہ سے تو یہ حدیث مطلقاً مرفوع ہے۔ فثبت رفعہ ولم یثبت ما ادعاه **قولہ** دارقطنی نے کھا ہے اس کا راوی یحییٰ بن سلام ضعیف ہے۔ اور عبد البر نے کہا اس حدیث کو مرفوع کہنا صحیح نہیں۔ بلکہ جابر پر موقوف ہے **اقول** ترمذی نے اپنی روایت میں اس حدیث کو حسن

مسند شاہ ولی اور صاحب جم معنی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں۔ سیر علی گوشت کرمل و منقطع جنت نزدیک مالک و سایر انکو مرفوع دین مسند و ہم نہیں جنت نزدیک انکو کہ معتقد بابت بدو اتیر مرفوع یا موقوف صحابی۔ و در مؤطا پہلے سلسلہ بابت اگر کہ معتقد بربا بابت فوجہ بھان فظاً یا معنی ان میں موا بابت اگر کہ مؤطا و مؤطا صحیح است نزدیک جمع ہتھے۔ ۱۱ منہ

صحیح کہا ہے۔ اور وارقطنی کے جرح غیر مبین ہے حافظ ابن حجر نے شرح مجتہد
میں لکھا ہے۔ کہ جرح غیر مبین مقبول نہیں۔ اور نیز ان الاعتدال میں لکھا ہے
وقال ابن عدی بکتابہ یثبتہ (یعنی بن سلام) مع ضعفہ تھے۔ **قوله** مرفوع ثابت نہیں
اقول مرفوع ہونا اس حدیث کا معلوم ہو چکا ہے۔ جیسی روایت طحاوی سے گزرا ہے۔
اور اختلاف رفع اور وقف سے بھی ثابت ہو کہ اسی حالت میں حکم مرفوع کے لئے ہے فیستحض
الحجۃ فالمنوع ممنوع **قوله** آثار متخیلفہ میں ہے **اقول** آثار متخالفہ کی جانب

راجع کے تحت ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ لان الجانب الرجوح کالعدم۔ وہنا كذلك
لانه یصحہ القرآن الکریم والحديث الرفوع **قوله** استثناء آپ کے ذریعہ میں
اہ **اقول** سلاست ثنائیں حنفی اصولی مختلف ہیں۔ شرح اس مسئلہ کی از بس سادہ
ہے۔ یہ تو اوراق اس کے نقل نہیں۔ آلا بکرم ضرورت مختصر طور پر گزارش ہوتا ہے **فی السلم**
وشرحه۔ الاستثناء من الاثبات نفی وبالعکس ای من النفی اثبات عند الجمهور

من الثابتة والمالکية والحنبالية۔ وهاثمة من الحنفية المحققین۔ وقنهم
فخر الاسلام۔ وکلام شمس الامت۔ والقاضی الامام ابو زید۔ وغیرہم المحققین
وفی الهدایة لوقال ما انت الا حرق۔ لان الاستثناء من النفی اثبات علی وجه
التأکید۔ واما صار مؤکدا لکونه مقصودا علیه دون عینه انتھی بموجب
کلام اس طائفہ تحقیق حنفیہ کے استثناء نفی سے اثبات ہے۔ اور اثبات سے نفی۔ تو استثناء
صدر کے مخالف حکم کا مثبت ہوا۔ پس مقتدی کے لئے قرات فاتحہ سے منع کا مثبت
تھلہ۔ مثبت ما اراد السائل۔ تو بموجب قول صاحب توضیح و تلویح وغیرہ
کے ٹیگور استثناء تاکہ ابابا فی بعد الثبوت۔ تو مقتدی حکم ماقبل یعنی صدر کلام پر
دفع نہیں۔ تو سننی حدیث کے بعد ہوتے۔ کہ مقتدی کے جو شخص فاتحہ نہ پڑھ گیا۔ اسکی
نماز غلطی۔ جوڑا یا کمالا۔ رہا مقتدی۔ سو اس کے حکم میں بموجب اس قول کے۔ یہ

یحییٰ بن سلام کمال

استثناء نفی

حدیث ساکت ہے۔ اور حکم دلیل خارجی سے ثابت ہے۔ اور وہ آیت و اذا قرأ القرآن
اور حدیث و اذا قرأ فانصتوا وغیرہ ہے۔ پس یہ حال مقتدی کے لئے قرات
کی مانع ثابت ہوئی وہو مقتضی السائل **قوله** اس استثناء کا مدلول اشارہ ہے
اقول اصطلاح میں اشارہ کی تعریف یہ ہے دلالة التزامیة لا تقصد اصلا۔ لا

بالذات ولا بالبع لا یكون لتصحیح الکلام کما مر فی المسلم وشرح اور صاحب
لورالانوار اس طرح لکھتا ہے اشارۃ النص ماثبت بظاہر لکنہ غیب مقصود و

لا سیوقہ النص۔ وکیس بظاہر من کلمو جہ انتہی۔ جبکہ اشارہ کی تعریف یہ ہوئی۔
تو کون دشمنہ وقت از اصول لکھتا ہے۔ کہ احادیث میں حکم فاتحہ کا اشارہ مذکور ہے۔
اور تفسیر تعریف اشارہ کی صادق آتی ہے۔ کیونکہ وہ دلالت التزامی ہوتی ہے۔ اور
سوق کلام کا بھی اد کے لکڑ نہیں ہوتا۔ اور من کل الوجوہ ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اس
حدیث میں بفضلہ یہ جملہ امور بالعکس موجود ہیں۔ اس لئے کہ سوق اس کلام کا بنا بر
اظہار حکم فاتحہ کے ہے۔ اور حکم فاتحہ کا اس حدیث کا مدلول مطابقی ہے۔ ازامی نہیں
اور فاتحہ کے حکم پر ظاہر وال ہے۔ بلکہ حکم فاتحہ کا اسکا مدلول عبارتہ کہنا چاہیے۔ اس لئے
کہ عبارتہ نص کی تعریف علماء اصول کے اس طرح کی ہے۔ وہی ما ثبت بالتعم مقصودا بہ۔

اور لورالانوار میں ہر ماسبق ال کلام لاجلہ پس ثابت ہوا کہ حکم فاتحہ پر حدیث
عبارتہ وال ہے۔ نہ اشارہ۔ فلم ثبت باذمہ۔ اور اگر یہ غرض ہو کہ بسبب کثرت
کے فاتحہ کی مانع مقتدی کو لئی اس استثناء سے اشارہ مستفاد ہے۔ تو یہ اول سے ہی
سخت تر ہے **اول**۔ تو اس لئے کہ عند القائلین بہ۔ کے نزدیک استثناء حکم بابا قی پر وال

بالوضع مطابقت ہے۔ فكانت دلالة علیہ بالمطابقة۔ لا بالالتزام۔ ولا اشارہ من

الثانی لا الاول ثانیاً جبکہ اس استثناء میں لانفیاً ولا اثباتاً کی طرح حکم نہیں بلکہ
دو حکم سے مسکوت ہے۔ تو پھر اشارہ مانع کہاں سے پیدا ہوئی۔ اتنا حاصل یہ حدیث حکم

فاتحہ عبارتہ دال ہے اشارہ۔ یہی دیات کہ حدیث عبارتہ دال ہوئی۔ اور اثر

ابوہریرہ کا ہی ایسا ہی ہے۔ تو بہر دونوں میں تعارض ہوا۔ فکیف التوفیق۔

تو کہا جاوے گا کہ راجح پر عمل کرنا ضرور ہے۔ تو اس حدیث کا راجح ہونا ظاہر ہے

اول تو اس لئے کہ حدیث مرفوعہ بھی مروی ہے۔ اور ابوہریرہ کا اثر بالاتفاق موقوف

ہے۔ دوم آیت واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا ہی اسی کی مؤید ہے

سیوم حدیث صحیحہ۔ صحیح مسلم وغیرہ کی واذا قرأ فانصتوا ہی اسی کو

ترجیح دیتی ہے۔ چھارم اور آثار صحابہ کرام کے بھی اسکو تائید دیتے ہیں وغیرہ

وغیرہ **قوله** ساتواں جواب استثنائے لرول اشارہ ہے **اقول** اسکا جواب

ما قبل کے جواب میں۔ سے معلوم ہو چکا ہے۔ دوبارہ ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں

قوله ناناں اعتراض ابو سعید سر روایت ہر آہ **اقول** سوال کی تقریر بطحیر

ہے **اخرج البخاری** فی الجزء عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اخرج فناد فی المدینۃ ان لا صلوة الا بقراءۃ ولو بفاتحۃ

الکتاب فناد۔ وَاَخْرَجَ اَيْضًا فِيهِ۔ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ ابِي هُرَيْرَةَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ قِرَاءَةٌ

وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ الْحَدِيثِ۔ وَاَخْرَجَ اَيْضًا فِيهِ قَالَ لَنَا ابُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ

بْنُ ابِي الْحَسَنِ حَدَّثَنَا ابُو الْعَالِي۔ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَمْرٍو عَنْهُ اَقْرَأَ فِي الصَّلَاةِ۔ قَالَ

اَنِي لَا اسْتَحْيِي مَرْبِ هَذَا الْبَيْتِ اِنْ اَصْلِي صَلَاةٌ۔ لَا اَقْرَأُ فِيْهَا۔ وَلَوْ بِاَمِ الْكِتَابِ

وَاَخْرَجَ اَيْضًا فِيْهِ۔ قَالَ ابُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا ارَادَ اَنْ یَّقْرَأَ سَكَتَ سَكَةً۔ وَكَانَ ابُو سَلَمَةَ بَنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔ وَیَقِیْمُوْنَ

بَنَ مَهْرَانَ وَغَیْرَهُمْ۔ وَتَعْبِدُ بَنَ جَبْرِ۔ یُرَوْنَ الْقِرَاءَةَ عِنْدَ سَكَاةِ الْاِمَامِ اِلَى

نَنْ نَعْبُدُ لِقَوْلِهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَخَرَجَ

ابُو عَاوَدٍ عَنْ ابِي هُرَيْرَةَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْرَجَ فَنَادَى

نانونی تعارض کا جواب۔

المدینة۔ لاصلوحة الا بقران ولو بفاضة الكتاب فاناذا۔ سائل کتبا ہے کہ ان مرفوعہ احادیث اور آثار میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاتحہ مخصوصہ کا پڑھنا فرض نہیں جبکہ فرض ہی نہیں ہے۔ تو امام کے پیچھے کیسی فرض ہوگی۔ **قوله** معلوم نہیں کہ یہ لفظ کہاں سے لیا **اقول** وبالله التوفیق **اولا**۔ عدم العلم بالثبوت۔ اور علم عدمہ۔ میں بہت ہزاروں ہے۔ اول مستلزم ضعف کا نہیں **ثانیا** ابن النضر نے اپنی علم کی نسبت یہ فرمایا ہے مقدمہ مستلزم عدم فی نفسہ کا نہیں۔ کیا حضرت ابن عمر نے یہ نسبت صلوۃ الصغی کے بحواب سائل کے لا اخالہ نہیں فرمایا۔ یعنی میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی نہیں پڑھتے تھے مگر وہ البخاری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے نہیں فرمایا۔ کہ سو ایک دفعہ کے میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز صغی کی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا رواۃ البخاری ایضا حالانکہ نماز صغی کا ثبوت اور بار بار پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شمس روشن ہے گمراہ مسلم و عن ابی محمد حاشی اور ابن عدی نے اس حدیث کو ابی سعید خدری سے روایت کیا ہے۔ اور قوی اور ضعیف ہونا حدیث ہذا کا بحسب خود مبین ہے۔ الا اس حدیث کی تخریج تو مجہول نہیں **قوله** جیسے ابوداؤد میں ہے آہ **اقول** ابوداؤد نے ابوسعید خدری سے روایت کیا امرنا ان نفرا بفاضة الكتاب وما یثبت اس صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ فاتحہ اور ماتیت دونوں مامور بالقرآنہ ہیں **قوله** ابوداؤد کی طریق میں الحدیث حجة علی القائلین بوجوب الفاتحة فقط **قوله** ابوداؤد کی طریق میں جعفر بن میمون ہے۔ تناسی نے کہا لیس نفقة الخ **اقول** جعفر بن میمون کی روایت کما یعتبر حدیثہ۔ وقال مرۃ صالح الحدیث۔ وقال ابن عدی لم ار احادیثہ منکرۃ وروی عنہ عندنا ویحیی القطان ذکرہ فی میزان الاعتدال اس سے بھی قطع نظر کر کے۔ تسلیم کیا کہ ابوداؤد کے اس طریق میں جعفر بن میمون ہے۔ الا

ابوداؤد کا دوسرا طریق جس میں بھراوی نہیں وہ صحیح ہے ولفظہ امرنا ان نقرأ

بفاعة الكتاب وما يتبر - وأخرج ابن حبان وصححه ولفظه أمرنا

رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نقرأ بفاعة الكتاب وما يتبر وأخرج

أحمد وأبو يعلى الوصلى في مسندهما - وأخرج أبو نعيم في تاريخ أصبهان عن

أبي مسعود الأنصاري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تجزئ صلوٰة

لا يقرأ فيها بفاعة الكتاب وثني منها - وأخرج أحمد في مسنده في

صلوة السوق صلواته عن رفاع بن رافع ثم أقرأ بأم القرآن ثم أقرأ بما شئت

ورواه أبو داود عن محمد بن عمرو ثم أقرأ بأم القرآن وبما شاء الله أن تقرأ

يؤخذ من نصب الدرر في حافض ابن حجر كاسے - پس ان احادیث سے فاتحہ تم شے

آخر کی فرضیت ثابت ہے - پس قائلین فرضیت فاتحہ خلف الامام فقط پر احادیث

حجت ہیں **قوله فصاعدا** الی حدیث صحیح ہے **اقول فرضنا**

تسلیم کیا کہ حدیث فصاعدا اول کما اولہ البخاری ہے - الاحدیث ثم أقرأ

بأم القرآن ثم أقرأ بما شئت اور لا تجزئ صلوٰة لا یقرأ فیہا بفاعة الكتاب

وثنی معہا اس تاویل کو قبول نہیں کرتی - اور اہل مجاورہ کب پسند کرتے ہیں -

اقد ایسی تاویل جو مقتضای عبارت سے خارج ہو - صرف عن الظاہ سے قطع نظر

خصم کے نزدیک حجت ہے - کب ہو سکتی ہے **قوله** آپ کے نزدیک قول صحابی حجت

ہے **اقول** صحابی کا قول حجت اور وقت ہے - جب کہ مقابلہ لصوص کے ہو - ورنہ

حجت صحابی کے قول کی خفیہ کرام کب قائل ہیں **فی التلویم** عمل الخلاف

قول الصحابی للجمہد هل يكون جمعة على مجتهد غير الصحابي - ولم يظهروا دليل

من كتاب وسنة ائمتي - **وفي المنار** تقليد الصحابي واجب بترك به القيا

ائمتي - پس ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں تقلید صحابی کی خفیہ کے نزدیک واجب نہیں

فصاعدا کی حدیث کا جواب

صحابہ کا قول حجت ہو گا جواب

لورود النصوص الظاهرة انتباه سامعین غور کریں کہ جب ما ذکر احادیث ہر فاتحہ
 مع شئی زائد کی فرضیت ثابت ہے۔ تو پھر تخصیص وجوب فاتحہ میں اتباع بقول
 الرسول کہاں ہے۔ **قوله** کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا **اقول** الزام کی بھلی
 کھی تنہا پیش قاضی روی۔ رضی اللہ عنہ کی مثال صادق آتی ہے۔ ورنہ میدان تعادل
 میں اس دعویٰ کو کون سنبھالے۔ اس تجویز ذہنی پر چند در چند الزام عائد ہوتی
 ہیں۔ **اولا**۔ مخالفت فاقرا ما تیس من القرآن کی کہ اس آیت میں مطلق
 قرات کا حکم ہے۔ تخصیص فاتحہ کی اس حکم کے خلاف ہے۔ **ثانیا**۔ تذاقر ما تیس
 معك من القرآن کی تخصیص خلاف ہے **ثالثا**۔ حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لا
 تجزئ صلوۃ۔ لایقر فیہا بقاء التہ کی کتاب و شئی معها ہے تخصیص اس حکم کا
 خلاف ہے **رابعا**۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔ تذاقر آیام القرآن و بما شاء
 اللہ ان تقر۔ تخصیص اس حکم کے خلاف ہے **خامسا**۔ امرنا ان تقر بقاءہ
 الكتاب و ما تیس کے خلاف ہے **سادسا**۔ یہ تفریق ذہنی عموم الفاظ احادیث
 کو خلاف ہے **سابعاً**۔ واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کے خلاف ہے **ثامناً**
 واذا قرأ فأنصتوا کے خلاف ہے **قوله** ہم کہتے ہیں۔ مازاد کا پڑھنا بالکل ممنوع
اقول حاصل کلام صاحب الہ کا یہ ہے۔ کہ فاتحہ مازاد کے خلف الامام جعفر۔ اور ستر۔
 صلوۃ جبرہ اور ستر میں بالکل ممنوع نہیں۔ تو یا تو مقتدی کو ہر دو کا پڑھنا بطریق
 فرض ہوگا۔ یا بطریق مسنون۔ یا فاتحہ کا بطریق فرض۔ اور مازاد کا مسنون۔ یا بیکر
 یعنی مازاد کا فرض۔ اور فاتحہ کا مسنون۔ فصار مسئلہ مرتبہ۔ ہر چہ ہر شقوق کے
 بالکل ممنوع ہیں۔ **اول**۔ دوم۔ سوم۔ تو اسائی واذا قرأ القرآن فاستمعوا له
 وانصتوا اور حدیث واذا قرأ رای الامام فانصتوا۔ رواہ مسلم وغیرہ اور
 مالی اناذم القرآن اور خالجذہا۔ اور غلطہم علی القرآن وغیرہ کے خلاف ہے۔ تو

جواب مولف کا کوئی الزام قائم نہیں ہو سکتا۔ بل جوہر۔

ما زاد کا پڑھنا ممنوع نہیں۔ بل جواب

چہارم ماؤر من الاولہ کے سوا۔ لاقائل بہ من الامة الحمدیة علی صاحبہا الصلوٰۃ
والخیرۃ علاوہ ازاں جب قدر اولہ در باب علم قراءت الفاتحہ والسورۃ خلف الامام فی
ماثر۔ میں مذکور ہوئی ہیں۔ یہاں ہی تصور کرنی چاہیے۔ اور خود رائی تو خود
مرض لا علاج ہے۔ اور کلام اتباع اولہ شرعیہ میں ہے۔ **قوله** شافعی جیسا
صاحب مذہب اس جماع پر مطلع نہ ہوتا **اقول** فاتحہ خلف الامام میں اجماع ہوا۔
یا نہوا۔ اصل مسئلہ کی بابت استفسار ہے کہ جماعیہ مسائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
جمعین پر درودست بعید العہد پیدائش کی طلاع۔ کیا شرائط ضروریہ انعقاد
اجماع سے ہے۔ توافق و موافقت امام شافعی وغیرہ کی مسائل جماعیہ
صحابہ میں تو مدار انعقاد جماع کا نہیں ہے۔ پر کیا عدم طلاع مانع عدم
انعقاد جماع ہے **فی المسلم و شرحہ** لا عبرۃ فی الاجماع بالکافر
ولا عبرۃ ایضاً لوفاق من سیوجد اجماعاً۔ انتہی **ثانیاً** بہت مسائل
اجماعی ایسے ہیں کہ ان میں صاحب الہ کو بہ نسبت محدثین یہی بات کہنی
پڑیگی (۱)، نووی شرح میحکم میں لکھتا ہے۔ اجمع العلماء علی جواز التیمم
عز الحديث الا صغر۔ و كذلك اجمع اهل هذه الاعصار ومن قبلهم علی
جوازہ للجنب والمناض والنساء انتہی اور ابراہیم نخعی تابعی امام حلیل الشان
لا یری التیمم لم پس صاحب سالہ کہیں۔ کہ اگر اجماع ہوتا۔ تو امام ابراہیم نخعی
تابعی قریب العہد مطلع نہ ہوتا (۲)، نووی نے اسی کتاب میں لکھا ہے۔
اذا صلی الجنب بالتیمم ثم وجد الماء وجب علیہ کافتال باجماع العلماء
انتہی اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن تابعی امام حلیل الشان ہر۔ قال لا یزنی الغسل
یہاں بھی صاحب الہ وہی بات کہ دیں (۳)، نووی اسی کتاب میں
لا یبولن احدکم فی الماء الزاکد کے ذیل میں لکھتا ہر والنحوط فی الماء

شافعی جیسا امام اس جماع پر مطلع نہ ہوتا۔ کا جواب بدو۔ وجہ۔

کابل فیہ واقعہ و علیہ اجماع العلماء انتہی - مضموناً - اور واؤ وظاہری

امام کہتا ہے - ان الناکٹ لیس مینے عنہ فی الماء پس اس میں بھی ویسا ہی

کھدیں (۴) اسی کتاب میں نووی لکھتا ہے کہ عند البیع والشراء فقط

عورت کے مونہ اور دونوں ہاتھوں کو دیکھ لینا جائز ہے - اور اس پر اجماع امت کا

ہے - **وقال الاوزاعی** بنظر الی موضع اللحم وقال داؤد بنظر الی

جميع بدنہا پس یہاں بھی وہی بات کھدیں (۵) نووی نے اسی کتاب

میں لکھا ہے نقل الحارث الحاسبی اجماع العلماء علی ان الامام تغفل فی البی

علی الالب - وخالف فی ذلك مالک فانه يقول انهما فی البرسوالا - پھر

صاحب رسالہ یہاں بھی فرمادیں - کہ اگر اجماع ہوتا تو امام مالک جیسی امام

مطاع نہوتے - اور اس کے نظائر اس میں طوالت قلم کو روکتی ہے وذلك

غیر خافیتہ علی ناظری کتب الفن - پس ثابت ہوا کہ عدم الخلاء امام شافعی وغیرہ

کی مانع انتقاد اجماع صحابہ کرام کی نہیں ہے **فثبت** **وهین هذا القول قوله**

یاجن وجہ ثابت ہے **اقول** جیسی قراءت فاتحہ خلف الامام بعض صحابہ - اور

تابعین سے ثابت ہے - دیکھ ہی عدم القراۃ خلف الامام بھی صحابہ اور تابعین

سے جمدہ وجہ ثابت اور برہین ہے - **فثبت** ان المسئلة اختلافیۃ - الا اتمر

متنازع فیہ فرضیت فاتحہ خلف الامام ہے - متواوہ کا ثبوت اس کلام کی حیز منع میں

ہے - بلکہ اختلاف صحابہ اور تابعین کا مؤید عدم فرضیت کا ہے - رہی یہ بات

کہ مسئلہ اختلافی ہے تو اجماع کہنا درست نہ تھا - سو کی بابت آگے گزارش ہوگا **قوله**

سنی بخاری نے کہا **حدثنا یحیی عن ابان حدثنا ابو نضر**

الاحول اس روایت میں ابان سہو قلم ہے - بلکہ صحیح العوام ہے - اور یہ عوام

بن حمزہ المازنی ہے - سو میزان الاعتدال میں اس ترجمہ میں لکھا ہے -

پس وجہ ثابت کا جواب

عوام بن حمزہ المازنی کا حال

روئے عباس عن یحییٰ بن عیسیٰ حدیثہ بشی وقال احمد له من کبر انقی -

قوله وبروایة عن عبد الرحمن بن هرون ان ابا سعيد الخدري قال **اقول**

احديث کی ایک روایت میں یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر مصری ہے۔ اور وہ مختلف ہے۔

ہے۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ قال ابو حاتم كان يفهم هذا الشأن كتب

حدیثہ ولا یحججہ۔ **وقال** الشافعی ضعیف۔ وقال مزہ۔ ليس بمتقة اتقى۔ اور

دوسری روایت میں عبد اللہ بن صالح ہے۔ اور یہ عبد اللہ بن صالح بن محمد بن مسلم

جہنی مصری ابو صالح کا تب الیث بن سعد ہے۔ **تقریب** میں لکھا ہے صدق

کثیر الغلط ہے۔ اور میزان میں لکھا ہے قال الشافعی ليس بمتقة۔ وقال ابن الدین

لا اروی عنه شیئا۔ وقال ابن عدی هو عندی مستقیم الحدیث لا لانه يقع

فی اسانید ومتونہ غلط ولا یعتمد علیہ اتقى **قوله** قال البخاری رحمه الله و

كانت عائشة تقول بذلك **اقول** یہ روایت بی سند ہے۔ اگر اس کی سند مذکور ہو

تو رواۃ کا حال معلوم ہوتا **قوله** قال البخاری قال عبد الرزاق **اقول** اس روایت

کو صاحب سالہ نے پورا پورا بیان نہیں کیا۔ بخاری رحمہ اللہ علیہ نے جزو قرات میں

اسکو یوں لکھا ہے قال البخاری قال عبد الرزاق عن ابن جابر عن عطاء قال اذا

كان الامام يجهل فليباد بقراءة أم القرآن۔ اولیقر بعد ما سکت فاذا قرأ

فلينصت كما قال الله تعالى اتقى **اولا**۔ گذارش ہے کہ عبد الرزاق جو اس روایت

میں ہے عبد الرزاق بن مام بن نافع ہے۔ اور وہ مکرم فیہ عند الحفاظ ہے میزان

میں اس کی توثیق کا حال یہی لکھا ہے۔ اور یہی لکھا ہے وضعف بصیر فی احض

عمر فهو ضعيف السماع۔ وقال محمد بن عثمان النقي البصري۔ والله الذی

لا اله الا هو۔ ان عبد الرزاق کذاب۔ والواقدي اصدق منه۔ وقال زيد

بن عبد البارک لا اروی عنه۔ وقال جعفر بن عثمان الطيالسي سمعت ابن معين

عبد الرحمن بن بکیر مصری

عبد الرزاق بن مام

يقول سمعت من عبد الرزاق كلاماً يوجب - فاستدللت به على تشيعه - فقلت

ان استاذناك الذين اخذت عنهم كلهم اصحاب سنة - معروء مالك و

ابن جريج وسفيان - والاوزاعي - فمن اخذت هذا الذهب - فقال قدم علينا

جعفر بن سليمان الضبعي فزاينته فاحله حصر الهدى - فاخذت هذا عنه -

وقال احمد بن خيثمة سالت ابن معين وقيل له ان احمد يقول ان عبداً لله

بنمو سے یہ حدیثہ للتشیع - فقال كان - والله الذي لا اله الا هو - عبد الرزاق

اعلى في ذلك من عبداً لله مائة ضعف انتهى ملقطاً اور **تقریب** میں ہے

نقطة حافظ مصنف شہیں عمی فی اخر عمره فقبر وكان يتشيع انتهى اور ثانياً

یہ اثر خود ال ہے کہ اگر مقتدی کو موقع نہ کور نہ ملے - تو انصاف عند قراۃ الامام

وجہ ہے - فاتحہ نہ پڑ ہے - فاین فرضیۃ الفاتحة **قوله** قال البخاری عن

ابی التائب عن ابی هريرة روى الله عنه **اقول** یہ حدیث صاحب الہ پہلے ایما

رسالہ میں بیان کر چکے ہیں - اور اس کا جواب وہاں عمدہ طرح سے دیا گیا ہے - فلا غیۃ

قوله قال البخاری عن ابی الغنیم عن ابی بکر عبان **اقول** اس روایت

کی سند میں زیاد البکائی ہے - اور وہ زیاد بن عبد اسد بن طفیل البکائی ہے -

میزان الاعتدال میں اس کے ترجمہ میں لکھا ہے **قال ابن الجوزی** لا بأس به فی العاری

واما فی عمید حافلا - وقال ابن مدینی ضعیف کتبت عنه وترکتہ - وقال

ابو حاتم لا یصح به - وقال الشافعی ضعیف وقال ترمذی لیس بالقوی - وقال

ابن سعد کان عنہم ضعیفاً انتهى **قوله** عن ابن سنان قال قلت لابی بن

کعب الخضر **اقول** اس روایت کی سند میں عبید اسد بن موسی العیسی الکوفی شیخ

النجاری ہے - میزان میں لکھا ہے - عبید اللہ فی نفسہ ثقہ لکنہ شیعی محرق - و

قال ابوداؤد کان شیعياً محرقاً - وعن احمد کان عبیداً لکنہ حاجباً لخطیئہ حدث

زید البکائی حال

عبید اسد بن موسی حال

بأحدیث سوء واخرج تلك البلايا - وقد رايته بمكة فمأعشت له - وقد

استشار محدث احمد بن حنبل في الاخذ عنه فنهأه انتهى - **قوله** قال البخاري

عن ابى رافع عن علي بن ابي طالب **اقول** اس روایت میں سفیان بن عیین

سمعت عن الزهري واقم ہے - میزان الاعتدال میں لکھا ہے بروی عن

الزهري مضطرب فيه - وقال احمد ليس بذلك في الزهري - وقال عباس

عنه ليس به بأس وليس من كبار اصحاب الزهري - في حديثه ضعف

وروى ابن خزيمة عن ابن معين ثقة في غير الزهري - وروى يعقوب

بن شيبة عنه **قوله** كان مؤدباً لم يكن بالقوي - وروى ابو داود عنه **قوله**

ليس بالحافظ ولا بالقوي في الزهري - وقال ابن معين لم يكن بالقوي

او بمختصراً **قوله** قال البخاري عن ابى مريم سمعت ابن مسعود **اقول**

اس روایت کی سند میں اسماعیل بن ابان ہے میزان میں او کو ترجمہ میں

لکھا ہے اسماعیل بن ابان الانزلي الكوفي الوراق شيخ البخاري - قال البخاري

صدوق وقال غير كان يتشيع - وروى الحاكم عن الدارقطني انه قال

ليس عنده بالقوي **قوله** قال البخاري عن سفیان وقال حدیث یقر

خلف الامام **اقول** یہ روایت جزو القرات امام بخاری رحمۃ اللہ - مطبوعہ مطبع

سدیقی لاہور کے صفحہ ۱۱۰ - سطر ۴ میں فقط اس قدر ہے - وقال حدیث - یقر

او خلف الامام کا لفظ اس میں نہیں - شاید ایذا ہے - یا بخاری یا سہو کا تب ہے

اور یقر عام ہے داخل ہو یا خارج نماز کے - اور مقتدی اور امام اور مفرد کو - فاقیم

به الحجة على القراءة خلف الامام - اور نیز اس روایت کی سند میں محمد بن یوسف

الفرایابی شیخ البخاری ہے میزان میں اس کی توثیق کے بعد لکھا ہے - قال

البحلی اخطأ الفرایابی فی ما یثبته - **قوله** حدثنا ابو اسحق

سفیان بن عیین کا حال

اسماعیل بن ابان کا حال

محمد بن یوسف الفرایابی کا حال

قال سالت اباسميده عن المتروكة خلف الامام **اقول** یہ روایت اور جو روایت کہ

صاحب سالہ نے اول بقولہ - میںے بخاری نے کہا ہے **حدثنا مسدد** حدثنا

یہیہ بیان کی ہے - ایک ہی ہے - صاحب سالہ نے اسکا آثار کی تدویر ہانے کے لئے
یاسہو سے افزین آخر - مکرر بیان فرمایا - اسکی سند میں ہی عوام بن حمزہ المازنی ہے

یہیہ نے کہا - یس حدیثہ بشی وقال احمد له مذاکیر کامر قبل ذلک من الیزان

قول وعن مجاهد اذا نسي فاتحة الكتاب فلا تعد تلك الركعة **اقول**

اس روایت سے استدلال صاحب سالہ کا ظاہر المطمان ہے - کیونکہ اوس میں خلف الامام

کا کہاں ذکر ہے - تاکہ معاصب رسالہ کو مفید ہوتا - کمال یحیی - سجانر ہے کہ مجاہد سے

نے منفرد کے لئے فرمایا ہو - جیسی حنفیہ کرام فرماتے ہیں - کہ منفرد کے لئے

قرآن فاتحہ کتاب واجب ہے - اوس کے ترک سھوا سے بھی نقصان کمال لازم تاہر -

کما هو المذكور في الفقه **قول** وعن عبد الله بن مغفل انه كان يقرأ في

الظهر والعصر **اقول** اس روایت کی سند میں عمر بن ابی سحیم انصاری ہے -

سوا وکومیسزان الاعتدال میں غیر معروف کہا ہے حیث قال عمر بن

ابی سحیم - عن عبد الله بن مغفل لا يعرف ليحيى بن ابي اسحاق الحضرمي عن حديث

انقي **قوله** عن عبد الله بن الزبير عن ابيه عن عائشة الخ **اقول** - **اولا** -

اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاق ہے - قدیس کے نزدیک جواد کا حال ہے - سابق

میں گرجکا ہے - **ثانیا** اس سے قطع لفظ خارج شرک ہے کما قبل ذلک

فلا ینتمضی **ثالثا** لیس فی هذا الحديث شیء يدل على انه صلى الله عليه وسلم

اراد بذلك الصلوة التي تكون ودا الامام - قد يجوز ان يكون خفي بذلك

الصلوة التي لا امام فيها - **واخبر** من ذلك الامام بقوله من كان له امام

فقرأه الامام له قرآن فلا يتم به الحجة **قوله** عن عبادة بن الصامت عن النبي صلى الله عليه وسلم

اذا نسي فاتحة الكتاب فلا تعد تلك الركعة **جواب**

عن عبد الله بن مغفل

صنف الحاق قول اس روایت کی سند میں بھی محمد بن حقائق ہے۔ اور نیز اسکا جواب ابتداء سالہ میں گزر چکا ہے۔ اعادہ اور سکا طوالت سے خالی نہیں فلانغیدہ

قولہ قال البخاری قال ابن خبیشم قلت لیسید ابن جبیر قولہ - میزان

الاعتدال میں لکھا ہے عبد اللہ بن عثمان بن خبیشم الدمشقی عنی الذرقی عن ابن

معین احادیثہ لیست بالقویۃ۔ وقال من لا یحججہ۔ وقال النسائی نین

الحديث الثقی۔ لکھ اس عبادہ کی بضر نے توفیق بھی کی ہے الاضحت راجحہ۔

قولہ قال البخاری قال ابنا محمد بن یونس بن ثناء بن غیاث الخ قولہ اس روایت

کی سند میں جواب ابن عبد اللہ التیمی ہے میزان میں کہا ہے و ثقہ

ابن معین ضعفہ ابن نمیر۔ وقال ابو خالد الاحصانیۃ وکان یقمن

بہذہ الی الارحام۔ وقال الثوری لم اعرض له للارحام۔ وقال ابن عدی

لیس للجواب من المسند الا قلیل۔ کہ مقابلہ فی الزعمان بغیرہ رحمہ اللہ انھی ملکہ

قولہ قال مجاہد اذا لم یقر خلف الامام الخ قولہ یہ اثر اور عبد اللہ بن عمر کا تہ

مرفوع اور واذ قرع (الامام) فانصتوا۔ رواہ مسلم والنفائی اور آیتہ قرانی واذ قرع

القران فاستمعوا وانصتوا۔ اور حدیث قرآنہ الامام لہ قرآنہ کا کتب مقابلہ

کر سکتے ہیں قولہ اس قدر اذ ایک ہی کتاب سے نقل کر دیں اس قول ہر ایک اثر

کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ اور ضعف اور نکاح واضح اور ظاہر ہو گیا۔ پہلے عناف

کو معرض مقابلہ اور محل استدلال میں پیش کرنا سمجھتے کے سوا اور کیا کہا جاوے۔

قولہ ایک اور پیارا قول نقل کرنے کو جی چاہتا ہے قول قطع نظر انبات کے

کہ یہ اثر بھی احادیث مرفوعہ اور آیتہ قرانی کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اسکی سند میں بھی

جواب تہی ہے جبکہ حال میزان سے گزر چکا ہے۔ اور تقریب میں لکھا ہے

امد بلا رجاء قولہ قال قال ابی بن خلف حدیثہ الخ قولہ یہ وہی اثر کا

محمد بن عثمان کا حال

جواب میں عبد اللہ التیمی کا حال

خارے قول کا جواب

ہے۔ جبکہ ضعیف پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ جبکہ آثار کا حال یہ ہے۔ تو پھر اس

نتیجہ کو کون تسلیم کرے۔ **قوله** وقال القاسم بن محمد کان رجال الخ اقول

یہ روایت صاحب رسالہ نے پوری پوری بیان نہیں کی۔ ایک جملہ مطلب کا ذکر کیا۔ اور

دوسرا جملہ بیان کرنے سے حیا مانع ہوا ہوگا۔ **موطا میں ہے۔** قال القاسم فالت

القاسم بن محمد عن ذلك رای القواء خلف الامام فقال ان تركت فقد تركه

ناس رای من الصحابة يقتل بهم۔ وان قرأت فقد قرأت ناس يقتل بهم

وکان القاسم من لا يقتل فائدة اس اثر سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بہت صحابہ۔

خلف الامام قراۃ نہیں پڑھتے تھے۔ جیسا فقہ ترکہ ناس کا مدلول ہے فائز الغریضہ

قوله وقال ابو مریم سمعت ابن مسعود الخ اقول ان سب آثار کا حال گزارش

ہو چکا ہے **قوله** کافی صاحب کا قول بھی ان آثار سے کذب بحت ثابت ہو گیا۔

الی آخر اقال۔ کیونکہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خلف الامام قراۃ پڑھنا ثابت ہو **اقول**

اولا۔ بہت عمدہ درجہ کا ثبوت ہو چکا ہے۔ بہلا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہونا چاہیے

کہ خود امام الاثنی عشری البصیری رضی اللہ عنہ نے بیان فرماتے ہیں۔

جبکہ بخاری رحمہ اللہ کے بیان پر مدار ثبوت ہے۔ تو بخاری کو تو یقیناً یہ بات معلوم ہی

نہیں ہوئی کہ حضرت خلیفہ چہارم خلف الامام قراۃ پڑھتے تھے۔ یا نہ پڑھتے تھے۔

حضرت امام الاثنی عشری رحمہ اللہ علیہ جب کہ خود ہی متوہم اور شک ہیں تو پھر ثابت

ہی کہاں ہو چکا ہے۔ وہ چیخوش۔ بخاری پر ہی تھام لگانے سے باز نہ آئے

اور آیت ان بطش ربک لشایدا کو جلد ہی ہو گئے۔ ثانیاً جل روایت پر مدار حصول

علم قراۃ خلف الامام خلیفہ چہارم کرم اللہ وجہہ کا ہے۔ اسکی سندیں سفیان جزیری

ہے۔ اور اس سفیان کے ضعف کا حال نقل عن البیہان بخوی معلوم ہو چکا ہے۔ یہاں

ضعیف کی روایت کو درجہ ثبوت کہاں حاصل ہے ثالثاً حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر کیا

ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ وانما ثبت ذلك (ای منع القراءۃ خلف الامام) عن ابن عمر بن الخطاب

وزید بن ثابت وابن مسعود۔ وجماد عن سعید۔ وعمر۔ وابن عباس وعلی نقی

تنبیہ جبکہ روایت مثبتہ قراءۃ حضرت علی کا یہ حال۔ اور امام الائمہ بخاری کو خود

یقین ہی نہیں۔ اور ابن حجر حبیباً محقق شافعی المذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا

منع قراءۃ الامام نقل کرتا ہے۔ تو پھر صاحب کافی کے قول کو کذب بحت کہہ دو۔ اگر

کذب بحت اور سخت جہارت کہا جاوے۔ تو شاید تعبیر از اعتدال نہ ہو **قوله**

پہلا اثر جناب عمر رضی اللہ عنہ کا ہے بخاری نے کہا ہے آ **اقول** حضرت عمرؓ کے

اثر کو صاحب سالہ نے پورا پورا بیان نہیں کیا۔ زرعی نے تخریج احادیث ہدایہ

میں ناقلاً عن البخاری ص ۱۱۰۰ بیان کیا ہے حیث قال۔ عن ابن مسعود ومحمد بن

علی ان عمر بن الخطاب صلی المغرب قلم یقرء فقیل له۔ فقال کیف کان الركوع

والجود۔ قالوا حسناً قال فلا یاس انتھی۔ وقال هذا منقطع لانهما لم ییدا کا

عمر رضی اللہ عنہ۔ قال فی روایۃ للبیہقی موصولۃ ان عمر اعاد الصلوة انتھی تم نے

تسلیم کیا کہ پہلا اثر منقطع ہے۔ اور دوسرا موصول الا اعادة نماز کا حضرت عمر فاروق

نے بسبب نہ پڑنے مطلق قراءت کے جو کہ فرض تھے فرمایا۔ وہو مذہب الحنفیۃ۔ نہ باعث

نہ پڑنے فاتحۃ الكتاب کے۔ کیونکہ اس اثر میں صلی المغرب ولم یقرء واقع ہے۔ تو اس کا

مدلول عدم القراءۃ مطلقاً ہی عدم قراءۃ الفاتحۃ۔ فہذا لا اثر لنا لالہ **قوله** دیکھنی

فی بطلانہ اجماع المسلمین علی خلافہ آ **اقول** اس اجماع المسلمین میں صحابہ کرام

اسد علیہم دواخل ہیں یا نہیں۔ اگر داخل ہیں تو اس کا کہنا اجماع المسلمین صریحاً لطلابان

ہر **قال البخاری** فی الجزء۔ انما اجاز اذ رکب الركوع من اصحاب النبی صلی اللہ

علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام منهم ابن مسعود۔ وزید بن ثابت۔

وابن عمر الخ۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے واضح ہے۔ کہ قراءۃ خلف الامام۔

اثر عمرؓ کا جواب

اجماع المسلمین کا جواب

پہر نجاری نے کہا ہے کہ جو کہ

حادثہ کا حال

خبر کا صحیح ثابت ہوا ہے کہ

اکل صحابہ کا مذہب نہیں۔ پہر اجماع المسلمین کے خلاف کہاں ہوا۔ اور اگر صحابہ
 داخل نہیں ہیں۔ تو اجماع المسلمین کہا۔ فذلک اصرح البطلان من الاول۔
 اگر بعد انقضائے زمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع المسلمین کے خلاف مراد ہے۔ تو
 بھی صحیح نہیں کہ اختلاف التابعین ومن بعدہم فی هذه السئلة وهو ظاہر غیب
 حاکمیت **قوله** پہر نجاری نے کہا ہے علی رضی کا وہی اثر اول اور صحیح ہر اقول
 یہ اول اور صحیح وہی اثر ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور اسکی سند میں سفیان
 بن حسین ہے۔ اور اس کے ضعف کا حال میثران الاعتدال سے منقول ہوا ہے
 پہر باوصف ایسے ضعیف راوی کہ اول اور صحیح کس طرح ہوا۔ **قوله** او یجاب امیر کی
 اس اثر کی نسبت آہ **اقول** اس اثر کو حافظ ابن حجر نے تحریرِ حادثہ ہدایہ میں
 اس طرح بیان کیا ہے **اخرج** (البیہقی) من طریق الحارث عن علی ان رجلاً
 قال له صليت فلم اقر فقال اتممت الركوع والسجود قال نعم۔ قال اتممت صلواتك
 انتھی۔ وقال الزیلعی فی تخریج احادیث الهدایة۔ وقال الحارث جمع علی ضعفه
 فانه كان كذا اباً انتھی۔ اس روایت کی سند میں چونکہ حارث ہی اور وہ ضعیف
 مجمع علیہ ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہوئی۔ اگر فرضاً حارث کے ضعف سے قطع
 نظر بھی کیا وے۔ تو بھی یہ روایت مخصوص سرحدیہ دالہ بر وجوب قراءۃ مطلق کے
 معارض ہے۔ کیونکہ سائل نے کہا صلیت فلم اقر۔ یعنی میں نے نماز پڑھی۔ اور اس
 میں قرات بالکل نہیں پڑھی۔ پس ظاہر ہے کہ جبکہ اس نے قراءۃ مطلقاً نہیں پڑھی
 تو پھر اسکی نماز کس طرح صحیح ہو گا کہ مطلق القراءۃ فرض۔ وهو بعینہ مذہب الحنفیۃ
 رضوان اللہ علیہم اجمعین **قوله** وضوئی رکتوں میں قراءۃ ضروری نہیں سمجھتے
اقول اسکا جواب انشاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر ہو گا **قوله** جابر کا فعل مخالف ہے۔ ابن جابر
 نے سنن میں لکھا ہے عن جابر کنا نقرأ فی الظهر الخ **اقول**۔ اولاً۔

ابن ماجہ نے روایت کی جابر رضی اللہ عنہ سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 من کان له امام فان قرأه الامام له قرأه ثمانیا تری نے حضرت جابر
 سے روایت کیا ہے من صلی رکعت لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون
 وراء الامام وقال هذا حدیث حسن ثمانیا قال الحافظ ابن حجر فی نصب الرایۃ
 فی تخریج احادیث الهدایۃ انما ثبت ذلك ای المنع عن ابن عمر وجابر وزید بن
 ثابت وابن مسعود انتھی۔ ابعث قال ابن عبد البر ما علم فی هذا الباب من الصحاح
 من صححه ما ذهب الیه الکوفیین فیہ۔ من غیر اختلاف عنده الا جابر خامسا
 قال بعض اعیان الذہلی لعل هذا کان یاجتہادهم۔ فذا احتس رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم منهم۔ قال من کان له امام فان قرأه الامام له قرأه۔ کما یحیی
 فی باب۔ اذا قرأ الامام فانصتوا انتھی۔ ان وجوبت سر صاف ظاہر ہو۔ کراچ
 روایت بھی ہے کہ سہول حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا عدم القراءۃ تھا کمالا بخفیہ قولہ
 بخاری نے روایت کیا ہے عن الزہری عن مولی جابر بن عبد اللہ آہ اقول امام
 الانساری علیہ الرحمۃ نے اس اثر کو جزا القراءۃ میں یوں بیان فرمایا ہے۔ و
 سفیان بن حسین عن الزہری عن مولی جابر بن عبد اللہ قال لی جابر
 بن عبد اللہ اقرأ فی الظهر العصر خلف الامام انتھی۔ اس میں گزارش ہے اولاً۔
 اس روایت کی سند میں ٹہی سفیان بن حسین ہے۔ جبکہ ضعف میزان الاعتدال
 میں مذکور ہو چکا ہے فیکف الایحتاج بہ ثمانیا حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ
 میں بیان کیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ سے منع عن القراءۃ خلف الامام ثابت ہے۔ و
 ہذہ عبارتہ۔ واما ثبت ذلك رای منع القراءۃ خلف الامام عن ابن عمر وجابر و
 زید بن ثابت وابن مسعود الخ ثمانیا عن الزہری عن جابر بن عبد اللہ یقول
 من صلی رکعت لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ هذا حدیث

شاہ عبدالغنی رحوم نے حاشیہ میں جابر

بخاری کی روایت کا جواب بیان

حسن صحیح انتھی را بجا۔ روی الطحاوی فی شرح الآثار بسند عن جابر بن عبد اللہ

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا قال من صلی رکعة الحدیث خامسا روی

مالک فی مؤطاہ عز و ہب بن کسبان انا سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی

رکعة لم یقرأ فیہا بآء القرآن فلم یصل الا وراء الامام انتھی۔ **سائسا**

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ نے نصا بیان کیا ہے۔ کہ جابر رضی اللہ عنہ نے

حدیث لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة الكتاب کی تاویل کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ یہ

حدیث من کان وحده کے لئے ہے۔ من کان خلف الامام کیوہی نہیں۔ بلکہ

اوس کے لئے من صلی رکعة الحدیث ہے۔ اگر اس حدیث کا ثبوت عند الجابر رضی اللہ

نہوتا۔ تو حضرت جابر کو تاویل حدیث اول کی کیا ضرورت تھی۔ اور احمد بن حنبل

نے ہی حدیث لا صلوة کی الحدیث ہی تاویل کی ہے۔ **قال الترمذی**

لما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة

الكتاب۔ اذا کان وحده واجتہد حدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی

رکعة لم یقرء فیہا بآء القرآن فلم یصل الا **تیکون** وراء الامام۔ قال احمد

فہذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاویل قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة الكتاب ان هذا اذا کان وحده انتھی۔ جب کہ

حدیث حسن صحیح وانکان موقوفاً۔ اور مرفوع موجود۔ اور حضرت جابر کی ثبوت میں

منقول۔ اور ماروی بخاری فی الجزء کا ضعف کثوف۔ تو پہلے اس حدیث کے ثبوت

میں کیا کچھ کلام ہے **علاوہ** براں بخاری کا اثر ضعیف۔ مرفوع اور موقوف حسن

صحیح اور احمد بن حنبل کی روایت کا پہلا مقابلہ کر سکتا ہے۔ مخاصم کا دیر کلام

تو بند ہونا معلوم۔ **والمصنف** ما نقلنا کان **قوله** اور ابن سعد ثبوت

قوة خلف الامام اور گزر چکا ہے۔ **اقول** (اولاً) وہاں بھی اوس روایت کا

ابن کثیر نے ثبوت آیت کا جواب

حال بھی گزارش ہو چکا ہے۔ یعنی وہ ان بیان ہو چکا ہے۔ کہ اس روایت کی سند میں اسماعیل بن ابان ہے۔ میزان الاعتدال میں اس کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

اسماعیل بن ابان از دی الکوفی الوراق شیخ البخاری قال البخاری صدق وقال غیرہ کان یشتنع۔ **وروی الحاکم** عن الدارقطی انه قال لیثقی

بالتقوی انتی ثانیاً خود امام الائمہ بخاری نے جزو القراءۃ میں لکھا ہوا ناجازادہ الرفع من اصحابہ النوف سلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام۔ مسلم ابن مسعود زید بن ثابت وابن عمر انہی ثانیاً حافظ ابن حجر

تخریج احادیث ہدایہ میں لکھا ہوا ثانیاً ثبت فلک (ای منع القراءۃ خلف الامام عن ابن عمر وجابر بن عبد بن ثابت وابن مسعود) انتے۔ یہ حال ثبوت مذکور کا ہو چکر صاحب رسالہ

مازن ہو کر فرماتے ہیں کہ ثبوت گزر چکا ہے **قوله** اور ابن عمر کے اثر کی نسبت قال البخاری الحدیث **اقول**۔ اولاً۔ یہ روایت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب سے

مروی ہے۔ ابن عمر و بالواو۔ سہو قلم ہے بلا واسطہ صحیح ہے، بخاری کے جزو القراءات کی روایت میں۔ لا اقر فیہا ولو باثم القرآن ہے۔ اور طحاوی کی روایت میں

لا اقر فیہا بام القرآن او تیسرے واقعہ ہے۔ ہر دور روایتوں سے وجوب مطلق قراءۃ کا مستفاد ہوتا ہے۔ نہ فاتحہ کی تعیین ثانیاً اس روایت میں قراءۃ فی الصلوۃ

کا ذکر ہے۔ قراءت خلف الامام کا اسمیں ذکر ہی کہاں ہے فہذا الروایۃ لا تنفع لصاحب الرسالۃ **قوله** ان یحییٰ مال ابن عمر عن القراءۃ خلف الامام الحدیث

اقول۔ اولاً۔ یہ روایت ہی عبد اللہ بن عمر الخطاب سے مروی ہے۔ اس عمرو بالواو پہلے ہے۔ اس روایت کی سند میں یحییٰ بن مسلم البکائی ہے۔ نیز الاعتدال

میں لکھا ہے یحییٰ بن مسلم البکائی قال ابو زرعة لیس بالقوی۔ قال ابن سعد فقتلہ انشاء اللہ تعالیٰ۔ واما یحییٰ القطان لا یرضاه۔ قال النسائی متروک الحدیث۔ وقال الدارقطی ضعیف۔ وقال ابن حبان لا یجوز الاحتجاج بہ۔

یہ روایت کا حال اور صرف یہ ہے

وقال وكيع يروي عن شاذان ضعيف + وروى احمد بن زبيل عن ابن معين قال

بغير اليك كائنه ليريدك + وقال النسائي يجهل بن مسلم اليك البصير يترك

ازهر - وفي التقريب ضعيف من الرابعة اتفق تانيناً خود امام بخاري عليه الترتيب

نفسه القراءة في - ابن عمر رضي الله عنه كرم الله وجهه والقراءة خلف الامام شريكاً

في كعبه عارته ثانياً حافظ ابن حجر في تحريج احاديث هاديه في ابن عمر كونه في

قراءة خلف الامام شريكاً في - وفيما سبق عارته رابعاً مؤلفاً في الامام مالك في

عن نافع ابن عبد الله عمر كان اذا مثل ليل يقرأ احد خلف الامام - قال

اذا صلى احد خلف الامام فحسبه قراءه الامام - واذا صلى احد فليقرأ - قال

وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ اتفق - خامساً مؤلفاً امام محمد في نافع في روايته

موجود في وفيه ايضا اخبرني ابن سيرين عن ابن عمر انه مثل عن القراءة

خلف الامام قال يكتفك قراءة الامام اتفق مختصراً وايضاً في كان ابن

عمر لا يقرأ خلف الامام ان عبارات في كوفي فائده معلوم هو في اول ضعف في

البكا كاحال جو بخاري في روايت في - دوم يروايت معارض في - اوس

روايت في جو بخاري في بيان في ثانی في - سوم اس حجر في بيان

في مخالف في چهارم امام مالك في روايت جو قوی اوس في معارض في پنجم

روايات مؤلف محمد في مخالف في پنجم باوصف ضعف اور معارضات في كيف مع

الاجتهاد به قوله اور زيد بن ثابت في بخاري في كعبه ليريدك اقول

اس جواب في صاحب السال في بهت عمدہ نمایاں حکیمانہ کار و اسٹی فرامی ہے - ظاہر

ظاہرین گو یہ معلوم ہوتا ہے - کہ بخاري کا جواب زيد بن ثابت کے دونوں اثر و کا جواب

والحال انه ليس كذلك بخاري في جزو القراءة في عبادت في بخاري وروى

عمر بن مريم بن سعد عن زيد بن ثابت قال من قرأ خلف الامام فلا صلوة له - ولا

بغير اليك كائنه ليريدك

زيد بن ثابت

يعرف هذه الاسناد سماع بعضهم من بعض ولا يصح مثله - يـ جواب صرف اسی اثر
 کہے - آوریدین ثابت کے روایت جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بیان فرمائی ہے
 صاحب سالہ اس کے جواب سے ساکت ہیں - اور وہ یہ ہے عن عطیہ بن یسار
 انه اخبره انه سأل زید بن ثابت عن الفرائض عن خلف الامام - فقال لا قراءة مع

الامام فی شئ اثنی **والخرجه النسائی** ایضاً فی سجود القرآن **قوله** ابوالدرداء
 کے اثر پر خود ابوالدرداء کا قول کافی ہے - **اقول** - اولاً - یہ امر تو پہلے ہی منقول
 کہ یا اثر ابوالدرداء کا ہے - مرفوع صحیح نہیں - پھر اس کے جواب میں یہ کہ یا اثر ابوالدرداء
 کہتا ہے کہ میں خیال کرتا ہوں - یـ جواب ہے - یا کہ اس کی عبارت کا ترجمہ عمل اور وہ
 انکشاف میں نے ترجمہ اری کا اعتقد کے ساتھ کیا ہے جنہاں سے

ثانیاً - یہ حدیث در باب وجوب قراۃ فی السجود میں وارد ہے - تو وجوب قراۃ غلط
 الامام میں کمایدل علی لفظ الحدیث **روی** النسائی بسند عن ابی الدرداء

سمعه یقول سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم - افی كل صلوة قراءة قال نعم
 قال رجل من الانصار وجبت هذه الحدیث **قالت** - لحیادی نے شرح اثر میں

لکھا ہے فہذا ابوالدرداء قد سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل صلوة قراۃ
فقال رجل من الانصار وجبت هذه فلم ینکر ذلك رسول الله صلی اللہ علیہ

وسلم من قول الانصار - ثم قال ابوالدرداء بعد من رايه ما قال انھي
الحاصل ابوالدرداء کا بیجا ع نعم کے اری از الامام اذا ام القول فقد

كهام - کہنا بغیر حصول علم کے مشکوۃ بتوۃ سے بن نہیں پایا - فیکون رفعا
 معنی تہذابن الحمام نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے لا یكون ذلك عن ابی الدرداء

الا لعل عنده فیہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھي مجتونه **قوله** اور اس کی اری
 کے مقابلہ میں عبادہ بن ثابت کا اثر ہے وہ **شیئ اقول** اولاً - علی تقدیر تسلیم

ابوالدرداء کے اثر کا کیا ہے

ابوالدرداء کے اثر کا کیا ہے

التقابل کے۔ ظاہر معلوم نہیں ہوتا کہ اس جواب کا حاصل ہی کیا ہے۔ کیونکہ جواب
 ترکی بہ ترکی۔ ہم ہی یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ عبادہ بن صامت کے اثر کے بالتقابل الخالد
 کا اثر موجود ہے۔ اور نیز زید بن ثابت کا وہ اثر جو امام سلم اور نسائی نے بیان کیا ہے۔

رسائل زید بن ثابت عن القراءۃ خلف الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی ثمنی عبادہ
 اثر کے مقابل ہے۔ اور عبد اللہ بن عمر کا اثر بھی اس کے مقابل ہے۔ اور نیز اور بہت آثار
 اس کے بالتقابل وارد ہیں۔ بلکہ مرفوعہ احادیث۔ بلکہ قرآن کریم ہے اس کے مقابل میں
 موجود ہے۔ اگر التقابل پر ہی کارروائی ختم ہے۔ تو تقابل کا یہ حال ہے جو کہ مختصر گزارش

ہوا **انتباہ** صاحب سالہ کی عبارت میں جو عبادہ بن ثابت بالثناء المشائہ کہا ہے
 مستحکم ہے۔ صحیح عبادہ بن صامت بالصاد المحملہ ہے۔ ثانیاً۔ بنظر غور و تامل مقابلہ
 ہی کہاں ہے۔ کیونکہ ابوالدرداء نے تو صریحہ بیان فرمایا کہ مقتدی کو قرات خلف الامام
 کی کچھ ضرورت نہیں۔ امام کی قرات اس کے لئے کفایت ہے۔ اور عبادہ کی روایت کو
 اگر منفرد محمول کیا جاوے اور ظاہر بھی یہی ہے تو پھر قابل ہی کہاں ہوتا ہے **قوله**
 باب رہا عبد اللہ بن عباس کا اثر۔ اس کا جواب میں بخاری صاحب فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس وجاھد لیس لحا بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الا یؤخذ فی قوله

وبیک الامام النبی صلی اللہ علیہ وسلم **اقول**۔ اصل کتاب میں بخاری کے متن

ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ تی۔ مستحکم ہے۔ انتقام میں صاحب سالہ نے عجیب کار

روائی فرمائی ہے۔ گو کہ اس کا بیان موجب طوالت کلام ہے۔ الا بغیر بیان کہ ہوئے

اس کارروائی کی ماہیت معلوم نہیں ہوتی۔ بخاری علیہ الرحمۃ کے جزء القراءۃ

کی عبارت پھر۔ **وروی** ابو شیبہ عن سلمہ بن کھیل عن ابن اہیم قال فی

نسخۃ عبد اللہ۔ وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئ فہ نتنا۔ وهذا

مرسل لا یحتج بہ۔ وخالہ ابن عون عن ابن اہیم عن الاسود قال رخصنا۔ وکیس

عبد اللہ بن عباس کے اثر کا جواب بخاری صاحب کی کتاب

ہذا منکلام اہل العلم بوجود۔ اما اُحدھا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تُلَاعِنُوا

بلعنة الله ولا بالنار۔ ولا تَقْدَبُوا بَعْذاب الله۔ وآلوجه الآخر انه لا ينبغي لأحد

ان یتَمَنی ان یملا أفواه اصحاب النبی مثل عمر بن الخطاب وابی بن کعب حذیقہ

ومن ذکرنا رَضْعًا ولا نَسْنًا ولا تَرَابًا۔ وآلوجه الثالث اذ اثبت الخبز عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلیس فی الاسود وهو حجة قال ابن عباس فبجہاد

لیس اُحد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا یؤخذ من قوله ویترك الا النبی صلی اللہ

علیہ وسلم اتفق۔ اب ہم صاحب رسالہ کو مقام قیام عند اللہ یاد دلاتے ہیں۔ اترجم

ولا کر پوچھتے ہیں۔ کہ بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ جواب اثر ابن عباس کا دیا ہے۔ یا اثر اسود

ونحوہ کا جواب فرمایا ہے۔ اللہ سے ڈرا جائیے۔ بخاری امام مسلمین مشہور ہے

محمد بن قافلہ سالار اہل مدینہ فریقین کلام خیر الوری۔ مائت عین مثله۔ سمعت

اذن نطیہ بعدہ کو۔ ایسے ہوئے اتھام کی بجائے چاہیے۔ اس عباس کے اثر کا

جواب بلا سے اگر نہیں بن پڑا تو نہ سہی۔ کیا ایک اثر کے جواب آنے کی کچھ شان

کہ ہو جاتی ہے۔ تاہم علمی کا جب لگ جاتا ہے۔ قبل اسکے زید بن ثابت کے اثر کا جواب

نہیں دیا گیا۔ تو کیا کچھ عظمت میں فرق آگیا ہے۔ **مصرع** راستی موجب رضائے

خداست + اگر کوئی منجانب صاحب رسالہ کے نعمت نامہ یہ جواب نہی۔ کہ اگرچہ یہ کلام بخاری

علیہ الرحمۃ کا۔ بظاہر ابن عباس کے اثر کا جواب نہیں ہے۔ الا یہ کلام بخاری کا مجموعہ

تو جواب اس اثر کا بھی بن سکتا ہے تو صاحب رسالہ نے بنا برعموم کے ایسا فرمایا تو اس کے جواب میں

گزارش پر اول تو عبارت صاحب رسالہ کی اب راجعہ اللہ بن عباس کا اثر اس کے جواب میں بخاری

صاحب فرماتے ہیں اس تاویل کی مقتضی نہیں۔ بلکہ آئی ہی بغرض حال بعد تسلیم اس عموم کے ہم کہتے

ہیں کہ صاحب رسالہ کی اگر یہ عموم نہ نظر تو تا تو پہر تہی دوسری اور طوالت کلام کی کیا حاجت تہی صرف اتنا ہی

کافی تھا کہ یہ جملہ آثار پیش کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پایہ اعتبار سے ساقط اور نامعتبر ہیں۔

قال ابن عباس ومجاهد ليس احد بعد النبي صلى الله عليه وسلم اه قوله

یہ حال آپ کے ان آثار کا ہے **اقول** ان آثار اور جو آثار کہ ایک ہی کتاب ہے آپ نے نقل کئے ہیں۔ اور بہت وضاحت و رسمہ کا حال مفصل لکھا گیا ہے۔ انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائے **قوله** یہ آثار جن سے آپ لوگ الی آخر ما قال مقابلہ کر دو کون سی آثار کو ترجیح ہے **اقول**۔ میزان الاعتدال انصاف کے ہاتھ میں ہیں۔

اور موازنہ فرمائیں۔ بعد ش کہیں۔ کہ ان آثار سے کونسا اثر مجروح نہیں۔ بالافضل اگر کوئی اول میں سے من حیث السند مجروح نہیں۔ تو مقابلہ نصوص مرفوعہ وغیرہ ہوگا کما حوزنا فیہام فلیطالعہا **قوله** مفید مطلب آثار ثابت نہیں الی آخر ما قال آثار متعارضہ حجت نہیں **اقول** ثبوت و عدم ثبوت کا حال بعد ملاحظہ ان اوراق کے فرمائے۔ اور آثار متعارضہ کا حجت نہ ہونا اوس وقت ہے۔ جبکہ مؤید بالنصوص مرفوعہ ہوں۔ وہہنا لیس كذلك بل الآثار مؤیدۃ بالنصوص

المرفوعة بل بالقرآن الکریم۔ فکیف لاتکون حجة ویکہو **کتب اصول** **قوله** اکثر آثار جو آپ لوگ بیان کرتے ہیں الی آخر ما قال منع نکلتی ہی نہیں **اقول** بہت آثار منع ہوا ہیں۔ نظر شرط ہے۔ تنبیہ اول من قرء خلف الامام فقد لفظ الفطرة دوم ابن مسعود نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی فسمع ناساً یقرؤن خلفه فلما انصرف قال امان لکم ان تعقلوا

امان لکم ان تعقلوا۔ اذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا کما امرکم الله

سیوم ویدین ثابت کا از جو بخاری علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے من قرء

خلف الامام فلا صلوة له چھارہم زید بن ثابت کا وہ از جو مسلم نے بیان

اپنی صحیح میں اور نسائی نے سجود القرآن میں بیان کیا ہے۔ مثل زید بن

ثابت عن القرءاء خلف الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شیء انتہی لہ ای

تاریخ منع نہ نظر کیا جائیگا

من الصلوة پیچم بن عباس کا اثر جو طحاوی نے بیان کیا ہے قلت لابن عباس
اقرءوا الامام بین یدئ قال لایہ آثار جو صاحب رسالہ نے ص ۴۹ میں بیان
فرمائے ہیں۔ کیا یہ آثار ول برہنہیں ہیں **ششم** روی الطحاوی بسندہ عن
عبد اللہ بن مقسم انه سال عبد اللہ بن عمر - وزید بن ثابت - وجابر بن عبد اللہ
فقالوا لا تقرءوا خلف الامام فی شیء من الصلوات **مفتیم** الطحاوی عن

عبد اللہ بن مقسم قال سمعت جابر بن عبد اللہ ثم ذکر الحدیث مثل
ذلك **ششم** الطحاوی بسندہ عن عذرة بن کیر عن ابیہ عن عطاء بن
یسار عن زید بن ثابت سمعه یقول لا تقرء خلف الامام فی شیء من الصلوات
ششم الطحاوی بسندہ عن زید بن قسیط عن عطاء بن یسار عن زید
بن ثابت **ششم** ان سعدا قال وددت ان الذئب یقرء خلف الامام
فی فیه جمرة - رواہ محمد بن قسوطا - ورواہ عبد الرزاق الا انه قال فی

فیه جس یازد **ششم** روئے محمد بن ابی عجلان ان عمر بن الخطاب
قال لیت الذئب یقرء خلف الامام فی فیه حجر - ورواہ عبد الرزاق ایضاً
ابن بظیر انصاف سرانے کے یہ جملہ آثار منع پر دلالت کرتی ہیں۔ تاکہ کفایت پر
کون دانشمند کہیگا کہ وال پر منع نہیں **قولہ** بلکہ کفایت نکلتی ہے۔ اور آپکا
تدعی نہیں **اقول** اصلی مقصود ہمارا یعنی حنفیہ کرام کا یہ ہے کہ خطہ مقتدی
سماع اور انصاف اور عدم القراءت ہے۔ سو یہ کفایت مذکورہ ان آثار سے
مستفاد ہے۔ فیکف لا تکن الکفاية مطلقاً بلنا ایضاً فافهم **قولہ**
مطلق آثار کی حجتاً خیر منع میں ہے۔ **اقول** ہم کب کہتے ہیں۔ کہ عدم القراءۃ
خلف الامام مطلق آثار سے ثابت ہے۔ بلکہ اس کے منع کے ہلیہ لائل تو احادیث
مرفوعہ اور تہران کریم ہے۔ آثار تو فقط معاصرین اور مؤید ہیں۔ فلا یفہم هذا

الکلام **قوله** آثار صحابہ کرام الیٰ حسہ راقال مرفوعہ حدیث سی فقیر ثابت
 ہے **اقول** تسلیم کیا کہ آثار فقط حجت نہیں الا احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ
 مجموع کی حجت میں کسکو کلام ہے وہہنا كذلك اور اسی مقام میں راقم
 بھی عدم وجوب فاتحہ خلف الامام - احادیث مرفوعہ اور تہران کریم سے ثابت
 کر چکا ہے۔ تا خط فرمائے۔ **قوله** آثار کفایت بلکہ منع قرات خلف الامام -
قول بخلمہ منع قرات خلف الامام کے آثار سے مرفوعہ خلف الامام فتد

خطاء الفطرۃ اور من قدم خلف الامام فلا صلوة لہ ہے۔ پھر آپ ان پر
 کہاں عمل کرتے ہیں۔ مجرد دعویٰ اور پس ہے امر واقعی اور **قوله** اور حدیث
 فصاعدًا سب پر عمل کیا اور کرتے ہیں **اقول** حدیث لا صلوة لمن لم یقرء بآء
 القرآن فصاعدًا رواہ البخاری فی المجزء اور حدیث ابی ہریرہ امر فی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم ناد فی المذینۃ ان لا صلوة الا بفاتحۃ الکتاب وما زاد
 رواہ البخاری معنہ۔ متجملہ احادیث اس باب کے ہیں۔ پھر آپ اپنے کثیر عامل
 میں۔ کیا ان احادیث کا مدلول یہی ہے۔ کہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ اور
 سورہ کا پڑھنا ضروری نہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔ کہ
 بغیر فاتحہ اور مازاد کے نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ احادیث فاتحہ مع مازاد کی فرضیت
 پر دلالت ہیں۔ پھر فاتحہ کا پڑھنا ضروری۔ اور سورہ کا غیر ضروری
 جانا۔ کیا عمل ان احادیث پر ہے۔ یا انکے معارضہ۔ **قوله** دیکھو سب احکام
 الہیہ پر تسلیم چکائے بیٹھے ہیں **اقول** ہاں صاحب دیکھا۔ کس گوید کہ دوغ
 من شست کی کیفیت عمل احکام کی معلوم ہوئی۔ البتہ حنفیہ کرام اگر ایسا کہیں
 تو بجا ہے۔ کہ آثار منع پر بھی عمل کرتے ہیں۔ کہ مقتدی کو قراۃ سے منع کرتے
 ہیں۔ اور حدیث فاتحہ پر بھی عامل ہیں۔ کہ تو اس مقتدی کے قراۃ فاتحہ کو واجب

فقیر کا طریق دیکھ کر عمل کرنا چاہیے

جانتے ہیں۔ اور ایسے پر بھی عمل بلا غور کر رہے ہیں۔ کہ وقت نزول قرآن

ریم کے سماع اور انصاف ضروری جانتے ہیں **قال العینی فی شرح**

الهدایة قلنا بوجوب قراءة الفاتحة وضم التوراة حتى يسمع تاركهما اذا

عمد ويلزمه سجود التماس اذا سلم۔ والحاصل افان عملنا بالعدل بالقرآن

والحدیث۔ وثبتنا فرضیة مطلق القراءة بالنقص۔ ووجوبیة قراءة الفاتحة

وضم التوراة بالحدیث۔ وهذا هو العدل فی باب اعمال الاخبار۔ وتبین

من العدل ان یعمل باحدهما ویهمل الآخر۔ **قوله** اور جو آثار آپ کے

خلاف میں وہ تو خود صحیح ہیں **اقول** جو آثار ہمارے خلاف ہیں اور آپ نے

بیان فرمائے ہیں۔ انکی صحت تو معلوم۔ بلکہ حالت ہر ایک کی ماقبل میں

بیان کی گئی ہے وہاں ملاحظہ فرمائے۔ اگر اسکا نام صحت ہے۔ تو پھر مجروح

کہاں **قوله** پیش کیجئے **اقول** آیت فاقروا وما یختص من القرآن اور اذا

قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ اور احادیث صحاح اور آثار وارودہ فی القراءة

کو۔ اپنا عروۃ الوثقیہ نہر اکرم عمل کیا جاتا ہے **قوله** آپکا عینی امام شافعی کی عدم

اطلاع پرالی حسرت اقل کیوں دہو کھڑے ہو **اقول** ہایہ اور عینی کی عبارت

اس مقام میں یہ ہے **وعلیہ اجماع الصحابة** رہا یہی ای علی ترک القراءة خلف

الامام۔ فان قلت کیف یعتقد الاجماع مع خلف البعض۔ قلت لا اجماعاً

باعتبار اتفاق الاكثر۔ فانه یسمى اجماعاً عندنا۔ او نقول اجماع ثبت

بنقل الاحاد ولهذا یعد مخالفه جاهلاً۔ فلا یمنعه نقل البعض بخلافه

کنقل حدیث الاحاد لا یمنع نقل حدیث اخر معارض له انتھی عبارت العینی

ملخصاً مختصراً۔ اس عبارت پر صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ نقل متواتر کہاں

جس سے اجماع ثابت ہو۔ اور امام شافعی کی عدم الحلاء پر دم بخود ہے۔ اور کہتا ہی

عینی پر امام کا جواب

خبر واحد سے ثابت ہے۔ بجان اللہ کیا بھی اجماع آپ کے اصول میں حجت ہے۔ خبر
 درو کتب اصول میں لکھا ہے۔ اجماع کی نقل کبھی بتواتر منقول ہوتی
 ہے۔ اور وہ مفید قطعی ہے۔ اور کبھی بشہرت۔ اور اس کا فائدہ یہی اس کے
 قریب ہے۔ اور کبھی بطریق احاد منقول ہوتی ہے۔ اور وہ مفید ظنی ہے۔
 الأعمال اس کے ساتھ بھی واجب ہے۔ صاحب تلویح لکھتا ہے نقل الاجماع الینا
 قد یكون بالتواتر فیقید القطع۔ وقد یكون بالثبوت فیقرب منه وقد
 یكون بخبر الواحد فیقید الظن۔ ویوجب العمل۔ لوجب اتباع النظر
 بالدلائل المذكورة انتهى۔ اور نور الانوار و منار میں ہے۔ واذا انتقل
 الینا اجماع الثلث باجماع کل عصر علی نقلہ کان کثرت نقل الحدیث للتواتر
 فیكون موجبا للعلم والعمل قطعاً کاجماعهم علی کون القرآن کتاب
 اللہ تعالیٰ وفرضیة الصلوة وغیرہا۔ واذا انتقل الینا بالافراد۔ ای
 بنقل الاحاد من دون وصول الی حد التواتر بان روى ثقة ان الصحابة اجمعوا
 علی کذا۔ کان کثرت السنة بالاحاد۔ فانه یوجب العمل دون العلم مثل
 خبر الاحاد انتهى اور حصول المامول میں منقول ہے۔ الاجماع المنقول بطریق
 الاحاد حجة۔ وبہ قال الماورئی وامام الحرمین والامدی انتهى۔ اور صاحب
 مسلم الثبوت۔ اور فوائد الحرموت فرماتے ہیں۔ الایحاء المنقول باخبار
 الاحاد۔ یجب العمل بہ فی المختار۔ لنا ولا نقل الظنی احاداً کالخبر لما و امثله
 موجب للعمل قطعاً فالقطعی المنقول احاداً۔ الذی ہو الاجماع۔ اولی بان
 یوجب العمل۔ وهذا ظاهر جگہ انتہی ملخصاً نقول اصول سے ثابت ہے کہ
 ہوا۔ کہ اجماع کی نقل تین طرح ہوتی ہے۔ کما تفضیلہ عینی فرماتے ہیں
 کہ اگر اجماع اسمقام میں بطریق تواتر نہ ہی منقول ہو تو یہی کچھ ہر نہیں کیونکہ

کیونکہ اجماع منقول بطریق الاحادیث ہی حجت اور مفید و خوب عمل کا ہے صریح بہ

صاحب حصول المأمول ایضاً۔ والجماع المنقول بطریق الاحادیث و بہ

قال الماوردی و امام الحرمین و الامدے پھر عینی نے اگر یہاں اجماع مذکور

مراد لیا۔ تو کیا بیجا کیا۔ کیونکہ یہ اجماع کا بھی اصولیوں کے نزدیک حجت اور واجب

العمل ہے۔ ہاں اگر عینی علیہ الرحمۃ اس قسم اجماع کا خود موجود ہوتا۔ تو البتہ اگر

شہد کیا جاتا تو شاید بیجا نہ ہوتا واذلیس فلیس پس صاحب رسالہ کا یہ کہنا

کہ تجماع اسد کیا بھی اجماع آپ کے اصول میں حجت ہے۔ لا یخلو عن مساحقہ

و جبرائیل لکھا لیغف۔ لان الاجماع المنقول باخبار الاثبات حجت عیب العمل بہ بلا رتباب

اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے عدم اطلاع کی بابت ازین بشیر گذارش ہو چکا ہے۔

فلا یغفیر **قوله** جو اجماع اصول فقہ میں بعد از سنت حجت مانا گیا ہے۔ وہ

اجماع اکل ہے۔ آور جس اجماع سے صاحب ہدایہ استدلال پڑ رہے ہیں وہ حسب

بیان آپ کے جمہوری اجماع ہے اور وہ حجت نہیں **اقول**۔ اولاً۔ اجماع اکل

سہ اگر اجماع اکل من حیث اکل حیث لایشد فرد منہ مراد ہے۔ تو چاہئے کہ اجماع

کرام کا خلافت امام الاصلین راس المتقین خلیف اول حضرت صدیق کبر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حجت نہ ہو لکن البعض عنہ۔ اس اجمال کی تفصیل پھر دیکھو

مسلم بسندہ عن عمر بن الزبیر عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث طویل فابی

ابو بکر ان یدفع الی فاطمہ شیئاً۔ فوجدت فاطمہ علی ابی بکر فی ذلک قال

فہرته۔ فلم یرکمتہ حتی توفیت۔ وعاشت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ستۃ اشھر فلما توفیت دفنہا زوجھا علی بن ابی طالب رضی اللہ لیلًا لم یؤذن

بھا ابابکر و صلی علیہ اعلیٰ۔ وکان علی من الناس جهة حیاة فاطمہ نہ۔ فلما

توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصاحبة ابی بکر و مبايعته۔ ولم یکن

دلہا بکن بایع تلك الامم للحديث جبکہ چہ بیعت تک حضرت علی رضی کا تحلف عن البیعت

بابت ہو تو پھر اجماع اکل من حیث اکل کطرح ہوا۔ اور نیز سعد بن عبادہ بدری نے

تحلف عن البیعت کیا۔ لہذا روئے بخاری فی حدیث طویل۔ فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنه بل نبايعك انت فانت سيدنا وخيرنا واجتنا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذنا

عمر بنہ فیابہ۔ قباہ الناس۔ فقال قلت سعد بن عبادہ۔ قال عمر قتله الله

الحديث۔ اور نیز توقف کیا حضرت عباس بن عبد المطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

آپ بہت بنی ہاشم نے۔ کہا قالہ صاحب درسات اللیب

والعهدہ علیہ۔ حیث قال۔ وقد وافقہ فی توقف البیعة عباس بن عبد المطلب

عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وسائر بنی ہاشم انھی ص ۲۱۱۔ اور نیز حضرت سلمان نے

اسد عندہ نے بیعت نہ کی۔ صاحب مسلم الثبوت لکھتا ہے صحیح خلافت ابو بکر رضی

م خلافت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔ وسعد بن عبادہ وسلمان انھی

اور میں حال خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ چہاں کہے لو سلم ان خلافت فی

اللہ ثبتت بالاجماع کیونکہ اس بیعت سے تحلف کیا حضرت امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ

نے قالہ فی السلم۔ اور نیز تحلف کیا اسامہ بن زید اور ابو موسیٰ اور ابو مسعود رضی اللہ

عنہم نے کہا رواہ البخاری فی کتاب ظهور الفتن اور نیز تحلف کیا حضرت ابو بکر

رضی اللہ نے کہا یلوح من الخاری فی کتاب الذکور۔ وايضا ذکرہ

صاحب مسلم الثبوت بھرتا کہ باہف تحلف تیر لوگون کے اجماع اکل کہاں ہوا۔ ثانیاً۔

مسلم الثبوت اور اسکی شرح فوارح الحموت میں لکھا ہے۔ اور یہ صولے

کتاب میں واما الصحة ای صحتہ المخلافة فلا اجماع علی کفاية بیعتہ بلا اکثر

وقد وجدت فانما يختلف یوا السقیفة الارجال اقلون۔ ثم بايعوا بعد

ذلك فاهم اتحد ثانیاً۔ بل اصول کے نزدیک دراصل یہ مسئلہ تحلف فیہ ہے۔

حصول المامول میں لکھا ہے۔ اذا خالف اهل الاجماع واحد من المجتہدین

فقط مذہب للجمہور الى انه لا يكون إجماعاً ولا حجة۔ قال القزالي المذهب

انه ينبغي عدم مخالفة الاقل۔ وقيل حجة وليس باجماع ورجمه ابن حاجب

وقيل لا ينبغي عدم مخالفة الاثنين دون الواحد وقيل مع الثلاثة دون الاثنين

انتہی۔ الحاصل اصول میں اجماع اکل حجت بلا اختلاف مانا گیا ہے۔

اور اجماع اکل مع ندرۃ المخالف بھی حجت ہے۔ اعلیٰ الاختلاف۔ اور اجماع

الاكثر بھی حجت علی اختلاف ہے۔ پس صاحب رسالہ کا یہ فرمانا

کہ جس جماع سے صاحب ہدایہ استدلال پکڑ رہے ہیں۔ وہ جمہوری اجماع

ہے۔ اور وہ اصول میں حجت نہیں علم الاطلاق صحیح نہیں کما سمعت بما

تلونا علیک۔ ومنہما قال العیقل قلت سماع اجماعاً باعتبار اتفاق الاكثر

فانه یسمی اجماعاً عندنا انتہی۔ اسی جملہ عندنا ایضاً فافہم۔ اگر کسی کا یہ

خیال ہو کہ اصولیوں نے اجماع کی تعریف اتفاق المجتہدین من لمة محققہ صلی اللہ

علیہ وسلم بعد وفاته فی عصر من العصر عصار علی امر من الامور کی ہو۔ اور اس کی

مقتضی اتفاق اکل من حیث اکل ہے کما هو مقتضی امر الاستغراق تو کہا جاوے گا

کہ تعریف اجماع اتفاقی کی ہے۔ والقریۃ علیہ۔ اختلاف مذاہبہم فی ذلك کما مر

من حصول المامول فلا وود۔ اور اگر کل من حیث اکل بحقیقت مذکورہ مراد نہیں ہے

تو استدلال صاحب ہدایہ کا بجا و ٹھیک ہے **قوله** بہ تسلیم محال مانا کہ اجماع

جمہوری حجت ہے الى ان قال العمل علی هذا الحدیث فی القراءۃ خلف الامام

عند اکثر اهل العلم **اقول** اولاً۔ یعنی ۴ دہائی ثبوت اکثریت نے عصر واحد یعنی

عصر الصحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور ترمذی اور بخاری کی غرض ثبوت

اکثریت نے زمان بعد زمان کے ہے۔ وینہما یون بعید اول مثبت اجماع و امکان

علی اختلاف کا ہے۔ اور دوم میں اسکی بوجہ نہیں۔ پس اسکو جمہوری اجماع کہنا
 صحیح نہ ہوا۔ کیونکہ اجماع اتفاق المجتہدین نے عصر واحد کو کھتی ہیں۔ اتفاق نے
 الامصار کو۔ والاصل نے الاصول ثنائی مسئلہ قراۃ فاتحہ خلف الامام کا چونکہ
 دراصل مختلف فیہ ہے۔ ترمذی اور بخاری نے اپنا ماثبت بیان فرمایا۔ اور عینی
 اور صاحب ہایہ نے اپنی تحقیقات کا اظہار کیا۔ وکل وجہ۔ اور قوی اور راجح جانب
 مذکورہ اولہ رسوا اس دلیل کے اور ماسیاتی ثبوت اور مبرہیں ہے **قوله** تنبیہ۔
 آپ لوگ عمل الحدیث پر یہ اعتراض فرمایا کرتے ہیں۔ کہ احادیث میں بعض سے طلاق
 کا ذکر ہے **اقول** اولاً۔ یہ کہنا کہ حقیقہ کہتے ہیں کہ مطلق کو جہاں مفید کرنا ہوتا وہاں
 فقہائے متقدمین نے مطلق نہیں جو کہ فقہائے اسکو مقید نہ کیا ہو۔ یہ
 ایسا حصر کلی کرنا۔ خلاف باب خفیہ کرام کا ہے۔ کوئی محقق حنفی انشاء اللہ تعالیٰ سے
 حصر کلی کا قائل نہیں صاحب رسالہ کو چاہیے کہ اس حصہ کے قتل کتب مقبرین
 خفیہ سے پیش کریں۔ ورنہ ایسی دعویٰ کو فضول تصور فرمائیں۔ ثنائی بعد الفرض
 والتعلیم۔ حسب مقولہ مولف رسالہ کے (فقہاء مقلدین خاص ایک امام اور اسکی شاگرد
 نے خوب مفصل بیان کر دیا۔ اور مطلق جہاں مفید کرنا ہوتا وہاں مقید کر دیا) لفظ فقہاء
 عام شامل در سطح مقلدین وغیرہ کہہ کر۔ پس اس مطلق کو بھی فقہاء نے مقید کر دیا ہے
 پھر اس مطلق سے شبہ اور ضل مولف رسالہ کیونکہ صحیح اور درست ہوا۔ **قوله** اور غفل
 عن قوله المذكور غفلة لا ستر في ذلك فافهم **قوله** عمر بن مرقس بن ابن سرجو
 ابن عمر بن ابن سیرین **اقول** جن آثار سے مولف رسالہ نے حضرات مذکورین رضی اللہ
 عنہم سے تراست ثبوت فرمائی ہو۔ وہ آثار در حد ذات خود مجروح اور مخدوش ہیں کما
 مر قبل ذلك في الامار مغفلة لا ستر وحقاً پہر ثبوت ہی کہاں کر دیا۔ اگر کوئی اور فرضی سنہ
 ثبوت تو وہ امر علی۔ ہے **قوله** اب ایچو کافی ہوگا یہ قول منہم مرتضیٰ والعبادہ۔

معلوم ہو گیا۔ کہ کہا تک سچ ہے۔ بات تو یہ ہے کہ بالکل غلط ہے **اقول** انار ثبوت
کا حال تو فیما سبق میں مفصلاً معلوم ہی ہو چکا ہے۔ اور در باب عدم قرات ان
حضرات کے بخاری علیہ الرحمۃ بسند القراءۃ میں لکھتی ہیں۔ **ایما اجاز ادراک الکوکوع**
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام۔ منہم
ابن مسعود۔ وزید بن ثابت۔ وابن عمر۔ انتھے اور حافظ ابن حجر عسقلانی۔ تخریج

احادیث ہدایہ میں لکھتی ہیں۔ **انما ثبت ذلک ای النعم عن ابن عمر و جابر و زید**
بن ثابت و ابن مسعود۔ و جاء عن سعد و عمر و قبا بن عباس و علی انتھی۔ اب آپ کو
کافی کا قول معلوم ہوا۔ کہ کیسا درست اور صحیح ہے۔ بات تو یہ ہے کہ بالکل ہی صحیح
اور درست ہے **تنبیہ** صاحب رسالہ کا اس غلطی کے نسبت نقطہ کافی کی
طرف کرنا۔ کافی نہیں۔ غلط ہے۔ بلکہ کافی کے ساتھ بخاری اور ابن حجر کو
بھی ملا لینا چاہیے تھا۔ کیونکہ نقل اس قول میں کانے تن تنہا نہیں۔ بلکہ بخاری
اور حافظ ابن حجر بھی اوس کے ساتھ کے ہیں **قوله** یہ انار ثابت ہیں **اقول**
ان انار کے ثبوت کی نسبت مابقی میں گزارش ہو چکا ہے۔ فلانغیدہ **قوله** بہت
انار کوہر قرات کے منع پر حمل کر سکتی ہیں۔ آوردہ انار جہ کے مانع ہیں نہ ستر کے۔
اقول سنا ذلک۔ حسب تسلیم آپ کے جبکہ بہت انار جہر قراءۃ کے مانع ہیں تو ممانعت
قراءت جہر تہ کی تو ان انار سے ثابت ہوئی۔ اور باقی انار (سولادون بہت انار) قراءۃ
ستر تہ کے ممانعت۔ یا ستر تہ اور جہر تہ ہر دو کی ممانعت پر دل ہیں۔ پس ان کی ہیئت مجموعی
ہر دو کی ممانعت حسب تسلیم آپ کے ثابت ہوئی۔ نہواطلوب اور پندرہویں جواب
کی ہر ایک شق کی بابت مابقی میں جا بجا گزارش ہو چکا ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔
اور امکان جمع میں بھی کلام گزارش ہو چکا ہے۔ **قوله** کیونکہ جن جمہوری اجماع کو
کتب فقہ میں اجماع کیا ہے وہ حجت نہیں الی قولہ ردہ جماع اکل ہے **اقول** تحقیقات

مسند اجماع اور اس کے حجت ہونکی قریب ہی گزر چکی ہے۔ بار بار ذکر کی گئی بات
 کا موجب طوالت کلام ہے **قوله** عینی کا نہ رہنا باعتبار اکثر کل صحابہ کرام کے
 لحاظ سے ہے۔ مختلفین نے مسند فاتحہ الكتاب والقراءة کے اعتبار سے ہی **اول**
 چونکہ ایجماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے ترک قراۃ فاتحہ خلف الامام مروی ہے۔
 وندک۔ کان الروایۃ عنہم مختلفۃ فیہا۔ لہذا عینی علیہ الرحمۃ نے اس جماعت صحابہ
 کو کثرت واقفین الامیر جو کہ شق ثالث ہے، لحاظ و اعتبار کر کے والا کثر فرمایا **اخر**
 الطحاوی بسند عن ابن مسعود قال انصت للقرآن فان فی الصلوة شغلا و
 سیکفیک ذلک الامام۔ و بسند اخر یمنافضہ۔ و بسند اخر یمنافضہ۔ **واخرج**
ایضا عن ابن مسعود قال لبت الذی یقر خلف الامام ملئ فوه نارا۔ و بسند
 اخر یمنافضہ **واخرج ایضا** بسند عن زید بن ثابت جابر بن عبد اللہ
 لا یقر خلف الامام فی شیء من الصلوات۔ و بسند اخر عن جابر مثل ذلک و
اخرج ایضا بسند عن عطیہ بن یساف عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا یقر
 خلف الامام فی شیء من الصلوات و بسند اخر مثله **واخرج** مسلم فی البیہود
 الثلاثہ بسند عن عطیہ بن یساف انہ سأل زید عن القراءة مع الامام فقال لا قراۃ
 فی شیء **واخرج** الامام محمد فی النوطا بسند عن ابی وائل قال سئل
 عبد اللہ مسعود عن القراءة خلف الامام قال انصت فان فی الصلوة شغلا
 سیکفیک ذلک الامام **واخرج ایضا** بسند عن علقمہ بن قیس ان
 ابن مسعود کان لا یقر خلف الامام فیما یجہر فیہ و فیما یخف فیہ و لا یقر
 و لا فی الاخرین۔ و اذا صلی وحده قرأ فی الاولین بفاتحة الكتاب سورۃ
 لا یقر فی الاخرین شیئا **واخرج الطحاوی** بسند عن نافع ابن عبد اللہ
 بن عمر کان اذا سئل بل یقر احد خلف الامام یقول اذا صلی احدکم خلف الامام

بن کثیر

زید بن ثابت جابر بن عبد اللہ

بن کثیر

فحسبه قراءة الإمام - وكان عبد الله لا يقرأ خلف الإمام **واخرج الإمام**
 محمد في الموطأ بسند عن نافع عن ابن عمر قال من صلى خلف الإمام كفته قراءة
 الإمام **واخرج مالك** في الموطأ عن نافع عن ابن عمر انه كان اذا
 سئل هل يقرأ أحد مع الإمام قال اذا صلى أحدكم مع الإمام فحسبه قراءة الإمام
 وكان ابن عمر لا يقرأ مع الإمام **واخرج** عبد بن حميد وابن جرير وابن
 أبي حاتم وابن أبي شيبة والبيهقي عن ابن مسعود انه صلى اصحابه فسمع ناساً يقرأون خلفه
 فلما انصرف قال - اما ان لكم ان تقموا امان لكم تعقلوا - واذا قرئ
 القرآن فاستمعوا له وانصتوا - كما امركم الله كذا ذكر السيوطي في
 الدر المنثور عند تفسير قوله تعالى - واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا
 اخرج علي ما ذكره السيوطي ايضا في الدر المنثور - ابن أبي شيبة والطبراني في
 الاوسط وابن مردويه والبيهقي في كتاب القراءة عن ابي واثل عن ابن مسعود
 انه قال في القراءة خلف الإمام انصت للقرآن كما أمرت فان للصلوة شعلاً
 وسيكفيك ذاك الإمام - **واخرج** علي ما ذكره ايضا ابن أبي شيبة عن
 زيد بن ثابت قال لا قراءة خلف الإمام **واخرج** الترمذي بسنداً عن ابي
 نعيم وهب بن كيسان انه سمع جابر بن عبد الله يقول من صلى ركعة لم يقرأ
 فيها بام القرآن فلم يصح الا ان يكون وراء الإمام **قال** الترمذي في هذا حديث
 حسن **واخرج** مالك في الموطأ عن وهب بن كيسان عن جابر انه قال من صلى
 ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصح الا وراء الإمام **واخرج** محمد في موطأه
 بسنده عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم - انه قال من صلى خلف
 الإمام فان قراءته الإمام له قراءة **وايضاً** اخرج محمد بسنداً اخر عن جابر بن
 عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث **واخرج** النسائي

ابن عمر عن ابن عمر

الشيخ

بسند عن كثير بن مرة عن الحضر عن ابي الدرداء سمعه يقول سئل
رسول الله صلى الله عليه وسلم افر كل صلوة قراءه قال نعم قال رجل من
الانصار وجبت هذه فالتفت اليه وكنت اقرب القوم منه - فقال اراي
الامام اذا لم القى الا قد كفاهم **قال** ابو عبد الرحمن النسائي هذا عن رسول
الله صلى الله عليه وسلم خطأ انا هو قول ابي الدرداء **واخرج الطحاوي**

بسند عن كثير بن مرة عن ابي الدرداء ان رجلا قال يا رسول الله افر الصلوة
قرآن قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت قال - وقال ابو الدرداء - اراي
ان الامام - اذا لم القوم فقد كفاهم **قال الطحاوي** فهذا ابو الدرداء قد
سمع عن النبي صلى الله عليه وسلم في كل صلوة قرآن فقال جل من الانصار وجبت
فلم يترك ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم من قول الانصار - ثم قال
ابو الدرداء من رايه ما قال كان ذلك عنده على من يصلي وحده لا على الامويين

انتفى **واخرج الطحاوي** بسند عن الثقات بن عبد الله بن ابي ليلى قال قال
رضي الله عنه من قرء خلف الا فليس على الفطرة - **واخرج** على ما ذكره السيوطي

في الدر المنثور ابن ابي شيبة عن علي قال من قرء خلف الامام فقد اخطأ
اخرج الدارقطني من طرق عن علي انه قال من قرء خلف الامام فقد اخطأ

الفطرة - **وقرئ** ابو ابن ابي شيبة وعبد الرزاق ايضا ذكره الزبلي **واخرج**

الدارقطني بسند عن الحارث عن علي قال قال رجل للنبي صلى الله عليه وسلم
اقرأ خلف الامام او انصت قال بل انصت فانه يكفيك انتفى **واخرج**

الطحاوي بسند عن ابي حمزة قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بين يدي فقال
لا واخرج الدارقطني بسند عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال

يكفيك قرأة الامام خاف او جهل انتفى - **واخرج** محمد بن عثمان

عن داؤد بن قیس القراء المدینی قال اخبرني بعض ولد سعد بن ابوقاص ان
سعداً قال ووددت ان الذی یقر خلف الامام فی فیه جمعة - ورواه
عبد الرزاق فی مصنفه الا انه قال فی فیه حجر - وكذلك ابن ابی شیبة
ذكره الزیلعی فی تخریج احادیث الهدایة **قال** محمد فی مؤطاه احبیرنا
داؤد بن قیس القراء اخبرنا محمد بن محمد ان ابن عمر بن الخطاب قال لیت فی
فی الذی یقر خلف الامام حجراً انتی - وخرجه عبد الرزاق ایضاً ذکره
الزیلعی **واخرج الدارقطني** فی سنته بسنده عن سهیل
ابن ابی صالح عن عزیبة عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
من كان له امام فقرأه الامام له قراءة **واخرج ابوداؤد**
والنسائي وابن ماجة بسنده عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
عليه وسلم انما جعل الامام ليوتهم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا
واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد **واخرج مسلم**
فی صحيحه عن ابی موسى واذا قرأ فانصتوا **وروي الطبراني**
فی معجمه الاوسط بسنده عن ابی سعيد الخدري قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم من كان له امام فقرأه الامام له قراءة انتی و
اخرجه ابن عدی فی الکامل ایضاً ذكره الزیلعی **وقال العيني**
فی شرح البخاری تروى عبد الرزاق فی مصنفه اخبرني موسى بن عقبة
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم وايايكم وثمانان كانوا ينهون عن
القراءة خلف الامام انتی **واخرج ابن مردويه** فی تفسيره بسنده
عن معاوية بن قرّة قال سألت بعض اشياخنا من اصحاب رسول الله صلی الله
عليه وسلم قال الروقي احسبه قال عبد الله بن مغفل قلت له اكل من سمع

القرآن وجب علیہ الاستماع والانصات - قال انما نزلت هذه الایة و
 اذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی القراءة خلف الامام - اذا قرء
 الامام فاستمع له - وانصت انتهى - **زیلعی** - **واخرجه ابن ابی حاتم**
 وابوالشیخ وابن مردويه والبيهقي فی القراءة عن عبد الله بن مغفل یض
 انه سئل اكل من سمع القرآن وجب علیه الاستماع والانصات قال انما
 نزلت هذه الایة واذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی القراءة خلف
 الامام - اذا قرء الامام فاستمع وانصت انتهى ذكره الفاضل الهنوی فی
 الامام **واخرجه الدارقطني** بسنده عن عمران بن حصین قال كان
 النبی صلی الله علیه وسلم یصلی بالناس و یجل یقرء خلقه فلما فرغ قال من ذا
 الذی یناجئنی سورئ کذا فنهاهم عن القراءة خلف الامام انتهى و
روى الطحاوی فی شرح الآثار بسنده عن ابی قلابه عن انس قال صلی
 رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم اقبل بوجهه فقال اتقروا ولا امام
 یقرأ فكنوا فسالوه ثلثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا انتهى **الغرض**
 ان مذکورین حضرات یعنی - ابن مسعود - زید بن ثابت - جابر بن عبد الله - عبد
 بن عمر - ابی الدرداء - علی ابن ابیطالب - عبد الله بن عباس - سعد بن ابی
 وقاص - عمر بن الخطاب - ابو ہریرہ - ابی موسی اشعر - ابی سعید
 الخدری - ابو بکر الصدیق - عثمان ابن عفان - عبد الله بن مغفل -
 عمران بن حصین - انس بن مالک رضوان الله علیہم اجمعین سو ترک قراۃ
 خلف الامام مردی ہے کما دلت الآثار المذكورة علیہ کما تیس عینی علیہ الرحمۃ
 کما والا کثر کہنا بخاط اس جماعت صحابہ کے جو کہ کثرت نفس الامری ہے - صحیح ہوا - اگرچہ
 اسناد بعض آثار محدثین کو کلام ہے - غرض راقم کی یہ ہے کہ در باب ترک قراۃ

جو ائمہ خلف کا تخت و سوا میں بیان کیا۔

خلف الامام صحابہ رضی اللہ عنہم سے نفس الامار مروی ہوئے ہیں کلام نہیں (عبارات بالا سے بہت اقوال آئندہ مولف سالہ کے حل ہو گئے فتہ بز۔ زیادہ منقح کی حاجت نہیں)

قوله جواب پہلا۔ آپ نے تخریج مواعید کا بیان بخیاہ (افول) وبالله التوفیق **اقول** وعید عام اس سے ہے کہ ثبوت اور کائنات سے ہو۔ یا آیات قرآن یا مرفوعہ احادیث سے۔ تو اس مقام میں واذا قرأ القرآن فاستمعوا للہ۔ الایہ کا خلاف بھی داخل وعید ہے۔ اور واذا قرأ فانتصوا۔ رواہ مسلم وغیرہ کا خلاف ہی داخل وعید ہے۔ ہم نے فرض کیا۔ جو آثار کہ مولف رسالہ نے بیاں کی ہیں وہ قابل استدلال نہیں۔ ثبوت وعید کا اون سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ الا آیت قرآن اور حدیث صحیحہ مرفوعہ جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ انکی قوت اور صحت میں بھی کچھ کلام ہے۔ پھر وعید کی نفی کیونکر ہو۔

ثانیاً قال محمد بن عبد بن قیس الفراء **اخبرنا** محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیست فی من الذی یقر خلف الامام مجرا انتہی اور رواۃ اس اثر کے ثقہ ہیں۔ اما داؤد بن قیس فوثقہ الشافعی۔ و احمد۔ وابن معین۔ و ابونزاعہ۔ و ابوحاتم۔ و النسائی۔ و التاجی۔ و ابن اللدینی۔ و غیرہم و ذکر عباراتم صاحب التہذیب تہذیبہ۔ و اما محمد بن عجلان فوثقہ احمد و ابن معین و ابن عیینہ۔ و ابوحاتم۔ و زوی عباس عن ابن معین قال ابن عجلان اوثق من محمد بن عمرو قالہ فی المیزان۔ و نقطاعہ لا یضرب لادہ من التزیدات **قالنا** قال محمد بن عبد بن عامر حدثنا ابراہیم النخعی عن علقمہ بن قیس قال لان اعضاء علی جرحوا احب الی من ان اقر خلف الامام انتہی۔ اور جملہ رواۃ اس اثر کے ہی ثقہ ہیں اما بیکر بن عامر قال ابن سعد الحاکم ثقہ۔ و ذکر ابن حبان و التفتاز

وقال ابن عبد لم یس کثیر الروایۃ - وروایہ قلیلۃ ولما جدلہ متئامن کثراً

وهو من یکتب حدیثہ **لذانی تہذیب التہذیب** ولما ابراہیم النخعی

قال الا عثرک ان خیراً فی الحدیث و قال الشعبي ما ترک احد العلم منه -

لذا فی تہذیب التہذیب و فی التہذیب فقیہ نقۃ - و اما علی بن قیس

ونقہ ابن معین - و تہذیبہ وابن سیرین وغیرہم واثنا علیہ خیراً - وھو

من اجل اصحاب ابن مسعود - کذا فی تہذیب التہذیب **الحاصل** توارۃ

خلف الامام وعیدے خالی نہیں - **قولہ** عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اوپر گزرا کہ

اے خلافت ہے **راقول** (وباللہ التوفیق) اسکا جواب یہی اوپر گزرا ہے کہ

اس روایت میں کی سند میں جواب یہی ہی اسکا ضعف کا حال میں اس اعتبار

سے پہلے بیان ہو چکا ہے فلا نعیدہ ولا ینص حجة **قولہ** لیس منک للام

احل العلم آقا **راقول** (وباللہ التوفیق) مولوی عبدالحکیم صاحب کنہوی نے اگر

جواب میں لکھا ہے وھذا عیانہ و فیہ انہ لا باس بامثال **عذر** الکلام للتہذیب

والتشدید - والتعذیب بعذاب اللہ لمنوع لا التہذیب بہ انہی ما فی التعلیق

قولہ اگر ترجیح عدم قراآت فاتحہ کا موجب بھی آثار ہیں اور کچھ نہیں ہیں بلکہ اس

کی ترجیح کی وجہ تو ایہ قرآنے اور احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آثنا بنویہ جو اوپر گزارش ہو چکے

ہیں ہیں - ان آثار و عید پر مدار ثبوت اس مسئلہ کا نہیں - اور نہ کسی حنفی نے

یہ بات کہی ہے کہ مدار اس مسئلہ کا اور اسکا موجب ترجیح فقط یہی آثار ہیں - یہ نہ ہی تک

بات ہے **قولہ** الا جہاں تقلید شخصی کی جہود نے تحقیق سے دور پہنچا دیا ہوا ہے

راقول (وباللہ التوفیق) گفتگو خلافت تہذیب ہے - ہر چند ایسی کچھ تہذیبی سر قلم

لکھا ہے الا باناء مؤلف سالہ کے کچھ کچھ کہنا بڑا ہنس ہے بد مذہبوں کے زیر گرد و

اگر کوئی میری سنے - ہر جگہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے - اپنی تحقیقات کی

یہ سن کر کلام اللہ کا جواب

قلمی اس رسالہ کی تحقیقات کے مطالعہ سے کہلجاتی ہے۔۔ جمود۔ اور تنہال

کا حال بھی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ یدہی المرتشاد الی صراط

مستقیم **قولہ پہلا** جواب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز میں فاتحہ

کے پڑھنے کی تاکید فرمائی ہی الی اخر ما قال لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة

الکتاب آہ **اقول** واللہ التوفیق **اولا** یہ عبارت بعینہا یا قریب بعینہا

کے مؤلف رسالہ نے صدر رسالہ میں بیان فرمائی ہیں۔ آؤنگا جواب شافعی

مفضلہ دماں بخوبی دیگیا ہے۔ فلینظر الطالب ثمۃ **ثانی** بارسی تعالے

جل جلالہ نے استماع قرآن کریم کی سخت تاکید فرمائی ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ

فاسمعوا للہ وانصتوا للذکر ترجموں یعنی جب قرآن پڑھا جاوے تو تم سب کو

سنو اور چپ ہوتا کہ تم لائق رحمت الہی کے ہو۔ پہلے یہی ظاہر ہو کہ یہ

حدیث ہمہنگ قرآن کریم کے نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ اس آیت شریفہ کی تفسیر

کریں گے تو ہم ہی اس حدیث شریف میں تاویل کریں گے۔ اور نیز یہ وہ دلیل

ہے۔ کہ جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ یہی ان

گئی ہیں۔ تو تمام جہاں میں ایجاب قراۃ فاتحہ علی مقتدی میں علم میں نہ تھی

وجہ ہے کہ ایک صاحب تو متبع سکات الامام کی تکلیف دہرے ہیں۔ اور

ایک صاحب فاتحہ اور سورۃ کے درمیان سکتہ طویلہ نکالتے ہیں۔ اگر مخالفت

آیتہ کا کہنا نہ تھا۔ تو پھر اخذ وجوب قراۃ فاتحہ علی مقتدی تو خود ہی عام تھا

اس بخوبی غیر مردی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ **ثالثا**۔ دارقطنی۔ تبھیقی۔ ابن

جریر۔ قتیبہ بن حمید۔ ابن مردودہ۔ سعید بن منصور۔ ابن ابی حاتم۔ ابوالشیخ۔

ابن عساکر۔ ابن ابی شیبہ۔ وغیرہم نے فرمایا ہے نزلت هذه الاية في قراءة الصحابة

ورفع الاصوات بها خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم على ما سطره الشيوخ على

یہ لفظ اصلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں از میں فاتحہ کی پڑھنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

الدر المنثور۔ نقلہ الفاضل الکھنوی۔ فدلّت هذه الآية على فرضيته

استماع القرآن وانصات المعتقد له اگر اس سے ہی تنزل کریں تو ثبوت موجب
ہیں نہیں گیا۔ پھر اس تقدیر پر اگر کوئی عالم فساد یا کراہت نماز مقتدی صورت
قرآنۃ الفاتحہ خلف الامام سے کھدیوے تو کیونکر ملام ہی کا نہ عمل بالظاہر لایہ

مع انه يعاضده ن ولها في الصلوة كما مر انما من الدر المنثور۔ والحديث

عند ما قل كما اوله جابر بن جابر جیب کہ او سکر نزدیک مقتدی کذا ہی تارک فرض
یا واجب نماز کا ہے۔ تو پھر فساد یا کراہت کہنے سے کون مانع ہے لان الفسأهو

خروج العبادۃ بسبب قوة بعض الفرائض من شرائط ولا ركان۔ وما

يفوت الوصف فيه مع بقاء الاصل يسمى كروها۔ **قوله** اور کیا اسناد

اس حدیث کا صحیح ہے **او قول** وبالله التوفيق **اولا** ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں

کہ اس حدیث کی صحت میں ہم کو کیا۔ بلکہ کسی محدث کو کلمہ نہیں۔ ان کلام اسمیں

ہے کہ یہ حدیث شریف قرآن کا معارضہ نہیں کر سکتی۔ لہذا اول ہی کما اولہ

جابر الصحابی۔ **ثانیاً** وار قطنی نے کہا ہے کہ اسناد اویہ حدیث صحیح ہے۔ یہ

نہیں کہا کہ معنی بھی غیہ مائل ہے و این هذا من ذاك **قوله** انرا ہے

مسی فی الصلوة کی حدیث میں۔ امام احمد۔ ابو داؤد۔ ابن حبان میں ہے۔

تعاقر بام القرآن **اقول** وبالله التوفيق **اولا** ابو داؤد کے صفحہ ۱۶۶

میں ثماقرأ بام القرآن وبما شاء الله ان تقرأ۔ اور تحفہ بی بی

ہدایہ کے صفحہ ۱۹۲ اور نصب الرایہ صفحہ ۷۶ میں سند احمد سے ثم اقرأ بام القرآن

ثم اقرأ ما شئت۔ **مؤلف رسالہ** نے اخیر جلد ہر دو حدیث کا ذکر نہیں فرمایا

سو گزارش ہے کہ اس روایت میں تو حکم فاتحہ مع شے زائد کا ہے۔ پھر فاتحہ فقط کی

خصوصیت اس روایت سے کیونکر ثابت ہوئی **ثانیاً** احوالی مسی فی الصلوة۔ تو

باب غایب۔ کتب صحیحہ

ایکلا ہی نماز پڑھتا تھا۔ کما ہومدلول حدیث احمد وغیرہ۔ جاہل رجل فر رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی المسجد فصلی قریبا منه الحدیث پہر مقتدی پر
 وجوب فاتحہ کا جو متن از غنیہ ہوا حدیث کے لئے بکمال لول ہو۔ اور اور احادیث کا ذکر آپ نہ
 فرماویں کہ انکا جواب سبق میں گزر چکا ہو اور عبادہ کی حدیث کا بھی گزر چکا ہو فلا غنیہ قولہ
 بالتخصیص آیتہ فاتحہ کتاب خلف الامام پر ہے کہ کسی پر کوئی حدیث صحیح مرفوع نہیں
 اقول وبالله التوفیق **اولا** حدیث شریف کی تحسین اور تلاش کی کیا

ضرورت ہے۔ قرآن کریم ہی کفایت کرتا ہے۔ اذ اقرئ القرآن فاستمعوا
 وانصتوا لعلکم ترحمون خود اسی مرض کا علاج ہے۔ جبکہ ہر ایک سامع
 کو لئی سننی اور چپ رہنیکا حکم ہے۔ تو مقتدی بھی اسی میں داخل ہوتا ہے
 کوئی حدیث صحیح متفق علیہ مرفوع ایسے نہیں جس کو مقتدی کے لئے خصوصاً امر
 وجوب قراءت بطور اخص نکلتا ہو **قولہ** اور حدیث مثبت فاتحہ تبصرہ بخاری
 متواتر ہے۔ اقول وبالله التوفیق اسکا جواب جہاں مابقی میں مولف سالہ

لے نقلاً عن البخاری فرمایا ہے تواتر الخب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث
 بوضاحت ہو چکا ہے۔ ایک بات کا ذکر بار بار مٹر دیا بی نہیں **قولہ** اگر خبر
 واحد ہی ان لیں تو خبر واحد قطعی اور باعث یقین ہی ہوتی ہے تذکرہ راشدہ
 میں مولوی عبدالحی صاحب نے لکھا ہے **اقول** وبالله التوفیق
 تذکرہ راشدہ کے صفحہ ۱۰ میں مولوی عبدالحی صاحب نے بعض کتب کی عبارات
 نقل کی ہیں۔ آذ انجلہ شرح مختصر عرشدی کی عبارت نقل کی ہے یہ ہے

اختلف فی خبر الواحد العدل بل یفید العلم او لا والختار انه یفید العلم باضافہ
 القرآن اتھی اور اسی قبیل سے اور بھی دو تین کتاب کی عبارت منقول ہے۔ اور
 شرح الشرح منجہ میں لکھا ہے اختلف فی خبر الواحد العدل یفید العلم بالیقین

آیت فاتحہ خلف الامام پھر یہ منع پر کوئی حدیث صحیح مرفوع نہیں ہے +

اولا فقال قوم يحصل العلم به مطلقا سوله انضم اليه قرينة اولا۔ ثم اختلغوا

فقال احمد وداود ظاهري يحصل العلم به بلا قرينة ويطرد اي كلما حصل

خبر الواحد حصل العلم۔ وقال قوم لا يطرد اي قد يحصل العلم به بلا قرينة

وقد لا يحصل۔ **والمختار** انه يفيد العلم بانضمام القرائن وقال الاكثر

لا يحصل به العلم اليقيني مطلقا سواء كان مع القرائن اولا بل يحصل به

الظن انتهى۔ تہ حال اس مسئلہ کا بین العلماء ہے۔ اور جس جہالت کو مؤلف

رسالہ مان رہے ہیں۔ اور کا حال ہی معلوم ہوا۔ اب گزارش ہے۔ کہ

اول خبر واحد کا قطعی اور باعث یقین ہونا معلوم۔ اگر ہم متذلل اور سکوہی تسلیم

کریں۔ تو غایت الامر یہ ثابت ہوا۔ کہ اس حدیث کا ثبوت قطعی ہے۔ اور نیز باب

یقین ہے۔ تو اس بات کا کب منہ انکار کیا ہے۔ بلکہ پہلے ہی ہم کچھ چکے ہیں

کہ یہ حدیث لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفراغۃ الكتاب نہایت صحیح ہے۔ الا کلام

اس میں ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں۔ بلکہ اول کما اولہ جابر رضی اللہ عنہ۔ ورنہ

معارض کتاب کریم کی ہوگی فتدبر۔ **قوله** جب فاتحہ خلف الامام کا پڑھنا ثابت

ہوا دیکھو جواب اول **اقول** وبالله التوفیق کہاں ثابت ہوا دیکھو جواب اول

کا جواب **قوله** پس اس مسئلہ میں آج کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

درمیان اختلاف ہوا۔ **اقول** وبالله التوفیق خفیہ کرام اور رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم کے درمیان اختلاف کی بوجہی نہیں۔ البزعم مولف رسالہ کے بلکہ

خفیہ رضوان اللہ علیہم نے تو حدیث لاصلوۃ۔ اور قراۃ الامام لہ قراۃ اور وغیرہ

وغیرہ احادیث اور احادیث آثار صحابہ اور قرآن کریم واذ اقرئت القرآن فاستمعوا

لہ اور فافروا مانیس من القرآن جو کہ اس مسئلہ میں وارد ہیں سب پر عمل کیا ہے۔

گر نہ بنید بروز شہر شمس + چشمہ نقاب را چہ گناہ + ہاں البتہ ہمسام میں

کے درمیان اختلاف ہوا۔

یہ کہیں کہ مولف رسالہ اور محدث کریم میں اختلاف ہوا تو شاید بیجا نہ ہو۔ کیونکہ
 ہم نے جب کہ احادیث میں یا اسباب کی احادیث اور قرآن کریم پر تطبیق دیکر عمل کیا
 ہے رگو وہ تطبیق مولف رسالہ کی اسے کے مطابق نہ ہو پہر یاد صفت ایسی عمدہ
 عمل کے مخالف رسول م کے ہوئی۔ تو اسی طرح مولف رسالہ نے ہی آیت قرآنی
 پر بالتاویل عمل کیا ہے اگر ایسا ہی عمل مخالفت ہی تو مولف رسالہ ہی اپنے
 آپ کو مخالف خدا سمجھیں۔ اگر ایسا نہیں تو نہیں۔ **قوله** راقم اور کل المجتہد
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کہتے ہیں **اقول** واللہ التوفیق کس
 لکھو یہ کہ دُوع من ترشست + کل فرق مدعی اسلام - شیعہ - خارجی - معتزلہ -
 جہمیہ - وغیرہم کب کھتے ہیں۔ کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات
 نہیں مانتے اور نہیں کہتے۔ آلا رستی پیروی فرقہ ہے۔ جس کو لئی رسول خدا ص
 نے فرمایا۔ ما لنا علی اصحابی ماں البتہ اگر مولف رسالہ اس طرح فرماتے۔ کہ راقم اور
 کل المجتہد کیا کل اہل سنت و جماعت رسول خدا کی بات کھتے ہیں۔ تو فی الجملہ اسی
 کا خیال کیا جانا **قوله** افسوس ہے ہماری تو محنت ہے اس مسئلہ میں اہ **اقول**
 وباللہ التوفیق۔ اس تقدیم میں علما کا اختلاف ہے۔ ابو یوسف اور امام احمد نے
 فی روایتہ تقدیم اقرء کی فرماتے ہیں لحدیث ابی مسعود الانصاری یوم القوم
 اقرءم کتاب اللہ فانک انما فی القراءة سواء فاعلمہم بالسنة الحديث
 اخرجه المجاعة الا البخاری اور امام شافعی اور مالک اور امام ابو حنیفہ اور محمد
 اور امام احمد نے روایتہ تقدیم علم بالسنة فرماتے ہیں لحدیث مروا ابابکر فليعلم
 بالناس اخرجه البخاری وسلم وغیرہما۔ وکان منہ من هو اقرء منہ
لا اعم دلیل الاوّل قوله صلی اللہ علیہ وسلم اقرءکم ابی ودلیل الثانی
 قول ابی سعید کان ابوبکر اعلنا۔ وھذا اخر لکھت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

راقم کل المجتہد رسول خدا کی بات کہتے ہیں

ما لنا علی اصحابی

علیہ وسلم فیکون القول علیہ - کذا حقیقہ صاحب الفتح الشیخ ابن الہمام رحمہ اللہ

وعلمناک مشی البخاری الامام - حیث یوب علیہ باباً فی صحیحہ والی جحدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا - **باب اهل العلم والفضل احق**

بالامامة مری ابابکر فلیصل بالناس اور امام قطلانی لکھتا ہے -

فان ابابکر افضل الصحابة واعلمهم وافقہم كما یدل علیہ مراجعہ

الشارع - بانه هو الذی یصلی - ولا صح ان الا فقه اولی بالامامة

من الاقرأ والاودع - التحاصل یہ مسئلہ علما میں مختلف فیہا ہے - بلکہ

خفیہ اور امام شافعیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہم کی دلیل قوی ہے - اور

حدیث اول تناول ہے لیسلی تطبیق - آفسوس ہے کہ صاحب رسالہ

نے اس آفسوس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو شریک نہیں فرمایا - تاکہ امام

بخاری کا مذہب ہی معلوم ہوتا **قول** - تیسرا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی اطاعت حضرت حشبانہ و تعالیٰ کی اطاعت ہے قال اللہ تعالیٰ **اقول**

وبالله التوفیق **اولا** اس سے کہ انکار کرتا ہے لایکسر الا للرب اسی مقام

سے ہے کہ جنے حدیث واذا قرئ (الکلام) فانصتوا اخرجه مسلم وغیر اور

قراءۃ الکلام له قراءۃ کما رواہ جابر مرفوعاً پر عمل کیا اور نے حشبانہ و تعالیٰ

کی فرمودہ پر عمل کیا **اتیک** ہنوز مغرض ہے **اکادہ** + **لا حول ولا قوۃ الا باللہ**

ثانیاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذکر کی بابت : ہو مضغۃ او بیضغۃ

منہ فرمایا - اخرجه احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ - من

حدیث طلق بن علی اور اہل صحابہ ان کے نزدیک اس ذکر ناقض وضو ہے - پس کا

خلاف حشبانہ و تعالیٰ کا خلاف ہے - اور ترک الوضوء بمامۃ النار میں حضرت جابر

فرماتے ہیں کان اخر الامر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء بمامۃ

ابن ابی شیبہ - لا یجوز

الذات وهو حديث صحيح رواه ابوداؤد والنسائي وغيرهما من اهل السنن
 باسانيدهم الصحيحة كما قال النووي اورا كل لحم الجوز ربيعي اوشا كا گوشت
 آپكے نزدیک ناقض وضوء ہے۔ پس اس كا خلاف حجتناہ و تعالیٰ كا خلاف ہے۔
 اور اس كے نظائر بہت ہیں كجھرت بست گرشورست + فاما جوابك
 فهو جوابنا قوله اكث صحابة كرام همی تہی نے بیان کیا ہے اقول
 اولاً۔ اس كا جواب با قبل میں گز چكا ہے فلا نغیدہ ثانياً الوضوء مامست
 الذكركي باب میں نووی شافعی كھتا ہے ذهب جماهير العلماء من السلف
 الخلف الى انه لا ينقض الوضوء باكل مامسته النار۔ ممن ذهب اليه
 ابوبكر الصديق رضي الله عنه وعمر بن الخطاب رضي الله عنه وعثمان
 بن عفان رضي الله عنه وعلي بن ابي طالب كرم الله وجهه وعبد الله بن مسعود
 وابو الدرداء وابن عباس وعبد الله بن عمر والنسائي ومالك وجابر بن سمرة
 وزيد بن ثابت وابو موسى وابو هريرة وأبي بن كعب وابو طلحة و
 عامر بن ربيعة وابو امامة وعائشة رضي الله عنهم وهو لا يكلم
 صحابة۔ وذهب اليه جماهير التابعين وهو من ذهب مالك وابي حنيفة
 والشافعي واحمد واسحاق بن راهويه ويحيى بن يحيى وابو ثور والبخاري
 رحمهم الله حضرت سلامت یہ صحابہ اور تابعین رحمہ ایک طرف ہیں۔ اور آپ كا
 قول كجھرت میں كجھرتا آپ كا قول اگر خلی نہو تو ہوگا قوله اور كجھرت
 ابو حنیفہ رحمہ جیسا تابعی لگایا ہے اہ اقول حضرت یہ تو محض ہی غلط ہے
 ورنہ بخاری رحمہ كا جرحوا لقراة ہی دیکھا ہوتا۔ کہ خود بخاری علیہ الرحمۃ
 اس كے صفحہ ۱۔ اور صفحہ ۳۔ میں فرماتے ہیں انما اجازة ذلك الركوع من
 اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم الذين اذروا القراءات خلف الامام منهم

ابو حنیفہ کا جواب

ابو حنیفہ کا جواب
 حضرت یہ تو محض ہی غلط ہے
 ورنہ بخاری رحمہ كا جرحوا لقراة ہی دیکھا ہوتا۔ کہ خود بخاری علیہ الرحمۃ

ابن مسعود قرید بن ثابت و ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ اور حجر عسقلانی نے بھی ایسا ہی
 لکھا ہے کہ افریقہ سابق پہر فرمائے کہ اس طرف ایک ابو حنیفہ میں
 یا کہ ان کے ساتھ اصحاب رسول اللہ کے بھی ہیں۔ بالکل امام صاحب کے قول
 کی موافق نص قرآنی ہی موجود ہے۔ یہ کون مرتجہ ہوا۔ واضح ہے۔
 کہ یہ کلام عدم جواز قرات خلف الامام میں ہے۔ اور امام صاحب کا تابعی ہونا
 واقعی ہے۔ فرضی کی کچھ حاجت نہیں۔ کما مرفی صدک الرسل **قوله**
 خود علماء حنفیہ استحسان قرات فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں **اقول**
اولا علماء حنفیہ کا قائل باستحسان ہونا اور نہ ہونا قیاسیہ کی عبارت

سے واضح ہے اور وہ یہ ہے۔ **قوله** علی سبیل الاحتیاط فیما روی عن محمد
 یقتضی هذه العبارة انها ليست ظاهر الرواية عنه كما قال في الزكوة
 خلافا لابن يوسف فيما روی عنه في دين الزكوة۔ وهو الذي يظن
 من قوله في الذخيرة وبعض مشائخنا ذكر وان قول محمد لا يكره
 وعلى قولهما يكره ثم قال في الفصل الرابع الاصح انه يكره والحق ان
 قول محمد رحمه الله كقولهما فان عبارته في كتبه مصرحة بالبقاء
 عن خلافه فانه في كتاب الآثار في باب القراءة خلف الامام بعدما
 اسند الى علقمة بن قيس انه ما قرأ قط فيما يجهر فيه ولا فيما لا يجهر
 قال وبه نأخذ لان في القراءة خلف الامام في شيء من الصلوة يجهر
 فيه او لا يجهر ثم استمر في اسناد انا راخرا ثم قال محمد لا ينبغي ان
 يقرأ خلف الامام في شيء من الصلوة **وفي موطأ** بعد ان روی
 في منع القراءة في الصلوة ما روی قال محمد لا قراءة خلف الامام فيما يجهر
 ولا فيما لا يجهر وبذلك جاءت عامة الاخبار وهو قول ابی حنیفہ۔ ثم

فان قال قائل
 فلو كان
 في قول
 محمد
 لا يكره
 في
 قراءة
 خلف
 الامام
 في
 شيء
 من
 الصلوة
 لكان
 ذلك
 من
 الآثار
 لانه
 في
 كتاب
 الآثار
 في
 باب
 القراءة
 خلف
 الامام
 بعدما
 اسند
 الى
 علقمة
 بن
 قيس
 انه
 ما
 قرأ
 قط
 فيما
 يجهر
 فيه
 ولا
 فيما
 لا
 يجهر
 فيه
 قال
 وبه
 نأخذ
 لان
 في
 القراءة
 خلف
 الامام
 في
 شيء
 من
 الصلوة
 يجهر
 فيه
 او
 لا
 يجهر
 ثم
 استمر
 في
 اسناد
 انا
 راخرا
 ثم
 قال
 محمد
 لا
 ينبغي
 ان
 يقرأ
 خلف
 الامام
 في
 شيء
 من
 الصلوة
وفي موطأ
 بعد
 ان
 روی
 في
 منع
 القراءة
 في
 الصلوة
 ما
 روی
 قال
 محمد
 لا
 قراءة
 خلف
 الامام
 فيما
 يجهر
 ولا
 فيما
 لا
 يجهر
 وبذلك
 جاءت
 عامة
 الاخبار
 وهو
 قول
 ابی
 حنیفہ۔
 ثم

لا یفتی ان الاحتیاط فی عدم القراءة خلف الامام۔ لان الاحتیاط هو

العمل یا قوی الدلیلین۔ و لیس اقواهما القراءة بل المنع انتهى فحذف البعض

یہ عبارت فتح القدر کی مؤلف رسالہ اور مولوی عبدالحی صاحب ہردو

صاحبان پر محبت ہے۔ اور امام محمد کے اقوال مقررہ صریحاً اس بیان کے

خلاف نہیں۔ اگرچہ مولوی صاحب موصوف نے اشارہ بھی اسی طرف فرمایا کہ

”وهو وانكار ضعيفاً روايته“۔ **ثانیاً**۔ مؤلف رسالہ نے مولوی عبدالحی

صاحب کا انصاف حدیث منکان لہ امام فقہاء الامام لہ قراءۃ۔ میں

ملاحظہ فرمایا۔ آوردوا انصاف نمی۔ باری کیوں دیکھتے کہ ان کے مدعی مفروض

کو خلاف تھا۔ حیث قال بعد نقل طرق هذا الحديث هذا خلاصة الكلام

فی طرق هذا الحديث وتلخص منه ان بعض طرقه صحيحة او حسنة ليس

فيه شيء يوجب القبح عند التحقيق وبعضها صحيحة مرسله وان لم تصح

مسنداً۔ والمراسيل مقبولة۔ وبعضها ضعيفة فيجوز رفعها بقوم بعضها

الى بعض۔ وقه ظهر ان قول الحافظ ابن حجر في تحصيل احاديث الراقي ان

طرقه كلها معلولة۔ ليس على ما ينبغي۔ وكذا قول البخاري في رسالة القراءة

خلف الامام انه حديث لم يثبت عند اهل العلم من اهل الحجاز والعراق لاسيما

وانقطاعه۔ اما ارساله فرواه عبد الله بن شداد عن النبي صلى الله عليه

وسلم۔ وكما انقطاعه فرواه الحسن بن صالح عن جابر عن النبي صلى الله عليه

وسلم ولا يدعى اسمع جابر عن ابي الزبير ام لا انتهى لا يخلو عن خدشات واضحة

انشی **قولہ** قائلین بحجرت اور قائلین بانجمن کو آپس میں متعارض سمجھ کر

ساقط کر دیئے۔ (اقول) یہاں متعارض ہی کہاں ہے تاکہ ساقط کر دینے کی

زبوت حاصل ہو۔ کیونکہ متعارض کہتے ہیں تقابل المجتہدین علی السواء لا مسنۃ

لاحدھا علی الآخر لا فی الذات ولا فی صفۃ - فی حکمین متضادین کو کما

هو المصطوب فی کتب الاصول - اور محل تنازعہ میں عدم قرادۃ راجح اور قوی

ولیلایہ - **فی الفتح** لان الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین و لیس

اقواھا القراءۃ بل للسمع انتھی اور نیز استمان کی روایت تحت مروج - امام

محمد کے اقوال مصرحہ کے خلاف ہر کما مرافقا من الفتح - وللرجوح کالعدم

کما سبق فیما سبق من المسلم و شرحہ **قوله** رفع یدین میں چارے کو خبر اور اثر

کا ذکر کیا گیا ہے **اقول** اسکا جواب انشاء اللہ تعالیٰ رفع یدین کے مسئلہ میں

گزارش ہوگا **قوله** جواب حنفیہ کے اقوال اس مسئلہ میں مضطرب ہیں اور

حنفیہ نے قلتین کی حدیث صحیحہ کو صرف مضطرب سمجھ کر باوجودیکہ اوس میں

اضطراب نہ تھا چھوڑ دیا - تو حنفیہ کو اپنے علماء کا اضطراب اس مسئلہ میں دیکھ کر

ان کے اقوال مضطرب چھوڑ دینے تھے **اقول** اس جواب میں صاحب الہ

نے حنفیہ کرام کی نسبت دو امر ارشاد فرمائے ہیں - اول یہ کہ اقوال حنفیہ کے

اس مسئلہ میں مضطرب ہیں - دوم یہ کہ حنفیہ نے کہ باوصف آنکہ حدیث قلتین

فی الواقعہ مضطرب تھی - مضطرب جان کر چھوڑ دیا - سیان ہر دو امر کا جواب

بعد تعریف مضطرب کے گزارش ہوتا ہے **تعریف مضطرب** -

فی الخبۃ و شرحہ و انکنت الخالفة بایبدال الراوی و لا یصح لاحدی

الروایتین علی الآخر فہذا هو المضطرب انتھی بتغییر یسید **و فی**

مناہج الوصول اضطراب انت کہ راوی خلاف غیر خود کردہ باشد -

بایدال بہاوی دیگر - و ترجیح یکے از دو روایت ہر دیگر موجود نہ باشد - و این را وہ

اصطلاح محدثین مضطرب نہ نامند - و اضطراب موجب ضعف حدیث باشد -

بنابر عدم مضطرب روایت کہ در صحت حسن شرط است انتھی - عبارت تنجید اور نہ صحت

سے دو امر ثابت ہوئے اول یہ کہ اضطراب مصطلح اور وقت ہوتا ہے۔ جبکہ

ہر ذرہ روایت مساویۃ الاقدام ہوں۔ ایک دوسری پر راجحہ لوجہ ترجیح نہ دیتا

یہ کہ حدیث مضطرب ضعیف ہے۔ پس اب بابت امر اول کی گزارش ہے۔ جبکہ

ما سبق میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ روایت عدم القراءۃ راجحہ اور اعلیٰ

من حیث الدلیل ہے۔ اور مزہجہ فی حکم العدم ہوتی ہے۔ کما من کفیف

الاضطراب۔ لان الاضطراب شرط المساواة ولا ینحج احدہما علی الاخر

وہذا لیس كذلك فلا اضطراب اور بابت دوم یعنی حدیث قلتین

مضطرب نہیں۔ مگر تحفہ نے خواہ مخواہ اس کو مضطرب کہا۔ عرض ہے

شیخ تقی الدین ابن قتیب العید نے اپنی کتاب امام میں۔ اور طحاوی

نے معانی الآثار میں۔ آورنے میں نے تحفہ کے احادیث ہر ایک

میں۔ اور علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں۔ اس حدیث کے اضطراب کو

نہایت لبط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ اوراق پوری پوری ذکر کے تحت نہیں

الانہم مختصر گذارش ہے۔ حدیث قلتین کو بخاری اور مسلم نے بیان

نہیں فرمایا۔ لوجہ کان عندہما۔ اور ترمذی وغیرہ نے بیان کیا ہے

تو اس حدیث میں دو طرح کا اضطراب ہے۔ لفظاً۔ اور معنی۔ اضطراب لفظی

تو اس لئے کہ بعض طرق میں اذا کان الماء اربعین قلۃ اور بعض میں اذا کان

الماء قلین فصاعداً اور بعض میں اذا کان الماء اربعین عزباً اور بعض میں

اربعین دلوا اور بعض میں قلین او ثلثا وارد ہے۔ اور اضطراب معنی

اصلی کہ قلد کے معنی لغت میں مشک کے ہیں اور مشک کے۔ اور چٹا پھاٹکی۔ اور چھپر

بلند کی مثال الزیلعی نے تخریج احادیث الہدایہ فیہ من الاضطراب لفظاً و

معنی اما اضطرابہ فی اللفظ من جهة الاسناد وال متن - ثم سر الکلام
 لیسما۔ ثم قال واما الاضطراب فمعناه فلاله کذا وکذا۔ اور محدثین
 اور فقہاء نے بھی اس حدیث میں کلام کیا ہے فتح القدیر میں ہے و یمن
 ضعفه الحافظ ابن عبد البر والقاضی اسماعیل بن اسحاق وابوبکر
 العربی المالکیون انتہی یعنی یہ مذکورین فضلا جو مالکی المذنب ہیں۔ انہوں
 ہی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور بدائع میں ہے۔ عن ابن المدینی لا
 یثبت حدیث قلین یعنی ابن مدینی نے کہا کہ حدیث قلین ثابت نہیں۔
 اور سفر السعادت میں ہر باب۔ اذ بلغ الماء قلین لم یحمل خبثا
 قال جماعة لم یصح فیہ حدیث و جماعة قائلون بصحة۔ وقد اوردہ
 اکابر اہل الحدیث فی مصنفاتہم۔ اور زمینی نے کہا ہر حدیث قلین
 ضعیف ضعفہ جماعة المحدثین حتی قال البیہقی من الشافعية انه غیر
 قوی۔ وترک الغزالی والرویان مع شدة اتباعہم للشافعی رحمہ اللہ
 لضعفه انتہی یعنی حدیث قلین کی ضعیف ہے۔ ضعیف کہا اسکو کچا بخت
 نے محدثین سے یہاں تک کہ کہا بیٹھے تھکے کہ وہ قوی نہیں۔ اور ترک کیا
 اسکو امام غزالی اور رویانی نے باوجود شدت اتباع واسطی امام شافعی کے
 واسطی ضعف اس حدیث کے۔ اور تمحید میں ہے ما ذهب الیہ الشافعی
 من حدیث قلین مذهب ضعیف یہ مختصر حال تحقیقات حنفیہ کا اس حدیث میں
 ہے۔ جسے صاحب رسالہ کہتے ہیں۔ کہ حنفیہ نے باوصف صحیح ہوئے اس حدیث
 کو مضطرب جان کر چھوڑ دیا۔ خیر۔ تحقیق تو درکنار۔ مالکیت شافعی نے بھی
 اس حدیث کو ضعیف کہا۔ اور اپنے امام کی مقبول حدیث کو چھوڑ دیا۔ تہہ حنفیہ نے
 کیا برا کیا۔ اور بیجا۔ کہ درپٹی تحقیقات اس حدیث کے ہوئے۔ آلاہم بکلی توجہ

اور عنایت دلی کا ثمرہ ہے۔ جو خفیہ کے نسبت فرمایا گیا۔ سچ ہے۔ کل ست حدیث

دور چشم و دشمنان خارست + راستی کا پائے بند ہونا عمدہ چپے کو راستی جو

رضای خداست + کدورت تعصب سے دل کو پاک اور صاف کرنا ضروریات دین

سے ہے۔ سے بروئے راستے دل با ہدایت کن کہ میاں شد + عصائے انبوسے

بینیل سرمہ اے را + **قوله** قرآن اور احادیث ثابتہ میں کوئی تعارض اور

تخالف نہیں ہے **اقول** وباسد التوفیق۔ اولاً۔ اگر اس کلام سے مؤلف سالہ

کے یہ غرض ہے کہ قرآن اور احادیث میں بحسب الظاہ ہر اور بادی النظر میں بھی

تعارض اور تخالف نہیں۔ فہذا الکلام مردود علی صاحبہ لان فی الکتاب

الکریم آیات تعارض بعضہا ببعضاً فی الظاہ وقد الف فی ذلک قطرب

کتابا بسیطاً ذکر السیوطی فی الاقتان وفي الاحادیث ایضاً کذا کہ کیف

لا وان علماء اصول الفقہ والحديث قد بقوا فی مصنفاتہم لدم هذا

التعارض بابا وبحثوا فیہ بحثاً طویلاً شکر اللہ سعیم فی المسلم و شرحہ

فصل فی التعارض وهو تدافع الحججین وفي المناہج شرحہ **فصل**

وقد یقع التعارض بین الحجج فیما بیننا لجمہلنا بالناسخ والمنسوخ وفي اصول

المامل البعث الخامس فی تعارض الافعال وفي التوضیح باب التعارض

والترجیح وفي انقاز السیوطی النوع الثامن والاربعون فی مشکاۃ

الاختلاف والتناقض ثانیاً خود مؤلف رسالہ بھی جواب ہذا میں دے چکے ہیں

ہیں۔ اگر تعارض اور تخالف نہ تھا تو پہر بھیاں تطبیق کس چیز کی ہو رہی ہے۔

اور اگر بھی غرض ہے کہ اگرچہ بحسب الظاہ ہر اور بادی النظر میں بیہما تعارض

ہوتا ہے۔ الا امان نظر اور تطبیق یعنی وہ مرتفع ہو جاتا ہے۔ تو اس

در دوسری کا کیا فائدہ ہے۔ اسکو تو ہم بھی قائل ہیں کہ تعارض اور تخالف الحقیقت

میں آیات والا حدیث نہیں۔ فی السلم وشرحه لایکون التعارض فی الحجج

الشرعیۃ فی نفس الامر ولا لزم التعارض قطعاً۔ **و فی نور الانوار** ولا

فلا تعارض فی نفس الامر کان احدهما یكون منسوخاً والاخر ناسخاً۔ وکیف

یقع التعارض فی کلامہ تعالیٰ لان ذلك من امارات الحق۔ تعالیٰ اللہ عز ذلک

علو اکبیراً انتہی اور اسی ظاہر تعارض اور تناقض کے لئے فرم کے لئے جو اس

مسئلہ فاتحہ الکتاب میں۔ آیات اور احادیث میں باہمی النظر میں معلوم

ہوتا ہے۔ علماء اصمصار و دیار نے کوششیں بغیر فرمائیں۔ جیسی ائمہ نے جا بجا

بیان کیا ہے فانظر فیما مر **قوله** آیتہ فاقرؤا ما تیسر میں۔ ما۔ کلمہ ضرور عام

مخصوص البعض ہے۔ ابن الہمام **حاشیہ** ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ ولنا قوله

علیہ السلام من کان له امام فقرأه الامام له قرأه فاذا صح وجب ان یخص

عموم الایۃ۔ والحديث علی طریقۃ الخضم مطلقاً فیخرج المقتدی وعلی طریقتین

ایضاً لانها عام خصر عنه البعض وهو المدراک اجماعاً فی تخصیصہما انتہی **اقول**

وبالله التوفیق) اولاً۔ مؤلف رسالہ نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ کلمہ ما کا آیتہ مائیسر میں

ہو عام مخصوص البعض ہے۔ اور شاہد اثبات مدعی کا عبارت ابن ابیہم رحمہ اللہ علیہ

کی بیان کی سونہ کورہ عبارت میں انساب کا نہیں نام نشان ہی نہیں کہ کلمہ ما کا عام خصوص

البعض ہی ہاں البتہ ابن الہمام یہ کہتے ہیں کہ آیت مخصوص البعض لہما عابینا و بین الشافعی ہے۔

سوائے کہیں ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ ما کا ضرور عام مخصوص البعض ہی کہتا ہے مولف ثانیاً۔ یہ

آیت شریفہ مشمول بر دو تعمیم پر تعمیم اول فاقرؤا کی جبکہ مدلول یہ ہے کہ ہر نمازی پر پڑھنا فرض

ہے اور تعمیم دوم مائیسر کی اور اسکا مدلول یہ ہے کہ قرآن کریم سے کسی سورت خاص

مثلاً فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں۔ ابن الہمام کی یہ غرض ہے کہ جبکہ تخصیص عام اول کی اجماعاً

بینا و بین الشافعی ہو چکا ہے۔ ہذا اب تخصیص اس آیت کے حدیث قرأۃ

فانظر فیما مر قوله آیتہ فاقرؤا ما تیسر میں۔ ما۔ کلمہ ضرور عام مخصوص البعض ہے۔ ابن الہمام حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ ولنا قوله علیہ السلام من کان له امام فقرأه الامام له قرأه فاذا صح وجب ان یخص عموم الایۃ۔ والحديث علی طریقۃ الخضم مطلقاً فیخرج المقتدی وعلی طریقتین ایضاً لانها عام خصر عنه البعض وهو المدراک اجماعاً فی تخصیصہما انتہی اقول وبالله التوفیق) اولاً۔ مؤلف رسالہ نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ کلمہ ما کا آیتہ مائیسر میں ہو عام مخصوص البعض ہے۔ اور شاہد اثبات مدعی کا عبارت ابن ابیہم رحمہ اللہ علیہ کی بیان کی سونہ کورہ عبارت میں انساب کا نہیں نام نشان ہی نہیں کہ کلمہ ما کا عام خصوص البعض ہی ہاں البتہ ابن الہمام یہ کہتے ہیں کہ آیت مخصوص البعض لہما عابینا و بین الشافعی ہے۔ سوائے کہیں ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ ما کا ضرور عام مخصوص البعض ہی کہتا ہے مولف ثانیاً۔ یہ آیت شریفہ مشمول بر دو تعمیم پر تعمیم اول فاقرؤا کی جبکہ مدلول یہ ہے کہ ہر نمازی پر پڑھنا فرض ہے اور تعمیم دوم مائیسر کی اور اسکا مدلول یہ ہے کہ قرآن کریم سے کسی سورت خاص مثلاً فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں۔ ابن الہمام کی یہ غرض ہے کہ جبکہ تخصیص عام اول کی اجماعاً بینا و بین الشافعی ہو چکا ہے۔ ہذا اب تخصیص اس آیت کے حدیث قرأۃ

الامام لہ قراءۃ سے جائز و درست ہوئی۔ کیونکہ عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہے۔ پس اس وقت یہ حدیث شریف مخصوص ہونے کے قابل ہوئی۔ اور عام دوسرا سبب عموم پر قطعی ہے اسکی تخصیص خبر واحد سے جو کہ ظنی ہو جائز نہیں۔ لعدم المساواة بینہما۔ ومن لم یقین بین العامين فقد وقع فیما وقع وقال ما قال صاحب

رسالہ نے جبکہ ہر دو عام میں خلط ملط کر دیا۔ تو یہاں فرمایا۔ اور ابن الہمام کو بھی اپنے ساتھ ملایا۔ حالانکہ ابن الہمام کی کلام سے یہ بات مفہوم نہیں ہوتی۔ اور اس بات کو صاحب رسالہ پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ اور وہاں جواب ہی دیا گیا ہے۔ **قوله** اور عام مخصوص کی تخصیص بالاتفاق ممنوع نہیں۔ پس لاصلوۃ کی متواتر حدیث سے تخصیص کیوں ممنوع ہوگی۔ **اقول** وباللہ التوفیق یہاں

عام مخصوص ہی کہاں ہے۔ جبکی تخصیص جائز ہو۔ بلکہ یہ عام اپنے عموم پر باقی ہے۔ کما قبل ذلک۔ اور حدیث لاصلوۃ کی متواتر ہونیکا حال بھی قبل میں گزارش ہو چکا ہے۔ فلا نغیدہ **قوله** اور آپکے یہاں اس لفظ کے مخصوص ہی حکم **اقول** وباللہ التوفیق۔ مامریں اسکا جواب ہی ہو چکا ہے فلا نکررہ۔

قوله اور احادیث میں اس لفظی تعارض نہیں۔ کہ اعرابی کی حدیث میں فاسخ کا صریح حکم موجود ہے دیکھو ابن حبان اور سند امام احمد **اقول** وباللہ التوفیق آولا۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں تو تھا اقرأ ما کنسک

مع ان القرآن ہے وارہی۔ کیا یہاں صحیحین کو چوڑ دیا گیا۔ اور اس محل میں صحیحین کی فوقیت اور فریت باقی کتب احادیث پر ضعیف ہو گئی ہے۔ ثانیاً اگر اسی روایت مسند احمد پر ہی عمل منظور ہے تو اس میں تھا اقرأ بام القرآن۔ ثم اقر بما شئت بھی ہے۔ پھر چاہئے کہ فاتحہ ہر دو فرض میں۔ نہ فاتحہ

تھا فیکف التوفیق **قوله** پس ہم ہی کہتے ہیں ان لزوم الفاتحة کا نظاہر

اقول وبالله التوفیق) ابن الہمام کی تاویل نص قرآنے فاقروا ماتیسر من

القرآن کے معارض نہیں۔ لکنہ فی صدر ثبوت الوجوب وذلك ظاهر

جدا۔ اور مؤلف رسالہ کی تاویل بعارض النص المذكور لکنہ فی صدر

ثبوت الفرضیۃ فافترقا فافترقا وانصف۔ فکیف التطبيق **قوله**

والمقصود ما تیسر بعدھا الظہور لزومھا **اقول** وبالله التوفیق او لا

ابن ہمام کی عبارت میں لزوم بمعنی وجوب مصطلح خفیہ ہے۔ وهو بین لا

سقط فیہ اور مؤلف رسالہ کی عبارت میں لزوم بمعنی فرض ہے۔ معارضۃ

الایۃ المذكورۃ قائمہ علی تاویل المؤلف لا علی تاویل ابن ہمام فکیف

التطبيق **ثانیاً** اعرابی مسی فی الصلوۃ کی حدیث میں فاتحہ کا ذکر ہی کہاں

ہے۔ تاکہ ماتیسر محمول بر بازاد علی الفاتحہ ہو۔ **قوله** اور حدیث قراءۃ الامام

اور اذا قرء فانصتوا دون اول تو شاذ ہیں۔ آنکاش ذوذ ابن ہمام نے مانا ہے

گوشاذ مقبول کہا ہے **اقول** وبالله التوفیق) تنزلاً قبول کیا شاذ مقبول میں

تو پھر غلط ہی کیا ہوا۔ شاذ مقبول تو اصطلاح محدثین میں آج کو کہتے ہیں۔ کہ

راوی ثقہ راوی اوثق کے مخالف زیادہ یا نقصاناً فی المتن او فی السناد

کرے۔ اور زیادہ ثقہ کی مقبول بلایت ہے۔ کما فی الفوائد **قوله** اور وجوہ

مرقۃ الصدر کے صاحب قول ابن ہمام حیث قال وجعل شاذاً قرأ ماتیسر معک

علی غیر حالۃ الاقتداء جمعاً بین الأدلۃ ہم کہتے ہیں ماتیسر معک اور کہ

قراءۃ اور اذا قرء فانصتوا کل فی سوائے الفاعل جمعاً بین الأدلۃ

اقول وبالله التوفیق) تفصیل اس مقام کی یہ ہے۔ کہ ابن ہمام نے حاشیہ مدایہ

میں کہا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعرابی مسی فی الصلوۃ اگر کسی بعد

تسلیم اور امور کے ثم اور ماتیسر معک من القرآن۔ فرمانا محمول بر غیر حالت

اقتدا کی ہے۔ سو اس حمل کے لئے حالت صلوٰۃ اعرابی مئی فی الصلوٰۃ یعنی
 منفرداً نماز پڑھنا کے۔ جیسا کہ مدلول صریح حدیث کا ہے۔ جامعہ جلالہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی المسجد فضلی قریباً منہ الحدیث قرنیہ و
 غیر خافہ ہے۔ اور سوی الفاتحہ پر زبانی کہ کونسا قرنیہ صریح ہی۔ علاوہ
 براں اس روایت صحیحین میں فاتحہ کا کچھ ذکر ہی نہیں۔ پھر سوی الفاتحہ
 کہاں ہو گیا۔ اور روایت احمد وغیرہ میں جو تصریح فاتحہ کی ہے اور میں
 و سورۃ مہما ہی ہی۔ فالامور بہ امران۔ آپس ابن ہمام اور مؤلف رسالہ کے
 حمل میں بوں بعید ہے۔ فاین هذا من ذاک فافہم والصف اور قرۃ الامام
 اور اذا قرأ فانصتوا کا حمل ہے سوی الفاتحہ پر حمل غیر صریح ہے۔ لانہ یا باہ عمی
 المقص وهو اذا قرأ القرآن فاستمعوا للہ وانصتوا۔ **قوله** یاد ہر ابن
 ہمام نے ان حدیثوں کی نسبت کہا ہے الاول صحیح علی شرط الشیخین والثانی
 علی شرط مسلم حالہ بخاری اور مسلم نے اپنی شروط کی کہیں تصریح نہیں کی۔
اقول وباللہ التوفیق یہ قول۔ یعنی علی شرط الشیخین اور علی شرط احمد ہاں
 صرف ابن ہمام کا ہی نہیں۔ بلکہ بخاری محدثین ہی ایسا لکھتے ہیں۔ علامہ
 ابن حجر مہذب۔ اور اسکی شرح میں لکھتے ہیں۔ ومن ثم قدم صحیح البخاری
 علی غیرہ من الکتب المصنفة فی الحدیث ثم صحیح مسلم لما رکتہ للبخاری
 ثم تقدم فی الارحیۃ من حیث الارحیۃ۔ ما وافقہ شرطہما لان الراد بہ
 رواہما مع باقی شروط الصحیحہ ورواہما۔ فان کان الخیر علی شرطہما
 معاً کان دون ما اخرجه مسلم ومثله۔ وان کان علی شرط احدہما فقدم
 شرط البخاری وحده علی شرط مسلم وحده تبعاً لاصل کل منہما انتہی جواز
 البعض اور سید شریف علی جرجانی اصول حدیث کی رسالہ میں لکھتی ہیں۔

واعلی اقام الصغیر ما اتفقا علیہ۔ ثم ما انفرد به البخاری۔ ثم ما انفرد به مسلم

ثم ما كان على شرطهما وان لم يجز جاز ثم على شرط البخاری ثم على شرط مسلم

اور منہج الوصول میں ہے۔ وبالحکمہ صحیح بخاری یاس وجہ مقدم ربمہ کتب

وبعدہ صحیح مسلم۔ وبعده مقدم انت کہ موافق شرط میں ہر دو باشندے

مختصراً۔ اور حجۃ الیاء۔ میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی م

لکھتی ہیں وقد استدلک الحاکم علیہما احادیث علی شرطہما ولعنیدک لہا

انتہی۔ ثم سرد الکلام فیہ۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ دوسری مقام

نخبہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ اما رجحانہ رای البخاری من حیث الاتصال

فلو شرطہ ان یكون الراوی قد ثبت له لقاء مزروء عنه ولو مرة واكتفى

مسلم بطلق المعاصرة انتہی۔ انکے ماوراء اور محدثین اور محققین کے کلام میں یہ

عبارت موجود ہے تو پہر ابن ہام رحمہ اللہ علیہ پر کیا اعتراض واضح ہے

کہ بخاری اور مسلم رحمہما نے اپنے شروط مقررہ کہیں تحریر نہیں فرمائیں۔ قال الثوری

لیس لہما شرط فی کتابہما ولا فی غیرہما انتہی۔ الا فضلاء محدثین باحثین

نے متبع مافیہا کا فرمایا۔ اور استنباط شروط کا کیا۔ لہذا جب قرار داد فضلاء

محدثین کے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ بخاری کی یہ شرط ہے اور مسلم کی بھی شرط کھٹا

مر مر الخبۃ وغیرہ۔ پس علامہ ابن ہام ہی اپنی کتاب میں کسی قرار داد

فضلاء محدثین پر لکھتا ہے۔ هذا علی شرط الشیخین۔ وهذا علی شرط احدهما۔ فلا

اعتراض علیہ اور مؤلف سالہ بفضلہ تعالیٰ قرار داد فضلاء محدثین کے بھی

بست بردار ہیں۔ مگر اسی بات کو دیتے ہیں۔ مرقدا یہ تقسیم مراتب کی ہے

کہ نخبہ نقیب کو غیر میں ہے۔ یہ فضلاء محدثین نے کی ہے۔ یا کسی دوسرے

میں والی نے۔ یہ دوسری تقسیم کے لحاظ سے علامہ ابن ہام نے لکھا تو کیا بنا کیا

س ہر سخن وقتے و ہر کلمہ مکانی دارد **قولہ** مولو لصاحب مخاطب صحیحین کی عظمت کے قائل نہیں **اقول** وبالله التوفیق معاذ اللہ هل هذا الا بختا عظیمہ۔

اولن فاسد و وہم کاسد یکذبہ مامد حناہم رحمہما اللہ فیما سلفنا فی رسالتنا ہذہ فی مواضع عدیدۃ۔ و مقامات شتی فلینظر الناظر فیہا

ایظہر لہ کذبہ البحت اولنہ الغات او وہمہ الکاسد دعویٰ بے

دلیل قبول خود نہیں۔ **قولہ** اور منازعہ اور مخاطبہ **اقول** وبالله التوفیق

ان سب کے جواب مابقی میں مفصل مذکور ہو چکے ہیں۔ بار بار ایک ہی بات کا ذکر کرنا خالی از بے لطفی نہیں۔ اور نیز طوالت کا خوف بھی قلم کو روکتا ہے۔

قولہ حسب تحقیق سابق آہ **اقول** وبالله التوفیق وہ تحقیق تو کلام

بلکہ کالہصن النفوس ہو گئی۔ اسکا تو ذکر ہی کیجئے۔ اور قیاس یہاں بمقابلہ نص کے نہیں تاکہ غیر مقبول ہو۔ بلکہ متفرع از خصوص ہے پہر کیوں مقبول

ہو **قولہ** مدرک نے رکوع آہ **اقول** وبالله التوفیق انشاء اللہ تعالیٰ

اس مسئلہ کو اسکے محل میں جہاں مولف نے بالاصالت بیان فرمایا ہے گزارش کرونگا **قولہ** کیونکہ قراءۃ فاتحہ میں رکعت کے فوت ہونیکا ذکر ہے بخلاف تکبیر

اور قیام کے **اقول** وبالله التوفیق آؤلا اگر امام نے رکوع طویل کیا تو ار

میں فوت رکعت کا کہاں ڈر ہے۔ پہر چاہئے کہ ایسی حالت میں مدرک نے رکوع

کی رکعت محسوب نہو۔ والا لیس کذلک۔ ثانیاً غایت مایز مہمنہ ہو کہ عقیس

اور عقیس علیہما السلام قبیل نہیں ولو سلمنا ذلک تاہم اصل مقصود مفقود نہیں۔

یعنی مقصود سائل کا یہ تھا کہ مدرک نے رکوع کذا کی رکعت محسوب ہوتی ہے

اگر فاتحہ فرض ہوتی تو ایسی ضرورت میں ساقط ہوتی۔ اور نیز رکعت بھی محسوب ہو

سو اسکا عدم محسوب ہونا سبب اس میں ثابت نہیں ہوا **قولہ** بعض فرض

ایظہر لہ کذبہ البحت

بہارِ ضرورت کی قوت ساقط ہو جائے

ضرورت کی وقت ساقط ہو جائے۔ **اقول** وبالله التوفیق۔ اولاً
انکا سقوط الی الخلف ہی اور قراءت کا حال ایسا نہیں۔ یعنی جب قیام عند العجز
ساقط ہوا تو قعود و کھڑا اسکا خلف ہی اور کھڑا اور سجود جب ساقط ہوا تو ایما
اسکا خلف ہی۔ و لیس فرض یسقط عند العجز بلا خلف والقراءة تسقط عن
مدک الركوع بلا خلف فافترقا۔ فدل ذلك على انها ليست بمنفردة
على التقدير رأياً والامسا سقطت كليةً ثانياً سائل کا کلام ایک خاص
ضرورت میں ہے۔ نہ ضرورت مطلقہ عامہ میں۔ نیدل علیہ قولہ اگر قراءت ہی فرض
ہوتی تو وہ ہی بضرورت خوف ادراک فوت نہوتی۔ پس سقوط بعض الفرض عند
العجز اسکو مضر نہیں۔ لازالت کبیر والقیام لا یسقطان عند خوف فوات
الادراک كما یسقط الفاعحة فيه **قوله** سقوط عند الضرورت مستلزم عدم
فرضیت نہیں۔ **اقول** وبالله التوفیق عدم مستلزم ضرورت مطلقہ عامہ
میں تو مسلم ہے۔ الا ضرورت مفروضہ خاص سائل میں غیر مسلم ہے لان القیام لا یسقط
عند خوف فوات الادراک فهذا لا یضرب **قوله** اہل حدیث کے نزدیک
خطبہ کی حالت میں رکعتیں خفیفیں آہ **اقول** وبالله التوفیق اسکا جواب
ما سبق میں مفصلاً مذکور ہو چکا ہے فلا یشکرہ **قوله** جس شخص کی نماز
قضا ہو جاوے او کو تھیں اور صلوٰۃ عند الخطب خفی جائز کہتے ہیں **اقول**
وبالله التوفیق شرح وقایہ مطبوعہ مطبع النوار محمدی کے ص ۱۶۲ میں لکھا ہے
وکن الثقل اذا خرج الامام محطبة الجمعة وبعد الصبح لاسنة وبعد اداء
العصر الى اداء المغرب وصم الغواث في صلوٰۃ الجنان وسجدة التلاوة في هذا
ای بعد الصبح وبعد اداء العصر الى اداء المغرب کہنا (ای الغواث) یکہ فی
الاول وهو ما اذا خرج الى الخطبة انتهى۔ اور اسکو حاشیہ میں مولوی عبدالحی صاحب

لکھنوی کہتے ہیں قولہ یکن الخ وذلك لاختلافه بالاستماع للمأموم به حتى
 نفی عن الامم بالمعروف في الخطبة كما اخرجہ الشیخان وخیرہم اذا قلت
 لصاحبك انصت والامام يحظ بقدر نفوت انتهى اور ترجمہ شروعاتیہ
 میں جبکہ مولوی سیح الزماں صاحب نے کیا ہے لکھا ہے۔ ”جب امام جمعہ
 کے دس خطبہ کی واسطے اٹھے۔ نقل اور قضا اور نماز جنازہ پڑھنا۔ اور سجدہ
 تلاوت کا کرنا مکروہ ہے۔“ انتہی عبارت۔ اس باب میں روایت کراہت کی ہر
 و خلافا خلاف الاصح قولہ پہر کیا حرج ہے کوئی حرج شرعی ثابت کر دیکھو
اقول الحرج الشرعی ثابت ہندلان الشارع بحر المقتدی عن ولایة
 القراءة حيث جعل قراءة الامام قراءة له فلو قرأ يلزم ابطال الحج الشرعی
 ولا نه يلزم اجتماع القرئين حقيقة وحكما ولا نظیر له في الشرع
 والقول بانه نظیر اجتماع الصلوتين في وقت واحد في رجل دخل المسجد
 لا انتظار الصلوة وصلی ما بدله من النوافل فانه قد ورد في الاخبار ان
 المنتظر للصلوة في حكم المصلی ما دام هو منتظر۔ فيكون الانتظار له
 صلوة حكمية ومع ذلك لا يمنع من اداء الصلوة في تلك الحالة بل
 يستحسن له كما قاله الفاضل لکھنوی کے یستکنہ الطبع التلايم لان حاله
 انتظار الصلوة غير حاله اداء الصلوة فكيف يجتمعان۔ بخلاف المقتدی
 فان قراءة الامام قراءة حكمية له۔ فلو قرأ بنفسه۔ ايگان لاجتماع
 القرئين حقيقة وحكما في حالة واحدة وهو محجوب شرعا فافتراقا۔
قولہ جواب مقتدی بدون منازعة آہ **اقول** اس جواب کو پہلو ہی صاحب
 رسالہ لکھ چکے ہیں۔ اور وہاں جواب یہی لکھا ہے **قولہ** امام صاحب کا
 مناظرہ مجرب اور پختا ہے۔ کہ دلیل محکم میں یہ مناظرہ کر لیا ہے۔ الا افسوس

ایضاً
 دیکھو
 کہ
 کیا
 حکم
 ہے

رسالہ اس وقت موجود نہیں۔ اور جب دیکھا تھا اس وقت راقم نہایت ضعیف رہتا تھا۔ حافظہ میں جب قدر ہے اسے لکھتا ہوں پانچ سو عالم امام صاحب کی خدمت میں ترک فاتحہ کے مخالف جمع ہوئے الہ **اقول** اس مناظرہ کی حکایت دلیل قوی میں جو کہ مؤلف فخر المحدثین مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری مرحوم کا ہے اس طرح لکھتی ہے۔ کہ ایک گروہ اہل علم کا واسطے مناظرہ مسئلہ قراۃ خلف امام کو امام اعظم رحمۃ اللہ کے پاس آیا۔ اور کھسا امام صاحب کو کہ منع قراۃ خلف امام کی کیا دلیل ہے۔ چونکہ امام المسلمین پیشواے سالار اہل یقین نہایت درجہ کے ذہین اور سیرم ایسے طور سے جواب دیا۔ کہ وہ خواہ مخواہ تسلیم کریں۔ اور کسی کو جواب گفتگو کی نہ تھی یعنی امام صاحب نے فرمایا۔ چونکہ ایک شخص کو جماعت کثیرہ سے مناظرہ کرنا بہت مشکل ہے۔ پس لائق ہے تم کو کہ مختار کرد اپنے میں سی ایک کو پہراؤ نہونے مختار بنا کر ایک عالم کو پیش کیا۔ امام صاحب نے کہا کہ جیت ہار اسکی کو تم اپنی جیت ہار سمجھو گے۔ کہا ہے کہ ہاں۔ فرمایا امام صاحب نے جب مناظرہ ایک شخص کا کفایت کرتا ہے۔ جماعت کی طرف سے پس قراۃ امام کی کیوں نہیں کفایت کرتی واسطی مقتدیوں کے۔ بہتر کسی کو جواب نہ آیا مغلوب ہو کر چلے گئے۔ انتہی۔ اور اس حکایت کو امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے حدیث قال۔ ان جماعة من اهل المدينة۔ جاؤا

الیی حنیفة لم یناظروہ فی القراۃ خلف الامام وسکتوہ وتشنعوا۔ فقال
لہم لا یمنک مناظرۃ الجمع۔ ففوضوا المنازعۃ الی اعلیٰ کھلا ناظر۔ فاشادوا
الی واحد۔ فقال اعلیٰ کم قالوا نعم۔ قال والمناظرۃ معہ کالمناظرۃ
معکم قالوا نعم قال والالزام علیہ کالالزام علیکم قالوا نعم قال فان

وان ناظرته ولزمته الحجة فقد لزمكم - قالوا نعم - قالوا وكيف

قالوا لا نارضينا به اماماً فكان قوله قولاً لنا - قال ابو حنيفة فغن

لما اختار الامام في الصلوة كانت قرائته قراءة لنا وهو يوب عنا فاقوا

له بالا لزام انتهى - هكذا تھا ماش سُنند خواہی امام اعظم رحمۃ اللہ

کیواسطے باری تعالیٰ نے فہم و ذکا قدرتی اور فرست ذہانت فطرتی ای غنائت

فرمائی تھی - کہ اکثر مضامین آیات و حدیث کے تمثیل کے طور پر واسطہ تعلیم

و تفہیم سائلوں کے بیان فرماتے - پھر کیونکہ مجال چون و چرا کی باقی نہ رہتے -

اسی و فور عقل و ذکا اور دانشمندی امام صاحب کی تعریف امام مالک

فرماتے ہیں - جیسا کہ صاحب میزان شجرانے نے میزان کبک کے

میں ذکر کیا ہے لما سئل (ای المالک) عن ابی حنیفة (یقول) ما تقولون

فی رجل لوناظر نے ان نصف هذه الاسطوانة حجر ونصفها فضة لقام

بحجة انتهى - آوریہ تمثیل فہمائش کئی مقاموں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلم سے یہی ثابت ہر **روای البخاری** بسندہ عن ابن عباس

ان امرأۃ من جہنۃ جاءت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان اہی

نذرت ان یحج فلم یحج حتی مات افا حج عنها قال حجی عنها - اراثیت

لو کان حل امک دین اکنف قاضیۃ اقضوا للہ افا للہ الحق بالوفاء

من ۵۰ یعنی جہنم کی ایک عورت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا - کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں نے نذر مانی تھی - کہ میں حج کر نہ سکی

پھر وہ حج کرنے نہ پائی تھی کہ مر گئی - کیا میں اس کی طرف سے حج کروں - آپ نے

فرمایا کیوں نہیں حج کر - اگر تیری ماں پر لوگوں کا کچھ دین ہوتا - تو تو اس کو

ادانہ کرتی - اللہ کا دیں (حق بالا واد ہے) یہاں حضرت صاحب نے اس عورت کو

امام صاحب کا ذکر اور ذہانت میں اس کا تمثیل کے طور پر فرمانا +

کو تمثیلی طور پر فہمائش فرمائی۔ کیونکہ یہ واقعے الذہن ہے۔ بلکہ تمثیل

فہمائش قرآن کریم میں بکثرت موجود ہے مثل الذین ینفقون اموالہم فی

سبیل اللہ کمثل حبۃ البنت الخالیۃ و مثلہم کمثل الذلۃ استوفوا

ناۃ الاۃ وغیر ذلک یہ تمثیلی فہمائش کمال زکاۃ اور وفور ثنات پر

دل ہے۔ عند العقلاء کچھ عیب کی بات نہیں۔ اور کوئی دشمن نہ

ناپسند نہیں کرتا۔ اور مذکورہ حکایت صرف عقل و قیاس سے بات نہیں جیسا

کہ مؤلف رسالہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ ترجمہ حدیث مزکان لہ امام فان قراءۃ

الامام لہ قراءۃ۔ کا ہے مکملاً یحقی۔ فلا یردہ ما وردہ مؤلف الرسالۃ

بعید ذلک بقولہ جواب اول الخ قولہ جواب اول نقل صحیح اور انی قیاس

مع الفارق کا معارضہ کیا۔ اقول صحت نقل کے لئے امام رازی کی

نقل ہی کفنی ہے اور یہ قیاس نہایت صحیح ترجمہ حدیث شریف مذکور کا ہے

مع الفارق کہنا محض مع الفارق اور جرحہ غیر میں ہے۔ قولہ دوم معلوم

اوسوقت کی ہر پانچویں عالم اس مسئلہ میں امام صاحب کی مخالف ہے اقول

تحقیص پانچویں کہیں ہی ثابت نہیں تفسیر کبیر میں۔ ان جماعت الخ

ہے۔ الا چونکہ مفہوم مشترک ہر دو کا قریب قریب یعنی کثرت ہر محل اخذ نہیں۔ سو

کئی مقاموں میں قلت حاکم بر کثرت ہوتی قال غریب قائل۔ کم من فئۃ قلیلۃ

خلبت فیہ کثیرۃ باذن اللہ الخالیۃ والفرقۃ الناجیۃ واحداً اقل

من ثلثین وسبعین۔ والمؤمنون اقل من الکفرۃ۔ وفي علم الاسناد

القلة تنقضي على الكثرة وغیر ذلک مقام ہذا میں ہی قلت حاکم بر کثرت

ہر کوئی الحق یقول ولا یعلی قولہ سوم یہ طریقاً نہ دلیل اگر صحیح ہے تو کوہ وجود

وغیرہ میں جاری ہو سکتی ہے۔ اسکا ہی انکار کر دو الخ اقول اسکا جریان

یہ جرحہ ہے
جرحہ ہے
جرحہ ہے

رکوع وسجود وغیرہ میں غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ سابق میں
 بیان ہو چکا ہے۔ کہ یہ صرف قیاسی بات نہیں۔ بلکہ معنی حدیث قراۃ الامام
 الحدیث کر ہیں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت اقتدا اور ایٹام کی
 اور اذا قروا فاستوا۔ واذارکم فاکعوا۔ واذابجد فاسجدوا۔ الحدیث میں مفصل
 بیان فرمائی۔ وہاں چپ کر نیکا حکم فرمایا۔ اور رکوع سجود میں رکوع سجود کا ارشاد
 کیا۔ پھر انکو اوپر قیاس کرنا تبدیل حکم شارع کا ہے۔ پس قیاس قراۃ کا رکوع
 وسجود پر محض غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ **قوله** آپ کے علماء تو اس مسئلہ پر
 حیران ہیں اہ **اقول** عدم جواز۔ کراہت اور حرمت اور منع اور نفی کو شامل ہے
 رہا احتیاط اور استحسان سواد کلی اس ہم نام نے تردید کردی ہے۔ کہ امام محمد کیطرت
 اسکی نسبت کرنی جیسا کہ صاحب ہدایہ۔ اور ذخیرہ نے کی ہو درست نہیں
 امام محمد رحمہ کی تصریح اسکے مخالف ہے۔ دیکھو کتاب آثار۔ ورموہ امام محمد کا۔
 کہ خود امام محمد رحمہ اللہ علیہ اس میں تسیر کر رہے ہیں۔ پھر حضرت نا انصافی کہنا
 خود نا انصافی ہے۔ **قوله** اگر ہدایہ میں یہ لکھا ہے۔ لا یقرب المؤمن الى الخمر
اقول یہ جملہ امور صاحب رسالہ پہلے بیان کر چکا ہو۔ حسب عادت کر لایا ہے
 اور وہاں جواب ان امور کے مفصل دیکھ گئی ہیں۔ فلا تکررہ خوفاً للتطویل
قوله فبقراءتک ذینک الشیخین آہ **اقول** واہ حضرت یہ جوش
 یہ خروش۔ آن ہر دو حضرات کی شیوخیت تو بھول درجہ تلقی الاماست بالقبول
 کی مقبول ہے۔ آپ کے اخلاق عام اور تہذیب لاکلام کی خلاف ہو۔ البتہ اگر شیخان
 ایک ایسا گبھراور جوش خروش کرتے تو مضائقہ نہ تھا۔ اشارہ اہل سنت تو
 سب جملہ صحابہ کرام کے حضرت خلیفہ اول۔ اور ثانی رضی اللہ عنہما کو بھی شیخین
 کہتے ہیں۔ اور کردہ مجتہدین میں سے امام لائمرہ سراج الائمۃ ابوحنیفہ

اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو بھی شیخین کہتے ہیں۔ اور یہ قرار دادم
اصطلاحی ہے ولا مباختہ فیہ۔ پہر ایسی جوش خروش کی وجہ سے اعتقاد کے او
کوئی چیز نہیں۔ واللہ یعصمنا **قوله** مسئلہ مذکور فی الركوع کی بحث **اقول**
مستعیناً باللہ۔ ونجمل فی هذه المسئلة ثلثة مسائلک المسائل الاول
اسمیں اثبات اس امر کا مطلوب ہی۔ کہ اطلاق رکعت کا رکوع پر کلام شارع
میں پایا جاتا ہے یا نہ۔ تو کلام شارع میں یہ اطلاق بلاریب موجود ہے **روى**
البخاری بسندہ عن ابی ہریرۃ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا قام الی الصلوۃ یکبس حین یقوم ثم یرکب حین یرکع ثم
یقول سمع اللہ لمن حمد حین یرفع صلیہ من الركعة الحديث ص ۱۰۹
اس حدیث میں رکعت بمعنی رکوع بلاریب ہے۔ **وعن** رفاعۃ بن رافع
قال کنا فصلی وراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رفع رأسہ من الركعة
قال سمع اللہ لمن حمد رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۱۲۱ اس حدیث میں بھی رکعت
بمعنی رکوع بلاشبہ ہے۔ **وعن** نافع ان عبد اللہ بن عمر کان یقول اذا
فانک الركعة فقد فانک السجدة رواہ مالک۔ مصنفی ص ۱۳۸ **وروی**
مالک ایضاً ان عبد اللہ بن عمر بن زید بن ثابت کان یقول ان من ادراک الركعة
فقد ادراک السجدة۔ مصنفی ص ۱۳۹ **وروی** مالک ان ابا ہریرۃ کان
یقول من ادراک الركعة فقد ادراک السجدة۔ مصنفی ص ۱۳۹ **وروی**
مالک عن ابن شہاب انه کان یقول اذا ادراک الرجل رکعة فکیث تکبیر
واحدة اخرت عنہ ثلاث التکبیرۃ ایمناً **وروی** النسائی فی حدیث طویل
عن ابی سلمۃ ان ابا ہریرۃ کان اذا قام الی الصلوۃ الکثرت کبر ثم یرکب
حین یرکع فاذا رفع رأسہ من الركعة قال سمع اللہ لمن حمد الحديث ص ۱۶۸۔

مسائل
الاول
ثلاث
مسائل

وروی النسائی ایضاً عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان

اذا اراد السجدة بعد الركعة يقول اللهم ربنا لك الحمد الحديث ص ۱۰۱۔
ان روایات مذکورہ میں اطلاق رکعت کا رکوع پر صراحۃً پایا جاتا ہے اور وہی
سوا اور احادیث اور آثار بہت ہیں۔ جنہیں یہ اطلاق بلا ریب پایا جاتا ہے
نکالا جھٹھے۔ الا خوف طولی رکتا ہے۔ پس یہ ثابت ہوا۔ کہ اطلاق رکعت
کا رکوع پر صحیح اور درست ہے ولا تغنی بهذا المسالك لا هذا **المسالك**

الثانی اس مسلک میں بیان کرنا اون روایات اور اقوال کا مطلوب ہے جو
یہ ثابت ہو کہ درک فی الركوع تارک قراۃ کی رکعت محبوب ہے۔ تو یہاں
بہت احادیث صحیحہ یا کالصریحہ ثابت ہیں **حدیث اول** روای النسائی
بسندہ عز زیاج الا علم قال حدثنا الحسن ابابکرۃ حدثنا انه دخل المسجد
والنبي صلی اللہ علیہ وسلم راکع فرکم دون الصف فقال النبي صلی اللہ علیہ
وسلم زادك الله حرصاً ولا تعد ص ۱۳۰ **وفی زوایة** ابی داود ان ابابکرۃ

جاء ورسول الله صلی اللہ علیہ وسلم راکع فرکم دون الصف ثم مشی الی الصف
فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰتہ قال ایکم الذی رکع دون الصف
ثم مشی الی الصف فقال ابوبکرۃ انا فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم زادك الله
حرصاً ولا تعد **وفی زوایة** له۔ ان ابابکرۃ حدثنا انه دخل المسجد

وبني الله صلی اللہ علیہ وسلم راکع قال فرکت دون الصف فقال النبي صلی اللہ
علیہ وسلم زادك الله حرصاً ولا تعد ص ۱۳۰ **وفی زوایة** الطحاوی عن

الحسن عن ابی بکرۃ قال جئت ورسول الله صلی اللہ علیہ وسلم راکع وقد خضر
النفس فرکت دون الصف ثم مشیت الی الصف فلما قضی رسول الله صلی اللہ علیہ
وسلم الصلوٰۃ قال ایکم الذی رکع دون الصف قال ابوبکرۃ انا قال زادك الله

حرمًا ولا تقعد من ۳ **وفی روایت البخاری عن ابی بکر** انه انتهى الى النبي

صلى الله عليه وسلم وهو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فذكر ذلك

للنبي صلى الله عليه وسلم فقال نذاك الله حرمًا ولا تقعد من ۴ **صلى الله عليه وسلم**

اس حدیث کا یہ ہے۔ ابی بکر (رحمہ اللہ) صواب میں رہے کہتے ہیں کہ

میں جلد جلد نماز کے لئے آیا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت

رکوع میں تھے۔ تینے صف سے وری ہی رکوع کیا۔ پھر حالت رکوع ہی

چلکر صفت میں لگیا۔ حضرت صاحب نے ان معنی پر طعن ہو کر فرمایا۔ کہ اللہ

تیری حرم زیادہ کرے پھر ایسا نہ کر۔ **عینی شارح بخاری** کہتا ہے **قوله ولا**

تقعد ای الى ان ترکع دون الصف وقيل لا تقعد ان تسعی الى الصف سعيًا

يخضع في النفس وقيل لا تقعد الى الابطاء انتهى اور قسطلانے شافعی

کہتے ہیں **ولا تقعد الى الركوع** دون الصف منفردًا فانه مكره وكذا الحديث

ابی ہریرہ مرفوعًا اذا اتى احدكم الصلوة فلا يركع دون الصف حتى

ياخذ مكانه من الصف۔ **والنبي محمول على التنزيه** ولو كان للتقديم

لامر ابابكر بالاعادة وامانها عن العود ارشاد الى الفضل۔ **وتذهب**

الى التقديم احمد وابن حنبل۔ **وابن حنبل** من الشافعية الحديث وابن حنبل

عند اصحاب السنن وصححه احمد وابن حنبل ان رسول الله صلى الله

عليه وسلم رأى رجلاً يصل خلف الصف وحده فامر ان يعيد الصلوة

مراد ابن حنبل في رواية له لا صلوة لمنفرد خلف الصف۔ **فاجاب**

الجمهور بان المراد لا صلوة كاملة لان منسنة الصلوة مع الاما اتصالاً

المتفق وسد الفرج۔ **وقد** روى البيهقي من طريق مغيرة عن ابراهيم

فيمرر خلف الصف وحده فقال صلوة تامة **والمراد لا تقعد الى ان تسعی**

الی الصلوة سعياً بحيث يضيق عليك النفس لحديث الطبرانی۔ ان تدخل

المسجد وقد اقيمت الصلوة فانطلق بسعي۔ وکلطاحه وقد خضر النفس

او المراد لا تقدمتشي وانت راكع الى الصف لرواية حماد عند الطبرانی فلما

انصرف عليه الصلوة والسلام قال ايكم دخل الصف وهو راكع

لا بی داود ايكم الذی رکع دون الصف ثم مشى الى الصف فقال البكرة

أنا۔ وهذا وان لم يفسد الصلوة لكونه خطوة او خطوتين لکنه مثل

بنفیه فی مشیه راكعاً لانها كمشیت الیهایم انتهى ص ۵۵ **جلد دوم**

مذکورہ روایات سے یہ امر ثابت ہوا۔ کہ حضرت علیؓ علیہ السلام نے

ابی بکرہ کو بعد حصول علم بامفعلاً کے لاتعد یعنی آئندہ ایسات کر فرمایا۔ آعادہ

نماز کے لئے نہیں فرمایا۔ بلکہ سکوت فرمائی۔ و اس سکوت فی محل الضرورة۔

بیان حدیث دوم مروی ابو داود بسندہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول

الله صلی الله علیه وسلم اذا جثتم الى الصلوة وحن سجود فاسجد واودع

شیئاً۔ وقراردک الركعة فقد ادرك الصلوة من ۱۳ یعنی ابھی سریرہ نے

کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب تم لوگ نماز کے لئے اور ہم سجدہ

میں ہوں۔ تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور اس سجدہ میں نہ ناؤ۔ اور جس شخص نے

رکوع کو پایا۔ بیشک اس نے رکعت کو پایا۔ **حدیث سیوم مالک** ۱۴

بلغه ان عبد الله عمر وزید بن ثابت کانا یقولان من ادرك الركعة فقد

ادرك السجدة **مصنفی** ص ۱۳۰ ترجمہ۔ جس شخص نے رکوع پایا۔ بیشک اس

نے سجدہ کو پایا۔ یعنی رکوع پانے سے رکعت پوری پائی۔ **حدیث چہارم**

مالک بلغه ان ایاہریرۃ کان یقول من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة

ومن فاتته قراءة ام القرآن فقد فاتته خیر کثیر **مصنفی** ص ۱۳۰ **حدیث پنجم**

مالك ومحمد عن نافع ان عبد الله بن عمر كان يقول اذا فائتلك الركعة فقد
فائتاك التجدة **مصنف** **حديث ششم** اخذ الطحاوي في
شرح الاثار بسند عن زيد بن وهب قال دخلت المسجد انا وابن مسعود
فادر كذا الامام وهو راكع فركعنا ثم مشينا حتى استوتينا بالصفت فلما
قضى الامام الصلوة قمت لا قضي فقال عبد الله قد ادركت الصلوة **ص ٢٣١**
حديث سفتم الطحاوي ايضا بسند عن طارق قال كنا مع ابن مسعود
جلوسا فجاء اذنه فقال قد قامت الصلوة فقام وقمنا فدخل المسجد فرأى
الناس ركوعا في مقدم المسجد فكبرك فرقع ومشى فقلنا مثل ما فعل **ص ٢٣٢**
حديث ستم الطحاوي ايضا - بسند عن ابى امامة بن سهل قال رأيت
زيد بن ثابت دخل المسجد والناس ركوع فمشى حتى اذا امكن ان يصل الى
الصفت وهو راكع كبر فرقع ثم دب وهو راكع حتى دخل الصفت **ص ٢٣٣** **حديث**
فهم الطحاوي ايضا **حديث ثلثا** يونس قال حدثنا ابن وهب قال حدثني
مالك وابن ابى ذائب عن ابن شهاب فذكر اسنادا مثله **ص ٢٣٤** **حديث**
فهم الطحاوي ايضا - عن خارجة بن زيد بن ثابت ان زيدا بن ثابت كان
يركع على عتبة المسجد ووجهه الى القبلة ثم يمشى معترضا على شقها من
ثم يعتديها ان وصل الى الصفت ولم يصل **ص ٢٣٥** **حديث يازدهم**
اخرجه ابن خزيمة عن ابى هريرة مرفوعا مزادرك الركعة من الصلوة
فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه **حديث دوازدهم** عن
عمر بن الخطاب انه قال اذا ادركت الامام راكعا فركعت قبل ان يرفع راسه
فقد ادركت الركعة وان رفع قبل ان تركع فقد فائتلك تلك الركعة
ذكره الحلبى في شرح المنية **ص ٢٣٥** وقال هذا نص في المسئلة **حديث**

سیر وہم۔ اخوہ ابن عبداللہ عن علی وابن مسعود وزید بن ثابت

و ابن عمر یاسید الیہم فی التہید شرح الموطا **وقل** فی شرحہ

الاستذکار قال جمہور الفقہاء من ادرك الامام ماکعاً فکب و رکع مکن

یدیہ من رکبتيہ قبل ان یرفع الامام مراسہ فقد ادرك الركعة ومن لم

يدرك ذلك فاتته الركعة ومن فاتته الركعة فقد فاتته السجدة -

ای لا یعتد بها هذا مذهب مالک والشافعی والحنیفة واصحابہم

والثوری والاوزاعی وآبی ثور واحمد واسحاق **وروی**

ذلك عن علی وابن مسعود وزید وابن عمر وقد ذکرنا الاسانید عنهم

فی التہید انقی۔ ان مذکورہ احادیث اور انار سے جو کہ صریح یا کالصریح ہیں

اور عبارت ابن عبدالبر سے ظاہر ہے۔ کہ جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ مدک

فی الركوع کی رکعت محسوب ہوتی ہے۔ اور یہی مذہب امام شافعی۔ اور مالک اور

ابو حنیفہ واصحابہم۔ ثوری۔ اوزاعی۔ ابے ثور۔ احمد۔ اور اسحاق کے ہے۔ اور

یہی مروی ہے حضرت علی۔ ابن مسعود۔ زید۔ اور ابن عمر سے قال البیہقی وفی

ذلك دليل على ادراك الركعة ولو لا ذلك لما نكفوا۔ انقی۔ المسالك

الثالثۃ فی الاجوبۃ یعنی یہ مسلک صاحب الہ کی استدلال کے

جواب میں ہے **قولہ** پہلی دلیل بخاری اور مسلم کی متفق حدیث میں سے

فی الصلوۃ کا اصلی قصہ آچکا ہے **اقول** صاحب رسالہ نے حدیث سے

فی الصلوۃ سے استدلال پڑا ہے۔ کہ مدک فی الركوع کے بغیر فاتحہ کے رکعت محسوب

نہیں ہوتے تو یہ حدیث بچند وجوہ اثبات مدعی صاحب رسالہ رحمت نہیں

اور واسطے تردید مذہب جمہور فقہاء کے کافی دلیل نہیں۔ **اولاً** صحیحین کے

روایت میں تو بفضلہ تعالیٰ فاتحہ الکتاب کا کچھ مذکر ہی نہیں۔ فضلاً عن ان

۱۔ کہ لا ینزع الید عن رکوع ۶۔ بلکہ اون میں ارشاد ثم اقرء ما تیسرے معک
 من القرآن کا ہے۔ تاہم سرفاتحہ کا بخصوص یہاں کو نہیں کہتے۔ بلکہ عام ہے اس سے
 کہ فاتحہ ہو یا سوار فاتحہ کے۔ تدل علیہ کلمۃ ما العامة۔ قما قیل ان ما تیسرے
 هو الفاتحة فهو دعوی بلا دلیل۔ بیطلان ظاہر الحدیث بل القرآن ایضاً
 لان کلمۃ ما عامۃ شاملۃ لجميع ما تیسرے للخاصۃ خاصۃ۔ ورفیمار تفصیلاً
 اود ابن جبان وغیرہ کی روایت میں ثم اقرء بام القرآن ثم اقرء ما تیسرے کر لئے
 حکم فسرہ پایا۔ تحسبیل اس روایت کو مامور بہ فاتحہ مع شے زائد کی ہے۔ نہ
 صرف فاتحہ۔ پس مد رکعتی اکر کوع جتنا کہ ہر دو نہ پڑھے اس کی رکعت معتبرہا
 نہ ہونی چاہیے۔ ولم یقل بہ احد۔ کیونکہ مجھو فقہاء کے نزدیک تو فاتحہ الکتاب
 ہی ایسی ضرورت کی وقت ساقط ہو جاتی ہے۔ اور جو بعض کہ ان کے مخالف ہیں وہ
 ہی سورہ کی کنیت کے قائل نہیں۔ صرف فاتحہ کو قائل ہیں فہذا الحدیث لم
 یکن حجة علی ادعاء۔ **ثانیاً** اس حدیث میں فی الصلوۃ میں بعض ادعاء ہے
 ہیں کہ اول کما بدلول کنیت بالاجماع نہیں کالثناء والتسمیع وتبکیرات الانتقال
 وغیرہ وغیرہ۔ فلتکن الفاتحة من هذا القبیل۔ فہذا الحدیث لا ینہض
 حجة علی ما ادعاء۔ **ثالثاً** یہ حدیث چونکہ من قبیل اجباراً حاد کی ہے۔ مثبت
 کنیت فاتحہ کے نہیں۔ تاکہ مد رکعتی اکر کوع کے لئے ضرورت فاتحہ الکتاب کی ہو۔
رابعاً وہ اعرابی میں نے الصلوۃ تو اکیلا ہی نماز پڑھ رہا تھا۔ کمالا بخفی۔ پھر سکو
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹا۔ اور فرمایا ثم اقرء بام القرآن۔ ثم اقرء ما تیسرے
 الحدیث۔ فلم یجوز ان یتکون هذا الحکم المنفرد۔ اور مقتدی محکوم و اذا
 قرء القرآن فاستمعوا له الایۃ۔ و اذا قرء فانتصوا و قرءوا الامام لہ قرأ۔
 کا ہو۔ پس یہ حدیث مقتدی کر لئی واسطہ کنیت فاتحہ الکتاب کے حجت نہ ہوئی۔ +

فضلاً عن ان تكون للمداک حجة **حاشا** الامر قد يكون نقصاً في

الركنية - وقد يكون المأمور به واجباً او مندوباً وهو غير خفى و

الاصل في الاصول - فليكن امر الفاعلة للمأمور من الثاني لا الاول - فلا

يكون حديث السئ في الصلوة حجة - لركنية الفاعلة حتى تكون ركناً

للمداک في الركوع **سادساً** احمدیث سئ في الصلوة کے اخیر میں وارد

کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا - واذا فعلت ذلك فقد تمت صلواتك

وان انتقصت منه شيئاً فقد انتقصت من صلواتك - یعنی حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے نقصان بعض سر نقصان نماز کا فرمایا - نہ بطلان نماز کا - وقد ان الركن

يستلزم فقدان الشيء وبطلانه - لا نقصانه - كترك الركوع والسجود و

غيرهما من اركان الصلوة وهو غير خافية - فحاشا ان يكون ترك الفاعلة

موجباً نقصان الصلوة لا بطلانها - فلم يكن هذا الحديث حجة لاثبات الركنية

الفاعلة راساً فكيف يكون حجة للمداک في الركوع **سابعاً** تعلیم حضرت

کی واسطے سئ في الصلوة کے بیان حالت اختیار یہ کا ہے - نہ اضطراریہ کا - وہو

ظاہر الشرة فیہ - واحكام الاولى تخالف الثانية - ولا خلاف في ذلك ايضا

لان القيام والركوع والتجويد مع كونها ركناً للصلوة يسقط عن المصل

عند الاضطرار - لا عند الاختيار - وسقوط الفاعلة ههنا عن الاضطرار -

فلا يتناول حديث السئ في الصلوة - فهذا الحديث لا يبرهن حجة للمداک في

الركوع - پس ان وجوہات مذکورہ اصد سے ظاہر ہے - کہ یہ حدیث مدعی مولفینا

کے لئے حجت نہیں - آمد واسطے تردید مذہب مجتہد فقہاء کے کافی دلیل نہیں قوله

پس ثابت ہوا کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہر اقول شوہا فی حسین

التقوط - کیونکہ اسکا ثبوت اس ضروری ہونا - اسوقت تھا جبکہ یہ امر ثابت ہوا کہ

کے ثبوت ہوا کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے - کاجواب

جملہ اہل اس حدیث شریف کی از قبیل ضروریات اور فرایض اور ارکان ہی کہیں

وإني ذلك - فإين المذنبون - وقضيله من فياما **قوله** پندرہ برس کا عرصہ

گزارا ہے کہ میں نے آہ **اقول** حضرت اگر بڑا نہ مائیے تو یہ فتویٰ آپ کا قطع نظر

ازانکہ خلاف جمہور فقہا ہی خصوصاً ائمہ اربعہ یعنی - امام ابو حنیفہ - آدرا امام شافعی -

آدرا امام مالک - آدرا امام احمد بن حنبل - آدرا حضرت علی اور ابن مسعود - آدرا زید بن ثابت

اور عبد اللہ بن عمر - رضی اللہ عنہم کے ہے - آدرا اصل کے دلیل اور بار بار مان ہر

کیونکہ مدار اس فتویٰ کا اولہ ہیں - آدرا جو اولہ کہ اپنے بیان فرمائے ہیں اوہ بن عن

بیت النکبوت ہیں - تردید مذہب **بجھو** اور نیا مذہب پیدا کرنے کے لئے

کافی دلیل اور دوانے بران قائم کرنا ضرور ہے - تاں البتہ اگر کوئی اور دلیل

جو موجب اطمینان اور تسلی بخش ہوئے تردید مذہب جمہور فقہاء کے پیدا ہو - تو

مضاائق نہیں - کہ آپ اس فتویٰ سے رجوع فرمائیں - آدرا اپنی فہم کو عروۃ الوثقی

تصو فرمائیں - اللہم انا الحق - والباطل باطلا **قوله** دوسری دلیل آ

ما قال عز وجل الساب رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم

والنبي صلى الله عليه وسلم ينظر اليه - الحديث **اقول** اولاً - اس حدیث شریف

کو دوسری دلیل قرار دینا - بجز تعداد اول بڑا نیکی اور کوئی فائدہ منتہ بہا نظر آتا

معلوم نہیں ہوتا - کیونکہ یہ حدیث وہی مسی نے الصلوۃ کی ہے - جسکو صاحب

نے پہلی دلیل قرار دیا ہے - البتہ یہ فرق تو ضرور ہے کہ وہ حدیث صحیحین وغیرہ

میں ہے - آدرا یہ جزو القراءۃ بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں - ورنہ ثم ارم ثم اسجد

تو صحیحین وغیرہ کی روایت میں جسکو صاحب سالہ نے پہلے دلیل قرار دیا ہے موجود

ہے - لکن یہ نتیجہ ان احادیث میں صاف حکم ہو کہ رکوع کو بعد قرات کے کر دے ان

روایتوں کا رد نہیں ہے - یا درنہ یہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا - درست ہے -

مذہب صاحب فتویٰ کا جواب

دوسری دلیل کا جواب

یہ نتیجہ اونسے بھی نکلتا ہے الاقدا اولہ کی نہیں ہوتی۔ اور مقصود از بحث یہی تو ہے غیر۔ یہ قیل وقال نازیبا اور غیر موضوع ہے۔ اسلئے کہ ہر ایک مولف اثبات مدعا کے لئے کثرت اولہ کا طالب ہوتا ہے۔ شائد ہماری اس کتاب میں بھی ایسی بات کہیں نہ کہیں موجود ہو۔ تہہ ہم اور صاحب رسالہ اسی اخذ میں ماخوذ ہوں۔ پس اصل مقصود کو بیاں کرنا چاہیے۔ فقول۔ **ثانیاً** چونکہ یہ حدیث وہی حدیث مئی فی الصلوٰۃ کی ہے۔ وہی جملہ وجوہات جو ماقبل میں بیان ہو چکی ہیں۔ اسکا جواب یہی سمجھنا چاہیے۔ ولانکہ تہہ اخطا لا یناب۔ وتقرب العہد **ثالثاً** یہ حدیث بخاری علیہ الرحمۃ کی جزو لقراءۃ کے ص ۲۵ میں ہے اور اسکا اخیر میں ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس عربی کو فرمایا فما انتقصت من هذا فقد نقصت من صلوٰۃ تک اور اس جملہ حدیث کو صاحب السالہ نے بیان نہیں فرمایا۔ اخص غندہ۔ پس وجہ سادس میں الوجوہ المذكورہ اس حدیث پر علاوہ روایت صحیحین کے ہوگی۔ کہ صحیحین کی روایت میں یہ جملہ حدیث کا نہیں ہے۔ **قولہ** ان احادیث میں صاف حکم ہے کہ رکوع کو قرات کے بعد **اقول** یہ حکم بیان حالت اختیار کا ہے۔ وللاخطار احکام یضاد الاختیار کما مر قبل ذلک **قولہ** دلیل تیسری امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف طرق سے ابو قتادہ اور انس اور ابو ہریرہ سے مرفوع روایت کیا۔ اذا اقم الصلوٰۃ فادعکم فصلوا وما فاتکم فامضوا۔ اس حدیث کے لحاظ سے جس شخص سے قرات یا قیام فوت ہو گیا ہو۔ تو حسب الحکم شارع علیہ السلام کے اوسکو پورا کرنا ضرور ہوا۔ اس کے شواہد آ **اقول**۔ اما فاتکم میں کلمہ ما کا عام اپنی اصل وضع پر شامل جمیع مانے الصلوٰۃ کے ہے۔ یا مخصوص البعض۔ اگر عام ہی تو چاہیے کہ جو شخص مدرک الارکان ہم الفاتحہ۔ اور فائت

ادعیہ تشریح و التوجیہ غیر ہما۔ اور فایت السورة ہو۔ او کو قضا مافات کی ضرورت ہو۔ وہو باطل۔ اور اگر مخصوص البعض ہے۔ تو بطور آپ اس عام کی تخصیص بالارکان والشروط اور اولہ ولأول سحر کرتے ہیں۔ لہذا ان مخصوص ہی سوی الغائبة بکامل اخر **قولہ** چوتھی دلیل الی ان قال عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرك من الصلوة ركعة فقد ادرك الا ان يقضى مافاتہ **اقول** اولاً اسکا جواب یہی وہی جواب ہے جو کہ تیسری دلیل میں گزرا ہے لان کلمۃ ما فی قولہ ان يقضى مافاتہ ان كانت عامة علی اصل

وضمہا۔ فكذا۔ وان كانت مخصوصة فكذا۔ فہذا الحدیث ایضاً لاینبض جہۃ علی ما ادعاه **ثانیاً** یہ حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی معارض ہے او کو جسکو اس تخریم نے ابو ہریرۃ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ وھذا لفظہ

من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادركها قبل ان يقسم الامام صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز معارض ہے اوس ایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے جسکو امام مالک نے بلا قاروایت کیا ہے۔ ولفظ ہذا۔ ان ابا ہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول من

ادرك الركعة فقد ادرك التجددة الحدیث **ثالثاً** جملہ الا ان يقضى

مافاتہ۔ کا اس حدیث میں غریب لایتابع علیہا۔ اقیبہا ایوب بن بادل قال ابوالفتح اروی حدیث باحدیث لایتابع علیہا۔ **ذکرہ فی میزان**

الاعتدال۔ قولہ پانچویں دلیل ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنے کی

رضنیت ہرنجاری کی روایت میں قتادہ کی حدیث میں آیا ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقویٰ فی کل رکعة بفاتحة الكتاب الی ان قال بخاری کی

روایت میں ثابت ہوا اصلو اکما را یتقویٰ اصلی۔ اندو حدیثوں کے لازمی معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں قرآن فاتحہ فرض ہے **اقول** نقل اولاً فی جریث الدلیل

چوتھی دلیل کا جواب

پانچویں دلیل کا جواب

ثم في البغية حديث اول في كراش ہے اور كاں یقرو فی فرضیت
 كس كلمه كامدول و تقضائے اگر كاں یفعلہ كذا كامدول فرضیت ہے۔ تو ان
 مفصلہ ذیل احادیث میں بھی كاں یفعلہ كذا موجود ہے۔ پس بتقضائے
 اس دلیل کے یہ جملہ امور فرض ہونی چاہیے۔ واولیں فلیں تفصیل
 كاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الى الصلوة يرفع يديه الحديث ترمذی

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا دخل الخلاء قال اللهم اعوذ بك للحديث
 ترمذی كاں النبي صلى الله عليه وسلم اذا خرج من الخلاء قال غفرانك ترمذی

كان اذا توضأ خلل اصابعه ولحيته۔ سعيد كاں اذا جاءه امر
 يسر خرسا جذا۔ شكرا لله ابی داؤد و ابن ماجه كاں اذا ختم يقرأ

من قول القرآن خمس آيات حكيم ترمذی فی النوار كاں اذا خرج يوم
 العيد من طريق رجع من غيره ترمذی حاكم كاں
 اذا قوضا مسح وجهه بطرفه ثوبه

ترمذی كاں اذا دخل بيته يمد يده بالسواك مسلم كاں اذا اراد ان يطهر
 قال اللهم صيبا نافعا بخاري على هذا القياس كئی سوحديث ہون

میں اسی قبیل کے عبارت میں كاں یفعلہ كذا كاں یفعلہ كذا۔ پائی جاتی ہے
 حال آنکہ یہ امور اجماعاً فرض نہیں۔ پس معلوم ہوا۔ كاں یقرو كاں یفعلہ
 نہیں ثانیاً كلمہ كاں كاں استمرار و توطئت اور تعدد و تکرار پر قائل اور نقل و الہیز

عقلاً تو اس لئے کہ كاں كاں اخذ و تشریح منہ کون ہی۔ اور وہ مراد ثبوت کا ہے
 تو ہاں مفاد ثبوت مطلق ہے نہ دوام و استمرار۔ اس لئے کہ مبدا و ماخذ افعال و انکاء
 جنس مطلق ہوتی ہے۔ اوکلی تحقیق کے لئے کسی حصہ و فرد کا کافی ہے کہ ماہی و دھن

فی موضع۔ اگر عمر و بکر وغیرہ نے مثلاً زید کو کسی وقت قائم دیکھا کہا كاں زید قائم

توقد حکایت کنندگان کا تعدد محلی عنہ پر مگر ذال نہیں والسترقی ذلک ان
الحکائیة ثابتة للحکی عنہ ولا عکس۔ ومن ههنا قالوا ان حکائیة الفعل
لا تم۔ ولا اصل فی الاصول۔ اور نقل اس کے کہ نووی شرح صحیح مسلم میں
حضرت عائشہ صدیقہ کے قول کا بیصلے رکعتین وهو جائز کی شرح لکھا ہے
وبہ عبارت۔ قلت الصواب ان هاتین الرکتین فعلہما صلی اللہ علیہ وسلم
بعد الوتر جالساً البیان جواز الصلوة بعد الوتر و بیان جواز النفل جالساً
ولہ یواظب علی ذلک بل فعلہ مرة او مرتین او مرات قليلة۔ ولا یفتقر
بقولہا کان یصلی۔ فان الختم الذی علیہ اکثر من والمحققون من
الاصولیین ان لفظہ کان لا یلزم منها الدوام ولا التکرار وانما فی فعل
ما فی یدک علیہ قوعہ مرة۔ فان دلیل علی التکرار عمل بہ والا فلا۔
تقتضیہ بوضعہا وقد قالت عائشہ رضی اللہ عنہ کنت اطیب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لمحله قبل ان یطوف۔ ومعلوم انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم
یحج بعد ان صحبته عائشہ الائمة واحدة وهي حجة الوداع۔ فاستعملت
کان فی مرة واحدة۔ ولا یقال لعلہا طیبة فی احرامہ بمرقہ لان المعص
لا یحیلہ الطیب قبل الطواف بل الاجماع فثبت اسہا استعملت کان فی مرة واحدة
كما قالہ الاصولیون انتہی۔ اور شیخ ابوالطاہر نے مجمع البحار میں بھی ایسا
ہی لکھا ہے حیث قال فیہ دلیل اکثر المحققین علی انکان لا یدل علی التکرار
والدوام اذ لم یحج بعد صحبة عائشہ الائمة الوداع پس مکرر سے معلوم ہوا۔ کہ
مدلول کا نہ دوام و استمرار ہے اور نہ رکعتی فرضیت ثالثاً فرضات سلیم کیا کہ ان
کا مدلول منوطیت ہی ہے جو منوطیت ترک احیاناً ہے۔ یا بلا ترک۔ اول توغید
فما صم نہیں کمالا یحفظ۔ دوم بھی مثبت مدعا اس کے نہیں۔ لان الملوحة في الوتر

والضممة - والاستنشق - والترتيب فيه - ولا اعتكاف - والجماعة - و

الاذان - والاقامة وغير ذلك مما ثبت فيه لمواظبته من غير ترك لبعضها
وهو ظاهر - پس ثابت ہوا کہ مواظبت بلا ترک ایماناً ہی مثبت کنیت اور فرضیت

نہیں - و نیز الوجه قریب من الاول رابعاً قد تقرر فی مقعر ان فعله صلى الله
عليه وسلم لا يكون موجباً على الامة عند الحنفية والحنابلة لمنعه صلى الله عليه
وسلم اصحابه عن الوصال خلع النعال - وهذا المسئلة مبرهنة في الاصل المذكور
كثيراً وتحقيق اتيق - ثبت انه صلى الله عليه وسلم كان يقرأ - لا يكون مثبتاً

للركنية - فلم يثبت من هذا الحديث ركنية الفاتحة في كل ركعة - حق
تكون ركناً للملوك في الركوع - اور حديث دوم یعنی - صلوا كما

رأيتوني اصلي) میں عرض ہے - هذا الحديث لا يخلو من ان يكون عاماً
شاملاً لجميع ما في الصلوة من الفرائض والواجبات والسنن والندبات

او يكون مخصوص ببعضها ولا يفيده وهو ظاهر لانه يستلزم ان يكون
جميع ما في الصلوة ركناً وهو باطل - والثاني ايضاً ايضاً فانه كما

يخصر العام بالامكان والشرائط بدلائل اخرى - فليخصر الفاتحة ايضاً
بدلائل اخرى - قال القاري في الرقاة شرح المشكوك

اما حديث البخاري صلوا كما رأيتموني اصلي) فمخصوص ببعضها لا
بعض اعماله سنن ولا خلاف - وقال ابن العماد في التحرير والامر في هذا الحديث

ليس للوجوب فان صلوته صلى الله عليه وسلم كانت تشققت على السنن
الندبات ولا يجب جميعها انتهى - پس ظاہر ہے کہ یہ حدیث ہی مثبت کنیت

فاتحہ کے نہیں - حق یہ کہ رکناً للملوك في الركوع يقال
بطلان بغير کی ہر دو جزو کا ہے - پس یقیناً اس قاعدہ کے جسکو مؤلف سالہ

پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ مرکب بانتقاد اجزایا بانتفا ایک جزو کی منتفی ہو جانا ہے
چھ مرکب یعنی دلیل بنجم۔ ہی بانتقاد ہر دو جب جزو کی منتفی ہوگا قندکسہ
قولہ ہر دو حدیثوں کے مانع معلوم ہوا۔ کہ ہر حرکت میں قرات فاتحہ فرض ہے
اقول بفضلہ تعالیٰ اس ہر دو حدیثوں سے تو فرضیت فاتحہ کی ایک حرکت میں

بھی ثابت نہیں تھے فضلاً لکن یکون فی کل رکعة۔ جیسا کہ حال ہر دو حدیثوں کا
مفضلاً معلوم ہو چکا ہے۔ فلینصف **قولہ** اس دلیل کے تمام ہوتے ہی مجبور یہ
خیال پیدا ہو گیا۔ کہ بعض ناظر اس دلیل پر جوش کر نیگے۔ کیونکہ گیت کے
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت کو سنیت کا مستلزم بنایا ہے۔ نہ
فرضیت کا۔ **اقول** (اولاً۔ لفظ خیال یاد دہی) ناظر اس دلیل کیا دیکھنے
ہوئے ہیں۔ یا ان کا سر کھجھلاتا ہے۔ کہ ایسی خیالی باتوں پر بے وجہ اور بھیودہ بڑ
کریں۔ کیدانی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کو۔ اس دلیل سے نسبت ہی کیا ہے۔ کیونکہ
اس دلیل میں اول تو مواظبت کا صریحاً کچھ ذکر ہی نہیں۔ اگر تسلیم کریں۔ کہ
خوائے کلام اور اس کا سیاق و حال پر مواظبت ہے۔ تو یہ بھی مواظبت مع عدم
الترک بلکہ مع الازکار علی الترتیب ہونی چاہیے۔ لیتیم التفریب اور کیدانی علی الترتیب
نے مواظبت مع الترتیب احیاناً کو مستلزم سنیت فرمایا ہے منع عدم الترتیب کو۔

حَدَّثَنَا السَّعْدِيُّ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
هَذَا مِنْ ذَلِكَ مَا نَالِ الْبَتَّةُ كَيْدَانِي رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ كِي كَلَامُ كُو اس دِلِيلِ بِنَجْمِ سِ
اَوْ مَوْتِ نَسَبْتِ هَوْتِي نَحْبِ كِه اس دِلِيلِ مِیْنِ مَوَاطَبَتِ مَعِ التَّرَكِّ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ
كُو مَثَبْتِ فَرْضِ قَرَارِ دِیَا جَاتَا۔ پھر ناظرین جوش کرتے کہ کیدانی علی الترتیب نے مواظبت
مع الترتیب مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ كُو مستلزم سنیت بیان کیا ہے۔ اور دلیل ہذا ایسے میوا
کو مستلزم فرضیت۔ تو بفضلہ تعالیٰ یہاں اس کا کچھ ذکر ہی نہیں۔ پس معلوم ہوا

فکر کیدانی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول خدا ص کی مواظبت کو سنیت کا مستلزم بنایا ہے۔ کا جواب اقبال +

کہ کیدانی علیہ الرحمۃ کی کلام کو۔ اس دلیل سے کچھ بھی ربط و تعلق نہیں۔ ظاہر
حسب مقولہ مؤلف کے صرف خیال ہی ہے۔ تو بھی خیال پیدا ہو گیا، فرمانا اسموع
پر بہت ہی زیبا اور مناسب ہے۔ ثانیاً یہ فرمانا کہ کیدانی نے مواظبت رسول خداؐ
کو مستلزم سنیت کا بنایا ہے۔ نہ فرضیت کا۔ اگر آؤسکا بھی کھانا گوارہ و بیجا ہے۔

تو آپ ہی اس مواظبت مع التکرار اور مرتین کو فرض نہیں تو وجہ ہی کہ دیوین
اس جواب کے صاف ظاہر ہے کہ مواظبت سے فرضیت ثابت کی ہی

اقول اولاً معنی علیہ الرحمۃ نے اپنی ہی کتاب میں مواظبت کو بہت جگہ
سنیت کا مستلزم قرار دیا ہے۔ بلکہ بعد قیسل وقال کے لکھتا ہے۔ کہ السنۃ ما

صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل المواظبۃ۔ احسن التقریفات۔ اور موافق اقوال

علماء کے بھی ہیں۔ کہ مواظبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مثبت سنیت ہے
جیسا کہ مولات۔ تہنضۃ ترتیب فی الوضوء۔ آتھکاف۔ وغیرہ ذلک۔ ثابت

فیہ المواظبۃ۔ پھر یہاں باب النوافل میں مواظبت کو مثبت فرضیت بیان کرنا کسی

وجہ جبر سے خالی نہیں۔ لیحصل التطبيق بین الکیلامین اور وہ یہ ہے کہ مواظبت

کی استعمال کتب فقہ میں کئی طرح آتی ہے۔ (۱) مواظبت مع عدم التکرار حیثاً

فی الہدایہ۔ تہجد صلوۃ العید علی کل من تجب علیہ الجمعة۔ ووجہہ

مواظبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہا۔ قال فی الفتح۔ ای من غیر تکرار

اما مطلق المواظبۃ فلا یفید الوجوب انتہی باختصار **وايضاً**

فی الہدایۃ فی سنن الطہارۃ التہنضۃ والاستنشاۃ۔ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم علی مواظبۃ انتہی۔ ای بلا تکرار کما یلزم من الفتح۔ وقریبہ

فی الفرائع حیث قل۔ وکذا التہنضۃ والاستنشاۃ وغیر ذلک مما ثبت فیہ

المواظبۃ من غیر تکرار انتہی ص ۱۰۴ (۲) مواظبت بلا تکرار حیثاً مع عدم التکرار علی

سوال مواظبت کا کیا معنی ہے؟
اس کا جواب مواظبت کا معنی ہے

الترك - والمداية - في الاعتكاف - والصحيح انه راعتكاف سنة

مؤكد لان النبي صلى الله عليه وسلم واظب عليه في العشر الاواخر من رمضان

والمواظبة دليل السنة - وفي الفتح فهذا المواظبة مقرونة بعد الترك

مكرر - كما اقترنت بعد الامراك على من لم يفعله من العجالة كانت دليل

السنة والا كانت دليل الوجوب (۳) مواظبت بلا الترك احيانا مع

الانكار على الترك - في الفتح والمواظبة المقرونة بالانكار على الترك

دليل الوجوب انتهى بما صله في الاعتكاف - وفي قول الامار في بحث

الامر بالمواظبة مع الانكار على الترك موجب كلاما - انتهى (۴) مؤلف

مع الترك احيانا كما مر من الكيد - مواظبت حكيمة - مواظبت تشريعية

ليس مقوم عبارات سطر طاهر ہے - کہ استعمال مواظبت کی عبارات فقہاء میں کئی طرح

پراتی ہے - ہم کہتے ہیں - کہ عینی علیہ الرحمۃ کی مراد اس مواظبت سے جو کہ باب النوافل

میں ہے - مواظبت مقرونہ مع الانکار علی ترک ہے - بحصل التطبيق - اور عینی مواظبت

مبہوت وجوب علی الاثمہ بلا ارتیاب ہے - فلاخیر ہے - پس عینی علیہ الرحمۃ کا بیان

صاحبہ کے لئے کچھ ہی مفید نہیں شاید بغرض محال اگر عینی علیہ الرحمۃ

کسی مسئلہ میں جمہور فقہاء کے ماہرین و ائمہ کے خلاف اپنی اس طرح کریں - تو کیا

ہر ضرور ہے کہ وہی قابل عمل ہو - نہ جمہور فقہاء علیہ الرحمۃ کا فرمانا - وہ عصمت کی

دعویٰ تہوڑے ہی ہیں - یہ خواص انبیاء سے ہے - ثالثا ایسی ایسی الزامی دلائل

اثبات کثرت کا کرنا تحقیقات سے بعید ہے - دعویٰ تو ایسی بی دہم و دہام سے مقابلہ

جمہور فقہاء کے کرنا - کہ اگرچہ جمہور فقہاء امام ابو حنیفہ - شافعی - مالک - احمد بن

وغیرہم - رحمۃ اللہ علیہم جیسے - مسئلہ بدرک فی الرکوع میں - قائل باعتدال و رکعت میں

الاسہاری راویوں کے برخلاف ہے اور قوی اور دلائل الزامی پیش کرنے - اگرچہ

ہی کیسی کہ ادنیٰ نائل سے مرود و مطروح ہوں۔ بمقابلہ ایسے بڑے
 جرمِ غیر کے کہ اعلیٰ درجہ کے مجتہدیں۔ کوئی واثق دلیل اور برہان قطعی کہ
 محمول ہو۔ آپ پیش کریں۔ وانی فلک۔ اتحاصل الزامی دلیل بھی مثبت مدعا
 مؤلف رسالہ کے نہیں۔ **قولہ** ہرکت میں فاتحۃ الکتاب پڑھنے پر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے۔ **اقول** خالی نہیں کہ مواظبت
 سے مراد۔ یا مواظبت مع التکرار حیثاً ہے۔ یا بلا تکرار۔ یا بلا تکرار مع التکرار علی

التکرار۔ فلاولہ لا یفید۔ لانه لا یثبت بہا التکرار کثیۃ۔ واثانی ایضاً
 كذلك۔ لکون الاعتکات مسنونا۔ مع عدم تکرار صلی اللہ علیہ وسلم

مرة حتی توفاه اللہ تعالیٰ و دخل فی جوار رحمۃ۔ لمحدث عائشہ رضی
 اللہ عنہا فی الصحیحین وغیرہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف

العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه اللہ تعالیٰ۔ واثالث مطالب بالدلیل
 القوی۔ پس اس بیان سے ہی اثبات کفایت فاتحۃ الکتاب کا پایہ ثبوت کو نہ ہونچا

قولہ اور صحیحین کے مقابلہ **اقول** مستنعینا لجعل اللہ المتین قبل از
 جواب مقام نہ ایں۔ دو امر تفتیح طلب میں (۱) امر من حیث الصیغۃ کثرتہ وال

تکرار ہے یا نہیں۔ تو اگرچہ اس مسئلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ آلامذہب
 منظور بھی ہے۔ کہ امر من حیث الصیغۃ کثرتہ تکرار نہیں۔ وعلیہ اجماع اہل

العربیۃ اور لغت اور شرع بھی سیکے مقتضی ہیں۔ اور جہاں کہیں تکرار پایا گیا ہے
 وہ بالقرائن ہے من حیث الصیغۃ نہیں **فصل المامول** واصلہ

لادلالة للصیغۃ علی التکرار۔ ولا لغزینۃ تنید ذلک۔ وتدل علیہ۔ فان
 حصلت حصلت التکرار والا۔ فلا یم استدلال المستدلین علی التکرار

بصور خاصۃ اقضی الشرع واللفظ۔ ان الامر فیہا یفید التکرار لان ذلک

ہرکت میں فاتحۃ الکتاب پر رسول اللہ نے مواظبت فرمائی۔ جواب

صحیحین کے مقابلہ جواب

مقتضی اول قول +

خارج عن محل النزاع - وليس محل النزاع الا في مجرد دلالة الصيغة مع عدم

القرينة انتهى - وفي المسألة شرحه لبحر العلوم - لنا - أولاً إجماع

اهل العربية على ان هيئة الامراتد على الطلب في الاستقبال من المأمور

به انتهى - وقال البراسحاق عليه اكرام الله - وهو مقصود كلام

النشأ في رحمة الله وإنه القيم الأمثل بمذهب العلماء - هذا أيضاً في

حصول المأمول - وإليه يشير كلام القسطاوين - حيث قال في ذيل

حديث لاصلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب - وحديث الباب لادلالة

فيه على وجوبها في كل ركعة - بل مفهومه الدلالة على الصحة بقراءة

فركعة واحدة منها - لان فعلها في ركعة واحدة يقتضي حصول الاسم

قرأتها في تلك الصلوة - والأصل عدم وجوب الزيادة على المرة الواحدة

انھنے ان عبارات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ امیر حیث الصنیۃ وال تبرکوا نہیں۔

و حصول التكرار بالقراءة أكثر من ثلاث لآلام فيه (٢) ولله النص كسكوتية

قال الأصوليون - الدال بدلالة النص كلام يدل على ثبوت الحكم المنطوق

للمكسور براطة المعنى اللازم المفهوم منه لغة لا اجتماعاً - وهذا الدلالة

دلالة النص ويسمى محور الخطاب ولحن القول ومفهوم الموافقة - وهذا

الغنی یعبر عنه بالناط بالحکم اس تخریف سے ظاہر ہے۔ کہ ثبوت حکم منطوق

کا واسطے مسکوت و التزام بہوتا ہے۔ مطابقاً اور تضامناً نہیں ہوتا۔ اور معنی مع

عنه بالنسب لاول معنى نفوس كاسے۔ شرعی اور عقلی نہیں۔ وقایع و مشاہد

لا تقل لهما أف - فان اللفظ التحريمي التأنيف عيان - وفيهم منة تحريم

الضرب لأجل أن مناط المعنى عنه هو الأيذاء - وهذا مضمون لعنة - فكأن

هذا منهياً عنه - ومن جزئياته الضرب فيكون منهياً عنه ايضاً - فاذا هم

ذلك فالان شرع في الجواب فقولہ صحیحین کے مقابل کی کتاب اصم کتب

ہدایہ شریف میں **اقول** یہ فقرہ بھی کمال تہذیب اخلاق اور عنایت دلی جو

کہ مولف سالہ کو صاحب ہدایہ کی نسبت ہے۔ بہنی ہے) وانه كان (ای

علی بن ابی جکین عبد الجلیل الفرغانی المغبینانی صاحب الهدایة المتوفی

۳۹۳ھ) اما ما فهمها حافظاً محدثاً مفسراً جامعاً للعلوم ضابطاً للفنون

متقناً محققاً نظاراً مدققاً زاهداً ورعاً بارعاً فاضلاً ماہراً اصولیاً

ادیباً شاعراً۔ لمرآة العیون مثله فی العلم والادب۔ ولہ الید الباسطة

فی الخلاف۔ والباع المتمد فی المذهب۔ ولہ تصانیف كثيرة شهيرة

غیر خافیه علی الماہرین رحمۃ اللہ علیہ **قوله** رکعت ثانیہ میں قرات

کی فرضیت پر ایک عجیب قیاس سے کام لیا ہے **اقول** نہیں بلکہ دلالت الیہ

سے ثابت کیا ہے۔ حیث قال الامر لا یقتضی التکرار وانما اوجبت فی

الثانیة استدلالاً بالاولی۔ لانہ متشکلات من کلوجه۔ قال

العینی قوله انما اوجبت فی الثانیة من لالة النص۔ وهو معنی قوله

استدلالاً بالاولی ش یعنی بالریکۃ الاولی۔ ویدین ذلک بقوله لا تقام

متشکلات من کلوجه **وفی قسم القادیں** ولنا قوله تعلم

فاقرؤا ما تیر من القرآن وهو لا یقتضی التکرار۔ فكان مؤداه اقتراضاً

فرکعة۔ الا ان الثانیة اعتبرت شرعاً کالاولی۔ فاجاب القراءۃ

اجاباً شافعی۔ وحاصل الاستدلال بهذه الایة۔ ان اقرؤا من ومقتضاه

الاقتراض۔ ولم یقرض خارج الصلوۃ۔ فوجب ان یراد به الاقتراض الواقع

فی القبوۃ اعملاً فی حقیقۃ حیث امکن۔ فصار المعنی اذا اقم الصلوۃ فاقرؤا

ما تیر من القرآن فی الصلوۃ۔ والامر لا یقتضی التکرار فكان مؤداه

الکفر بزرگ ضعیف حدیث قیاس سے مقدم پر جواب ۲۔

قیاس بنیاد پر ہی چیز کا

قیاس بنیاد پر ہی چیز کا

افتراضاً در کعبۃ واحدة عبارۃ۔ و فیہم منها الوجوب فی الثانیۃ

بدلالة النص۔ لانها کالاولی من کلا وجه **قال** المحلی لاشک ان

منہم اللغۃ ثم علم تسویۃ الشارع بین الرکعۃ الاولی والثانیۃ من کل

وجه۔ ثم سمعہ یقول اقرأ فی الصلوة بتأدیر الیہ طلب القراءة فی کلا

الرکعتین لملاحظۃ تلك المقدمة المقررة فی نفسه۔ پس ما ذکر سے

ثابت ہے کہ وجوب قرات دوسری رکعت میں دلالت النص سے ہے۔ قیاس

سے نہیں۔ کیونکہ قیاس مساوات المسکوت للنصوص فی علۃ الحكم غیر مفہوم لغۃ

کو کہتے ہیں۔ اور اس مقام میں حکم مسکوت کا لائق مفہوم ہے۔ قیاس اور

اجتہاد سے نہیں **قوله**۔ اول۔ جب التکرار کا متقاضی نہیں۔ تو ازاد و تکرار

نسخ ہو گا۔ **اقول**۔ ازاد و تکرار متقاضی امر کا نہیں۔ تاکہ مستلزم نسخ ہو۔ بلکہ یہ

ازاد و مفہوم استدلالاً بالنص ہے۔ فلا یكون نسخاً لان النسخ رفع و ابطال۔

و ہونا اثبات حکم المنطوق للمسکوت کما مر فلا نسخ ولا قیاس **قوله**

حنفیہ کے اصول میں لکھا ہے۔ کہ امام کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس

سے مقدم ہے۔ **اقول**۔ اولاً۔ پہر کیا ہوا۔ ما نحن فیہ میں تو اسکا کچھ ذکر ہی

نہیں۔ ثانیاً یہ تقدیم فقط حنفیہ کا ہی حصہ نہیں۔ بلکہ امام احمد شہل اور امام

شافعی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم سے بھی ثابت ہے و سیجی تحقیق حنفیہ

فانظر مقتضا **قوله** حنفیہ کا عمل در آمد امام صاحب کی اس چال پر کیوں

نہیں **اقول**۔ کیوں نہیں۔ اسی چال پر ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم جب موجود ہوں تو قیاس سے نہیں کرے ضرورۃ قیاس سے

کام لیتے ہیں۔ دیکھو کتاب فقہ و اصول **قوله** اول قیاس نہایت ہی گری ہوئی چیز **اقول**

اول شیخ کی عبارت کا یہ مدلول ہی کہ ان پر مانع تراش تراش فرماں اور عدوت طعن کا نتیجہ ہو گا

تویہ ہے۔ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اتباع اور انقیاد احادیث اور آثار صحابہ
پر ایسے کمال درجہ پر تھا۔ کہ جتنیک حدیث خواہ کسی درجہ کی ہو ملتی۔ تو قیاس
واجتہاد نظر آتے۔ اور جب کسی واقعہ میں حدیث اور آثار نہ ملتے تو ضرورۃً
قیاس مؤثر جو کہ عمدہ ترین اقسام قیاس سے ہے۔ فرماتے۔ ثانیاً۔ قیاس
ایسی گری ہوئی اور بودنی چیز ہے۔ کہ جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہائے آور
متکلمین۔ کلمہ فی ازہ دل قبول کیا۔ اور اصل میں اصول الدین پھر آیا
ہاں البتہ بعض مستزہ اور داؤد ظاہری نے اسکا انکار کیا۔ تہذاونکے
اقوال اہلسنت وجماعت کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلوٰۃ
وہو علیہ وسلم۔ اور انکو کوئی قبول نہیں کرتا۔ گوکہ انکے تابعین اور مقلدین
کیواسطے سند و محبت ہوں حصول المامول میں لکھا ہے ذہب

الجمہور من الصحابة والتابعين والفقهاء والمتكلمين۔ الى انہ اصل

من اصول الشريعة يستدل به على الاحكام التي يرد بها السمي انتهى۔

وقی موضع الخوض اول من ياحر بانكار القياس والنظام وتابعه قو

من المعتزلة وتابعهم على نفیہ فی الاحكام داؤد الظاہری۔ قال ابن

ابن عبد البر فی کتاب جامع العلم۔ لا خلاف بین فقہاء الامصار وسائر

اہل السنة فی نفی القیاس فی التوحید واثباتہ فی الاحكام۔ الا داؤد

فانہ نفاہ جمیعاً انہی۔ اور وراثت اللبیب میں ظاہر یہ کی

بایت لکھا ہے انہم لا یقولون بالاستنباط رأساً۔ وهو لا یعبأ بہم

ائمة الحدیث والفقہ حتی قال السیوطی وغیرہ ان الاجماع لا یخرق

بخلافہم۔ ومذہبہم مردود بالکتاب والسنة الناطقین بحجۃ الاستنباط

واعمال الفکر فی کتاب اللہ وسنت رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

وقدم مقامه فی اول الکتاب اور نووی شافعی نے ہی ایسا ہی
 لکھا ہے۔ ابتدا کتاب میں نووی علیہ الرحمۃ کی عبارت ثبت ہے **فقلہ**
 تقييد و اتباع باحاويش و آثار کمال کا موجب ہے **اقول** اتباع و
 انقياد و احاديث و آثار نے الواقعہ موجب کمال ہے۔ کون صاحب کمال
 اس کمال کا نافی اور مانع ہے۔ - نوقت ضرورت رجوع بقیاس و اجتہاد
 بھی۔ اتباع قرآن و احادیث و آثار ہے۔ - آرس کے اتباع میں ہی۔ اتباع

کتاب السنۃ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے لہذا مستحب
منزل کتاب السنۃ **قولہ** ابن حزم حافظ اور امام ہیں **اقول**
درست ہے وہ ابنی گروہ کے پیشوا اور امام ہیں۔ نہ اہنت و جماعت کے
امام ہیں۔ اور ابن حزم کا بدین تعظیم و تکریم شیخ صاحب کا ذکر کرنا موجب
کمال تہذیب اور حسن اخلاق کا ہے۔ اصحاب کمال ایسا ہی کرتے ہیں۔
برائسی سے نام لینا سٹ پو بخون کا کام ہے **قولہ** حنفیوں نے اون پر یہ بیعت

طعن کئے ہیں **اقول** نہیں بلکہ شافعیہ وغیرہ نے ہی ایسا ہی کہا ہے
 اول کتاب میں دو تین کتاب کی عبارت جس سے حال نظام ہدایہ کا عموماً اور
 اس خرم کا خصوصاً معلوم ہوتا ہے مرقوم پر فلینظر **قوله** امام حنفیہ
 ضعیف حدیث پر عمل کر لیتے تھے۔ اور اسی قیاس پر مقدم کرتے تھے **اقول**
 یہ سب فقط امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی نہیں۔ کہ بروقت و ملنی حدیث
 صحیح یا حسن کی ضرورت سے حدیث ضعیف پر عمل کر لینا۔ اور مقدم پر قیاس
 ٹھکانا۔ بلکہ امام شافعی۔ اور امام احمد و حنبلی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کا ہی یہی سب

ہر فی شرح الاقضية للخواص - آتج احمد بالضعيف حيث
لم يكن في الباب غير وثبعه ابو داود - وقدماه على الراي والقياس يقال

ابن خروف حافظ ہے۔ کاجواب ^{بقال مصنفہ تھیں} امام ابوحنیفہ صغیف حدیث پر عمل کر لینے کا۔ جواب ^{بیکان زمانہ سی روایت کرتے ہیں} بردار ہے کہ اس کا خلاصہ ہے۔ ائمہ عظیم

عن ابی حنیفة ایضاً وان الشافعی یجتہد بالمرسل اذالم یجد غیرہ۔ وکذا
اذا تقبلت الامة الضعیف بالقبول یحیل علی الصحیح حتی انه ینزل منزلة
المتواتر فی انه یشخ المقطوع به انتہی اور فتح القدیر کے بالجائز
میں لکھا ہے ولاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع له انتہی۔ اور
امام نووی کے اذکار کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے قال العلماء من المحدثین الفقہاء
وغیرہم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترہیب بالحديث
الضعیف ما لم یکن موضوعاً وآما الاحکام کالحلال والحرام والبیع۔ و
النکاحی۔ والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیہا الا بالحديث الضعیف او
الحسن الا ان یمکن فی احتیاط فی شی من ذلک کما اذ اورد حدیث
ضعیف بکراہة بعض البیوع او الانکحة فان السخف ان یتنزه عنه لکن
لا یجب انتہی۔ اور سید عبدالوہاب شرعی میزان کبیر کے
۱ میں لکھتے ہیں۔ وقد طال الامام ابو جعفر الشیرازی۔ الکلام
فی تبیین الامام ابو حنیفة من القیاس بغیر ضروریۃ۔ و رد علی من نسب الامام
الی تقدیم القیاس علی النص قال انما الروایۃ الصحیحة عن الامام تقدیم الحديث
ثم لا تارثم یقیس بعد ذلک۔ فلا یقیس لما بعد ان لم یجد ذلک المحکم فی
الکتاب والسنة واخیت الصحابة۔ الی ان قال لا خصوصیت للامام
ابی حنیفة فی القیاس بشرط المذكور بل جمیع العلماء یقیسون فی مضائق
الاحوال اذالم یجدوا فی المسئلة نضاً من کتاب ولا سنة ولا اجماع ولا اذنیۃ
الصحابة وكذلك لم یزل مقلدوہم یقیسون الی وقتنا هذا فی کل مسئلة لا
یجدون فیہا نضاً من غیر نکیں فیما بینہم۔ بل جعلوا القیاس حداً لادلة
الاربعة فقالوا الکتاب والسنة والایماع۔ والقیاس۔ وقد کان

الإمام الشافعي رضي الله عنه يقول اذا لم يجد في المسئلة دليلاً قنأها
 على غيرها انتهى - انتهى قائمه ضعيف مذکور سے وہ ضعیف مراد ہے۔ جس کے
 طرق کشیدہ ہوں۔ نہ وہ جو ایک طریق وہی سے آئی ہو۔ لان ذلك الضعيف
 ما احتج به احد من المجتهدين - **قال** السيد عبد الوهاب الشعراني
 في الميزان الكبير - رأيت أدلة رضي الله عنه وأدلة أصحابه
 ما بين صحيحاً وحسن أو ضعيفاً كثرت طرقه حتى لحقوا الحزن والصحيم
 في صحة الاحتجاج به من ثلاثة طرق وأكثر إلى عشر **وقد**
 اجتمع جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه والحقوه
 بالصحيح تأنيلاً وبالحسن آخرى - **وهذا** النوع من الضعيف يوجد
 كثيراً في كتاب النزاع كرسى للبيهقي التي فيها بقصد الاحتجاج
 لا أقوال الأئمة وأقوال أصحابهم فإنه اذا لم يجد حديثاً صحيحاً أو حسناً
 يستدل به لقول ذلك الإمام أو قول أحد من مقلديه يصير يروي الحديث
 الضعيف من كذا طريقاً أو يكتم في ذلك **ويقول** هذا
 الطرق يقرى بعضها بعضاً - فينقدون وجوه ضعف في بعض أدلة أقوال
 الإمام ابن حنيفة وأقوال أصحابه - فلا خصوصية له في ذلك بل الأئمة
 كلهم يشركونه في ذلك ولا لوم إلا على من يستدل بحديث واحد من
 طريق واحد - وهذا لا يكاد - أحد يجده في أدلة أحد من المجتهدين - فما
 منهم أحد استدال بضعيف إلا بشرط محيطة من عدة طرق انتهى - فثبت
 من هذه العبارة ان الضعيف الذي له طرق كثيرة لمحق بالصحيح والحسن
 في الاحتجاج به - والذي له طريق واحد ولا لا يحتج به واحد من الأئمة
 الأكرام **قوله** جن لوگوں نے فرمایا ہر کہ مجتہد استدلال کسی حدیث پر

بجہد کا استدلال کسی صحیح یا اہل غلط پر۔ لا جواب

۲۷۷
 اوس حدیث کی تصحیح ہے بالکل صحیح نہیں اقول کیوں نہیں۔ بلکہ بالکل صحیح ہے۔ آسلئے کہ اوس قائل کی مراد یہ ہے کہ حدیث ضعیف کثیر الطرق صحت و اجتہاد میں ملحق بالحسن یا بالصحیح ہے۔ تہیکہ وہ ماہیۃ صحیح ہوتی ہے۔ کما مر من المیزان اکبر کہ قولہ یا یہ کہا ہے کہ امام کے استلال کی حدیثیں اگر آج ضعیف ہیں تو امام کی وقت وہ ضرور قوی تھیں۔ بالکل صحیح نہیں اقول صحیح ہے میزان اکبر میں کہا ہے ان جمیع ما

استدل به مذهبه اخذاً عن حشيد التابعين العدل الثقات الذين هم

من خير القرون بشهادة رسول الله صلى الله عليه وسلم كالاستقـ

عَلَيْهِمْ وَعَطَاءٌ - وَحُكْمَةٌ - وَجَاهِدٌ - وَتَكْوِيلٌ - وَالتَّحْنُ الْبَعْدُ لِي

وأخيراً رضي الله تعالى عنهم أجمعين - فكل الرواة الذين بينه وبين

رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عدول ثقاة اعلام احبار ليس فيهم

کتاب و امامت بکذب - و ان قبل بضعت شیئی من ادلة مذہب

فذلك الضعيف انما هو بالنظر الى الرواية التاريخية عن سنده بعد موته

أذاروا ذلك الحديث من طريق غير طريق الإمام - وذلك لا يقدم فيما

الخذية الا ما عند كل من استصحب النظر في الرواية - وهو ما عد الى النسخ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہی مُلنقظاً۔ اس نقل سے ظاہر ہے کہ روایات

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قوی اور واقع ہیں۔ اور ضعف من بعدہ کا قاج

مرویات امام کے لئے نہیں انتباہ یہ جواب مذکور علی تقدیر التسليم ہے

والانظر تحقيقه و يوفق شيخنا عبد الحق محدث دهلوی رحمۃ اللہ علیہ

لَقَدْ عَلِمْنَا مَا تَنقِبُ بِهِ ذُنُوبَهُمْ وَلَئِنْ كَانَتْ إِلَّا غُرُورًا ۚ

کنند. و عمل بالحدیث اقسامه دست نگیرد. تا اول باقسام الله الاحقاج

وهو القاضى محمد الحنفى التتويلى
سنة ١٢٠١

بہا عندہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہے۔ ورنہ اگر اقسام حدیث کے من حیث العموم ہوں۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ حدیث موضوع۔ متعلیٰ بعلت قاعدہ۔ اور ضعیف مروی بیک طریق وہی۔ تنویذ۔ مضطرب۔ اور متروک وغیر ذاک معمول بہ امام صاحب کے ہوں وعلیٰ ہذا الأسف سبب لہذا رحمۃ اللہ علیہ تضحیق فی الروایۃ الی الغایۃ حتیٰ انہ شرط التذکر ليجواز الروایۃ بعد علمہ انہ خطہ۔ واحد یشرط الحفاظ ہذا۔ وخالفہ فی ذلک صاحبہاء۔ ذکر ابن الہمام فی الصغریٰ وقال خلدون فی تاریخہ۔ واکامام ابو حنیفۃ انما قلت روایتہ لما شد فی شرط الروایۃ والتحمل وصنعت روایۃ الحدیث البقی فی اذا عارضها الفعل النفسی۔ وقلت من اجل ذلک روایتہ فقل حدیثہ۔ لانه ترک روایۃ الحدیث عمدًا۔ فحاشاہ من ذلک۔ ویدل علیٰ انہ کبار المجتہدین فی الحدیث اعتماداً مذہبہ فیما بینہم والتعوییل علیہ۔ واعتبار مراداً وقبولاً۔ واما غیرہ من المجتہدین وہم الجمہور فتوسعوا فی الشروط فکثر حدیثہم۔ والکل عن اجتهاد۔ وقد توسع اصحابہ من بعدہ فی الشروط وکثر کثر روایتہم۔ **وروی الطحاوی** فاکثر وکتب مستنداً انہ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اوسی کتاب بینی شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ علم بصحت وضعف احادیث در ازان متاخر زبان سابق چہ تواند کہ چہ در ازان ایشان صحیح شد باب اجتماع شرائط صحیح قبول در رواہ کہ واسطہ بود و در میان ایشان حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پس ازان از بہت رواہ دیگر کہ بعد ازان آمدند ضعیفی پیدا شد۔ پس از حکم متاخرین محدثین بضعف حدیثی لازم نیاید ضعف ہی در زمان امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و این بکتہ ظاہرست انھی۔ پس یہ عبادات صاف وال ہیں۔ کہ شیخ علیہ الرحمۃ

کا مقولہ۔ اپنے عموم ظاہری پر نہیں ہے۔ مآول ہر یحصل التطبيق فتد بین
قوله سنن کی حدیث اور احادیث مثبتہ بعدیت قرات سے بانیکہ وہ حدیث
 بلا معارض میں ہے **اقول** جواب ان احادیث کا مع حدیث سنن فی الصلوۃ
 کے جہاں وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ مذکور ہو چکا ہے۔ فلا نغیدہ۔ اور بلا معارض
 ہونا ان احادیث کا اگر نسبت بعدیت کو قرات سے ہے۔ تو مسلم غیر مضر ہے۔
 بل بقول بہ ایضا۔ وان كانت حکما۔ اور اگر نسبت قرات خلف الامام کے
 ہیں۔ تو غیر مسلم ظاہر البطلان ہے۔ کیونکہ ان کے معارض چند و چند موجود
 ہیں کما اسلفنا فیما مراراً۔ اور ضعات خود ضعات ہیں۔ متعارضہ
 قرآن کریم اور صحیح احادیث کا نہیں کر سکتے علاوہ ان دونوں حدیثوں میں
 مقتدیا کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ اور نیز جب کہ خبر واحد صحیح ہمارے اصول پر
 رکنیت نہیں ہو سکتی۔ **فکیف الضعیف** **قوله** قیاس سے استدلال پر
اقول نہیں۔ بلکہ دلالت النص سے ثابت کیا کما کہ حقیقۃ **قوله**
 پھر قیاس بھی وہ جو متروک ہے **اقول** یہ فقرات بخراب کی ضیافت
 طبع اور مسلم فرسائی کے اور کوئی نتیجہ مثبت مدعا نہیں دیتے۔ کیونکہ جب خارج
 میں قیاس ہی نہیں۔ تو پھر قیاس شبہ متروک ہو یا نہ ہو۔ ہمیں کیا علاوہ
 براں جبکہ اکثر اور محققین حنفیہ کے نزدیک قیاس شبہ متروک و مطروح۔ تو پھر خواہ مخواہ
 صاحب ہدایہ کی کلام کو محمول بر خلاف شہب محققین کرنا۔ سوا۔ الزام محض کے اور
 کیا ہے **قوله** مکلف کو اختیار ہے کسی وقت پڑھ لے **اقول** وضیت قرات
 قرآن خارج نماز کے شرعاً ثابت نہیں۔ کما مر۔ پس واجب ہوا کہ مراد اس آیت
 سے اقرض واقم فی الصلوۃ ہو۔ اعملاً للنص فی حقیقۃ حیث امکان۔ ولا
 یكون حشواً۔ فثبت ان مدلول الاية۔ فاقروا ما تيسر فی الصلوۃ ہے۔ پھر

کلامت کو ختم کیا ہے۔ کلامت

قول بالتخییر الجمل ہوا **قولہ** فاقروا کے ساتھ فی الصلوۃ کی قید بھی آتی ہے

لگا دیں۔ تو پہلی رکعت کی تخصیص پر یہی نہیں نکلتی **اقول** کیوں نہیں

نکلتی ہے **فرمایا مسلم** بسندہ عن عمر بن الخطاب عن عائشة زوج

النبي صلى الله عليه وسلم انها قالت فرضت الصلوة ركعتين ركعتين في

الحضر والسفر فاقرت صلوة السفر وتزيد في صلوة الحضر بسند احسن

قالت فرض الله الصلوة حين فرضها ركعتين ثم اتمها في الحضر۔ فاقرت

صلوة السفر على الفرضية الاولى **وليسند اخر** عن عائشة ان الصلوة

اول ما فرضت ركعتين فاقرت صلوة السفر و اتمت صلوة الحضر **مرۃ**

وروى البخاري بسندہ عن عائشة رضي الله عنها۔ قالت الصلوة ما

فرضت كعتان فاقرت صلوة السفر و اتمت صلوة الحضر الحديث **مرۃ** **وفی**

روایتها قالت فرضت صلوة الحضر السفر ركعتين۔ فلما قدم رسول

الله صلى الله عليه وسلم المدينة واطمان۔ زيد في صلوة الحضر كعتان كعتان

وتركت صلوة السفر بطول القراءة فيها۔ و جعلت المغرب لانها وتر النهار۔

رواه ابن ابي خزيمة وحبان وغيرهما۔ ذكره القسطلاني **مرۃ** **وروى**

البخاري بسندہ عن عائشة رضي الله عنها قالت فرضت الصلوة ركعتين

ثم هاجر النبي صلى الله عليه وآله وسلم ففرضت اربعاً وتركت صلوة السفر على الاولى

انتهى۔ فثبت من ذلك ان الصلوة كانت ركعتين ركعتين **اولاً** فزيدت في

الحضر۔ فالركعتان الاخرتان كانهما زائدتان فلا يعتبرا بهما۔ فوجب

بالقرآن فرضية القراءة في احد الركعتين الاصليتين۔ عبا۔ وفي الاخرى

بدلالة النص **الحاصل** ما ذكره ثابت ہوا کہ نماز کی صلی رکعتیں دو ہی

ہیں۔ تو حسب ارشاد شارع کے فاقروا ما تيسر من القرآن في الصلوة۔ چاہیں

اعمل کیا گیا۔ اور حسب تعلیم شارع کے نماز ادا کی گئی۔ تو یہ پہلی رکعت ہوئی۔

اور مامور یہ ادا ہو گیا۔ کہ ان کا من لا یقضی بالکسلا۔ اب دوسری رکعت

میں فرضیت قراۃ کی دلالت النص سے ثابت ہوئی لہذا ہاں تک کہ ان من کلوجہ

قولہ اگر تشاکل موجب فرضیت ہے۔ تو نفس فرضیت میں سب رکعتیں متساوی

ہیں آہ **اقول** صاحب رسالہ نے لفظ من کلوجہ کی طرف ملاحظہ

نہیں فرمایا۔ بلکہ اوس سے تشاہل کر کے شبہ کر دیا۔ لہذا رضی اللہ عنہ۔ قتال

لانہما متشاکلان من کل وجہ یعنی نفس تشاکل موجب فرضیت نہیں۔ بلکہ

تشاکل و تشابہ من کلوجہ موجب فرضیت ہے۔ اور یہ تشاکل کل رکعات میں

نہیں پایا جاتا۔ رکعت اول و دوم باہم متشاکل مشکوجہ ہیں۔ اور سیوم و

چہارم اولیں کے ساتھ متشاکل من کلوجہ نہیں لانہما الیہ۔ یہ اعتراض صاحب رسالہ

کا اس وقت وارد ہوتا۔ جب کہ تشاکل مطلق باہی وجہ کا مراد ہوتا۔ ولینھما

کذلک فلا ورد پس سب رکعتوں میں قرات فرض نہیں ہونی چاہیے **قولہ**

پس صفت قرات اور قدر قرات سے تشاکل ماننا صحیح نہ ہوگا **اقول** اولاً

جبکہ اس تحقیقات پر فرضیت قرات کی دوسری رکعت میں دلالت النص سے بنا بر

مشاکلت کے ثابت اور مبہن ہو چکی۔ تو یہ صفت قراۃ اور قدر قراۃ میں تشاکل

ماننا صحیح ہوا۔ ثانیاً فرضیات تسلیم کیا کہ فرضیت قراۃ کی رکعت دوم میں دلالت

النص سے نہیں۔ بلکہ کسی اور دلیل سے ہے۔ تو کیا رکعت دوم۔ یک رکعت اول

کے ساتھ صفت قراۃ میں اور قدر قراۃ میں متشاکل نہیں۔ نہیں بلکہ اسے لہذا

یجہ فی الثانیۃ کما یجہ فی الأولى۔ خاف فیہا کما خاف فیہا

و تقریب الفاتحة مع السجدة فی الثانیۃ کما تقریب فی الأولى و غیر ذلک من

الوجہ المتشاکلہ پس نفی مشاکلت کی بیجا۔ صفت اور قدر قرات میں۔ جو کہ

فرض فرضیت میں سب رکعتیں متساوی ہیں۔ کا جواب

فی الواقع موجود ہے۔ بتلا دلیل اور نفی واقع کے ہے فلا یتبر۔ **قولہ** تشاکل
فی الوجوب والتقوط کا یہ حال ہے۔ کہ وتروں میں اگر کوئی رکعت پر اکتفا کرے
تو اوپر دوسری رکعت کا پڑھنا واجب فرض نہیں **اقول** اولاً پہلے
ہی فرض اور واجب نہیں۔ تاکہ نوبت بدگیری رسد۔ ثانیاً۔ سقوط کے لفظ میں
مساہلت ہے لان التقوط لا یكون الا منقلا قبلہ اور وتروں میں یہ بات

نہیں۔ لان صلوة الواتر رکعت واحدۃ عند منہی لے ذلک فاین التقوط
یا یوں کہیں۔ کہ صلوة الواتر میں منجانب شارع کے تخییر ثابت ہر من صاحب ان

یوتر بخصر فلیفعل۔ ومن احب ان یوتر ثلث فلیفعل۔ ومن احب ان یوتر
بواحدۃ فلیفعل پس تخییر مقتضی سقوط نہیں لادہ اختلاف انواع۔ فاین التقوط

ناظر۔ وٹوں کی حالت سفر و حضر میں برابر اور متحد ہے۔ اور فرائض رباعیہ میں
یہ بات نہیں فلا یقاس الترت علیہا۔ رابعاً۔ یہ جملہ مذکورہ جواب مبنی بر فرض تسلیم
ہیں۔ ورنہ ہمارے اصحاب حنفیہ کو یہ جواب مضرب کب ہے۔ کیونکہ وتر کی ایک

رکعت کے جب قائل ہی نہیں۔ اور ایک رکعت کو وہ نماز ہی نہیں کہتے۔ تو ایسی
بات غیر مسلم ہے۔ آؤں پر اعتراض کرنا۔ اذ کوکب مختصر ہو۔ اور مادہ شبہ کوکب

رفع کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایک رکعت کے قائل ہوتے۔ تو البتہ اوپر اعتراض قائم
ہوتا۔ واذلیس فلیس **قولہ** دوسری رکعت عند الساقط ہو جاتی ہے **اقول**

یہ کلام عجیب ہے (۱) دوسری رکعت تو او کی ہی تھی ہی تھیں۔ کیا وتر دو رکعت
ہی ہوتے ہیں۔ نہیں ہوتے۔ چہر او منقطع ہی کیا ہوا (۲) جبکہ وتروں کی نماز

ایک رکعت ہے (عند القائل بہ) ہے اور اس کے ادا سے نماز فی فراغ و مکمل
حاصل کیا کصلی الظهر او العصر اور دوسری کا اس سے مطالبہ نہیں۔ چہر ساقط

کیا ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ مولف رسالہ کا یہ فرمانا ”پس پہلے اور دوسری میں تشاکل

دوسری رکعت عند الساقط ہوتی ہے۔ لا جواب

بجائز وجوب سقوط نرہا غیر سدید کمالا کھنے **قولہ** فالتفرقة اے قولہ

لا یضر **قول** بل التفرقة یا الوجوب وللسقوط فی نفس الصلوة تکفی

لعدم الشاکلة فلا اتحاد فی بعض الارکان لا یضرب فافہم **قولہ** اور

ثلاثی نماز میں تو اتحاد فی السقوط والوجوب تیسری رکعت کو بھی حاصل ہے۔

پس حسب استدلال ثلاثی نماز کے تیسری رکعت میں قراءت فرض ہونی چاہئے

اقول لما كانت الثانية مشکلة بالاولی من كل وجه كما فی

الله۔ ووجب القراءة فیها ایضاً بالدلالة۔ والثالثة من الثلاث لما لم

تشاکل بها مشکلة تامة۔ لم یجب فیها القراءة۔ قال الشاکلة فی

عدم السقوط لا یقبح۔ لانها لیست مشکلة تامة۔ والحجیة لا یعتبر

فلا وانما کمال قدس **قولہ** یا بالعکس یوں کہے کہ پہلی رکعت میں تنویر

ثواب۔ بکبر تحریم ہے۔ قدہ ہے۔ اور تشریح اس کے ساتھ نہیں۔ بخلاف دوسری

رکعت کے الی ما قال قال القدوری **اقول** صاحب کفایہ ہدایہ کے حاشیہ

کہتے ہیں الشاکلة والمشاکلة فی الکمیة فیہا یرجع الی نفس الصلوة

وارکانها۔ فالتکید شرط وهو ثابت۔ والتعویذ والثناء ایضاً اثنان

لیستامز اركان الصلوة۔ فلا افتراق فیہا لا یقبح فی ثبوت المأثلة۔ انتهى

اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اذا كانت الصلوة من ذوات الاربع افضل القراءة

فیہا فی الکتبتین الاولیین انتهى۔ وهذا هو المذهب الحق عندنا فلا

عند۔ بما قبل کذا وکذا **قولہ** رکعتین کو مطلق رکھا ہے اولیین کے ساتھ

مقیم نہیں کیا **اقول** اولیین کی قید کی بیاں تو حاجت ہی نہ تھی۔ کیونکہ

رکعتین سے رکعتیں اصلیین مراد ہیں۔ نہ مطلق۔ کما من از الصلوة کانت

رکعتین **اقول**۔ ثم زیدت الاخریان۔ فوجب بالقرآن فرضیة القراءة فی احدى

الرکعتین الاصلین عبارۃً فی الاخریٰ منهما بالدلالة - فوجبت فی
 الرکعتین الاصلین - فلا ورود بعد التفتید **قوله** کوئی یہ جواب ہے
 کہ یہ استدلال بدلالة النص ہے نہ بقیاس شیعہ **اقول** اسکے پھلے امر دوم کی
 تحقیقات میں گزر چکا ہے - کہ دلالت النص کلام بدل علی ثبوت المحکم النطوق
 للمسکوت بواسطة المعنی اللزوم المفہوم منه لغة لا اجتہاداً - نئی ہیئت
 مجموعی کلام سے حکم مسکوت کا التزاماً مفہوم ہوتا ہے - سو اس تعریف سے ثابت ہے
 کہ مرہم اللغة و علم شوبہ الشارع بین الرکعة الاولى والثانية من کل وجه
 ثم یقال له اقرأ ما تیرک من القرآن فی الصلوة - یتبادر الیہ القراءة فی کلام
 الرکعتین - بملاحظة تلك المقدمة المقررة فی نفسه یعنی ہیئت مجموعی کلام
 سے بملاحظة ان مقدمات مقررہ فی نفسها کے وہ ضرور جان لیگا - کہ مطالعات کا
 رکعتین میں ہے - کیونکہ دلالت النص صفت کلام کی ہی - نہ کلمہ کلمہ کی - **قد بر**
اقول نہ شارع نے دو رکعت میں تسویہ کا حکم دیا ہے - نہ فی الواقع ہی **اقول**
 آفتاب نصف النهار کا انکار ہے - کیا شارع کا حکم نہیں ہے - کہ سفر میں قصر کیا
 جاوے - اور وہی رکعت پڑھی جاوے یا کیا واقعہ کے خلاف ہے کہ ہر دو رکعت
 سفر میں باق نہیں ہوتیں - یا صلوة جہریہ میں - پھر نے الرکعتین نہیں - اور
 سرّ میں عدم جہر - یا ہر دو میں فاتحہ مع التورۃ نہیں پڑھی جاتی - یہ تسویۃ واقعہ
 ہے - یا غیر واقعی - اور قعود - قنّا - وغیرہ کا اخیال ہو - تو اس کا جواب معلوم ہی
 ہو چکا ہے - پھر فی تسویہ کی جو فی الواقعہ کفّہ واقعہ کی ہے - کو ان تسلیم کرتا ہے -
قوله ارکان کے لحاظ سے کثرت رکعتوں میں سب کثتیں مساوی ہیں **اقول**
 مساوات اور مشاکلت من کل الوجہ لی گئی ہے - نہ مساوات جہریہ اور اکثریہ - **قد بر**
 المساوات الجہریہ لا یقدح فی المقصود **قوله** اقرأ فی الصلوة کا مخاطب عالم اللغات

شارع نے تسویہ کا حکم دیا ہے اور نہ فی الواقعہ - کا جواب

یہ تو سمجھ سکتا ہے۔ کہ دعائیں کچھ پڑھو۔ **اقول** مخاطب اوردی الصلوٰۃ کا عالم
 بالآخر جب کہ یہ جانتا ہو۔ کہ رکعت اول اور دوم میں شام نے تسبیح من کل الوجوه
 قرار دیا ہے۔ تو بلاخطہ ان مقدمات مقررہ فی نفسہا کے ضرور سمجھ لیا۔ کہ مطالبہ
 قراۃ کا کہتین میں ہے۔ ہاں اگر تسبیح مذکورہ سے لاعلم اور جاہل ہے۔ تو مضائقہ
 نہیں۔ حالانکہ گفت گویا اول میں ہے نہ دوم میں **قوله** اگر ایسا تیار ہوتا جیسا
 ابن الحکم نام نے کہا ہے الاخری قال توائمہ مذہب میں ایسا اختلاف نہ تھا۔ اور
 مسئلہ کا اختلاف تو طرک کو نہ پہنچتا **اقول** اختلاف کا سبب یہ نہیں ہے۔ کہ
 رکعت ثانیہ بالاولیٰ مسائل من کلوجہ نہیں ہے۔ بلکہ منشاء اختلاف کا یہ ہے
 کہ آیا یہ مشاکلت تائمہ رکعت ثانیہ میں موجب وجوب قراۃ کا ہے۔ یا نہیں **فتاویٰ**
قال یہ قد ثابت ومن لا فلا یعنی عارف لغت کے لئی فہم مناط حکم کا متبادر
 ہونا ضروری ہے۔ نہ کہ فہم حکم مسکوت عنہ کا متبادر ہونا ضروری ہے۔ لکن
 قد یقع الاختلاف فی فہم حکم المسکوت لخصاء تحقق المناط المفہوم فیہ لغة
 اما سمعت اختلاف الشافعی الامام مع ابی حنیفۃ التمام فی وجوب الکفایۃ
 بالاکل فی تہار رمضان **قال** ابو حنیفۃ رحمہ اللہ بالوجہ **قوله**
 یری الشافعی ذلک۔ واماخذ استدلالہما حدیث الاعرابی الذی رواہ
 البخاری وغیرہ۔ آذ جاء رجل الى النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فتہال
 ملکک یرسول اللہ وقعت علی امرائی وانا ماشا الحدیث۔ فانه یفہم
 کل منہ عن اللغة۔ ان مناط سوال الاعرابی وجوابہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہو المجاہدۃ الکاملۃ علی الصوم لانفس القریۃ مع اہلہ فی فہم الشافعی ان المجاہدۃ
 الکاملۃ ہی الافطار بالوقاع فقط لا غیر وعند ابی حنیفۃ مطلق الافطار سواء کان الجماع
 منشاء اختلاف کا عدم متبادر نہیں۔ بلکہ یہ تحقق حکم مناط کا ہے وینہما مابینہما

اگر ایسا تیار ہوتا۔ کا جواب۔

فانهم۔ اور اگر کوع و سجود کا اختیار۔ اور الامرا لا يقتضون التكرار کا جواب سبق

میں گزر چکا ہے **قوله** اقول روينا في جزاء القراءة ثنائياً نحو الخ

اقول اس حدیث کی سند میں سفیان بن حسین ابو محمد الواسطی ہے اور وہ

زہری سی روایت کرتا ہے تو میفران لا اعتدال میں لکھا ہے یروی عن

الزهری مضطرب فيه۔ قال احمد ليس بذلك في الزهری۔ قد زوى يعقوب

بن شبيب عن يحيى كان مؤدباً للمدین بالقول۔ وروی ابو داود عن

يحيى ليس بالحافظ ولا بالقوى في الزهری۔ قال ابن معين لم يكن

بالقوى۔ وقال ابو حاتم صالح الحديث يكتب حديثه ولا يعجبه۔ وقال

س ليس به الا في الزهری اس حدیث کا یہ حال مختصر ہے۔ تفصل فیما تر میں

گزر چکا ہے۔ اسی پر صاحب سالہ نازاں ہو کر فرماتے ہیں روينا في الجزء الخ اگر تیر

حدیث صحیح قابل الاجتہاج ہوتی۔ تو غالباً بخاری علیہ رحمۃ الباری اپنی جامع

میں درج فرماتے۔ **قوله** وثبت عنها ابن مسعود الخ **اقول** قدم حجبها

في الآثار۔ بل ذكرها في هذا الفصل هي سديد عند باب لا فكا

لا ان كلام هذا ليس في قرآنه خلف الامام يستلزم ايرادها في هذا المقام

قوله ومن قال الخ **اقول** سلمنا للواجبة لكن اين دالة هذا الواجبة

على الافتراض البعوث فهذا۔ بل غايتها السنية ونحن نقول بها ايضاً

وقرر هذا قال اصحابنا ترك القراءة في الاخرين اسأله بل قال بعضهم

بالجواب **قوله** عن ابن عمر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم **اقول**

اس مسئلہ بقول علماء امت کو مختلف ہیں ذهب بعض الى ان التوركة واحدة

وذهب قوم الى ان التورثت كمات لا يسلم الا في اخرهن۔ وذلك مذهب

اصحابنا الخففيه ومختارهم۔ وبعضهم ذهبوا الى ان التورثت ركعات يسلم

بالتورثت

✽

فی الاثنین وفي اخرهن - هكذا ذكر الطحاكي في شرح الامتار اور نیز
 اس باب میں روایات مختلف ہیں۔ الا حنفیہ کرام نے تین رکعات وتر نہیں
 سلام کو مزج پایا۔ اور عملدرآمد میں رکعت پر ہی فرمایا۔ اور وہ الاحادیث
 الصحیحة الصریحة المحکمة فی التثلیث **روى النساء** عن عائشة رضي
 الله عنها انه صلى الله عليه وسلم لا يسلم في ركعة الوتر **وروى ايضا**
 عن ابي بن كعب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في الوتر يسبح
 اسم ربك الاعلى - وفي الركعة الثانية بقل يا ايها الكافرون - وفي الثالثة
 بقل هو الله احد ولا يسلم الا في اخرهن الحديث **وروى الحاكم**
 في المستدرک وقال انه صحيح على شرط البخاري ومسلم - ولم يخرجاه - و
 لفظه قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بثلاث لا يسلم الا في
 اخرهن انتي - وفي لفظ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسلم في الركعتين
 الاوليين من الوتر انتهى - **ثم** اخرج عزيب العلم قال قيل للحسن ابن
 عمر كان يسلم في الركعتين الاوليين من الوتر - فقال كان عرافة منه
 فكان ينتمض في الثانية بالتكبير انتهى - وسكت عنه ذكر الزيلعي في
 تحريج احاديث الهداية مع ايزاد **وروى الطحاوي** من طريق
 صحيح عن انس انه صلى الوتر ثلاث ركعات لم يسلم الا في اخرهن **وايضاً**
 الطحاوي من طريق سعيد بن منصور باسناد صحيح عن ابي ثعلبة قال قلت لابي
وايضاً الطحاوي من طريق المسكين بن الحزم قال قال فابا بكر رضي الله عنه
 ليلاً فقال علمي لم اوتر فقام وصفقنا ورامه فضلني بثلاث ركعات لم يسلم
 الا في اخرهن ذكره الحافظ ابن حجر في نصب الراية ص ۱۱۱ ويؤيدها - تاروا
 اصحاب الترتيب الاربعة وابن جان في صحيحه والحاكم في المستدرک وقال

صحيحه على شرط الشيخين - ولم يجز جاهد - ورواه الطحاوي في شرح الآثار
عز عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعة الاولى
من الوتر بفاحة الكتاب وسبح اسم ربك الاعلى والثانية بقل يا ايها
الكافرون وفي الثالثة بقل هو الله احد والعوذتين - ومارواه الطحاوي
بسند عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث
يقرأ في الاولى بسبح اسم ربك الى اخره بخروج حديث عائشة **ومارواه**
ايضا بسند عن سعيد بن عبد الرحمن بن ابنه عن عائشة انه صلى مع النبي
صلى الله عليه وسلم الوتر فقرأ الركعة الاولى بسبح اسم ربك الى اخره **و**
اخرجه عن علي وعمران بن حصين نحوه - واتفق النسائي والترمذي وابن ماجه
قال النووي في الخلاصة باسناد صحيح عن ابى اسحاق عن سعيد بن جبيل
ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الوتر بسبح اسم ربك الاعلى - وقل
يا ايها الكافرون - وقل هو الله احد في ركعة ركعة **ذكر الزبلي**
و مارواه الترمذي وبوب عليه قال باب كيف الوتر ثلاث عن
ابي سلمة بن عبد الرحمن انه اجزه انه سال عائشة أم المؤمنين كيف كانت
صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان - قالت ما كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يزيد في رمضان ولا في غير على احد عشر ركعة - يصل
اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطهرتهن ثم يصلي اربعاً فلا تسأل عن حسنهن
وطهرتهن - ثم يصلي ثلاثا الحديث **ومارواه** للترمذي وبوب عليه قال
باب ما جاء في الوتر ثلاث بسند حسن عن علي كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم يوتر بثلاث يقرأ فيهن بتسعة سور من المفصل يقرأ في كل ركعة
بثلاث سور اخرهن قل هو الله احد وفي الباب عن عمران بن حصين عائشة

مطری قاصر اللسان ہے درستی سے ذوصوف تمام باجمال یا مستغنی ست +
 باب وزنگ مخال و خطہ حاجت یعنی زیبارا + یہ مختصر حال ماخذ خفیه کرام کا ہے
 اور بھی قول حضرت عمر بن الخطاب + اور علی بن ابیطالب + اور ابن مسعود۔ اور
 ابی + اور انس بن مالک + اور ابن عباس + اور ابی امامہ + اور عمر بن عبد العزیز
 اور حذیفہ۔ اور ابن اسیتب + اور عروہ بن زبیر + اور قاسم بن محمد۔ اور ابی بکر
 بن عبد الرحمن + اور خارجہ بن یثیر + اور عبید اللہ بن عبد اللہ + اور سلیمان
 بن یسار۔ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کا ہے ذکر فی النہایہ و ذکر الترمذی
 قال سفیان والذی استحب ان یوتر بثلاث رکعات وهو قول ابن المبرک
 و اهل الکوفۃ انتہی و قال الثمنی فی شرح النقایۃ مذهبنا قوی من
 حیث النظر لان الوتر لا یخلو اما ان یکون فرضاً او سنة فان کان فرضاً
 فالفرض لیس الاربعین او ثلاثاً واربعا۔ و کلم اجمعوا علی ان
 الوتر لا یکون اثین ولا اربعاً۔ فثبت ان ثلاث وان کان سنة فلا تعد
 سنة الا واما مثل فی الفرض۔ والفرض لم یوجد فی الوتر الا الفرض هو
 ثلاث انتہی **کذا فی التعلیق المجد** قلت ذکر الطحاوی
 ابط من ذلك من شاء فلینظر۔ قال الزبیری هذا الذی قاله حنبل۔ و ذکر
 الحارثی فی کتابہ التامخ والنسخ ان من جملة التراجیح ان یکون احد
 الحدیثین موافقاً للقیاس و فی الاخر یتکون العلل عن الثالثی الی الاول
 منعیناً۔ انتہی بمضمون و قال بعض اصحابنا ان تعین الوصل والاقتصار
 علی ثلاث حین۔ لان الصحابة اجمعوا علی ان الوتر بثلاث موضوعه حنبل
 و اختلفوا فیما زاد او نقص فآخذنا بما اجمعوا علیه وترکنا ما اختلفوا فیہ
 و اذا سمعت ما تلونا۔ فنقول قوله صلوة اللیل مثنی مثنی فاذا خفت الصبح

حدیث صحابہ کرام
 علیہم السلام

فاور بواحد رواہ الجماعة منہی **اقول** وروی البخاری ایضا بسند

عن ابن عمر ان رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلوة الليل فقال

صلوة الليل مشيئة فاذا اختي احدكم الصبح صلى ركعة واحدة قوت له

ما قد صلى الحديث فعليه **اولا** احمدیہ کہیں ثابت ہے۔ اور یہ مشکب

وال ہے۔ کہ رکعت واحدہ تجزیم مستانفہ۔ بل یجتمعا۔ یعنی یجتمعا ان

تکون بقرعة مستانفة۔ و یجتمعا انہ اذا اختي الصبح صلى واحدة متصلة بما

قد صلى في كيف يتهم حجة في اثبات اللزام۔ لان الاحتمال يعقد الحجة عن

النجية۔ وكيفية تقاوم الصالح التي ذكرناها۔ وثانيا۔ اگر مول لفظ حدیث کا

ایسا ہی ہو جیسا صاحب سالہ فرماتے ہیں۔ تو بھی ایک رکعت ہونا وتر کا بضرقت

خوف طلوع صبح کے ثابت ہوا نہ مطلقا کما يدل عليه لفظ الحديث فانه اختي

احدكم الصبح صلى ركعة واحدة پس بوقت ضرورت یعنی وسعت وقت

کے ایک رکعت ہرگز نہ پڑھنی چاہیے۔ شافعیہ ومن تو افہم کے نزدیک تو اس کے

کہ وہ مفہوم شرط کے قائل ہیں۔ اور حنفیہ ومن معہم کے نزدیک ہی نہیں چاہی

لان ما ورا الشرط مسکوت فیقی علی الاصل وهو العدم **وقال ابن الحمام**

فاذا ابيحت بشرط بقى ما وراه على العدم لكنها لا تجيزها ايضا۔ لذلك عند

خشية الصبح ^{في الركعة الواحدة} لانه احد محتمل التساويين كما قلنا۔ فلا يجوز الحمل عليه بقية

انتم الحاصل یہ حدیث مثبت وحدہ مطلقہ نہیں۔ بلکہ وحدہ عند خشية

الصبح کے ہے۔ و تمذک محتمل الوجہین ہے۔ فلا یقوم بہ الحجۃ۔ وثالثا ایسی وحدہ

رکعت کی مرویات سنت فعلیہ علیہ السلام کے خلاف ہو کہ نہ تعدیر واحد نصا نہ

صلی اللہ علیہ وسلم صلی الوتر رکعت واحدہ فقط ومن ادعی فعلیہ للبيان۔ ودق

حرف القناد **قوله** حنفیہ نے اور بواحدہ کا ترجمہ فرمایا ہے لما قد کر دی پہلی نماز

بجاء
اور
نہی

۲۹۲
 کو ایک کت ماکرا قول صرف حقیقہ ہی کا پیرجمہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر راوی

حدیث۔ بلکہ سید الانبیاء، خاتم الرسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام فصاحت بیان

خود ترجمان اس ترجمہ کا ہے۔ **روى البخارى في مسند** ان بعد اس سال

رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلوة الليل - فقال - صلوة الليل عظمى منى

فَاذْخُلُوا فِيكُمْ الْقُبُورَ مِنْ يَنْبَتٍ وَاحِدَةٍ تَوْتَدُّ لَهُ مَا قَدْ صُلِيَ يَعْنِي اِيك

آدمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کا سوال کیا۔ یہ حضرة

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ جب تم کسی کو

خوف طلوع صبح کا تو ایک رکعت اور پڑھ لے تاکہ یہ رکعت طاق کر دے پہلی نماز کو۔

وروی مسلم عن عثمان رضی اللہ عنہ ان رجلاً نادى رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم وهو في السجود - فقال يا رسول الله كيف أوتر صلوة الليل

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى صلاة الليل فليصل مني مشئني

فان احسن تصيحه - سجد سجد - فاورت له ماصلي يني کسی نے پوچھا

ایسول السدم میں وترکی نماز کس طرح پڑھیں۔ آپ نے فرمایا۔ دُور دُور۔ جب معلوم ہو۔

کہ صبح ہونی کو ہے۔ تو ایک کھمت اور پڑھ لے۔ پس یہ ایک کھمت پہلی کو طاق کر دی گئی

اور اسی (تقریر کا قاصد صلی) جملہ حدیث کو امام مالک - اور نسائی وغیرہ نے یہی -

بیان کیا ہے۔ اب فرمائیے کہ یہ ترجمہ (طابق کردے) اگر کثرت سے پہلے نماز کو خفیہ

کرام کا خانہ زانو۔ اور ایجاد ہے۔ تاکہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کی کلام مغیر نظام (تقوٰۃ)

لہذا قافلے سے مستفاد ہے۔ وعدت کعت کی۔ صلی کعت واحدہ سے پہلی

استفادہ تھی۔ تو نہ کہ ماقدصلی کا۔ پھر فائدہ ہی کیا۔ طرفہ ترقی بھی کہ

اس جملہ والی حدیث کو صاحب سالہ نے معرض استہزاء میں بیان نہیں فرمایا۔ قول

پہر چہ نہایا گیا ز اجد مسلمہ فکل نکعتین۔ وکذا مسلم من ابن عمر۔ تو کہد یا

تسليم کے معنی میں السلاط علیک ایہا النبی کہنا آہ **اقول** صحیح مسلم کی عبارت
یہ ہے۔ عقبہ بن حریث کہتے ہیں۔ سمعت ابن عمر یحدث ان رسول اللہ ص
صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوة اللیل مشنی مشفی۔ فاذا رایت ان الصبح یدیک
فاوتر بواحدة۔ تھیں ابن عمر مامثنی مشنی قال ان تسلم فی کل رکعتین
انتفی صرہ۔ آفتاب نصف النہار سرورشن ہے۔ کہ یہ قول سرور انبیاء صلی اللہ
علیہ وسلم کا نہیں۔ بل موقوف ابن عمر کا بیان ہے۔ تسلیم کیا کہ تفسیر راوی ثقہ معتبر
کی ہے۔ آلا انکار احتمال۔ کہ محتمل دو معنوں کا نہیں ہے۔ انکار بدایت ہے۔ کیونکہ
اسکرمنی سلام بعد الرکعتیں کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور السلاط علیک ایہا النبی
کا یہی محتمل ہے۔ اب ہم میزائل الاغتدال سے دیکھتے ہیں۔ کہ ان ہر دو
احتمال سے رجحان کیسوی۔ تو ہم نے دیکھا کہ خود ہی حضرت ابن عمر رضہ احد المختلین کو
ترجیح فرما رہے ہیں۔ **روی مالک** فی موطاء عن عبد اللہ بن دینار ان
عبد اللہ بن عمر کان یقول صلوة المغرب وتر صلوة النہار انتھی **ورواہ**
محمد ایضاً فی موطاء عن مالک بهذا السند **ورواہ** ابن ابی شیبہ مرفوعاً
من حدیث ابن عمر بلفظ صلوة المغرب وتر النہار فاوتر باللیل **قال**
العراقی مسند صحیحی ذکر الزرقانی۔ ہکذا فی التعلیق المجتہد وانظر الطہاوی
عن عقبہ بن مسلم قال سالت عن ابن عمر عن النبی فقال اترعت وتر النہار۔
فقلت نعم۔ صلوة المغرب فقال صدقت احسنت انتھی پس ما ذکر سے ثابت ہوا کہ
حضرت ابن عمر نے صلوة الوتر کو بصلوة المغرب تشبیہی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ
صلوة المغرب تین رکعت بلا سلام ہو۔ تو وتر ہی ضرور ایسی ہی ہونے چاہئے۔ تا
کہ تشبیہ تمام ہو۔ اور اسی تشبیہ تام پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام الوقت پر درجہ کے
فیض و بلیغ محاورات عرب سے بدجہ اتم ماہر۔ جنکی فصاحت و بلاغت کی تعریف

۱۵۰ اور اگر تشبیہ ہی کی جائے۔ بل اگر تشبیہ صحیح ہے۔ تو یہ دفعہ درست کہنا بہت ہی عجیب ہے۔

امام شافعی جیسو امام الوقت فصم بالغ۔ فرماتے ہیں۔ مارےیت احداً الفصمہ
 کان القرآن نزل بلغة۔ اور نیز امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اُستاد ہیں۔ بانہی
 کر کے اسی حدیث وصلو المغرب وتر صلوة النہار کو لاکر نتیجہ برپا
 ہیں۔ قال محمد وبهذا نأخذ وقد يغفل عن جعل المغرب وتر صلوة النہار گما

قال ابن عمر ان يكون وتر الليل مثلها لا يفصل بينهما بتسليم كما يفصل
 في المغرب بتسليم وهو قول ابی حنيفة رحمة الله ایتھی۔ بلکہ یہ روایت عبد اللہ

بن مسعود سے بھی ثابت ہے **رووی محمد** عن عبیدہ قال قال عبد اللہ
 بن مسعود الوتر ثلث وصلوة المغرب اور عبد اللہ بن عباس سے بھی مروی

ہے **رووی محمد** عن عطاء بن یسار قال ابن عباس الوتر وصلوة المغرب
 ایتھی فلیعبر بذلك والحفظہ لکن اس بیان و تقریر میں۔ انجندہ باقی رہا وہ

یہ ہے کہ امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہی **رووی**
 البخاری عن ابن عمر انہ کان یسلم بین التکعتین والركعة في الوتر آ

تو اسکا جواب قل ذیل میں گزرش ہوتا ہے **قولہ** **رووی** عن ابن عمر
 انہ کان یسلم بین التکعتین والركعة في الوتر حق کان یا من بعض حاجتہ

اقول لفظ کان حق کان یا من میں سہو قلم کے صحیح حتیٰ آیا ہے) آگے
 ابی بکر قطلانے مواہب لہ نیہ اور شرح بخاری میں کہتے ہیں وجبات فذہ

کان ابن عمر یسلم بین التکعة والركعتین في الوتر حتی یام۔ بعض حاجتہ۔ ق
 هذا ظاهر انہ کان یصل الوتر موصلاً۔ فان عرضت له حاجتہ۔ فصل

نہی علی ماضی ایتھی قطلانی علیہ الرحمۃ کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ فعل وائی
 حضرت عمرؓ کا یہ تھا۔ کہ وتر موصلاً پڑھتے۔ الا اھیانا بوقت عروض حاجت۔ و

ضرورت کے کبھی فصل کرتے۔ اور بجای خود ثابت ہے کہ عروض حاجت اور ضرورت

نہی کا بیان
 مواہب لہ نیہ
 (+)

اللہ علیہ وسلم یقرء فی الوتر بسم اسم ربك الاولی - وفی الركعة الثانية یقل یا ایہا

الکافرون وفی الثالثة یقل ھو اللہ احد ولا یسلم الا فی آخرہن **وروی**

الحاکم فی المستدرک وقال صمیم علی شرط البخاری ومسلم غیرہما

ولفظہ قالت ریعنی عائشہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا

یسلم الا فی آخرہن - وفی لفظ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم الا

فی آخرہن - وروی ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن انس عن عائشہ قالت

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث یقرء فی الاولی بسم اسم ربك الاولی

الحديث هكذا فی الفتح اور سوال کے اور احادیث بہت ہیں - جو کہ ثلث الوتر

کے مؤید ہیں - اور ان کا ذکر اسبق میں مؤیدات میں گزر چکا ہے **قولہ** اور اس

سورہ یحییٰ عن ابن عمر و ابن عباس انھما سمعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوتر

رکعة من اخر اللیل رواہ احمد ومسلم **اقول** روی الطحاوی عن ابن عمر

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الوتر رکعة من اخر اللیل - ثم قال ذهب قول الی

هذا - وخالفہم فی ذلك اخرون فقال بعضهم الوتر ثلث رکعات لا یسلم الا فی اخر

ھن - وقال بعضهم الوتر ثلث رکعات یسلم فی الاثنین وفی اخرہن **وکان**

قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر رکعة من اخر اللیل - قد یحتمل عندنا ما

قال اهل مقالة الاول ویحتمل ان یکون رکعة مع شفعة قد قدماھا - وذلك

کله وتر فیکون تلك الركعة توتر المتقدم ھا - وقد بین ذلك ما رواہ

بعضہم عن ابن عمر - ان رجلاً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوة اللیل فقال

متنی مثنی فاذا خشیت الصبح فصل رکعة واحدة - توتر لك صلواتك انتھی مختصراً

ثم سرح لا ثبات المدعی حایث كثيرة - **حاصل** کلامش یہی کہ - الوتر رکعة

من اخر اللیل محتمل ومنعوا کا ہے - احتمال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں - کہ وتر ایک

رکعت فقط ہے۔ اور احتمال ہے کہ یہ ایک رکعت مع ما قبل کے ملکہ یہ تمام ذکر ہونے
چنانچہ تو تراک صلوٰۃ اسی احتمال کو ترجیح دیتا ہے۔ اور نیز وہ جملہ روایات
جو کہ در باب ثلث و تر کے وارد ہوئی ہیں۔ انھیں معنوں کے معاضد اور مؤید
ہیں۔ پس اس حدیث محتمل الغنی میں کو اپنے اثبات مدعی کے لئے صریح قرار دینا
خیر غفامیں ہے۔ بلکہ یہ روایت اثبات مدعی میں پہلی روایت سے بھی کمتر
ہے۔ فیکف یكون صریحاً **قولہ** مروی عن سعید بن مسعود صحیح۔ صلی بن عمر

رکعتین ثم قال یا غلام ان حلی لنا ثمة قام و اوتر رکعة **اقول**

قال الفاضل الکنوئی فی التعلیق المحمد۔ ناقلاً عن درقانی امار و ایه
سعید محتملہ انتہی پس یہ روایت بھی جو مجموع الاحتمال ہے۔ صیر فی المقصود

نہیں ہے۔ **قولہ** اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ یسلم بن کل رکعتین و یوتر
بواحدة **اقول** طحاوی رحمۃ نے شرح آثار میں لکھا ہے و ما قولنا

رای عائشہ یسلم بن کل رکعتین۔ فان ذلك محتمل ان یکون کان

یسلم بن کل رکعتین فی الوتر و غیر۔ قثبت بذالك ما ذهب اليه اکمل

المدينة من التسليم بين الشفع والتر۔ و یحتمل ان یکون کان یسلم بین

کل رکعتین من ذلك غیر الوتر۔ یشفق ذلك و حدیث سعد بن هشام

ولا یضادان۔ مع انه قد روی عن عروة فی هذا۔ خلافاً ما رواه الزهري

عنه اشہل۔ ثم سرف الاحادیث۔ طحاوی علیہ الرحمۃ کے بیاں سے ظاہر ہے کہ یہ

روایت محتمل الغنی ہے فلم تکن نقضاً فی المقصود **قولہ** اور ظاہر ہے کہ

گیارہ رکعتوں میں یسلم کے معنی اوسط فی التمشد کے حنفیہ کے نزدیک ہی بن نہیں

سکتے **اقول** حنفیہ کرام نے یہ دعویٰ ہی کب کیا ہے۔ کہ گیارہ رکعت میں

تأیید اصولاً۔ لا جواب

یہ کہ معنی اوسط تشہد کے ہیں۔ تاکہ اونپر یہ اعتراض وارد نہ ہو۔ بلکہ خفیت کے
 معنی اور توجیہ۔ طحاوی حمہ اللہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ **قوله** راوی کی
 تفسیر اور راوی کا قول اگر حنفی حجت جانتے ہیں **اقول** راوی کا قول اور راوی
 کی تفسیر علی الاطلاق حجت نہ ہونا خفیت کا مذہب نہیں کما فیما مر۔ مع انکہ
 عقل الوجہین **قوله** اگر عبارتہ انص کو ترجیح دیتے ہیں **اقول** عبارتہ
 انص ہی کہاں۔ لیکن صحیح کما ہوت فیما ملونا **قوله** اگر انصاف کا
 خون نہیں کرتے **اقول** انصاف کا خون تو خفیت نے کیا کرنا ہے۔ اور کیوں
 کریں کہ درپٹی تطبیق احادیث میں **ہاں** اگر ایسے منصف طاحر کا خون
 کر نہیں دینے کریں تو بنی نہیں **قوله** اگر اسے فقہ مانتے ہیں **اقول**
 لاشکے کو نہ فقیہا۔ ولکن عمر۔ وابن مسعود۔ وابن عباس کا نواختہ
 منہ مع ان التطبيق بین قوله وفضلہ لا یضت فی قضاہتہ **قوله** اگر اسی
 عاشق اتباع سمجھتے ہیں **اقول** حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ ابن مسعود۔ ابن عباس
 ابی۔ زید۔ انس۔ وغیرہ انک مما ثبت عنہم ثلاث الوتر صواب اللہ علیہم
 اجمعین بلکہ جملہ صحابہ کرام عاشقان اتباع اعد جان شائست نبویہ علیہ السلام
 پر ہیں۔ کون اور کئی طاعت ہے۔ کہ حضرت عمر۔ علی۔ ابن مسعود۔ اور ابن
 عباس وغیرہم کو کہے کہ عاشقان اتباع نہیں۔ حالانکہ وتر تین رکعت ہی پر
 ہے۔ کما ثبت فی محلہ **قوله** وہ جو محمد بن قریظ سے فہی عن البتیل کی حدیث
 جو مروی ہے۔ **اقول** تیسرا کہ ثبوت آور عدم ثبوت پر مدار اثبات تشریث
 وتر کا نہیں۔ تاکہ اس کو اثبات میں کوثر اور اشتغال کیا جاوے کما مر مثلاً
 فیما سبق لہذا ابن تہام نے بعد ذکر حدیث صلوات اللیل منوشی۔ الحدیث
 کے کما ہے فتم المقصود غیر متوقف علی ثبوت الفہی عن البتیل **قوله**

یہ کہ معنی اوسط تشہد کے ہیں۔ تاکہ اونپر یہ اعتراض وارد نہ ہو۔ بلکہ خفیت کے

ابن حزم نے کہا ہے الی نقولہ - وقال قد رويانا من طريق عبد الرزاق عن ابن عباس - الثلاث بتيذا - يعني الوتر - فعاد البتير على الصحيح بالجنس الكاذب **اقول** هذا كذب بحت يكذب به مواروه الحاكم في المستدرک - وقال انه صحيح على شرط البخاري ومسلم لم يجز جلاء - **عن عائشة** مرفوعا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر ثلث لايسلم الا في اخر من **وفي لفظ** كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايسلم في الركعتين الاولين من الوتر - **وما روى النسائي** عن عائشة انه صلى الله عليه وسلم لايسلم في ركعتي الوتر - ومواروه ايضا عن ابي زكعب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الوتر بسم الله ربك الأعلى - ألى ان قال - وفي الثالثة بقل هو الله احد ولايسلم الا في اخر من انتهى - ومرتبة فما سبق **ومارواه ابو داود** وغير مرفوعا - ومن لم يجز ان يوتر ثلث فليصل الحديث - ومواروه الحديث عن علي قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر ثلث يقرأ فيه الحديث قال وفي الباب عن عمران بن حصين - وعائشة - وابن عباس - وابي - وايب - وعبد الرحمن بن ابي ربيعة - **وماروه البخاري** في صحيحه عن القاسم ماريانا انا ساء ما ذكره كذا - يوترون ثلث الى اخر **وما روى الترمذي** عن انس انه قال الوتر ثلث ركعات وكان يوتر ثلث ركعات - **وما اخرج** الطحاوي عن ثابت بن ابي ابي الوتر - وانا عن عيسى بنه - واما ولده خلفنا - ثلث ركعات لايسلم الا في اخر من **وما اخرج** عن السواق قال دقا ابا بك بن فقال عن ابي الوتر - فقام وصنعنا وراه فصل ثلث ركعات لايسلم الا في اخر من **وما اخرج** عن ابي الزناد عن الفقهاء السبعة - سعيد بن المسيب الى اخر كما وفيما من - **وما ذكرنا** من الاحاديث الموثقة فيما سبق - فهذا الاحاديث

ابن حزم نے کہا ہے
کاذب۔
ابن حزم نے کہا ہے

الصيغة الصريحة في ثلث الوتر - والافعال المذكورة يكذب ابن حزم في

دعواه - ليت شعري كيف تقوم بهذا الكلام - مع تقصيره في اخبار خيرا لانام - و

توقع نظره في اثار الصحابة الصكرام - ولولا مخافة طول المقال - بسطنا

الكلام بطلا في الابطال - لعلهم لا تفرح سمعه هذه الروايات المروية عن

النقاد الثقات - ولم يصل بصره الى اثار الابرار والابائات - والله يعصمنا عن

الافات والبلبيات **قوله** ابن مسعود في أثر ما أجزأت ركعة قط الم **اقول**

أخرج محمد في كتابه الكبار - عن ابن مسعود انه قال ما أجزأت ركعة قط ق

أخرجه في مؤلفه ايضا **واخرج الطبراني** عن ابراهيم قال بلغني ابراهيم

ان سعدا يوتر بركعة فقال أجزأت ركعة قط **قوله** فقد قيل انه ذكر

مرآة اعلیٰ ابن عباس **اقول** اسکا ضعف قیل سے ہی خود ظاہر ہے - اور تا

اخرج الطبرانی سے صاف ظاہر ہے کہ ابن مسعود نے سعد کے روتر میں یہ عبارت نہ لائی

اور امام مالک علیہ الرحمۃ کو جب یہ اثر سعد بن ابی وقاص کا پہنچا - تو آپ نے فرمایا

لیس علیٰ هذا العمل عندنا - لیکن ادنیٰ الوتر ثلث اہم یہ عبارت بنی نبائی مؤطا

امام مالک میں ثبت ہے - اور ابن عباس کا قول الصلوات فی حال الخوف ركعة

واحدة متاول ہے - دیکھو نووی کا باب الصلوات فی السفر **قوله** وتر کی ایک

ایک رکعت کس کس صحابی کا مذہب ہے - خلفاء اربعہ ابن مسعود - ابن عباس

ابن کعب ام **اقول** فی التعلیق محمد **قوله** الوتر ثلث وهو قول عمر ق

علیٰ وابن مسعود - وابی - واکس - وابن عباس - وابی امامہ - وعمر بن عبد العزیز

وحذیفہ - والفقہاء السبعة - وابن السیث - وهو احد قول الشافعی - اہم

وذكر صاحب التمهيد عن جماعة من الصحابة **مروى** عنهم الوتر منهم بثلث - لا

يسلم الا في اخرهن منهم عت وعلى وابن مسعود - وزيد - وابی - واکس

انتھی ذکر بیان صاحب تمحید یعنی ابن عبد البر اور تعلیق المجد سے ظاہری
 کزیل کے قول سے راگر او کا ہونے نیل مرام حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی جبکہ اس
 کے قول کا قول معارض موجود ہے۔ تو پھر عند المعارض وہ حجت کیونکر ہو سکتا ہے
 اور اس اجمال کی تفصیل طوالت طلب ہے۔ آلاشت نمود از خروار کے گزارش ہوتا ہے۔

آخر الحاکم عن جیب المعلم وسکت عنه قال قیل للحسن ان ابن عمر

کان یسلم فی الرکعتین الاولین من الوتر۔ فقال کان عمرافقه منہ۔ فکان

یتھض فی الثانیہ بالتکبیر انتھی **وذكر الطحاوی** من طریق السو

بن الخزيمة۔ قال دفنا بابا بکر لیلاً فقال عمرانی لمرات فقام وصففنا

وراء فصلی ثلث رکعات لم یسلم فی اخرهن انتھی **ذكر الحاکف**

ابن حجر فی نصب الرایۃ۔ ان آثار سے فعل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ کا

ثلیث وتر ثابت ہوتا ہے۔ نہ وحدۃ وتر کی۔ پس قول صاحب سالہ کا کہ عمر المکریتہ

وتر پڑھتے تھے۔ آٹھاب بالتذیل ہے۔ **وروی** الطحاوی بسندہ عن ابن

طیعة عن عبد العزیز بن صبا عن ابن منہو۔ قال سالت عبد اللہ بن

عباس عن الوتر فقال ثلث **وايضاً** عن ابن طیعة بسند آخر کذلک

وايضاً بسندہ عن ابن عیہ قال سمی السو بن مخزومہ وابن عباس الوتر

ما قال۔ فقال لا صحابہ اترو فی ادک اصلی ثلثا یرید الوتر للحدیث **وقال**

محمد فی مؤطاہ وبقول ابن عباس ناخذ انتھی۔ آی فی ثلث الوتر۔ یہ آثار صا

والن میں۔ کہ ابن عباس بھی تین رکعت وتر پڑھتے تھے **وروی** الطحاوی

بسندہ عن عبد الرحمن بن بزید عن عبد اللہ بن مسعود قال الوتر ثلث کوثر

النهار صلوة المغرب **وايضاً** بسند آخر منہ۔ وقال محمد فی مؤطاہ۔ و

بقول ابن مسعود ناخذ ان آثار سے حال ابن مسعود کا ظاہر ہے۔ کہ وتر تین رکعت ہی

تابعین اور علماء کے نزدیک جویا

پڑھتے تھے **قوله** تابعین اور علماء الی آخرہ **اقول** اگر واقعی ایسا ہی ہو۔ تو
 صحابہ اور تابعین اور علماء سے خشکے نزدیک و تر تین رکعت ہیں بکثرت ہیں۔
مقدم عن الخطاب۔ علی بن ابي طالب۔ ابن مسعود۔ ابی۔ انس بن مالک۔ ابن
 عباس۔ ابی امامہ۔ عمر بن عبد العزیز۔ حذیفہ۔ ابن السائب۔ عمر بن الزبیر
 قاسم بن محمد۔ ابی بکر بن عبد الرحمن۔ خارجة بن زید۔ عبید اللہ بن عبد اللہ
 سلیمان بن یسار۔ ذکرہ فی النہایۃ اور حلی نے کہا ہے و انتھان الثور
 و ابن المبارک۔ و هو قول مالک فی کتاب القیام ذکرہ فی المعارضۃ
 انتھی اور طحاوی نے کہا ہے۔ کہ بہت شائع اور صالح لوگ جو لائق فتوے
 اور معتمد علیہ ہیں۔ آؤں یہ بھی تین و تر ہی منقول ہیں **قوله** امام مالک اور
 امام شافعی۔ آؤں غی۔ احمد۔ اسحاق۔ ابو ثور۔ داؤد۔ ابن حزم۔ **اقول**
 امام مالک تو اپنے مؤطا میں بعد ذکر روایت سعد کے فرماتے ہیں قائل مالک لیس
 العمل علی هذا عندنا و یکن ادنی الثور ثلاث اور صاحب مسوی کہتے ہیں
 افراد الركعة مکروہ عند مالک انتھی۔ اور امام شافعی حماد سے روایت کرتے ہیں
 مختلف سے ثلاث یفضل بینہم بتسلیم۔ وثلاث بتسلیمتین۔ والقول انشاء
 او تر رکعة۔ وان شاء بتثلیث بتسلیمۃ واحدة۔ او غمیس۔ او تسیم۔ او
 باحد عشر۔ کذا فی النہایۃ۔ ذکرہ فی التعلیق المجید اور جامع ترمذی
 والعمل علی هذا عند بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین راوان یفضل
 الرجل بثلث رکعتین والثالثة۔ یوتر رکعة۔ و یقول مالک الشافعی
 و احمد۔ و اسحاق انتھی۔ اس بنا پر ظاہر ہے۔ کہ امام مالک شافعی۔ احمد۔ اسحاق
 کا مذہب نہیں ہے۔ کہ وہ صرف ایک ہی رکعت ہی۔ بلکہ انکا مذہب یہ ہے۔ کہ وہ
 تین رکعت ہیں۔ الا بتسلیمتین۔ یا ایھما کمال یہ ہے۔ کہ تین رکعت یکساں

۳۰۳ سے منکر کوئی نہیں ہے۔ بلکہ اکثر کو انکی اولیت میں اتفاق ہے۔ پس مذہب حنفیہ کراشم در باب تربیت اولیٰ اور محتاط ہے۔ **قولہ** بلکہ ابوہریرہؓ

نے مرفوعاً روایت کیا ہے لا تغزو ابنتک۔ اور تو انجمن فی سبع۔ لانتہما ہوا بصلوة الغرب الی الخ اگر کینے موقوف کہا ہے۔ تو موقوف آپ کو یہاں حجت ہے **اقول** اولاً اس روایت میں نقلیث و ترک کی ہے۔ اور اثبات پانچ۔ ثبات کا

وحدہ رکعت کے اثبات کا اسمیں کچھ ذکر ہی نہیں۔ تاکہ لانا اس حدیث کا آپ کر لیں کچھ روایت ہو۔ ثانیاً اس روایت کے معارض ہے۔ روایت ابو داؤد۔ ثانی وغیرہ کے جو مرفوعاً مروی ہے۔ **ابی ایوب قال** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الوتر حقن شاء ان یوتر بثلاث فلیفعل الحدیث اور نیز کے معارض ہے حدیث ابی بن کعب کی جب کو ثانی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ **قال** کان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یقرن فی الوتر بسبع اسم الی ان قال فی الثالثة بقل هو الله احد۔ ولا یسلم الا فی اخرہن اور نیز کے معارض ہے۔ حدیث عائشہ صدیقہ کی جب کو حاکم نے

بیان کیا ہے **وقال** صحیح علی شرط البخاری وسلم ولم یخرجاه۔ **قال** کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یسلم الا فی اخرہن اور ان کے سوا بہت

احادیث مرفوعہ ورائے صحابہ جو کہ سابق میں گزر چکی ہیں۔ اس روایت کے معارض ہیں راقم اوراق کہتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ روایت عائشہ صدیقہ کی۔ **روایت**

ابوہریرہؓ کے بوجہات مرجع اور قوی ہے۔ ان روایت اکثر بخلاف حدیث ابی ہریرہ۔ ثانیاً۔ ہذا روایت کثیر الخاطیہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

بخلاف روایت ابی ہریرہ۔ ثالثاً۔ ان روایت خفیہ بالاقا و بخلاف روایت ابوہریرہ۔ لانه لم یقل ببقاھنہ بعض الاصولیین۔ رابعاً۔ ان روایت عائشہ رضی اللہ عنہا

یوافق الحفاظ۔ بخلاف روایت رضی اللہ عنہم۔ خامساً۔ ان روایت عائشہ علی شرط

ابوہریرہ کے اثر کا جواب +

دفعہ تریخ حدیث عائشہ

التیغین رواہ البخاری ومسلم۔ کما قال المحاکم فی المستدرک سادسہا۔ روایت
عائشہ مرفوعہ بالاتفاق بخلاف روایۃ ابی ہریرۃ۔ فانہ قال بعضهم بالرفع
وقال بعضهم بالوقف۔ شابعہا۔ روایۃ عائشہ موافق للقیاس کما مر
بخلاف روایت رضی اللہ عنہ ثامنہا۔ ان روایۃ عائشہ یفسر بفعلہ صلی
اللہ علیہ وسلم بخلاف روایۃ رضی اللہ عنہ تاسعہا۔ انہ لم یعمل بروایۃ احد من
الائمة لان کلہم اجمعون یقولون بجواز تثلیث الوقع عاشہا۔ روایت
عائشہ مخرج فی السنن بخلاف روایۃ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وغیر ذلک
من وجہ التعلیل **قال** الفاضل الکھنوی فی التعلیق للمجد۔ وقر العلو
ان حدیث عائشہ فی عدم السلام فی الکتبتین مرجح علی حدیث ابو ہریرۃ
رضی اللہ عنہ لا ینفی علی ما مر الفتن۔ متع ان حدیث ابی ہریرۃ معارض
بحديث من احب ان یؤثر تثلیث فلیفعل۔ المخرج فی السنن وهو من استنبأ التناجیح
انہی **قوله** عاتی نے کہا۔ عائشہ صحیحہ ہوا۔ آہ **اقول** اولاً۔ روایات
مستبوتہ الذکر عائشہ وغیرہ کی اس تصحیح کے مدارج صریح ہیں۔ علاوہ اس کے
اگر صاحب رسالہ اس روایت کو مسلسل بیان فرماتے۔ تو البتہ ہم ہمیں دل کو ہلکا
کلام کرتے۔ گول بات کا جواب گول دیا جاتا ہے۔ ثانیاً۔ زرقانی نے
نقل کیا ہے۔ **روای** ابن ابی شیبہ مرفوعاً من حدیث ابن عمر بلفظ
صلوة المغرب وتلا المہار فاقرؤ للیل قال العزازی مسند صحیح انتہی۔ ذکرہ فی
التعلیق یہ حدیث صریح مرفوع معارض اوس موقوف کہ ہے۔ **قوله** سلیمان بن
یسار ستریں رکعت ذکر کا مسئلہ پوچھا گیا آہ **اقول** اولاً۔ سلیمان بن یسار کو صحیح
احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ کرام باختصاص سنت خلیہ مرویہ بروایات ثقات۔ اور
اعمال صحابہ رضواں اس کی نہیں ہو چکے۔ کہ ایسا فرمایا۔ ذکر بعد وصول ان حدیث

عاتی نے کہا

سلیمان بن یسار مروی

اور فعال صحابہ اور سنت فعلیہ علیہ السلام کے لئے ایسا فرمانا کب متصور تھا۔ ثانیاً۔ جس طرز و طریق سے صاحب رسالہ بیان فرماتے ہیں۔ مخبر مجہول۔ اور سائل بھی نامعلوم اثبات مدعا کے لئے عند معارضہ یہ طریق کب قابل تسلیم ہے۔ طحاوی نے اپنی سند مسلسل سے بیان فرمایا ہے۔ کہ تراویح سبعة اور سلیمان بن سیر بھی ایک انہیں سونہی کا درباب و تر عمل تین رکعت پر ہی تھا۔ و مقبل فلک **قوله** آپ لوگوں نے دیکھا کہ ایک رکعت کی نماز شرع میں کیسی ثابت ہو **اقول** اپنی جعفر بیان کیا ہے۔ اوس میں سی کوئی حدیث مرفوعہ جس سے وحدت رکعت کا ثبوت نصاً ہو۔ بیان نہیں فرمائی۔ اگر کسی میں وحدت رکعت کا ذکر بھی ہو۔ تو وہ متاول ہے۔ جیسے مابقی میں گزارش ہوا ہے۔ پہاڑ دعویٰ کو مجرد دعویٰ ہی کہنا چاہیے۔ **قوله** بلکہ اس عباس سے فرض کے ایک رکعت ہی ثابت ہو۔ **اقول** نووی نے کہا ہے **قوله** ابن عباس۔ وفي الخوف ركعة متاول۔ آہم شافعی اور مالک اور جیسوئے اسکی تاویل کی ہے علی ان المراد به ركعة مع الامام۔ و

ركعة اخرى ياتي بها متفرداً وهذا التأويل لا يدمنه للجمع بين الأدلة التي باختصار۔ پہر جب کہ متاول ہے۔ تو اس سے معارضہ کب قائم ہو سکتا ہے۔ فلا یفیدہ **قوله** ذکرہ عینی کا قول کہ ایک رکعت شرعی نماز نہیں ہرگز درست ہوا **اقول** ایک ایک رکعت شرعی نماز ہونا کہاں ثابت ہوا ہے۔ کہ عینی کا قول ثابت ہو **قوله** فائدہ۔ و تروں میں اصل ثابت بھی ہے۔ علی سبیل الاختلاف الانواع کئی طرح ثابت ہیں۔ ایک رکعت جیسا گزرا **اقول** اوس گزری پر جو گزرا وہ ہی معلوم ہوا۔ وحدت کا ثبوت نصاً کہیں ہی ہوا۔ **قوله** تین رکعت الا میں سب سے **قوله** ترک اور سب سے اخلاص کی تخصیص ہے خلافاً للحنفیہ **اقول** اگر اس تخصیص سے مراد ہے۔ کہ سوائے سورتوں کے تین رکعت و ترجائز ہی نہیں تے

یا ان میں اور سورتیں مروی نہیں فذلک یردہ **مارواہ اصحاب**

السنن الاربعہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک انہ

حلیہ السلام کان یقرء فی الرکعة الاولى بفاطحة الكتاب - وسمی اسم ربک

الاعلیٰ - و فی الثانية یقل یا ایہا الکافرون - و فی الثالثة یقل ھو اللہ

احد والمعوذتین **وما روی الطحاوی** بسندہ عن علی قال کان

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوتر تسع سور من المفصل فی الرکعة الاولى - الھکم التکاث

وانا انزلناہ فی لیلۃ القدر - و اذا زلزلت و فی الثانية والعصر و اذا جاء نصر اللہ

وانا اعطیناک الکفر - و فی الثالثة قل یا ایہا الکافرون وتبت ید - و قل

ھو اللہ احد انتھی - و ذکر فی عدۃ الرعاۃ - آخر جہ احمد وغیرہ - وقد

بسط طرق هذه الاخبار الحافظ ابن حجر العسقلانی فی تخریج احادیث الاذکار

المسمی بنتائج الانکار انتہی **وما قال الترمذی** فی جامعہ

قال ابو عیسیٰ **وما** عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قرأ فی الوقت - فی الرکعة

الثالثة بالمعوذتین - و قل ھو اللہ احد انتہی اور اگر اس تخصیص سے یہ مراد ہے -

کہ اولیٰ اور مسنون پھر سے کہ ترووں میں بھی تین سورتیں پڑھی جائیں - اتباعاً -

لفعلہ علیہ السلام فی اکثر الاوقات وغالبہا تو خلافاً للحنیفہ کہنا **ابن ابی عتبہ**

و خلافت ہر فی عدۃ الرعاۃ - و یقرء فی کل رکعة منہ رای الوقت انتہی

وسورۃ ای ای سوختہ شاء - و الاولیٰ اتباعی بما نقل عن النبی صلی اللہ علیہ

سلم و کان یقرء تالیف فی الرکعة الاولى بسم اسم ربک الاصلی الحدیث **وقال**

الحلی السجبت رای فی الوقت قراۃ بسم اسم ربک فی الاولى - و قل یا ایہا الکافرون

فی الثانية - و قل ھو اللہ احد فی الثالثة انتھی - و کذا فی اللہ والبحر وغیرہا

قولہ اور پانچ آہ **اقول** پانچ سات - نہ کہ جواب میں - ابن الجہا لم یطحاوی

وغیرہ نے کہا ہے ان ہذا وما یشاکلہ کان قبل ان یستقر امر الوتر۔ ائمہ
والعبان لابن الہمام۔ اور اسکی تفصیل فتح القدیر۔ اور طحاوی۔ اور قافہ
شرح مشکوٰۃ وغیرہ سے ملاحظہ کرنی چاہیے **قولہ** اور یہ اختلاف الانواع
ہے۔ **اقول**۔ اختلاف رفع یدیں عند الرفع وغیرہ۔ اور اختلاف وضع
الیدیں علی الصدر۔ اور تحت السرۃ فی الصلوٰۃ۔ اور اختلاف التیمم ضربان
او ضربۃ واحدۃ۔ اور اختلاف جلوں فی التیمم۔ اور وغیرہ وغیرہ اختلاف کو
اختلاف الانواع کہہ دیا۔ اور چھٹی ہوئی۔ یہ امر تو آفتاب نصف النہار سے بھی روشن
ہے۔ کہ اختلاف الائمہ رضوان اللہ علیہم کا اسی لئے ہوا۔ کہ روایات مختلفہ وارد ہوئیں
ہیں۔ اور ہر ایک نے اپنے قواعد مقررہ کئے بموجب احادیث روایتین کو ترجیح دیکر اپنا
معمول قرار دیا۔ تشہد ابن مسعود کو امام علیہ الرحمۃ نے بوجہ بات فتنی جو کہ مجلس خود
مذکور میں۔ اور تشہدوں پر ترجیح دی۔ اور اسی تشہد کو اپنا معمول ٹھہرایا۔
اور اذان بلال رضی اللہ عنہ کو جو کہ بغیر ترجیح تھے۔ راجح سمجھ کر اپنا قرار و مقرّر فرمایا
علی ہذا قیاس۔ اور حج میں من یحج لے یومئذ فلا اثم علیہ ومن تأخر فلا
اثم علیہ تو خود منجانب شارع کے تغیر رحمت فرمائی۔ اختلاف الانواع کے کیا
معنی ہیں۔ اور کسی سورہ کا نماز میں پڑھنا۔ تو مقتضائے فاقروا ما کتبت من القرآن
کے قاری بخیر قرار دیا گیا۔ پھر اختلاف الانواع کی کیا صکوت۔ اور دُعائیں تشہد
کے۔ ثم لیستخیر احدکم من الدعاء اعجبه الیہ فیدعوا بہ واروہ۔ فیکف
اختلاف الانواع۔ اور وروں میں اگر قرآن حبث ان یوتر الحدیث کا خیال ہو۔ تو بھی امر
بمحوث فیہ ہے۔ پھر سکوا ثبات اختلاف الانواع کے لئے پیش کرنا۔ شاہد بصادقہ
علی المطلوب خالی نہیں **قولہ** دوسرے اعتراض خفیکہ۔ شافعی۔ لاصلوۃ میں۔
ایک رکعت کو نماز کہنے پر تقریر اعتراض یہ ہے۔ لاصلوۃ میں نماز کامل مراد ہے اور وہ

پانچ سات کا جواب

اختلاف الانواع کا جواب
یہ کہ روایات مختلفہ وارد ہوئیں
ہیں۔ اور ہر ایک نے اپنے قواعد مقررہ کئے
کئے بموجب احادیث روایتین کو ترجیح دیکر
اپنا معمول قرار دیا۔ تشہد ابن مسعود کو
امام علیہ الرحمۃ نے بوجہ بات فتنی جو کہ
مجلس خود مذکور میں۔ اور تشہدوں پر ترجیح
دی۔ اور اسی تشہد کو اپنا معمول ٹھہرایا۔
اور اذان بلال رضی اللہ عنہ کو جو کہ بغیر
ترجیح تھے۔ راجح سمجھ کر اپنا قرار و مقرّر
فرمایا علی ہذا قیاس۔ اور حج میں من یحج
لے یومئذ فلا اثم علیہ ومن تأخر فلا اثم
علیہ تو خود منجانب شارع کے تغیر رحمت
فرمائی۔ اختلاف الانواع کے کیا معنی ہیں۔
اور کسی سورہ کا نماز میں پڑھنا۔ تو مقتضائے
فاقروا ما کتبت من القرآن کے قاری بخیر
قرار دیا گیا۔ پھر اختلاف الانواع کی کیا
صکوت۔ اور دُعائیں تشہد کے۔ ثم لیستخیر
احدکم من الدعاء اعجبه الیہ فیدعوا بہ واروہ۔
فیکف اختلاف الانواع۔ اور وروں میں اگر
قرآن حبث ان یوتر الحدیث کا خیال ہو۔ تو بھی
امر بمحوث فیہ ہے۔ پھر سکوا ثبات اختلاف
الانواع کے لئے پیش کرنا۔ شاہد بصادقہ
علی المطلوب خالی نہیں

دوسرے اعتراض خفیکہ کا جواب
یہ کہ روایات مختلفہ وارد ہوئیں
ہیں۔ اور ہر ایک نے اپنے قواعد مقررہ کئے
کئے بموجب احادیث روایتین کو ترجیح دیکر
اپنا معمول قرار دیا۔ تشہد ابن مسعود کو
امام علیہ الرحمۃ نے بوجہ بات فتنی جو کہ
مجلس خود مذکور میں۔ اور تشہدوں پر ترجیح
دی۔ اور اسی تشہد کو اپنا معمول ٹھہرایا۔
اور اذان بلال رضی اللہ عنہ کو جو کہ بغیر
ترجیح تھے۔ راجح سمجھ کر اپنا قرار و مقرّر
فرمایا علی ہذا قیاس۔ اور حج میں من یحج
لے یومئذ فلا اثم علیہ ومن تأخر فلا اثم
علیہ تو خود منجانب شارع کے تغیر رحمت
فرمائی۔ اختلاف الانواع کے کیا معنی ہیں۔
اور کسی سورہ کا نماز میں پڑھنا۔ تو مقتضائے
فاقروا ما کتبت من القرآن کے قاری بخیر
قرار دیا گیا۔ پھر اختلاف الانواع کی کیا
صکوت۔ اور دُعائیں تشہد کے۔ ثم لیستخیر
احدکم من الدعاء اعجبه الیہ فیدعوا بہ واروہ۔
فیکف اختلاف الانواع۔ اور وروں میں اگر
قرآن حبث ان یوتر الحدیث کا خیال ہو۔ تو بھی
امر بمحوث فیہ ہے۔ پھر سکوا ثبات اختلاف
الانواع کے لئے پیش کرنا۔ شاہد بصادقہ
علی المطلوب خالی نہیں

دو رکعت سیکم نہوتی الخ۔ **اقول** ہدایہ کی عبارت مقام ہذا میں یہ ہے۔ والقراءة

فی الفرض واجبة فی الرکعتین۔ وقال الشافعی رحمہ اللہ فی الرکعتین

لقوله علیہ السلام لا صلوة الا بقراءة۔ وكل رکعة صلوة۔ وقال مالک رحمہ اللہ

فثلث رکعات اقامة للاكثر مقام الكل تیسرا۔ ولنا قوله تعالیٰ فاقرأوا ما تيسر

من القرآن۔ الخ اور شافعی رحمہ اللہ کے جواب میں صاحب ہدایہ کہتے ہیں۔ یا

الصلوة فیما روی من کودة صحیحاً۔ فصرف الی اکاملة۔ وهی الرکعتان عرفاً کن

حلف لا یصلی صلوة۔ بخلاف ما اذا حلف لا یصلی انتہی حاصل کلام صاحب ہدایہ کا

یہ ہے۔ کہ جب صلوة کا لفظ صراحتہً مذکور ہو۔ تو اس وقت صلوة سے عرفاً صلوة کا ملکہ

ہے۔ اور وہ دو رکعت سیکم نہیں ہوتی۔ جیسے کہ کوئی حلف میں کہے۔ لا یصلی

صلوة یعنی صلوة کا لفظ صراحتہً ذکر کرے۔ تو بدو دو رکعت پڑھنے کے حانت نہیں

ہوتا۔ بخلاف انکہ حلف کہے۔ لا یصلی یعنی صراحتہً لفظ صلوة کا ذکر کرے۔ اگرچہ

ضمین فعل میں ضرورہ مذکور ہو۔ تو ایک رکعت کا ملکہ پڑھنے سے حانت ہوتا ہے۔ آصیاب

سالہ جواب وہ ہیں یعنی اعتراض کرتے ہیں **قوله** اول۔ حسب اقرار آپ کے ایک

رکعت کا نماز ہونا ہی ثابت ہوا۔ کیونکہ لا یصلی کا مشتق منہ صلوة ہے۔ اگر لا یصلی کہنے

کی ایک رکعت پڑھنے ہی نماز نہوتے وہ حانت نہوتا **اقول** اس اعتراض میں ہدایہ

کی عبارت سے قائل ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ جب صلوة کا لفظ صراحتہً مذکور ہو۔ تو

اس وقت صلوة سے صلوة کا ملکہ عرفاً مراد ہوتا ہے۔ اور وہ دو رکعت سیکم نہیں ہوتی۔ اور

اگر صراحتاً مذکور نہ ہو یعنی ضمیل میں مذکور ہو۔ تو اس وقت اس کا الحاق ایک رکعت پڑھنا

ہے۔ مگر وہ صلوة کا ملکہ عرفاً نہیں۔ جیسا کہ مسئلہ حلف میں حلف لا یصلی بحیث

اذا صلی رکعة واحدة کاملة۔ **ومن** حلف لا یصلی صلوة یحسب اذا صلی رکعتین

کاملتین الحاصل صاحب ہدایہ اسی امر کی نفی نہیں کرتا۔ کہ لا یصلی کے ضمن

۳۰۹
 میں جو صلوٰۃ کہ مفہوم ہوتی ہے۔ اسکا اطلاق رکعت واحدہ کاملہ پر نہیں ہوتا۔
 نہیں ہوتا ہے۔ یہاں صلوٰۃ رکعت۔ بلکہ وہ نفی اس امر کی کرتا ہے۔ کہ جب صلوٰۃ
 یضمن فعل مذکور ہوا۔ اس سے صلوٰۃ کاملہ عنی مراد نہیں ہوتی۔ بخلاف
 النکتہ صراحتہ مذکور ہو **قال صاحب الکفایۃ** فی حاشیۃ الہدایہ۔ و

الصلوٰۃ متى ذكرت صریحاً یصرف الی الرکعتین۔ وان لم تذكر صریحاً
 تنصرف الی الواحدة۔ والسنۃ فی ذلك علی ما قال ابن الہمام فی الفتح۔ الثابت فی

حذف الفعل ضروری لا یتطرأ فی غیہ تحقیق الفعل بخلاف الصریح فانہ
 اختیاری یترب علیہ حکم المطلق فیوجب الکمال انتہی پس صاحب سبیلہ
 کا یہ اعتراض کہ حسب قرار آپ کے ایک رکعت کا نماز ہونا ثابت ہوا۔ محض سماعت اور ہر
 ہے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ خود ثابت کر رہا ہے۔ کہ یصلی کے ضمن میں جو صلوٰۃ
 مفہوم ہوتی ہے۔ اسکا اطلاق رکعت واحدہ پر ضرورتاً ہوتا ہے۔ مگر وہ صلوٰۃ
 کاملہ عنی نہیں۔ اور مجموعہ فیہ صلوٰۃ جو کہ حدیث شریفہ لاصلوٰۃ الا بقرۃ میں
 وارد ہے۔ چونکہ وہ صراحتاً نہ یضمن فعل مذکور ہے۔ اس سے مراد صلوٰۃ کاملہ عنی
 ہے۔ فلا یمکن استدلال الشافعی بہ۔ پھر ایک رکعت کا صلوٰۃ کاملہ عنی ہونا۔
 کھان سے ثابت ہوا تاکہ اعتراض وارد ہو **قوله** دوم نذرہ نفی کے نیچے مفید عموم ہے
اقول اسی عموم کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ کوئی نماز بدون قرات صحیح نہیں ہوتی **قوله**
 اور تخصیص کمال بطور آپ کے نسخہ عموم ہے **اقول** (۱) تخصیص اور عموم میں بڑا
 فرق ہے کما تر فیما مراراً۔ (۲) یہاں تخصیص ہی کہاں ہے۔ بلکہ لاصلوٰۃ
 کے مفہوم کا بیان ہے۔ یعنی جب لفظ صلوٰۃ صراحتہ مذکور ہو۔ اس سے صلوٰۃ کاملہ
 عنی مراد ہوتی ہے۔ اور وہ دو رکعت سے کم نہیں ہوتی۔ پھر یہ تخصیص ہے۔ تاکہ
 مفہوم لفظ ہے **قوله** تیسرا بیان کا مدار آپ کے یہاں عرف پڑے۔ اور نفی

عرف ایک رکعت کو کامل نماز کہنے کے خلاف ہے۔ پس اُنکے نزدیک لا یصلی صلوٰۃ میر۔
 حالف کا ایک رکعت کے پڑھنے سے حائث ہونا اس امر کا مستلزم نہیں۔ کہ
 فی الواقع بھی ایک رکعت کی نماز کامل نہیں ہوتی **اقول** خفیو کی عرف خاتوہ
 نہیں۔ بلکہ عرف شرعی بھی یہی ہے۔ کہ ایک رکعت کو صلوٰۃ کاملہ شاعر نہیں
 کھتر کھتر۔ اور فی الواقع سے اگر فی الواقع حقیقی مراد ہے۔ تو اُنکے نزدیک فی الواقع
 ایک رکعت صلوٰۃ کاملہ نہیں۔ پھر وہ حالف صلوٰۃ غیر کاملہ سے حائث ہوگا۔ اور
 فی الواقع شرعی مراد ہے۔ تو بھی اب تک ایک رکعت کا صلوٰۃ کاملہ ہونا واقع شرعی میں
 فی الواقع ثابت نہیں۔ تو بھی وہ حالف حائث نہوا۔ اگر کوئی اور فی الواقع ہے
 تو اس کا بیاں ہونا چاہیے **قوله** اس حالف کا حائث نہ ہونا ممنوع ہے **اقول**
 مطالب بالسد ہے **قوله** لا یصلی صلوٰۃ میں صلوٰۃ کا لفظ مکرر ہے۔ تیس
 دور رکعت کا لا یصلی صلوٰۃ میں مراد ہونا باعث بجز لفظ کے ہے **اقول**
 یہ اعتراض مبنی بر عدم ملاحظہ کُتب خفیہ کے ہے فتح القدیر وغیرہ میں لکھا ہے
 اگر کوئی شخص کھے سد علی صلوٰۃ۔ تو بھی اوپر دور رکعت لازم ہوتی ہیں۔ والحال
 اس اللفظ غیر مکرر۔ پس معلوم ہوا کہ مدار دور رکعت کا تکرار پر نہیں۔ بلکہ صراحت
 لفظ پر ہے۔ قرعاً اگر کوئی۔ لا یصلی صلوٰۃ۔ صلوٰۃ کہے تو چاہیے کہ تین رکعت
 پڑھنے سے حائث نہو۔ والحال انہ لیس کہ ایک **قوله** صفت کمال کا ایزاد اُنکو
 یہاں شعر اس بات کا ہے۔ ایک رکعت ہی نماز ہوتی ہے دیکھو جو لفظ خدا میں
 تاملیں کی ہیں **اقول** (۱) اس مقام میں ایزاد صفت کمال کا ہی کہاں
 بلکہ بیاں مفہوم لفظ کا ہے کھتر (۲) جبکہ ایک رکعت کی نماز کامل عربی ہو فی صراحت
 نفی موجود ہے۔ پھر اس شعار کا وجود قائم ہونا چاہیے لیکن فی (۳)
 خدا ج میں کوئی ایسی تاویل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک رکعت بھی نماز کامل ہے

سلاطینت کے وجود کا

بیان فرمائے۔ لیکن وجہ یہ۔ **قولہ** دیکھو چار رکعت کی نماز بدون ثراؤۃ فاتحہ یا بزرگ فاتحہ آخرین میں **اقول** اس مسئلہ کی گفتگو پھلے ہو چکی ہے۔ مقام میں محتاج جواب نہیں۔ جواب سابق ہی کافی ہے۔ **قولہ** طائیت رکوع وجود **اقول** امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک طائیت رکوع وجود میں منجملہ فرائض کے نہیں۔ لان رکوع ہولہ مطلوب بالنص جزءاً للصلوة وکذا السجود لقولہ

ارکعوا واسجدوا۔ ولا اجمال فیہما ینقصر البیان۔ وسمی عما یحقق یجوز

الاختفاء ووضع بعض الوجہ کما یعد سخریۃ مع الاستقبال۔ والطائینۃ

دوام الفعل لانہ فی غیث المطلوب بہ فوجب ان لا تتوقف الصحۃ علیہا بالخذ

الواحد۔ والاک ان نسخاً لاطلاق القاطع بہ وهو ممنوع عندنا۔ مع ان

الخبر فیہ عدم توقف الصحۃ علیہ وهو قولہ علیہ السلام۔ وما انتقصت من

هذا شیئاً فقد انتقصت من صلواتک **وجہ** الاستدلال بہ انه علیہ السلام

متماہا صلوة۔ والباطلۃ لست بصلوة۔ ولانہ علیہ السلام وجہہا بالنقص

والباطلۃ انما توصف بالانعدام۔ فقل انہ علیہ السلام امر بالاعادۃ لیوقرہا

مع غیر کراہت۔ لالفساد۔ وکولہ یکن هذا لما ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم

بعد اول رکعۃ حقائق۔ وتقربہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاداء الشرعیۃ۔

هذا هو الشفاء من الغنم **الحاصل** قرآن کریم میں طائیت کا تو کچھ نہ کر ہی

نہیں۔ آوردہ اوکا ثبوت کسی آیت سے ہوتا ہے۔ آخر حدیث شریف میں جو مذکور

ہے اوکا مدلول وجوب سے یا سنت مؤکدہ۔ تو اسی کے ہموائل میں۔ لہذا

امام صاحب اور امام محمد رحمہ فرماتے ہیں۔ کہ آؤسکے ترک کے سجدہ سہول لازم آتا ہے

علیٰ کھولہ الذکور فی الغنم۔ پس صاحب رسالہ کا یہ اعتراض کہ حسب احادیث جائز

نہیں۔ فائز نہیں۔ **قولہ** بلکہ بدون لفظ الکبر **اقول** تخصیص سے

تخصیص لفظ الکبر کے جواب

لفظ کی مدلول قرآن کریم کا نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں **وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ**
 ارشاد ہوا ہے۔ **فَكَانَ الْمَطْلُوبُ بِلَفْظِ النَّصِّ التَّعْظِيمِ وَهُوَ أَمُّ مِنْ خُصُوصِ اللَّهِ الْكَبِيرِ**
 وغیرہ بل باقی **لِسَائِرِ كُنَّ** بلکہ حدیث شریف میں بھی **وَقَرَعَهَا التَّكْبِيرُ**
 وارد ہوا ہے۔ **وَمَعْنَاهُ التَّعْظِيمُ** ایضاً **وَنَظِيرُهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَرْتُ أَنْ**
أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَلَوْ أَنَّ أَحَدًا بَعْدَ الْعَرَبِيَّةِ أَوْ بَعْدَ هَذَا
الْفَرْقِ جَازَ - إجماعاً بين العلماء الإسلامية اسی لئے اقوال علماء کے تکبیر تحریمہ
 میں مختلف ہیں۔ **امام شافعی** علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ اقتحام صلوة کو وقت
 اللہ اکبر۔ یا۔ اللہ اکبر کھنا ضرور ہے۔ **اور امام ابو حنیفہ** کے نزدیک
 اللہ اکبر یا اللہ اکبر یا اللہ اکبر اور امام مالک کے نزدیک اللہ اکبر
 فقط۔ اور امام صاحب اور امام محمد فرماتے ہیں۔ کہ مدلول آیت اور حدیث کا
 تکبیر ہے۔ اور وہ عام ہے **وَتَفْصِيلُهُ فِي كِتَابِ الْفَقْهِ - لَا إِنْ الثَّابِتُ بِالْجَنَسِ**
الْفَرْقِ الْمَخْصُوصِ فِيحِبُّ الْعَمَلُ بِهِ حَتَّى يَكُونَ مِنْ حَيْثُ سَنَنَهُ تَرْكُهُ وَهُوَ مُقْتَضَى
الْمَوَاطِنَةِ - إِنْ لَمْ تَقْتَرِنْ بِتَرْكِهَا خِلَاصُهُ فَتَحُّ الْقَدِيرِ كَاسٍ - اور مولوی عبدالحی
 صاحب نے اپنے رسالہ **الکام النفاث** میں کہا ہے **وَخِلَاصُهُ الْمَرَامُ فِي**
الْمَقَامِ انہ لم یبق دلیل قاطع علی اشتراط العربیۃ فی التکبیر لیصر بہ التکبیر
 بل ظاہر الایۃ والأحادیث مطلق لا یفید الا اشتراط الذکر المطلق والا حاشا
 الواردة فی هذا الباب القولية والفعلية لا تدل علی اختصاص الذکر بالعربی
 بحيث لا یجوز غیر العربی۔ بل غایۃ ما ثبت منه ان النبی علیہ السلام اکتفی
 علیہ ورجع غیر الیہ۔ وهو اما ثبت الوجوب او السنۃ لانه لا یجوز فی
 التکبیر بالفارسیۃ۔ وان كانت الاحادیث الدالة علی اختصاصہ بالعربی
 اختصاصاً یافئاً۔ الحد لا یشتراط۔ فلا یمکن معناه غرض لا یشتراط ولا یقتضی

الاجزاء الاحاد ناسخاً لحکم کتاب ولا مقیدۃ لاطلاق ما فی الباب انتہی بعینہ
پس ما ذکر سے معلوم ہوا۔ کہ مقتضی آیت اور احادیث کا فرضیت تخصیص اسے لفظ
کی نہیں۔ بلکہ غایت ما فی الباب احادیث سے وجوب یا سنیت اسی لفظ کی ثابت
ہوتی ہے۔ و احبابنا یقولون بذلك پھر صاحب رسالہ کا یہہ فرمانا کہ حسب احادیث صحیحہ
جائز نہیں۔ جائز نہیں۔ بلکہ صاحب رسالہ کا فرض منصبی یہہ تھا۔ کہ پہلے اس کی
فرضیت قرآن یا احادیث سے ثابت کرتے۔ پھر حنفیہ پر اعتراض کرنے کے قابل ہوتے
قولہ اور بدون سلام **اقول** صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ کہ نماز سے باہر آبادوں
سلام آپ کے یہاں جائز ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ نماز بدون لفظ سلام
کے جائز نہیں۔ یعنی خروج از نماز بلفظ سلام فرض ہے۔ الا صاحب رسالہ نے کوئی
ایسی حدیث بیان نہیں فرمائی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ سلام کہنا فرض ہے۔ گوکہ
آپ کا مستند معلوم ہوتا۔ ہماری اصحاب حنفیہ فرماتے ہیں۔ کہ بلفظ سلام نماز سے باہر آنا
واجب ہے۔ اور عمدۃ التارک اور کما سی اور گنہگار ہے۔ اور لفظ سلام کہنا سجدہ فرض
کے نہیں۔ اور مستند ہمارا بہت احادیث میں **منہا** ما أخرجه ابو داود بسندہ

عن القسم ابن عوف قال اخذ علقمة بیدی فخذنی ان عبد الله بن مسعود اخذ
بیدی۔ وان رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذ بيد عبد الله تعالى الشهد في الصلاة
فذكر مثل ما حديث الاشمس اذا قلت هذا وقضيت هذا فقد قضيت صلواتك
ان شئت ان تقوم فقم وان شئت تقعد فاقعد انتہی ص ۳۰ **قال** ابو الهيثم
قال النوري اتفق الحفاظ على انها مدحجة والحق غاية الادراج ههنا
ان تصير موقوفة والموقوف في مثله له حكم الرفع انتہی **ومنہا** ما
اخرجه الطحاوی بسند عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا
رفع المصلی اسه من اخر صلوته وقضى تشهد ثم احدث فقد تمت صلواته

بدون سلام کے نماز جائز نہیں کہ جواہر

لما واخرجه ابو داود والترمذی۔ والذرقطنی۔ واسحاق قاله حافظ ابن

فرضی الایة **ومنها** ما رواه البیهقی عن عطاء قال کان رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی آخر صلوٰتہ قدس الشہد اقبل علی الناس بوجہہ وذلك

قبل ان ینزل السلیم **ومنها** ما روی عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کان اذا فرغ من الشہد اقبل علینا بوجہہ۔ وقال من أحدث حدثا

بعد ما فرغ من الشہد قد غتت صلوٰتہ۔ أخرجه ابو یوسف فی الحلیۃ فی جمعة

عمر بن ذر من طریق عن عطاء عنہ۔ ورواہ من وجہ اخر عن عطاء من سلاک

ومنها ما رواه ابن ابی شیبۃ من طریق الحارث عن علی اذا جلس لا امام فی الرابعۃ

ثم احدث فقد تمت صلوٰتہ فلیقم۔ ذکرها الحافظ ابن حجر ان احادیث

سواء صاف ظاہر ہو کہ نماز سے باہر آنا بلفظ سلام فرض نہیں۔ اگر فرض ہوتا۔ تو

تقدیمت صلوٰتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوصف ترک فرض کے کیسے فرماتے۔

طحاوی علیہ الرحمۃ نے سلام کے نہ فرض ہونیکے احادیث اور دلائل اسکو سوا اور بیان

فرماتے ہیں۔ خوفا لا لظناب ذکر نہیں کئے گئے۔ اگر تصاحب رسالہ کو کلام فی الناس

ان احادیث کہ ہو۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ بعد مشاہدہ مستند اہل علم کے جواب

کد ایش ہو گا۔ اور نیز بوجوہات ذیل لفظ سلام فرض نہیں (۱) جو احادیث کہ

در باب سلام وارد ہیں اخبار احادیث میں مثبت فرضیت نہیں ہو سکتیں (۲)

اگر سلام فرض ہوتا تو اٹھ ران پر رکھنوبھی فرض ہوتے لانه صلی اللہ علیہ وسلم

انما یکفی لاحد کسوف یضرب علی تخنہ شمس علی احیہ من یمینہ وشمالہ

والفرقی حقہ واللایم باطل فاللایم مشکہ (۳) جناب سالت ما بصلی اللہ

علیہ وسلم نے نہ کر نیوالے سلام کو جو اشارہ ہاتھ سے سلام کرتا تھا۔ آعادہ نماز کا حکم فرمایا۔

اگر فرض ہوتا تو ضرور آعادہ کا حکم فرماتے (۴) انما یکفی معینہ فرضیت کا نہیں

بوجوہات لفظ سلام فرض نہیں +

۳۱۵
 بلکہ گفایت مطبقہ بر وال ہے جس کے بعد کمال کیو سطر کچھ احتیاج باقی نہیں بقولہ
 ایکھی ضرب سے تسمیم کیا۔ **اقول** اخبرہ الحاکم فی المستدرک والدارقطنی وطریق
 عثمان بن محمد الاثماطی **حدثنا** حرمی بن عمار عن عروۃ بن ثابت عن
 ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیم ضربہ للوجه وضربہ
 للذراعین الی الرقبتین انتھی۔ **قول** الحاکم صحیحہ الاسناد ولم یخرجاہ
 قال الدارقطنی رجالہ کلہم ثقات انتھی ذکرہ الزبلی فی الغرر **و** أخرجه
 البیہقی وقال هذا اسناد صحیح۔ وقال الذہبی ایضاً اسنادہ صحیح۔ ذکرہ القطا
 فی شرح البخاری **و** اخبرہ الحاکم فی المستدرک من طریق ابراہیم الحولبی عن
 جابر فقال اصابنی جضایہ والی تمعکت فی الثراب فقال اضرب ہکذا **و**
 ضرب بیدہ الارض فتم وجہہ ثم ضرب بیدہ فسمی بہا الی الرقبتین انتھی
 وقال اسنادہ صحیحہ انتھی ذکرہ الزبلی **و** قال محمد وہ ناخذ والتم ضربتان
 ضربة للوجه وضربة لليدين الی الرقبتین۔ وهو قول ابی حنیفہ **و** انتھی **و** بہ
 قال النوری۔ واللیث بن سعد۔ والشافعی۔ وابن ابی سلمہ۔ وغيرہم انہ لا
 یجزیہ الا ضربتان۔ ضربة للوجه۔ وضربة لليدين الی الرقبتین۔ **و** بہ قال مالک
 الا انہ لا یرمی البلوغ الی الرقبتین فرطاً۔ **و** ممن روى عنه التیم الی الرقبتین۔
 عبد اللہ بن عمر۔ والشافعی۔ والحنبل البصری۔ **و** سالم بن عبد اللہ بن عمر **و**
 قال الاوزاعی ضربتان۔ ضربة للوجه۔ وضربة لليدين الی الرقبتین۔ **و**
 بہ قال أحمد واما حاق وابن راهویہ **و** داؤد **و** طبرانی **و** یحییٰ **و** خلاصہ نووی اور
 تعلیق المجد **و** لا ہے۔ قال الترمذی **و** قولہ صلی اللہ علیہ وسلم "انما کیفک ان
 تقول ہکذا۔ وضرب بیدہ الی الارض ففرض بیدہ فسمی وجہہ کفنیہ"
 فیہ دلالة لمذہب من یقول یکفی ضربة واحدة للوجه ولکفین جمیعاً۔ والآخرین

۳۱۵
 ۱۰

ان یحییٰ عنہ بات المراد بها صیغۃ الضرب للتعلیم۔ ولس المراد بیان

جميع ما يحصل به التيمم۔ **وقد اوجب الله تعالى غسل اليدين**

الى المرفقين في الوضوء ثم قال تعالى في التيمم فامسحوا بوجوهكم وايديكم

والظاهر ان اليد المطلقة ههنا هي المقيدة في الوضوء في اول الآية

فلا يترك هذا الظاهر الا بصريح انتهى۔ آن کے سوا اور بہت احادیث اور

آثار۔ بلکہ دلائل میں جسے تیمم کے لئے دو ضرب کا ہونا ضروری ثابت ہوتا

ہے۔ آلا بخوف طوالت کلام ترک کی گئیں۔ زمیعی تحت سر تاج ہدایہ۔

اور طحاوی طالب حق ملاحظہ کری انتباہ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بعض

احادیث میں ایک ضرب کا ذکر بھی وارد ہے۔ آلا انکی تاویل بحوالہ التعلیم

ہو سکتی ہے۔ اور مرتج دو ضرب ہیں۔ بلکہ اس سے بھی قطع نظر محتاط

اور خروج عن الاختلاف مذہب حنفیہ۔ شافعیہ۔ مالکیہ۔ وغیرہ

میں ہے۔ کیونکہ دو ضرب سے عدم جواز تیمم کا کوئی قائل نہیں۔ اور

ایک ضرب سے عدم جواز کا قائل ایک بڑا حصہ امت محمدیہ علیہ السلام

کا ہے مولوی عبدالحی صاحب نے تعلیق المجدد میں لکھا ہے

والذی یتم بعد غموض الفکر وخوض النظر ترجیح تعدد الضربة

على توحدھا انتهى **قوله** رفع یدین کی وہ سنت بھی ادا کر لے جس کے

حق میں صدمہ اخبار آور آثار صحیحہ وارد ہو چکے ہیں۔ **اقول** مبالغہ ہو تو

ایسا ہی ہو صاحب **سفر سقاۃ** کے مبالغہ پر بھی لوگ متعجب تھے۔

کہ اس نے کہا ہے چار صد خبر وافر دریں باب صحیح شدہ عشرہ عشرہ روایت

کردہ اند۔ کہ لازماً انہیں نوال بودہ تازہ نہان رحلت کردہ وغیر ازیں ثابت شدہ انحرال الایسر

بزرگ پر۔ انہی تو جابر و پیر پیر کہا۔ اور صد کی کوئی حد ہی نہیں۔ اور طرہ اسی صحیح کا ہی ساتھ ہی صاحب

صحت

الایق بلکہ ضرورت تھا کہ دو چار سو اخبار و آثار صحیحہ ذکر کر کے ایسا فرماتے۔ تاکہ مجرد دعویٰ
غیر واقعی اس کلام کو نہ کہا جاتا۔ وانی ذلک۔ اس دعویٰ کے مجرد دعویٰ دلیل
ہونے۔ اور اس متبائعہ کو صرف متبائعہ شاعرانہ غیر واقعی ظاہر کرنے پر ہم کو خوف
طوالت اجازت نہیں دیتا۔ اتور طول مقال قلم کو روکتا ہے۔ ورنہ انشاء اللہ تعالیٰ
جی کھو کر بنیاد اس دعویٰ کو کھانہ بنی ظاہر کرتے۔ الا یہ باقی مضمت باقی۔ فی الحال
علامہ محمد ہاشم مدنی علیہ الرحمۃ کی کلام پر جواب دہ ہونے اپنی کتاب **كشف**
الزین عن مسئلۃ رفع الیدین میں لکھتی ہے۔ اتنا کیا جاتا ہے
کہ ناظر اور مصنف کوئی بس اور کافی ہے حیث قال هذا الکلام (ای صاحب التقریر)

مشتمل علی افراط عظیم واجزاء جیم اذ لا یصح من الاحادیث الدالة علی اثبات الترفع

اربعمائة ولا مائة واحدة ولا خمسون بل ولا عشرون بل ولا خمسة عشر۔ ثم

قد حقق الحافظ **الجلال الدین السیوطی** الذی هو اعلم بالحدیث من

الغیر و زابادی حتی کان ملقباً بجائز الحدیثین۔ ان رفع الیدین مروی عن

ثلاثة وعشرين صحابياً انتھی۔ تکیں لم یوکم بكون احادیثهم صحیحة بل القصیر

منها یكون نحو السنة او السبعة او قریباً من ذلك۔ وقرآنہ الزیادة ضلیہ البیان

بالبرهان اذ الدعویٰ بلا دلیل لا تتمحہ ان تلك الاحادیث السنة او السبعة ایضاً

لا یخلو عن مقال و کلام الحدیثین فی اسانیدھا و مما یعلق بها کما لا یغنی علی

المطلوع علی فی الحدیث۔ و ما نقله الغیر و زابادی من العشرة البشارة فی دواہ ضلہ

صلی اللہ علیہ وسلم الی وقت وفاته فلم یصح فیہ حدیث واحد فضلاً عن رواية العشرة

لہ۔ ثم وقع ذلك فی رواية واحدة عن ابن عمر مد کوة فی سنن البیہقی۔ لکن سندہ

غیر صحیح و من ادعی صحته او صحته غیرہ فی ذلك ضلیہ البیان انتھی کلامہ اور

شیخ عبد الحق علیہ الرحمۃ نے شرح سفر السعادت میں کہا ہے یصح

درینجا سخن بمبالغہ و زائد کرد و از حد و گزاف نسیب نہی **قوله** جسکا کرنا تھا اخر روز
رحلت جناب رسالت ثابت ہے ثابت ہے **اقول** یہ صرف دعویٰ ہی ہے اس
ثابت کا بار ثبوت بلند صحیحہ مذہب صاحب رسالہ ہے۔ تو ابھتی کے اور کسی نے اس
دوام کو روایت نہیں کیا۔ اور وہ سند ضعیف کیا بلکہ ضعف ہے۔ سند بلا خط
کے ثبوت دوام کا مدعی ہونا چاہیے راقم نے اس سند کو دیکھا ہے اور منیران
الاعتدال سے منیران کیا ہے۔ بڑا بہاری ضعف نظر آیا۔ اور نیز عبد اللہ بن مسعود کا

قول اور قبل الاصلیٰ کے مصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث وحسنہ

الترمذی اس دوام کا معارض ہے۔ **قوله** جسکی راوی سترہ اور بیش نہیں بلکہ
پچاس تک پھونچ چکے ہیں **اقول** خاتم المحدثین بحر العلوم امام سیوطی علیہ الرحمۃ
کو باوصف تبع نام اور احاطہ کشیدہ کے یہ رتبہ حاصل نہیں ہوا۔ کہ رفیعین کے
راوی پچاس تک ثابت کرتے۔ الا آپ۔ مگر انکو اب ضرور ہے۔ کہ پچاس صحابہ
سے باسناد صحیحہ منقطعہ رفیعین ثابت کریں۔ پھر ہم بھی کھد یونگے کہ یہ جزو آپ کی
دعویٰ کی سچی ہے۔ والا خیر۔ ہماری معاصرین بہائیوں کو تو پانچ۔ سات کہ اسناد
میں بھی کلام ہے۔ کہ بلا کلام شرائط منضبطہ مقبولہ محدثین اون میں موجود ہیں۔
یا نہیں **قوله** جسکی اثبات پر دراسات کے نہایت لطیف فقرہ راحت بخش ہیں
اقول اگر نقطہ عبارت آراہ اور موزونی فقرات ہی راحت بخش ہے۔ تو وہ انشاء و کشا
اور فرصت بخش میں بعدگی موجود ہیں۔ اور اگر اثبات مطلوب۔ مطلوب ہے۔ توفہ
بفضلہ تعالیٰ آپ ہی بخوبی کر رہے ہیں۔ کیا نیکی عیبارت اور موزونی فقرات ہی
سند سیدہ اور اولہ شرعیہ میں داخل ہے **قوله** جسکے اثبات میں امیر المومنین
امام بخاری نے ایک کتاب لکھی ہے **اقول** امیر المومنین خاتم المحدثین امام بخاری
علیہ الرحمۃ نے ضرور درباب اثبات رفیعین دو جزو کا رسالہ لکھا ہے دارقطنی نے

جھرسیم السد میں ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی تھی، الا آخر کا نتیجہ وہی نکلا۔ جو نکلا۔

بہت خفیوں نے درباب اثبات عدم رفق اور اثبات عدم وجوب قزاقہ فاتحہ خلف الامام رسالہ علیحدہ علیحدہ لکھے ہیں۔ علیحدہ رسالہ لکھنا یہی حجت شرعیہ میں داخل ہے۔

دلیل قوی اور برہان مسلم ہونا چاہیئے بھر طور کہ ہو ہو **قوله** جسک معارض کوئی نہیں۔ **اقول** اگر معارضۃ قاتلہ الدلیل علی ثبات ما اقام علیہ انضم کو کہتے

ہیں۔ تو عبد السد بس منصوص کی حدیث الا اصلی بکلمہ صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فصلی الجیر فی یدہ الامرۃ۔ رواہ الترمذی۔ قال فی الباب عن البرادین

عازب۔ و حدیث ابن مسعود حسن و یہ بقول غیر احد من اهل العلم من اصحاب

النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وهو قول سفیان و اهل الکوفہ۔ موجود ہے

قوله جسکی نسبت بخاری نے کہا ہے امینیت عند اهل العلم عن احد من اصحاب

النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یرفع یدہ **اقول** بخاری علیہ الرحمۃ کی عبارت

کا مضمون یہ ہے۔ کہ کسی اہل علم کے نزدیک یہ ثابت ثابت نہیں ہوئی۔ کہ اصحاب

میں سے کسی نے رفیع دین نہ کیا ہو۔ یعنی جملہ اصحاب رفقہ میں سے کہتے ہیں۔ عدم رفقہ

ایک روایت ثابت نہیں ترمذی لکھتا ہے وہ راوی بعلم النفعی بقول عبد

واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین۔ یعنی رفیع دین کرنا

بہت اصحاب اور تابعین کا قول ہے۔ اور ولوی عبد الحی صاحب تعلیق المجددین لکھتے

ہیں والقدر الحق فی هذا الباب هو ثبوت الرفق و ترکہ کلہما عن الرسول صلی اللہ

علیہ وسلم اور دوسرے مقام میں اسی کتاب کے ہے وهو ای عدم الرفق مروی

عن ابن مسعود و اصحابہ رض انتہی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حجۃ السد البالغہ کے صفحہ ۲۰۷ میں لکھتے ہیں فقہ راوی رفیع الدین مرقہ و ترکہ مرقہ

والکل سنة و اخذ بكل واحد جماعة من الصحابة والتابعین و من بعدهم۔ و لهذا

یہاں عدم رفقہ میں بخاری نے یہ مضمون لکھا ہے

بہار شریعت
جلد اول
صفحہ ۱۰۰

احد الواضع التي اختلف فيها الفريقان اهل الكوفة واهل المدينة وبكل واحد اصل
اصيل انتهى ان عبارات اور امام بخاریؒ کی عبارت کا ناظر مُصنّف موازنہ کرنا

جبکی نسبت بخاری نے کہا ہے قال علی المدینی وکان اعلم اهل زمانه رفع الیدین حق
علی السّلمین بماروئے الزّهری عن ابیہ **اقول** علی بن عبد اللہ تو یہ کہا

اور طحاوی شرح آثار میں لکھتا ہے ان ذلك (ای عدم الزّهری) هو الحق الذی لا ینفی
لاحد خلافه انتهى **قوله** جبکی نسبت ابو حمید نے وثن صحابیوں میں بیٹھ کر کہا

انا اعلکم بصلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم پھر تفصیل کی۔ وقت رکوع
وغیرہ میں رفع یدین کو بیان کیا۔ اور کسی نے انکار نہ کیا **اقول** بلکہ اصل لفظ حدیث

کا یہ ہے قالوا جميعاً صدق ما نقله البخاری فی الجنّ آس حدیث طحاوی
نے ۴ اعتراض کئے ہیں (۱) عبد الحمید بن جعفر اس حدیث میں تکلم فیہ ہر دو

فان محمد بن عمرو بن عطاء لم یسمع ذلك الحدیث من ابی حمید ولا من ذکر معه

فی ذلك الحدیث۔ بیہما اجل مجهول۔ ثم اثبت ذلك **وس** لفظ فقالوا جميعاً
صدق کا سوالی ماصم کے اس حدیث میں اور کسی نے نقل نہیں کیا۔ بلکہ اوروں نے

سوا اس لفظ کو ذکر کیا ہے۔ ثم سند کاثبات ذلك احادیث متعدّدة **قوله** جبکہ انکار ابو
عاصم بن کلیب سے نفی کا اگر جناب اسیرہ کی مرفوع اور مثبت حدیث کا مقابلہ نہیں

ہوگا **اقول** متبادلہ کو یکطرفہ بلکہ طحاوی نے کہا ہے وعبارته هذا۔ فان علیاً

لم یکن لیرے النبوی صلی الله علیه وسلم یرضی شریکاً هو الرضی بعدہ۔ الا وقد ثبت عندنا
الشّیخ انتهى۔ وقال ویضعف هذه الروایة ایضاً انه روی من وجه اخر۔ ولیس

فیما رفع **شہ** اخبر عن عبد الغزیز ابن ابی سلمة عن عبد الله بن الفضل عن الاعرج
به ولم یذكر فیما رفع انتهى **انتہا** ہا رقم اوراق کہتا ہے۔ حدیث جناب ابو یوسف

علی کرم اللہ وجہہ کی بھی طرف صاحب رسالہ اشارہ فرماتے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کو صحاب

سنن اربعہ اور امام بخاری علیہ الرحمہ نے **جزء القراءة** میں بیان فرمایا اور بعض نے اس حدیث کی تصحیح بھی کی ہے۔ **آلا اسکی سند میں عبد الرحمن بن ابی الزناد** عبد اسد بن ذکوان المدنی ابو محمد ہے۔ صاحب میزان الاعتدال کھنجر والمہد علیہ۔ عن ابن معین ضعیف۔ زوی عباس عن یحییٰ لیس بشی وقال من لا یحقیق بہ۔ وقال ابو حاتم وضعفہ النسائی وقال احمد مضطرب الحدیث ووقفہ مالک وقال ابن عدی هو من تکتب حدیثہ۔ وروی المیثقی عن احمد بن حنبل ضعیف انتہی باختصار **قولہ** جسکے نہ کرنے پر ابن عمر حصاة مارتے تھے۔ **اقول** ابن عمر گرجصات مارتے تھے۔ عبد اللہ بن عمار نے رفیدین کے نیچے جرم میں اپنے بھائی کو کوڑے مارے کما قتلہ البخاری فی المجتہد اور ابو ابراہیم نخعی نے جب کراون کے پاس علقمہ بن وائل نے رفیدین کا ذکر کیا فغضب ابراہیم وقال ما قال۔ ذکر الطحاوی فی شرح الآثار۔ وقال مجاہد صلیت خلف ابن فلم یرفع یدیه الا فی التکبیر الاولی من الصلوة۔ وحملہ علی السہو سہو۔ متاين ثبت۔ انه سہو واضل ذلک۔ بل نقول ضلہ ابن عمر قبل ان تقوم عندہ حجۃ بنصفہ ثم قامت عندہ الحجۃ بنصفہ فترکہ وضل۔ تا ذکرہ المجاہد کما قالہ الطحاوی ویؤیدہ ما رواہ محمد فی مؤطا کہ بسندہ عن عبد الغنی بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیه حذاء اذنیہ فی اول تکبیر فتفتح الصلوة ولم یرفعها فی ما سوائے ذلک انتہی اور حصین راوی کے سہو کا ثبوت بھی بالذیل القوی ہے۔ اور ابو بکر بن عیاش ثقہ مابذکرہ نے التحدیب کفیف کیوں ہذا الحدیث معلولاً بہ **قولہ** جسکے باعث ابن زبیر نے کنا انادب علیہ عن سلمان کھڑے عبد اللہ بن عامر کو اپنے مکان پر انیکو اجازت نہ دی **اقول** اولاً۔ بغض اللہ تعالیٰ ہے سے یہ دھنہ ہی ابن زبیر کی نسبت غلط ہے۔ عمر بن عبد العزیز کی نسبت اگر

۳۲۲۰ کہتے تو مضائقہ تھا امام المحدثین بخاری علیہ الرحمۃ کی **حسب العزیز** راویۃ

میں یہ عبارت ہے حدثنا محمد بن یوسف ثنا عبد اللہ بن مسعود ثنا عبد اللہ

بن العلاء ابن زبیر ثنا عمر بن الہاجر قال کان عبد اللہ بن عامر سألنا عن استاذن

لہ علی عمر بن عبد العزیز فاستاذنت لہ علیہ فقال الذی مے جلد اخواہ فان رفع

یدہ ان کنا لنؤدب علیہ فخر غلمان فی المدینۃ فلم یاذن لہ انتہی **آب**

فرمائے کہ یہ قصہ ابن الزبیر کا ہے۔ یا عمر بن عبد العزیز کا۔ ثانیاً عمر بن عبد العزیز

علیہ الرحمۃ چونکہ حاکم وقت تھے۔ اور ان کا اپنی بارگاہ میں۔ عبد اللہ بن عامر کو بار

مندیہ۔ کوئی حجت شرعیہ نہیں۔ کہ مثبت احکام قرار دیا جائے۔ حکام اگرچہ کیسے

ہی ہوں اپنی طبیعت کے مختار و مجاز ہیں۔ کیا خالد بن احمد ذہلی امیر بخارا نے

امام الامام بخاری علیہ الرحمۃ کو اپنے امر کو اسطرح جو تعلیم الاطفال تھا

سخن مطعون اور مستحبہ کر کے بخارا سے نہ نکال دیا۔ اور نیز جب امام بخاریؒ ایسی

حالت میں نیا پور نہضت افروز ہوئے۔ تو امیر نیا پور سے ہی ایسی ہی حرکت

ناملائم سرزد ہوئی۔ چنانچہ بخاریؒ نے نیا پور سے بھی مفارقت اختیار فرمائی۔ پھر

امرا کے ایسے ایسے افعال و اعمال کیا جتہ شرعیہ ہیں۔ کہ اونکو بوقت مناظرہ ثبوت ثبوت

میں پیش کئے جاویں **قولہ** میں کہتا ہوں اسونکا بیچ آج درخت ہو گیا۔ والے

اللہ الشکی **قول** میں کہتا ہوں ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ واللہ ذو الفضل

العظیم۔ واللہ المستعان علی ما تصفون **قولہ** جسکی نسبت ماصم کی روایت میں

اگرچہ ابن مسعود سے کثرتی ہلاولی ثم لم یعد مروی ہے **اقول** کہ عبد اللہ بن

ادریس کی کتاب میں ثم لم یعد ہوا یا نہ ہوا۔ آلا اس ثم لم یعد کی ایسی شہرت

ہوئی۔ کہ اکثر عالم اور اطراف جہان میں اسکا بیچ درخت ہو گیا۔ وہ ہی کیسا

کہ جسکا سایہ روم و شام و بلخ و بخارا۔ خراسان۔ ترکستان۔ سند۔ و ہند میں پہنچا۔ +

بفضل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید۔ علی انہ قد تابع وکیعاً علی هذه اللفظة

عبد اللہ بن البیاض کما رواہ النسائی اور یہ لفظ اُوروں سے منقول ہے **قوله**

جسکی بارہ میں جابر بن سمرہ کچھ حدیث سے استدلال پکڑیوالے کو لفظ **عَلَمَ** کہا گیا ہے

اقول ادھر سے توضیح کھا گیا۔ اور دوسری طرف سے من حمل احدهما علی الآخر فقد

اتی باعظم الاستیاء واجتہ انواع المجاہلۃ بالتثنیۃ کہا گیا۔ فہذا ما ساولہ بل ازید

منہ **قوله** سچ ہے اگر لات فوا یدیکم کا تھا اذنا بخیل شمس سے استدلال

صحیح تھا۔ تو حنفی تفسیر والے اور قنوت عیدین وغیرہ میں یغیدین کرنا درست نہ کہتے

اقول حنفی بے پلید نہیں جو کلام مبارک افصح العرب والجمہ کونہ سمجھیں حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکنوا فی الصلوة فرمایا ہے۔ لآم بقول آپکے عہد میں اصل یہ

تو شار الیہ اسکے وہی مواضع ہیں۔ جنہیں سو لکھنا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ

لوگ رفع یدین کرتے تھے۔ اور وہ عند الرکوع والرفع عنہ وغیرہ تھے۔ پھر عام

کی نفی کیوں سمجھیں۔ اسکو جواب اور بہت میں طوالت اجازت نہیں دیتی **قوله**

جسکے حتمین ابن سیرین کہتا ہے۔ انہ من تمام الصلوة **اقول** دوسری طرف میں

انہ من المفصلات للصلوة کما هو المراد عن المکحول موجود ہے وکلاہما کما ترمی

قوله جسکے ثبوت میں احادیث متواترہ موجود ہیں **اقول** تو اگر تو ایک طرف مشہور

ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ لان المشہور ما اشتهر فی زمان التابعین کما بین فی

الاصول اور تابعین اس سلسلہ میں از حد مختلف ہیں فیکف الشہیق اور عدم رفع ید

امام صاحب ^{بوجہ حدیث} اور محمد اور ابویوسف اور زفر اور کل اہل کوفہ کا ہے۔ وبہ قال الثوری

والخضی۔ وآبن ابی لیلی۔ وعلقہ بن قیس۔ وکلاسود بن یزید۔ وتمام الشعبی۔ ق

ابو اسحاق السبئی۔ وخفیمہ۔ والمغیرہ۔ وکیع۔ وتمام بن کلیب۔ وروایۃ

عزب القاسم عن مالک وهو الشہیق من مذہبہ۔ والمکحول عند اصحابہ و

قال الترمذی وبه يقول غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین

وہو قول سفیان و اہل الکوفة انتہی ذکر العینی فی شرح البخاری **قوله**

جسکے معارضہ میں امام صاحب کا مناظرہ اور امام اوزاعی سے اجتناب معلق ہو کر کسی سے
مسند نہیں کر سکا **اقول** ہمارے بیان ہذا اللہ تعالیٰ اس دعویٰ کی گروں پر سیف قاطع
ہے کما قریباً من۔ فلینظر ثمة **قوله** جسکے معارضہ کی نسبت اس جوڑی کو کہا

ہو ما ابلد من حاول معارضة حديث الرقات بما روى من الاحاديث في عدمها

اقول دوسرے طریق میں ما ابلد من ابلد من انكر السنة الثابتة عن النبي لا محض

الكر يبر برواة ثقات واخذته الضعابة ومن دونهم رضوان الله عليهم

جوابہ ابن جوزی کے ہے **قوله** قیام کی وقت سینہ پر ملتا تھا باندھے جیسے صحیح بن

خرمیکہ میں ثابت ہوا ہے۔ اور اس کا مخالف اثر مسند احمد اور بیہقی اور ابو داؤد میں

بروایت اعرابی الی قولہ قابل محبت نہیں **اقول** اولاً اس حدیث امیر المؤمنین علیؑ

کو اگرچہ معنی مرفوع ہے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ اس کو مقابل میں ہے۔ بلکہ حدیث مرفوع

لفظاً اور معنا جس سے وضع الیہ دین تحت الشرة کا ثبوت دانی اور کافی ہے موجود ہے

اخرج ابن شعبة عن وكيع عن مقي بن عمر عن علقمة بن واثل بن جرح عن ابيه

قال آیت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وضع يمينته على شماله في الصلوة تحت

الترق انتہی۔ وسندہ جید۔ ورواہ کلہم ثقات۔ فواکع احد الاعلام۔ ومما

وفقه ابو حاتم واخرجہ لہ الشاشی۔ وعلقمة بن النضر۔ اخرجہ لہ البخاری و کتاب

رفعی دین و مسلم والاربعة۔ ووثقه ابن حبان فهو شاهد لحديث حلی کذا في فتح البور

احادیث لا اختیار شرح الخیار لقاسم بن قسطلوبغا۔ ولاقول بان علقمة لم يسمع عن

ابيه لانه ولد بعد فوات ابيه ضعيف۔ والصحيح ان الولود بعد ابيه اخوة عبد الجبار

و اما علقمة فقد حدث عن ابيه وسمع منه كما لا يخفى **ذكر الفاضل**

وضع يمينته على شماله في الصلوة

راقم اور اق کہتا ہے قال الترمذی فی جامعہ - وعلقہ بن وائل بن حجر مع
مزایہ - وھوا کہ بر عبد المجید ابن وائل و عبد المجید ابن وائل احمد سمع من ابيه
انتہی ص ۱۲ اور ترمذی نے لکھا ہے والعمل علی هذا من اهل العلم من اصحاب
النبي صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدهم يرون ان يضع الرجل يمينه على
شماله في الصلوة - وراى بعضهم ان يضع فوق الشرة - وراى بعضهم تحت الشرة
وكل ذلك واسع عندهم انتہی وضع علی الصدر کا ذکر ترمذی نے نہیں کیا۔
اگر کیا مذہب ہی کا کیا عمل ہے۔ **قوله** جیسے پہلے تشہد میں مردوں اور عورتوں
کو جلوس علی الیسر اور نصب الیمنی کا حکم ہے۔ اور دوسرے میں تو رک **اقول**
اخرج مسلم بسند عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفتح
الصلوة الى ان قالت وكان رسول الله يفتش رجله اليسرى وينصب جلته
اليمنى الحديث **وروى** الشافعي بسند عن عبد الله بن عبد الله بن عمر عن ابيه
قال من سنة الصلوة ان ينصب القدم اليمنى واستقبالة باصابع القبلة والجلوس
على اليسرى **وروى** البخاري في صحيحه بلفظ ان سنة الصلوة ان تنصب
اليمنى فانتفى اليسرى الحديث **واخرج** الترمذی عن وائل بن حجر قال
قدمت المدينة قلت لا نظرت الى صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما جلس
يعني التشهد افتش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى على فخذه اليسرى و
نصب جلته اليمنى **وقال** حديث حسن صحيح والعمل عليه عند اكثر اهل العلم
وهو قول سفيان الثوري وابن المبارك واهل الكوفة انتہی **واخرج**
ابوداؤد واحمد في حديث السني صلوة انه قال له عليه السلام فاذا جلست فاجلس
على فخذك اليسرى **وروى** مالك في موفقة الصلوة قال ابن عمر انما سنة الصلوة
ان تنصب رجلك اليمنى وتنتفي رجلك اليسرى الحديث **وروى** مالك

نصب
جلته
اليمنى

عن عبد الله بن دينار انه سمع عبد الله بن عمر صلى الله عليه وسلم جالساً فلما جلس

في اربع تربع وتثنى رجليه فلما انصرف عبد الله عاب ذلك عليه فقال الرجل

فانك تفعل ذلك فقال عبد الله بن عمر اني اشتكى يعني من باريون **انتم**

اوراق کہتا ہے ہذا صریح فی عدم التورك فی الجلوس فی الشہد الاخير

اعترف به القسطلاني الشافعي في شرح البخاري حقيقاً نعم في حديث عبد الله

بن دينار المروي في التوطا التصريح بان جلوس ابن عمر المذکور كان في

الشہد الاخير انتهى **وروئے** عن ابن مسعود ان رسول الله صلى

الله عليه وسلم علم الشہد فكان اذا جلس في وسط الشہد وفي اخرها جلس

على ورقة اليسرى الحديث اقرار في شرح السند للامام ابی حنیفہ

ص ۲۵۰ ہذا ایضاً صریح فی الباب یہ جملہ احادیث باطلاتہ ابطال ہیں کہ ہر دو سر

برابر ہیں اور حدیث ابو حمید کی جہیں جلتا قول اور دوم میں تفریق ہو چلا

اصحابنا علی العذر و علی بیان الجواز **وضع الطحاوی** باجمہد کو

فی معانی الآثار راقم اوراق کہتا ہے۔ حدیث ابو حمید کو امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے

اپنے رسالہ رفیعہ میں چار طریقے بیان فرمایا ہے۔ پہلے اور دوسری طریقہ

عبد الحمید بن جعفر ہے اور وہ متکلم فیہ ہے میں اس الاعتدال میں لکھا ہے

وقد تم علیہ الثوری خرج مع محمد بن عبد الله - وقال ابو حاتم لا یجوز به - ق

قیل کان یرمی بالقدر - قال علی المدینی کان یقول بالقدر وکان سفیان

یضعفه انتهى - گو کہ بعض نے توثیق بھی کی ہے۔ الا و کما صنعت کے قائل بہت ہیں

اور طریق سوم میں فلیج بن سلیمان ہے۔ یہ بھی متکلم فیہ ہے میں اس الاعتدال

میں لکھا ہے وقد قال ابن معین وابو حاتم والنسائی ليس بالقوي - وقال ابو حاتم سمعت

معاوية بن صالح - سمعت يحيى بن معين يقول - فليمن سليمان ليس بثقة - ق

الایہ **وروے** عثمان بن سعید عن علی بن فضال **وروے**

عباس عن یحییٰ لا یصحیح بہ۔ وقال السامی لم وانکان من اهل الصدق۔ وروے

عن ابن معین عن ابی کامل قال کذا تمہ لانہ کان یتناول من اصحاب البقی

صلی اللہ علیہ وسلم۔ وقال ابوداؤد ولا یصحیحہ بنعلیج۔ وقال الدارقطنی غیث لفقہ

فیہ ولا یاس بہ۔ انتہی باختصار اگرچہ بعض نے اسکی توثیق بھی کی ہے۔ الا سیر

کلام کا یہ حال ہے اور طریق چہارم میں یونس بن کثیر ہے۔ وہ بھی مکمل فیہ ہے

صاحب میزان الاعتدال لکھتا ہے قال ابوداؤد ولیس بحجة عندی یأخذ

بکلام ابن اسحاق فیوصلہ بالحدیث **و** قال النسائی لیس بالقولی۔ وقال البیہقی

کان یونس علی المظالم یحضر بن ابی داؤد بن بک ضعیف الحدیث۔ وقال البیہقی

هو وابنه بکیں بعض الناس یضعفونہما۔ وقال ابن المدینی قد کتبت عنہ

ولیس حدث عنہ **و** قال محمد بن عثمان بن ابی شیبہ۔ قال لی جوی استقل

الروایۃ عنہ اتفق باختصار اگرچہ اسکی توثیق بھی بہت نے کی ہے۔ اور اس حدیث ابو یوسف

کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ اسکی سند میں بھی عبد الحمید بن حنفیہ ہے۔ اور

اسی حدیث ابو حمید کو امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں دو جگہ سباز

فرمایا ہے۔ اول افتتاح المسئوۃ میں یہاں موصول نہیں۔ دوم سنت الجلاس میں

یہاں موصول ہے۔ اسکی سند میں حنفیہ تھا خالد بن سعید ہے۔ اور یہ سعید ابن ہلال

اللیثی المدنی ہے نبتہ علی القیطان فی شرح البخاری۔ قال ابن خزمہ الظاہری

ضعیف **و** حکم التاج عن احمد ابیہ اختلط ذکرہ فی التقریب **وضحی** کہیہ

استد گفنت گویا اتباع صاحب سالہ کے لکھی گئی۔ کہ آونے بات چغنیہ پر کرام پر اعتراض

کرتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ فلاں راوی منکر ہے۔ اور فلاں راوی سماع ثابت

اور فلاں راوی مختلف فیہ ہے اور فلاں مشکلم فیہ ہے۔ درہم کجا اور ان لوگوں کی شاں

بلغ اور مراتب قلیا کجا۔ الحاصل یہ حدیث ایسی صحیح نہیں۔ کہ کسی کو اسمیں ظلم
نہو۔ اور عند الاحتیاج پیش کر کے خلیفہ کو الزام ترک سنت ثابتہ کا لگایا جاوے۔ جیسو کہ
صاحب الہ فرماتے ہیں۔ اور احادیث مذکورہ پر اسکو ترجیح دی جاوے۔ مع ان ذلک
معمول کثیر من اهل العلم لا الخفیه خاصة **وایضاً** یعارضہ حدیث ابن عمر

المذکور فی الموطا۔ و حدیث ابن مسعود الذی فیہ احد و ترک لاهما قبیل ذلک
والله اعلم بالصواب یہی تفریق مردوں اور عورتوں کی سو اسکو مولوی عبدالحی
صاحب نے ساریہ شرفیہ میں بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ کرنا چاہئے **قولہ** نہ یہ کہ
ان لآلہ میں اوٹھائے اور لآلہ میں کھڑے جیسے بدون دلیل بعض کرتے ہیں۔
اقول قال صاحب الہ حمزہ فی مستندہ۔ و وضع ید یدہ علی خذیہ و بسط

اصابعہ و اشار فی الصغیر۔ ثم المعتقد عندنا ان لا یعتقد منہ الا عند الاشارة لا
خلاف الفاظ الحدیث و اضافة العبا۔ و بما اخترا یحصل الجمع بین الأدلة۔ فان
بعضها یدل علی ان العقد اولی من وضع الید علی الخذ۔ و بعضہا یشیر الی ان
لا عقد اصلاً مع الاتفاق علی تحقق الاشارة۔ و اختیار بعضہم انہ لا یعتقد یشیر
و بعضہم انہ لا یعتقد الا عند قصد الاشارة۔ ثم یرجع الی ما کان علیہ الصغیر
الخصان عند جمہور اصحابنا انہ یضع کفہ علی خذیہ ثم عند وصولہ الی الکلمة

التوحید یعتقد الخضر و البنصر و یخلق الوسطی و الابہام و یشیر بالسنجہ رافعا
لہا عند النفی۔ و اضعا عند الاثبات ثم یتبرک علی ذلک لانه ثبت العقد عند الاشارة
بلا خلاف **نقلہ القاسمی فی تزیین الاشارة** راقم اور کتاب

نسائی عبد الرزاق وغیرہ کی روایت میں وہی۔ و وضع ید یدہ علی خذیہ ثم اشار
باصبعہ فلما ہر مقصدا ثم کا جو کہ مفید تراخی کا ہے۔ یہ ہے کہ عقلاً۔ اور اشارۃ۔
بعد الوضع ہو۔ پس بسند کہنا بدل نہیں **قولہ** چوتھی رکعت میں قدمہ ہو گیا

و اشار بالسنجہ رافعا
لہا عند النفی۔ و اضعا عند الاثبات
ثم یتبرک علی ذلک لانه ثبت العقد عند الاشارة
بلا خلاف

اور کھڑا ہو گیا۔ اور پانچوس رکعت پڑھ کر سجدہ نہ کیا۔ **اقول** انس باب
میں کوئی حدیث نصاً بیان ہوئی چاہیے۔ کہ قعدہ خیرہ ہو کر پانچوس رکعت بھی
پڑھ لے تو اوکلی نماز درست اور صحیح ہو جاتی ہے۔ بخاری وغیرہ کی یہ حدیث
صلی علیہ وسلم فیہ الحدیث۔ لیس نصاً فی ذلك بلکہ محتمل وجہیں ہے۔ محتمل ہے کہ
قیام الے الخامس بلا قعدہ خیرہ کے ہو۔ اور محتمل ہے کہ قیام الے الخامس بعد قعود
اخیر ہو۔ **قل** الشیخ عبد الحق رحمہ اللہ فی الملعات شرح مشکوٰۃ۔ لفظ الحدیث

یصدق مع ترک القاعدة ومع فعلها۔ والثانی ارجح واقرّب لانه صلی اللہ علیہ وسلم
لم یکن یترک القعدة الاخيرة لكونها ركناً فجواز الصلوة علی تقدیر تركه بعيد
فهذا الحدیث مخصوص فعل القعدة الاخيرة انتهى۔ اس دعویٰ کے اثبات کرنے
صاحب سالہ مطالب بالذیل میں پہلے کوئی حدیث صحیحہ جو نص فی الباب ہو تلاش
کریں۔ پھر اعتراض کریں **قولہ** یا کسی نمازی نے صبح کی ایک رکعت جہیں آئیں بالجہر
کسی تھی **اقول** قال امیر حاجر فی الحلیۃ السحر والسنّة وبہ قالت المالکیّة و
قال الثوری قد ورد فی السنّة ما یشہد لکل من المذہبین انھی۔ قعدہ محضاً

السنن۔ وقال شیخنا ابن الہمام ولو کان الی شیء لو فقت بان روایۃ المخفض براد
بہا عدم القرع العنیف۔ وروایۃ الجہر بمعنی قولہا فی ذر الصوت وذیلہا انتہی
ذکر فی التعلیق **قولہ** پہر سورج نکل آیا **اقول** روی الجماعۃ الا البخاری
من حدیث مع بن علی بن رباح عزابیہ عن عقبہ بن عامر الجہنی قال ثلاث
ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہاناً ان نصلی فیہن حین تطلع
الشمس اربعة حتی ترتفع وحين تقمر قائم الظہیر حق تمیل الشمس حین
تضیف الشمس للغروب حتی تقرب انھی۔ جہذ البعض **وروی** مشکوٰۃ
من حدیث ابی امامۃ عنہ وفیہ قلت یا رسول اللہ اخبرنی عن الصلوة قال

آئیں بالجہر

عدم جواز نماز بوقت طلوع آفتاب

صلی اللہ علیہ وسلم اقص عن الصلوة حین تطلع الشمس حتی ترتفع فانها تطلع بین

قرنی شیطان و حینئذ یجعد لها الکفاح الحديث **وروی البخاری** قال

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا طلع حاجب الشمس فافروا الصلوة حتى ترتفع

الحديث **وروی البخاری** عن من حديث ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم اذا درك احدكم سجدة من صلوة العصر قبل ان تغرب الشمس فليتم

صلوته - واذا درك سجدة من صلوة الصبح قبل ان تطلع الشمس فليتم صلاته

انتهی حدیث اول - دوم - اور سوم کا مدلول یہ ہے کہ عند الغروب والطلوع

نماز ممنوع اور حرام ہے۔ اور حدیث چہارم کا مدلول جو از صلوة ہے قطعاً۔ لہذا

محتاج تطبیق ہوئیں۔ ہمارے نزدیک چونکہ عام و خاص بہر دو قطعاً ساوی ہیں۔ پس

ہمارے اصحاب نے رفع تعارض میں فرمایا۔ فقالوا انما وقع التعارض بین هذا الحديث

(یعنی ابو ہریرہ) و بین التی و دوت فی النہی فی الاوقات الثلاثة - فوجعنا الى القیاس

کما هو حکم التعارض والقیاس حج هذا الحديث فی صلوة العصر و حدیث النہی

فی صلوة الفجر - وکما سائر الصلوة فلا یجوز فی الاوقات الثلاثة لحديث النہی

اذ لا تعارض لحديث النہی فیہا۔ واول الشافعی رحمہ اللہ بوجہ لاحقہ وین بغیر

ولکلھا و فیہ سلاک آخر ذکرہ فی معانی الامار ظلیفہ ثمة **قوله** ہر رکعت میں قرائت

پڑھنے کے دلائل احادیث مرفوعہ سے تمام ہوئی **اقول** کلام وجوب میں تھی۔ کہ ہر رکعت

میں فرض ہے یا نہیں۔ تو اسکی فرضیت کا ثبوت جیسا ہوا منظرین پر روشن ہے

باقی خیر **قوله** امام بخاری نے ابو سعید سے روایت کیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم پہلی رکعت کو لہذا کرتے تھے آہ **اقول** اولاً۔ پھر اس سے کہاں ثابت ہوا کہ

دراک فی الرکوع کی رکعت معدود نہیں ہوتی۔ ثانیاً۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ ہر صلی

اللہ علیہ وسلم اس فرض سے رکعت پہلی کو لہذا فرماتے تھے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ فعل حضرت

ابو سعید خدری سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کو لہذا کرتے تھے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے تعلیم اور تفہیم کے تھا کہ پہلی کو دوسری پر قدرے
 کیا جاوے **قولہ** خنیفہ پر اتمام حجت کے لئے چند آثار اس مسئلہ کے باب میں پیش
 کرتا ہوں الخ **اقول** حجت کا لفظ یاد رہے اور آثار کی حجت کا حال میں
 گزارش کرتا ہوں۔ کہ حجت تمام ہی یا ناقص **قولہ** قال بسندہ عن عبد الرحمن

الاعرج عن ابی ہریرۃ قال اذا درکت القوم رکوعاً لم تعد بتلك الركعة
اقول بخاری علیہ الرحمۃ نے اس جنہ القراءت میں بیاں فرمایا ہے صاحب سالہ
 نے پوری سند اس اثر کی بیاں نہیں فرمائی۔ اور وہ یہ حدیثنا محمد بن احمد بن البخاری

قال حدثنا معقل بن مالك قال حدثنا ابو عوانہ عن محمد بن اسحاق عن

عبدالرحمن الاعرج عن ابی ہریرۃ قال اذا درکت القوم رکوعاً الخ اب

گزارش ہے اوگاہ حدیث مرفوعہ نہیں۔ ابو ہریرہ کا اثر ہے۔ فلا حجت فیہ

اور وہ جو صاحب سالہ نے فرمایا ہے کہ صحابی کا قول خنیفہ کے نزدیک حجت ہو علی

الاطلاق صحیح نہیں کما مراراً ثانیاً معقل بن مالک جو اس سند میں ہو متکلم فیہ ہو

قال لا دزی وغیرہ منکر الحدیث و ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ ذکر نے

میزان الاعتدال۔ قالنا محمد بن اسحاق بھی اسکی سند میں ہو۔ اور کا حال ابتر

میں گزارش ہو چکا ہے اور نیز قسطا نے علیہ الرحمۃ نے مواہب اللینیہ کے

میں لکھا ہے وقد متک حدیث عبد اللہ بن ابی عامر هذا من قال بوجوب السواک

علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن فی اسنادہ محمد بن اسحاق وقد رواہ بالمنعہ

وهو دلس۔ والمضائق لا یثبت الا بدلیل صحیح الخ۔ رابعا اس اسناد میں

عبدالرحمن الاعرج ہے وہ ہی متکلم فیہ ہے۔ قال ابن العدی لایکاد یعرف ذکر

فی المیزان پس اب بھی انصاف فرمائی۔ کہ باوصف اتحر مقام کے خنیفہ پر اتمام حجت کا

ہوا۔ یا کہ حجت ناقص لکنہ ناقص ہی ہے۔ اور نیز بکئی شان تحقیقات سے بعید ہے

مسئلہ مذکور فی الزکوة کی عدم عتداد کو مستلزم جمع جو اس حدیث پر بھیج رہا ہے

کہ اسی مسئلہ میں اگر کو بوقتِ مُعارضہ آپ پیش کریں۔ اور اسکا نام حجت کیا بلکہ تمام الحجج کریں۔
قوله قال قال ابو سعید **اقول** اسکی اصل اسناد میں عوام بن حمزہ المازنی

ہو اور وہ متکلم فیہ ہے رقی عباس بن جعی نہیں حدیثہ بشی وقال احمد لا مناکب

وقال ابن عدی ارجوانہ لا بأس بہ انتھی ذکرہ فی میزان اور بی بی عائشہ رضی اللہ

عنها کا اثر بر سند ہی لو کان نظرنا فیہ **قوله** پس عدم اعتداد رکعت کا جس میں کوئی

ساری بدوں قرات امام سرکوع میں ملا جمہور کا مذہب ہوگا **اقول** یہ نہ جمہور

کا صرف خیال اور وہم ہے۔ ابن عبد البر نے اپنے شرح **استذکار** میں لکھا ہے

قال جمہور الفقہاء من ادرك الامام رکعتا فکس وامکن یدیه من رکعتیه قبل

ان یرفع الامام راسه فقد ادرك الركعة ومن لم يدرك ذلك فقد فاته الركعة

ومن فاته الركعة فقد فاته الجدة ای لا یعتد بها۔ ہذا مذہب مالک الشافعی

وایحییٰ واصحابہم والثوری والاوزاعی والی ثور واحمد واسحاق وروی ذلك

عن علی وابن مسعود وزید وابن عمر وقد ذکرنا الاسانید عنهم فی التہذیب انتھی

جمہور کا مذہب یہی یا کہ جو اپنے خیال فرمایا **قوله** اور بعض اہل ظاہر اور اس خرمیہ

نے تو اس مسئلہ میں صاف قوی دیا ہوا **اقول** بہت اقوال صحابہ ظاہر

کے مخالف اہل سنت و جماعت کے ہیں وانہا صریحۃ البطلان۔ کما مرّت الاشواق فی

ابتداء الکتاب فلیکن ہذا القول منها فکیف لا استکمال یہ۔ والنسبۃ الی ابن

خرمہ مطالبۃ بالدلیل وتصحیح النقل الصریح ولبس فی صحیحہ ما یدل علیہ۔ کذا قالہ

الفاضل النعمانی **قوله** اور عبد الرحمن الاعرج کے مخالف۔ عبد الرحمن بن اسحاق کا اثر

ابو ہریرہ سے اگر کوئی پیش کرنا چاہیے تو یہ بھی سن رکھنا چاہیے **اقول** یہی سن

رکھنا چاہیے کہ بھر حال عبد الرحمن الاعرج کے اثر سے قوی ہے۔ علاوہ براں اسکو مؤید

مذہب جمہور کا ہے یہی راجح ہوا **قوله** راجع جواب احمدی میں بشر بن معاذ نے

بعض اہل ظاہر کا جواب

اقول اس حدیث کا ضعف مستلزم ضعف اصل مسئلہ کا نہیں بلکہ الجھوس

دلائل آخر واختمہ من ہذا فان لم یثبت ہذا فلا ضرب وقد مر فیما من قولہ

دوسرا جواب ابوہریرہ کی یہ حدیث حقیقت میں یہ حدیث ہے اذ ادرك الى ان

قال اس روایت میں رکوع کی پہلی رکعت کا لفظ ہے اقول اس میں تبھی

اور احادیث صحیحہ میں رکوع کا لفظ موجود ہے کما مر فی اول ہذا المسئلة فلا ضرب بہ

قولہ ۳ جواب جمعہ کی تنقید آپ کے تقریب کو نام نہیں ہونے دیتی اقول جمعہ اور

باقی نمازوں میں اس باب میں فرق محکم ہے فان الدلائل عامۃ شاملۃ لہما

لغیرہما فاجرا ہذا الى کمال الاستفاد من الحدیث المذكورۃ فی الجمعۃ دون

غیرہما لا یخلو عن خدشۃ قولہ راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہوا

اقول اصول خفیہ میں یہ ہے کہ جب عمل راوی کا بخلاف رواۃ بعد الروایۃ

ہو تو وہ روایت قابل احتجاج نہیں۔ اور اگر ایسا ہو تو وہ جس طرح فی الروایۃ نہیں

نور الانوار میں ہے وان عمل الراوی بخلاف روايته قبل الروایۃ اولم یعرف

تاریخہ لیکن جو کچھ فی روایتہ انتہی بمضمونہ پس عمل راوی کا بعد الروایت آپ

اول ثابت کریں۔ تہہ تنفیذ یا اونٹنے اصول پر اعتراض کریں و دقوتہ خطر القتل

قولہ فاتحہ کی ضرورت کیوں نہیں مانتے اقول لوروح النصوص فی ذلك هو

هو قروا كما سبق فیما سبق فافترقا قولہ ۱) جواب میں امام بخاری نے

اس سوال کا نہایت لطیف جواب دیا الى ان قال قال الامام البخاری فلیس لاحد

ان یعوم لما فی النبی عنہ علیہ السلام اقول - اولاً - حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی ہجرہ منہ کو ایسی دفعہ کی بجاۃ ملزوم اور دون الصف رکوع کر کے بجاۃ شامل

ہوئی منع فرمایا۔ جیسی بخاری کی روایت میں ہے۔ انتھی الى النبی صلی اللہ علیہ

وہم وہو اتم فرم قبل ان یصل الى الصف الحديث۔ وفي رواية الطحاوی وقد

راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہوا۔

ابن ہجرہ کی بحث +

حضرة النفس و قال القسطلانی والمراد لا تعد الى ان تسعي الى الصلوة سعيًا بحيث

يضيق عليك النفس لحديث الطبرانی انه دخل المسجد وقد اقيمت الصلوة فانطلق

يسعى - والمراد لا تعد قشري وانت دكع الى الصف انتهي كذا وكذا - ويكبر

قسطلانی شرح صحيح بخاری اور یہ کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ رسول صلوٰۃ علیہ

وسلم نے بھی اعتدا رکعت سے فرمائی ثانیاً مولوی عبدالحی صاحب نے اس سوال کا

جواب نہایت الطف بیان فرمایا۔ حیث قال لقوله الاحتجاج بشئ قد هي عنه لا

يصح غير صحيح فان الاحتجاج بامر منه عنده من حديث انه منهي لاثبات امر

بنا فيه غير صحيح لكنه ليس بموجود ههنا۔ واما الاحتجاج بنفس تقرير ذلك الشيء

وفناذه وكفايته بعدم ما يدل عليه ان ورود النهي عنه صحيح كما بسط في كتب

الاصول۔ فان النهي عن شيء لا يستلزم عدم تقريره اصلاً انتهى **قوله (۲)**

جواب کہاں کہاں ہے۔ کہ ابوبکر نے بدون القراءة یا قبل القراءة رکوع کیا تھا۔

اقول یہی حدیث باعلیٰ ندایا کر رکھ رہی ہے۔ کہ ابوبکر نے بدون قرائت اور

قبل از قراۃ رکوع کیا تھا **روى البخاری** عن ابی بکر انه انتهى الى الشيء

صلى الله عليه وسلم وهو اقع فرجع دون الصف الحديث وفي رواية

النسائي انه دخل المسجد فرجع وفي رواية الطحاوي انه قال جئت فركعت دون

الصف۔ وفي رواية ابی داود انه جاء فرجع دون الصف اور اس حاکم اثبات

کے لئے مشہور عدول موجود ہیں فکیف الکنکار والاخراف عنه **روى ابیہریرة**

مرفوعاً اذا جئتم الى الصلوة وغن سجود فاسجدوا ولا تعدوا شيئاً ومن ادرك

الرکعة فقد ادرك الصلوة أخرجه ابوداود۔ وقال عمر رضي الله اذا دركته الامام

راكماً فركعت قبل ان يرفع رأسه فقد ادركت وان رفع قبل ان ترفع فقد فائتلك الرکعة

ذكره المحلب في غنية المستملی۔ وقال هذا نص في المسئلة **وقد** روى عن جماعة من

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہم رکعوا دون الصلۃ ثم مشوا الى الصلۃ

اعتدلت بلك الركعة التي ركعوها دون الصلۃ منها ما روى الطحاوی عن

زید بن وہب قال دخلت المسجد انا وابن مسعود فادرکنا الامام وهو راكع

فرکنا ثم شینا حتی استوینا بالصلۃ فلما قفوا امام الصلوة قمت لا قضي

فقال عبد اللہ ادرکت الصلوة انتھی اور بہت اخبار شاہد اس شے عاکے اس مسئلہ کی

شروع میں گزارش ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اب ہکونہ تعقیبہ وغیرہ کی کچھ

ضرورت نہ رہی **قولہ** اگر فزح کی فاد سے عدم قراۃ آپ لوگوں کو سمجھائیے

اقول فاد۔ فزح سے ہکونہ سمجھنی کی در صورت موجودگی اشود عدول چنداں ضرورت

نہیں **قولہ** نخ کی کتابوں میں فاک کی بحث دیکھو **اقول** حسب الارشاد شرح

جامی جو کہ بالفعل موجود ہے دیکھیے۔ تو او میں یہ عبارت لکھی ہے والفاد للترتیب

ای للجم مع الترتیب بغیر مصلۃ انتھی راقم اوراق لکھتا ہے۔ عرب بولتی ہیں

اذا كانت الشمس طالعة فالنهار موحی۔ اکل زید فشیع۔ آن دخلت الدار فأت

طالق۔ قام زید فمر۔ قال عز من قائل۔ فوکرہ موسیٰ فقصہ علیہ۔ آیات

لاکلون من زقوم۔ قالون منها البطون۔ ونادی نوح ربہ فقال ان ابني من اهل

اں جملہ مثلاً میں فاد واسطی ترتیب بلا مصلۃ کے ہے۔ اور اون مثالوں کو جو صاحب

نے بیان فرمایا ہے۔ اون میں بھی فاد واسطی ترتیب بلا مصلۃ کے ہے۔ نہ واسطی مصلۃ

اور فاصلہ کے کما قال صاحب التسلک۔ قال السرفی ذلک کما نبہ علیہ فی المسلم وشرحه

حیث قال۔ الفاد للترتیب علی سبیل التعقیب من غیر مصلۃ و تراخ یعدا العرف

مصلۃ و تراخیا۔ ولو کان الترتیب فی الذکر منه وهو ای التعقیب فی کثرت

بحسبہ کتزوج فولد له۔ فیصہ اعتبار التعقیب و احکام المدا بینہما قرینا من السنۃ

لانہ لا یمکن القرب فیہ عرفا من هذا فلا یعد هذا التراخی تراخیا عرفا لکھے آس

جواب
مفاد کی بحث تحریر فرمائیے۔

مسئلہ کو ہم نے دیکھ کر فائدہ ناظرین کے بیاں کیا ہے۔ ورنہ ہلکا اسکی ضرورت نہیں کہ

معا کے مہربن اور ثابت ہو۔ **قوله** ۳ جواب کہاں ثابت ہوا

ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰہ یا قضا کا حکم نہیں **اقول** اولاً

کہاں ثابت ہوا ہے کہ حضرت صاحب علی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرہ کو اعادہ اور قضا

کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ ہی اس اعادہ اور قضا کی نقل قوی نہیں۔ تو ضعیف ہی

سمی۔ دکھلا دیجئے۔ ثانیاً۔ حضرت صلعم کا ابو بکرہ کو **لا تعد** فرما کر سکوت فرمایا۔

یہ ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اسکو ثبوت ضروریہ کہتے ہیں **قوله** ۴ جواب

کہاں ثابت ہوا ہے۔ کہ ابو بکرہ نے قضا نہیں کی **اقول** اولاً کہاں ثابت ہوا

ہے کہ ابو بکرہ نے قضا کی تھی۔ اس قضا کا ثبوت آپ کا فرض ہے۔ ثانیاً۔ جبکہ یہ ثابت

ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرہ کو اسوقت اتنا ہی فرمایا **لا تعد** نہ

اللہ حرمًا اور کچھ لکھ فرمایا۔ اور ابو بکرہ نے اسوقت اور کچھ پڑھا۔ تو پھر اور کیا ثبوت

ہونا چاہیے **قوله** کیا عدم النقل نقل عدم ہے اس کا اطمینان خفی نے کھا ہے

بالجملہ عدم النقل لا ینفی الوجود **اقول** یہاں عدم النقل نہیں۔ بلکہ نقل عدم ہے

لان سکوت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد **قوله** نہ **لا تعد** ثابت بالبرہ

یعنی جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **لا تعد** فرما کر سکوت فرمائی اور اعادہ کا حکم ارشاد نہ

فرمایا۔ تو ابو بکرہ نے قضا کیوں کرنی تھی لانہم ما سمعوا **ون بکلام فثبت عن سکوتہ** صلی

اللہ علیہ وسلم ضرور بخبر ان اہل بکرہ لم یقض شیئاً اور اگر عدم قضا کو آپ تسلیم نہیں کرتے

تو قضا کا ثبوت آپ کا فرض ہو کسی روایت صحیحہ نہیں تو ضعیفہ سہی ثابت کریں **قوله**

۵ جواب لزوم فاتحہ کا مسئلہ مشہور معلوم تھا **اقول** وجوب فاتحہ کا مسئلہ بالاعتبار

اور افراد معلوم و مشہور تھا۔ نہ بحالت شمول و اضطار۔ پس ایسی حالت میں ضرور محتاج

بیاں تھا۔ سکوت عن وقت الحاجت بیاں ہوا۔ پس قیاس بر قول ابن المہممم الفاریج

قوله، جواب یہاں تقریر ہی نہیں۔ اسمقام میں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرہ پر انکار فرمایا۔ پھر تقریر کہاں ہی **اقول** اصولیوں نے بیاں کیا ہے صوت التقریر

أنتیکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن انکار قول قیل بین یدیه اوفی عصرہ وعلمہ
اوسکت عن انکار فعل فعل بین یدیه اوفی عصرہ وعلمہ۔ فان ذلک یدل علی

جواز انتہی اور اسمقام میں تقریر درباب اعتداد رکعت ثابت ہے۔ اور انکار درباب سعی شدید اور دوڑ کر شامل ہونے اور مادوں الحقیفہ کو رکوع کے شامل ہونے کی نسبت وارد ہے۔ نہایت اعتداد رکعت کے **روی البخاری** فی الجہنم

عن ابی بکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوۃ الصبح فسمع نفساً شدیداً او بھلا
من خلفہ۔ فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ قال لا بکرۃ انت

صاحب ہذا النفس قال جعلنی اللہ فداک خشیۃ ان تقویٰ ثنی رکعة معاً
فأسرعت المشی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزلت علی اللہ حرصاً ولا تعدہل

ما درکعت واخص ما سبق **وفی** رواية الطبرانی فلما انصرفت علیہ السلام قال
ایکم الذی دخل الصیف وهو کعب۔ وکلابی داود ایکم الذی کعب دون الصیف

ثم مشی الی الصیف فقال ابوبکرؓ انا۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نمازیں کیا سانس شدید امد ہا پنا سنا۔ بعد فراغ کے نماز سے فرمایا۔ کہ کون ہے ایسا

ایسا شخص۔ ابوبکرہ نے عرض کی فداک نفسی میں ہوں یا رسول اللہ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اتدیرہ حرص زیادہ کرے۔ پھر کیا کرتا۔ پڑھ لیا کہ جو تپاؤ

اور قضا کر لیا کہ جو ہو چکی۔ پھر الفاظ حدیث شریف کہ صائم دال میں۔ کہ انکا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نسبت سعی شدید اور دوڑ کر شامل جماعت ہونے اور مادوں الحقیفہ

رکوع کر کے جماعت میں ٹہنی کی بابت ہے۔ اور دریا یہ تقریر اور رکعت سکوت ہی اویسی کو اہل اصول تقریر کہتے ہیں۔ پس ظاہر ہوا کہ جو کچھ صاحب نہ مالہ فرماتے ہیں مقتضا الفاظ

حدیث کا نہیں۔ **قوله**۔ جواب مانا کہ سکوت تقریر ہی الا تقریر قول کا معارضہ

نہیں کرتی **اقول** اولاً۔ مجھ مطالبہ بالدلیل والتسندی۔ ثانیاً۔ مانا کہ تقریر قول کا

معارضہ نہیں کرتی اگر ہر دو در یک باب ہیں۔ اور اگر در الوجاب مختلفہ ہوں تو معارضہ

ہی کہاں و لہذا کذا کما ثبت قبل ذلک **قوله** ۸ جواب جواز تاخیر بیان میں

اصولیوں کا اختلاف ہی سائل کا مطلق ممنوع کہنا صحیح نہیں **اقول** اصولیوں کا

اختلاف تاخیر بیان عن الورد والوقت الحاجت میں ہے۔ نہ تاخیر بیان عن وقت

الحاجت میں **فی السلسلہ شرحہ** مسئلۃ المختار جواز تاخیر تبلیغ الحکم للنزل

الی الکلف الوقت الحاجة۔ وهو وقت تخیر التكلیف سواء كان موسعاً أو مضيقاً

وقال شریزہ قلیلہ لا یجوز۔ قواماً للتأخیر عن وقت الحاجة فلا یجوز اتفاقاً

انتہی **وفی** حصول المأمول ان تاخیر البیان عز وقت الحاجة وذلك فی الوجبات

الضروریۃ لم یجوز۔ ولہذا نقل الباقی فی اجماع ارباب الشرائع علی امتناعہ وتأخیر

عن وقت ورود الخطاب الوقت الحاجة الی الفعل الی ان قال فان فی ذلک نذہب

کذا او کذا۔ اتمی بمضمونہ۔ **وفی** نویر الانوار تاخیر البیان عن وقت الحاجة لا یصح

واما عن الخطاب فصیحہم انتہی ہکذا فی التوضیح والتلویح ان عبارات ہی صاف ظاہر

ہی کہ اصولیوں کا اختلاف تاخیر بیان عن وقت الحاجة میں نہیں۔ پس سائل کا لایجوز

تاخیر البیان عن وقت الحاجة کہنا مطلقاً صحیح ہو کیونکہ اس میں اصولی متفق الکلمہ

ہیں اور کلام سائل کی تاخیر بیان عن وقت الحاجة میں ہے۔ نہ عن وقت الخطاب

میں فافہم **قوله** ۹۔ جواب بعد فرض تسلیم تاخیر عن وقت الحاجة ممنوع ہے

نہ الی وقت الحاجة اور یہاں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ سکوت الی وقت الحاجة ہو۔ اور یہ

سکوت جمہور کی نزدیک جائز ہی **اقول** اولاً۔ اس محل میں سکوت الی وقت الحاجة

کہنا مطالبہ بالدلیل ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسا نہیں۔ ثانیاً۔ ابوبکرہ فی جب

تاخیر بیان عن وقت الحاجة کا بیان +

تاخیر بیان الی وقت الحاجة کا بیان +

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور گفتگو بیا کر کے
جونی ماہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہوئی حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے اعادہ نماز کا حکم دیا۔ اور سکوت فرمائی۔ یہ سکوت عن وقت الحاجۃ
ہے یا الی وقت الحاجت یہ بقول شخصے۔ بعد مردن سحراب نوشدار چکار۔ بوقت
فنا و بطلان نماز ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت
فرمائی پھر اور وقت حاجت کا کونسا ہونا چاہیے۔ مع انہ لم ینبذ ذلک انہ صلی اللہ

علیہ وسلم قال لا بعد ذلک ومن ادعا فلیعلیہ البیان و دونہ خیر خط القنادر و یہو۔
کہ اعرابی مئی فی الصلوات نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روپر نماز پڑھی۔ چونکہ
وہ نماز اسکی کامل طور پر جائز نہیں ہوئی تھی فی الفور سرور کائنات مقرر موجودات
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اعادہ نماز کا حکم دیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز اگر
ایسی ہوتی تو باوصف سوال و جواب کے لاتعد فرمایا۔ اور اعادہ نماز کا حکم پھر آئندہ کو
واسطے رکھ لیا۔ واللہ عقل کام نہیں کرتی سچ ہے مجادلہ اور مکابره کی حد نہیں ہے

۱۰۔ جواب۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حدیث طبرانی نے صل ما درکت واقض ما
سبقک زیادہ کیا ہے۔ تو شیخ سیوطی من امام الکلام للمولوی عبدالحی
صاحب اور زیادہ ثقہ بلکہ تفرد ثقہ زیادہ مقبول ہے صحیح ابن الحماں پر چچاں
بیاں ہو گیا تاخیر یہی **اقول** اولاً۔ زیادہ ثقہ کی کہاں سی ثابت ہوئی۔ کیا طبرانی
کا بیان ہی زیادہ ثقہ ہے۔ کیا طبرانی نے التزام کیا ہوا ہے۔ کہ امام الائمہ بخاری
علیہ الرحمۃ کے طرہ سوانقات کو کسی سی روایت نہیں کروں گا۔ کیا آپ نے طبرانی کی سند
دیکھی ہے۔ کہ یہ روایت ثقہ کی ہی۔ کیا تو شیخ میں ہونا مستلزم اسکا ہی کہ یہ روایت ثقہ کی
ہی۔ سند دیکھو پھر کہو کہ زیادہ بلکہ تفرد ثقہ کا ہے۔ ثانیاً۔ اتنا دور جا سکی حاجت ہی
کیا تھی۔ تو شیخ سیوطی عن امام الکلام للمولوی عبدالحی صاحب بہت نزدیک

طبرانی نے زیادہ کیا ہے کا جواب

ہی تھا۔ امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے جزو القراءات کے صفحہ ۴۲ میں۔ اس زیادہ کو بیان کیا ہے مکثاً غنقرب اگرچہ اس اسناد میں بھی عبد اللہ بن عیسیٰ ابو خلف ہر فی التقرب عبد اللہ بن عیسیٰ ابو خلف ضعیف۔ من الثانیۃ یتھوی

فی میزان الاعتدال قال بوزرعہ منکر الحدیث۔ قال الثانی لیس بثبۃ لھ

باختصار الا یہ زیادہ اس میں موجود ہے۔ ثانیاً۔ صلی ما اورکت واقض ما سبقک اس زیادہ کے کیا یہ معنی ہیں۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو فرمایا۔ کہ اس نماز میں جو قواب میری ساتھ پڑھ چکا ہے۔ اس میں کچھ قضا ہوا ہے اور کو تو قضا کر لے یا آئندہ کے لئے اپنے ارشاد فرمایا۔ کہ ایسا نہ کر اگر۔ بلکہ بسکون و وقار اگر نماز میں شامل ہو اگر۔ جو نماز میں سو جگہ ملے اس کو امام کے ساتھ پڑھ لیا کر۔ اور جو رہ جائے اور کو قضا کر لیا کر۔ نہیں بلکہ یہ مرا ہے بدل علیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی ما اورکت اب ہم تو شیخ عن امام الکلام للہووی عبد الحکیم صاحب کی عبارت جو بہو قفل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظر منصف دیکھی۔ کہ اس عبارت سے کیا مطلب ہے۔ اور صاحب رسالہ کی کلام سے اور کو کچھ شہر ہی ہے والعبارة هذه وفي الحاشیة صحیح البخاری للشیخ السبکی

بالتوشیح۔ ولا تعد بفتح اوله وضم العین اتی الی ما صنعت من السجۃ الشدید الکرکع

دو الصقف۔ زاد الطیرانی صلی ما اورکت واقض ما سبقک وتحکم بعضهم انہ روی

بضم اوله وکسر العین من الاعادة ولا یعرف انتھی اس عبارت کا مضمون یہ ہے۔

کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو بعد مشاہدہ اس کے حال کے فرمایا۔ کہ آئندہ

تیری حرص زیادہ کرے آئندہ ایسی سعی شدید جو کہ موجب ہائینی اور سانس چڑھ چکا ہو

اور کہ وہ مادیون الصقف کر کہ نصف نماز میں شامل ہو نہ کر اگر۔ بلکہ بسکون و وقار جماعت

میں شامل ہو اگر۔ جو کہ امام کے ساتھ ملے اور کو پڑھ لیا کر۔ اور جو رہ جائے اور کو قضا کر لیا کر۔

وشاہدہ مادیون مسلمہ غریب بن ابی کثیر قال اخبرنی عبد اللہ بن ابی

قتادہ ان اباءہ اخبرہ قال بینما نحن نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجمع حلیۃ

فقال ما شأنکم قالوا استعجلنا الی الصلوۃ قال فلا تفعلوا۔ اذ انتم الصلوۃ

فعلیکم التکبیرۃ فما أدركتم فصلوا وما سبقکم فاتموا انتھی نہ وہ جو صاحب

فرمانے میں۔ کہ بتایا ہو گیا تاخیر نہ ہو۔ بیان اوکلی تعلیم اور تقسیم آئندہ کا ہو گیا۔ یا کہ

عدم اعتد اور کعت کا۔ جو کہ مبحث فیہا ہے ہو گیا الغرض جسکا بیان ہو گیا وہ

صاحب رسالہ کو مفید نہیں۔ اور جو مبحث ہو اسکا بیان نہیں ہوا۔ پس قولہ بیان

ہو گیا تاخیر نہ ہو لایعیدہ فافہم۔ للہم اذنا الحق و الباطل باطلاً **قوله** تاخیر

بیان پر الزام۔ افعال جگہ کے بیان میں۔ حج نبوی کا قصہ دیکھ جاؤ۔ اور اور

میں جن لوگوں نے رمی اور ذبح اور حلق وغیرہ کی قدیم و تاخیر ہو گئی۔ اوکلی نسبت

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ فصل ولا خرج۔ فعل ولا خرج یشہو **اقول** قال

صلی اللہ علیہ وسلم لا خرج ثلث قال عباد اللہ وضع اللہ الضیق والھرج و تسلموا

لنأسککم فانھا من دینکم اس عبارت کو بھی ساتھ فتوے کے شامل کرو۔ تاکہ

خیانت فی الفتویٰ ونقل متصور نہ ہو **قوله** پر اپنے وجوب کم کا حکم کے مقابلہ میں

لا کر دیکھو۔ اور سوچو کہ تاخیر بیان یا عدم نفل حکم وجوب کم موجود ہے یا نہیں **اقول**

تحقیقاً و تفصیلاً للمقام افعال یوم النحر کے چار ہیں۔ رمی جمار۔ ذبح۔ حلق و اس

اور طواف کافاضہ ثم السعی ثم اختلافوا ان ھذا التتیب سنۃ او واجب فھب

جماعۃ منهم یوحنیفہ ومالک رحمہ اللہ الی الوجوب۔ و الشافعی واحد فی روایۃ

ومن معھما م الی انہ سنۃ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس افعال کو اتنی تیب

سو کیا۔ حجۃ الوداع کے سال میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عقبہ کے پاس ناقہ پر سوار ہو کر

کھڑی تھی کما وقع فی روایۃ البخاری کہ ایک شخص نے جسکا نام معلوم نہیں ہوا قال

حافظ ابن حجر لما قف علی اسمہ بعد البعث الشدید ولا علی اسم احمد بمن سأل فھذا

القصۃ لافہ کا نفا جاعۃ من لا ھدای کما وقع فی روایۃ الطحاوی وغیرہ پوچھا
 کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب نادانی اور جھل انحال حج کے کما وقع فی روایۃ
 البخاری وغیرہ لم اشع میں بخیر قبل از رمی کی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ارم ولا ھرج پھر ایک اور فر عرض کی یا رسول اللہ میں بھی بسبب عدم
 اور نادانی کے حلق قبل از ذبح کیا ہے۔ کما وقع فی روایۃ البخاری لم اشع فخلعت
 قبل ان اذبح خلاصہ کائنات منفرجہ موجودات فرمایا اذبح ولا ھرج علی هذا القیاس بہت
 لوگ جو کہ تاواقف از انحال حج تھے۔ اس تقدیم و تاخیر کی بابت سوال کرتے رہے
 آپ مقصود و اریں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہے افضل ولا ھرج۔ افضل ولا ھرج فقال
 الشافعی ومن معہ فی ذلک۔ انہ لو اخل فی شئ من ذلک لایلمہ دم استدل لا
 بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ھرج **وقال جماعة** ومنہم ابو حنیفۃ ومالك فملہ
 صلی اللہ علیہ وسلم لا ھرج ای لا اشع علیکم فیما فعلتم من ہذا لانکم فعلتم
 مع الجہل منکم لا علی القصد منکم خلافت السنۃ۔ وكانت السنۃ خلافاً لهذا
 فالنیت علیہ السلام اسقط عنهم الحج واعذرهم لاجل الشیآن وعدم العمل۔ لانہ
 اباح لم ذلک حتی ان لم ان یفعلوا ذلک فی العمۃ والدلیل علی ذلک ما رواہ
 ابو سعید الخدری قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو بین الجمرین عن
 رجل حلق قبل ان یرمی قال لا ھرج۔ وعن رجل ذبح قبل ان یرمی قال لا ھرج ثم
 قال عباد اللہ وضع اللہ الضیق والحرج۔ وتعلموا الناس کما فانہا من ذنوبکم
 فذلک علی ان الحج الذی رفعہ اللہ عنہم انما کان لجمہلہم بامر الناس
 لا غیر لکی۔ وذلك لان السائلین كانوا اناشاً اعراباً لا علم لهم بالناسک فاجابہم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ لا ھرج یعنی فیما فعلتم بالجہل لانہ اباح لم ذلک
 فیما بعد۔ ونفی الحج لا یستلزم نفی وجوب القضاء والفدیۃ فاذا کان کذا لک

من ضله عليه دم الله - هذا خلاصة عمدة القاری شرح صحیح البخاری ۱

یوثیہ ماروئے ابن عباس بسندکامطعن فیہ کما رواہ الطحاوی - وقال هو واحد

لمزروء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما سئل یومئذ عن شیء من تعلیم

و تأخیر فی افعال الحج - الا - قال لاحج - وقال ابن عباس من قدم شیئاً من

نسکہ واحد فله رقی لذلك اتفق - یہ خلاصہ تفسیر افعال یوم النحر - تقدیم

و تاخیر میں اختلاف علماء کا ہے - آپ صاحب رسالہ فرماتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر کے بارے

لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا - تو آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جواباً فرمایا - افضل وہ احج - اور خفیہ الکیہ وغیرہ کہتے ہیں - کہ تقدیم تاخیر میں دلہنم

آتا ہے - والحال انہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مرہم بالدم پس تاخیر بیان عن وقت

الحاجت لازم آئی - سوا کے جواب میں ہم کہتے ہیں - کہ صاحب رسالہ نے مختصرات دیکھ کر

اعترض خفیہ الکیہ وغیرہ پر جوابیا - اور روایت بفضل الخیال فرمایا - کہ رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے اون لوگوں کو کہ اعراب اور نادان افعال حج تھے - وضع تصدیق

فی الدین - اور - نفی - حرج - فرما کر حکم نافذ فرمایا - کہ دوانا - اور عمداً - ایسا کرنا کہ یہہ -

خلاف میری طریق - سلوک و سنون کا ہے - بل تعلق المناسک کے فایز مزیں کم

کما من رواۃ ابی سعید عند الطحاوی مفصلاً - پس تاخیر بیان عن وقت الحاجت

نہی - بلکہ بیان وقت حاجت پر ہوا - کیونکہ بل تعلّموا - آہ کا جملہ - جملہ مناسک حج پر

مبنی اور مشتمل ہے - واحکم اللہ ما یشاء ایضا منہا - آپ صاحب رسالہ کا الزام تنفیہ

مالکیہ وغیرہ پر نہ ہوا - بلکہ تفسیل روایت دیکھنی اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا

قوی ناقص و ناتمام بیان کر کے الزام صاحب رسالہ پر قائم ہوا **قولہ** اور جس شخص نے

صحابہ میں سے اپنی بی بی کے ساتھ جماع کر لیا - اور ثمرات عطیہ نبویہ ہی اپنی گہر لیکو

ہی کہلا دی - اسکی حق میں آپ کا قوی ہے کہ کفارہ اور قضا اوس کے ذریعہ - حالانکہ

کسی حدیث میں ثابت نہیں ہوا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کفارہ اور قضا کا حکم دیا **اقول** اس محل میں صاحب سالہ نے ۲ امر ارشاد فرمائے ہیں **صل** یہ کہ آپ کا یعنی خفیہ کا فتویٰ ہو۔ سو یہ حکم صریح ہی۔ کیونکہ یہ فتویٰ صرف خفیہ کا ہی نہیں۔ بلکہ کافہ علماء و نصار و دیار کا یہی فتویٰ ہے۔ **نووی** شافعی شارح صحیح مسلم شرح مسلم میں لکھتا ہے **فی الجامع** امر آتہ فی ہزار رمضان۔ مذہبنا

و مذہب علماء کافہ و وجوب الکفارة علیہ اذا جامع عذرا ثم انقضی **صل** استقرار کفارہ اور قضا کا۔ سو استقرار کفارہ کا اس کے ذمہ اسی حدیث بخاری اور مسلم سے ثابت ہے **نووی** شرح مسلم لکھتا ہے اما الحدیث فلیس فیہ نفی استقرار الکفارة بل فیہ دلیل لاستقرارہا لانه اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بانہ عاجز عن الحصال التلث ثم اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرق الترافع باخراجه فی الکفارة فلو کانت تسقط بالعجز لم یکن علیہ شیء۔ ولم یأمره باخراجه فدل علی ثبوتہا بذمتہ واما اذن له فی اطعام عیالہ لانه کان محتاجا و مضطرا الی الاتفاق علی عیالہ فی الحال و الکفارة علی التراخی۔ فاذن له فی اكله و اطعام عیالہ۔ **بیتہ** الکفارة فی ذمتہ اتفقہ اور استقرار قضا اور امر بالقضاء وہ ہی اسی حدیث کی روایت سی جو کہ متصل سے ثابت ہے۔ **قطبانی** شافعی شارح صحیح بخاری میں لکھتا ہے

وقد ورد الامر بالقضاء فی رواية ابی اویس و عبد الجبار۔ و هشام بن سعد کلم عن الزہری۔ و اخرجه البیہقی من طریق ابراہیم بن سعد عن اللیث عن الزہری و وقعت الزیادة ایضا فی مرسل سعید بن السیب بن نافع بن جبیر۔ و الحسن و محمد بن کعب۔ و لجموع هذه الطرق يعرف ان هذه الزیادة اصلا۔ و یؤخذ من قوله صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ لا یشرط الفوریة للتشکیر فی قوله یومئذ انت ہی و مرسل سعید بن السیب مقبول عند من یمیل المرسل عندنا مقبول مطلقا انتهى

ما فی الفتح بمضمونہ۔ رہا امر بالا واد الکفارہ سو وہ بھی اسی حدیث سے اقتضا ثابت
اسلمی کہ جب اقرار کفارہ بذمہ اش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت فرمایا تو ضرور
فراغ ذمہ کا معنی ممکن لازم ہوا۔ علی سبیل التزلزل ورضا اور تسلیم اگر ہم اس ثبوت
اقتضا کو نہ تسلیم کریں تو غائتہ ما فی الباب۔ تاخیر بیان الی وقت الحاجت لازم
آئی۔ وہو جائز عند جماہیر الاصولیین کما تہر بہ النووی وغیرہ۔ نہ تاخیر بیان
عن وقت الحاجت۔ وکلامنا فیہ۔ لا الاول۔ الحاصل صاحب سالہ نے روایت
حدیث کی ملاحظہ فرما کر حکم جایا کہ کسی حدیث میں حکم بالقضا ثابت نہیں ہوا۔
حالانکہ اسی حدیث کی مفصل روایت میں ثابت تھا۔ واللہ اعلم بالصواب **قولہ**
پس یا تو تاخیر بیان مانا۔ یا عدم نقل کو نقل عدم کہا۔ یا یہ کھو گئے۔ ان لزوم
کان ظاہراً وان وجوبہا کان مشہوراً وغیرہ جو عذر یہاں تراش و ہی ایجاد
کے قصہ میں ذرات فالتحکیم واسطے سمجھ لو **اقول** اولاً۔ سرمایہ تراش و تراش کا
آپ کے خزانہ عامرہ کی دو بیت اور بصناعت ہی ہم اوس سے ہرگز دست اورد نہیں
ہوتے۔ اور جرم خیانت فی الامانت۔ سے سخت ظائف ہیں۔ علاوہ برائے ہر دو امر
متعدویہ آپ کے بلا دست بروی اوس بصناعت کے منقوض و منقوض میں نہایت
اگر کھیاں تاخیر بیان ہی ہم کھیں۔ تو کچھ عذائف نہیں۔ کیونکہ یہ تاخیر بیان
الی وقت الحاجت ہے۔ نہ تاخیر عن وقت الحاجت۔ وقد ثبت فی محلہ از الفقہاء
علی التراجیح۔ و تاخیر البیان الی وقت الحاجت عند جماہیر الاصولیین اور
ابوبکرہ کی نماز میں سنگوت تاخیر عن وقت الحاجت ہی ذلک مندرج بالاشفاق۔
فانترقا۔ **قولہ** جواب لائقہ لفتہ تا۔ اور ہم عین عود سے صحیح روایت میں آیا ہے۔
اگر آپ لوگوں نے عذوب یا عادیہ شریعت مانا۔ تو لائقہ تحمل ہوا۔ واذاجا للاحکام
بطل الاستدلال **اقول** اولاً۔ وہ حضرت توشیح سیحون عن امام الکلام للہو سے

عبدالرحمن صاحب بہت جلد ہی ہوئے۔ وہاں یہی لکھا ہوا ہے

حکي بعضهم انه روى بضم اوله وكسر العين من الاعادة ولا يعوت انتهى جب کبھی

روایت غیر معروف ہو۔ پہر اس سے متک ہی کیا۔ اور اسکا خیال ہی کون کرے

اور ہم نے کب کھا ہی کہ غذا یا عاده سے مشتق ہو۔ بلکہ ہم نے عود سے ہی لیا ہوا ہے

ثانیاً جبکہ خود آپ ہی فرماتے ہیں کہ صحیح روایت لاتعد من العود ہے۔ تو صحیح کے

مقابلہ میں غیر صحیح ہوا۔ بہرہ کب قابل لحاظ ہے۔ اور اسکو کون اخذ کرے فطرت

اذ ابعاد الاحتمال بطل الاستدلال۔ ثانیاً۔ علی سبیل التشریل تسلیم قبول کرتے

ہیں کہ مشتق از عود ہے تو معنی یہ ہوئے لاتعد الشيء الى الصلوة واصدا حتى تصل

الى الصلوة ثم اشرع في الصلوة اور اگر مشتق از عاده ہو۔ تو معنی یہ ہوئے لاتعد صلوة

التي تصليتها پس یہ جملہ روایات ہم کو مفید ہیں۔ اور مثبت مدعی ہمارے کے ہیں فہیت

الاستدلال من قبل اور احتمال منافی مدعا سے استدلال باطل ہونا چاہیے مثبت

مدعا سے لازم لکھا لاثبات المدعا بمنزلة شیء واحد **قوله** (۱) جواب یہ حدیث

منکر ہے اسکا راوی یحییٰ بن سلیمان المدنی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے

قالہ البخاری **القول** اس حدیث کی ترجمہ ابو داؤد نے کی ہے۔ اور اس میں

حدیثی بھی بڑے سلیمان ہے بھی بن سلیمان نہیں بھی بن سلیمان شاید سہو

قلم ہے۔ صحیح بھی بڑے سلیمان ہے۔ جزو القراءة بخاری میں ہی ہے

بن سلیمان ہی لکھا ہوا ہو۔ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ صاحب سالہ نے وہاں سے نقل

کیا ہے اور وہاں بھی سہو قلم ہے۔ کیونکہ اصل روایت میں بھی بن ابی سلیمان

ہی تقریب میں لکھا ہی ہے بھی بن سلیمان المدنی ابو صالح لین الحدیث من

السادسة انتہی اور صاحب تقریب لکھتا ہے۔ المراد بلین الحدیث من لیس

من الحدیث الا القلیل فلم یثبت فیہ ما یندرک حدیثہ انتہی اور میزان الاعتدال

یہ حدیث منکر الحدیث ہے

میں لکھا ہے بھی بن ابی سلیمان المدنی۔ قال البخاری منکر الحدیث۔ و ذکرہ
 ابن حبان فی الثقات انتھی فقط بخاری علیہ الرحمۃ نے اسکو منکر الحدیث فرمایا۔ اور
 صاحب تقریب لیں الحدیث لکھتا ہے۔ اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور
 ابو داؤد نے اس حدیث کو نوکر کر کے سکوت فرمائی۔ وقال ابو داؤد فی رسالہ الی
 اہل مکہ حین سألوه عن الاحادیث التي فی کتاب السنن وہی اصم ما عرفت فی
 الباب۔ فأعلم انه لیس فی کتاب السنن الذی صنّفه عن رجل متروک الحدیث
 شیء۔ و اذا کان فیہ حدیث منکر بنیۃ انہ کف کس۔ و لیس علی نحوہ فی الباب
 غیر۔ و ما کان فی کتابی من حدیث فیہ و من شدیداً فقد بنیۃ۔ و قد علم
 یصح سندہ۔ و ما اذکر فیہ شیئاً فہو صالح و بعضہا اصم من بعض انتھی
 ختم حدیثہ ابو داؤد و الشاشی و الترمذی و البخاری فی الادب المفرد و شیعہ
 الیہ صاحب التقریب۔ پس ناظر منصف اس بیان سے اس حدیث کا حال دریافت کرے کہ
قوله ۲ جواب کعت کے شرعی اور عری فی معنی چھوڑنے الی قولہ اور شرعی کعت
 میں قیام تراویح رکوع سجود سب کچھ ہی **اقول** مجندہ جو یہاں رکعت سے مراد کعت
 نامہ نہیں **وجاہد** اگر من اور ک رکعت۔ تمام رکعت پر محمول ہو۔ تو سجدہ اور رکوع
 میں جو مقابلہ کیا ہے۔ اسکو مناسب نہیں کیونکہ تیسرا واسطہ یہاں باقی رہا۔ اور وہ
 اور ک رکوع ہے۔ اور حکم بیان کرنا باقی رہ گیا۔ بلکہ مناسبت بل اور اک السجود۔
 اور اک رکوع سے **وجہ دوم** اگر رکعت یہاں بمعنی رکوع نہ ہو۔ تو مناسبت
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے اذ اجتمعت الی الصلوة و من فی الركوع فاعلموا
 ولا تعدوا شیئاً اور اس سے عدم محسوبیۃ سجدہ کی یہی بطریق اولیٰ مستفاد ہے کیونکہ
 جب باوجود اور اک رکوع کے رکعت محسوب نہ ہوئی۔ تو باور اک سجدہ کے کس طرح محسوب
 ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ رکعت سے رکعت نامہ مراد نہیں۔ بلکہ رکوع ہے کما وقع عندہم

رکعت عری اور شرعی کے معنی چھوڑنا جواب

من حدیث البراء بلفظ فوجدت قیامہ قرعته فاعتدله فوجدته سولة انتهى

و كما وقع عند البخاری من حدیث فاعة ابن نافع - قال كنا نصلی و آد النبي صلی

الله علیہ وسلم فلما رفع رأسه من الركعة قال سمعی الله لنزله الحدیث **وجه**

سوی مراد صلوة سے اس قول میں من ادرك الركعة فقد ادرك الصلوة رکعت

یا تمام صلوة - یا ثواب جماعت - بر تقدیر اول مراد رکعت سر رکوع ہی - یا رکعت ثانیہ

پہلی شق پر ہمارا مدعا ثابت ہے - دوسری شق پر یہ معنی ہوئے من ادرك الركعة

الثانیة فقد ادرك الركعة - ولا یحییٰ مخالفتہ کیونکہ مفید معنی کے نہیں بر تقدیر

ثانی یہ معنی ہوئے من ادرك الركعة الواحدة فقد ادرك قیام الصلوة تو چاہیے

کہ مسبوق بعد فراغت امام کے نماز سہ ماہات عن الصلوة کا اعادہ نہ کرے و بطلان هذا

التقدیر بملا یحییٰ بر تقدیر ثالث اس قول کو معنی یہ ہوئے من ادرك الركعة

الثانیة فقد ادرك ثواب الجماعة پس اس تخصیص کا کچھ فائدہ نہیں - کیونکہ ادراک

ثواب جماعت ادراک سجود اور تشہد اور قوم اور جلسہ سے ہی حاصل ہے - کیونکہ اگر سجود

و تشہد وغیرہ کے ادراک سے ثواب تکبیر نہ ہو تو پھر شمول کا کیا فائدہ ہوا - ولات

اطاعة الامم یا بی عن ذلك علاوہ براں یہ معنی مستلزم حذف کثیر اور ارتکاب محاذ

کثیر کے ہو گئے لان العنہ حیث شد فقد ادرك ثواب صلوة الجماعة وهو خلاف الاصل

وجہ چہام اطلاق رکعت کا رکوع پر حقیقتہً اور تمام رکعت پر مجازاً من بالاطلاق

الجز علی الكل سے ہے کافی قولہ تعالیٰ و امرکوا مع الذاکمین انما بداع احتمال اشتراک شئی

پس قول بلا دلیل ہے اور مجر و اخلاق ثبوت و لینی کافی نہیں مع ان لا اشتراک خلاف

الاجمل فاحمل علی الحقیقة خبر من جملة علی المجاز بلا قرینة صارفة عنها **وجه**

پہنجم وہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جسکو امام مالک نے روایت کیا ہے و لفظہ

هذا عن ابی ہریرة انه کان یقول من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة الخ

مؤید ہمارے مطلوب کے ہے۔ کیونکہ اگر رکعت سے مراد رکعت نامہ ہی تو یہ معنی دے

من ادرك الركعة النامة راي القيام والتكوع والسجدة والقراءة فقد ادرك

السجدة۔ ولا يخفى بطلانه تيس ازيں وجوہات ظاہر ہو۔ کہ رکعت سے مراد ہر وحدت

ابوہریرہ میں رکوع ہی۔ نہ رکعت نامہ واسد اعلم بالصواب **قوله** یہاں فرضیت

اولہ رکعت کو معنی رکوع لینے کے خلاف میں **اقول** (اولا) وذلك لا يفتيد

مالم يبين الدليل القوي المتفق۔ وما ذك في فيما سبق من الادلة فهو غير تامہ

كما سبق فيما سبق۔ وايضا لا يقيم بها الحجة عندنا لاننا سلمنا حاجة لانفاذ

وجوب الفاعلة (ثانيا) وجوب قراءة الفاعلة في كل ركعة اول مثلية

بمحققة فالاستدلال بها لا يخلو عن المصادق **قوله** یہاں رکعت بمقابلہ سجدہ

نہیں بلکہ جملہ بمقابلہ جملہ ہے پس مقابلہ کا قرینہ صارتہ عن الحقیقۃ ہوا **اقول** اولاً

ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ رکعت بمقابلہ سجدہ ہے۔ کما ہو الظاہر۔ علاوہ برائے مقابلہ

جملہ جملہ ہی ہے رکعت بمقابلہ سجدہ نہیں مطالب بالدلیل النصوص ہی۔ کہ موجب

الظہان ہو۔ (ثانيا) فرضاً ہی تسلیم کیا کہ جملہ بمقابلہ جملہ ہی ہے۔ الا کیا یہ تقابل

مستلزم اور مانع اس امر کا ہو کہ یہاں رکعت سے مراد رکوع نہ ہو۔ اس استلزام کی دلیل

بیان ہونی چاہی۔ بخاری کی روایت میں جو کہ بطریق ابوہریرہ کے مرفوعاً مری

ہو بقول سمع الله لرجله حين يرفع صليته من الركعة۔ ثم يركب حين يسجد۔ بقول

آپ کے ہم کہتے ہیں کہ یہاں تقابل جملہ جملہ ہے۔ اور صاف ظاہر ہی۔ کہ یہاں مراد

رکعت سے رکوع ہی ہی۔ رکعت نہیں۔ کیف الاستلزام اور نشائی کی دعایت میں

جو کہ بطریق ابوہریرہ مرفوعاً مری ہے۔ فاذا رفع رأسه من الركعة قال سمع الله لمن

احد۔ ثم يركب حين يسجد۔ الحديث بطريق ^{ابوہریرہ} نکرہ تقابل جملہ جملہ ہے۔ اور

رکعت سے مراد بطریق رکوع ہی۔ فلیف اللاتفاق۔ (ثالثاً) تقابل جملہ جملہ مانع تقابل ^{الاحاد}

یہاں رکعت بمقابلہ سجدہ نہیں بلکہ جملہ

کا نہیں۔ واملثمہا غیر خافیۃ و مزاد علیہ البیان **قوله** جواب اگر یہاں رکعت کو معنی رکوع میں۔ تو حسب حدیث قیام بقدر طمانیت اور سجود اور تکبیر بھی فرض ہی۔ یا نہیں۔ اگر میں تو گزارش کہ حدیث میں مذکور نہیں **اقول** تکبیر اور قیام کذا سنی بوقت ایسی ضرورت کے ہے ساقط نہیں ہوتے۔ بخلاف قراءۃ کے کہ وہ ایسی ضرورت کی وقت ساقط ہو جاتے ہے کما برہن علیہ الجہد فافقنا

قوله جواب۔ اگر رکعت سی مراد رکوع ہی۔ تو صلوٰۃ سے خواہ خواہ آپکو رکعت تمام لینا پڑا۔ کیونکہ بقول آپ کے ترجمہ یہ ہوگا۔ جس رکوع پایا اوس نے صلوٰۃ پائی **اقول** نہیں۔ بلکہ برین تقدیر ترجمہ یہ ہوا۔ کہ جس نے رکوع پایا اوس نے رکعت تمام پائی۔ اور یہ ترجمہ کہ جس رکوع پایا اوس نے صلوٰۃ پائی۔ مقتضی اس امر کا ہے کہ مسبوق بعد فراغ امام کے فاقات عن الصلوٰۃ کا اتمام نہ کرے وہ کمزری مخیف۔

ایضاً موخلافاً قالہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ واقض ما فائک **قوله** تو آپکو یاد دلاؤ نیگے۔ کہ صحیح حدیث میں آیا ہوا صلوٰۃ لمن لم یقرا بفائکۃ الکتاب تعنی کوئی پوری رکعت نہیں اسکی جہی فاتحہ نہ پڑھی۔ پس ہر رکعت میں فاتحہ فرض ہوگی **اقول** اولاً ہم کہتے ہیں کہ اطلاق صلوٰۃ کا رکعت تمام پر نہیں ہوتا۔ بلکہ بمقتضائی اولہ اور قرائن کے کبھی ایسا اور کبھی دیا بھی ہوتا ہے۔ اس محل میں صلوٰۃ سے مراد حسب دلائل اور قرائن کے رکعت تمام مراد ہے۔ اور مسلک فاتحہ میں ایسا نہیں۔ کما مر فیما سبق۔ ثانیاً جو شان یتکون علی هذا التقرب المراد من الصلوٰۃ ثواب الصلوٰۃ پس قول صاحب سالہ کا کہ اگر رکعت سے مراد رکوع ہو تو صلوٰۃ سے مراد خواہ خواہ آپکو رکعت تمام لینا پڑا۔ کب درست ہوا۔ اور لا بد اور ضرورت رکعت تمام کی نہی فکیف الا لزام بہ **قوله** جواب احادیث ذیل میں دیکھو مزاد ایک رکتۃ من صلوٰۃ الغداة قبل ان تطلع الشمس الخ **اقول** اولاً یہ اعترض

فان رکعت من صلوٰۃ الغداة کلا جواب

اوس شخص پر لازم اور وارد ہوتا ہے۔ جو قائل اس امر کا ہو کہ رکعت کا اطلاق ہر رکعت
 تاثر پر نہیں ہوتا۔ الا جو شخص قائل اطلاق عام کا ہے اوس پر بھی اعتراض کیونکر قائم ہوتا
 ہے و عن من الثانی کا لفظ اول (ثانیاً) اگر کسی شخص نے اول رکعت سے سر اوٹھا
 لیا ہنوز سجدہ نہیں کیا تھا۔ کہ سورج نکل آیا۔ یا غروب ہوا۔ تو کیا اوسکی نماز پکی
 نزدیک حسب اس حدیث کے ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر ہوگی تو یہ حدیث نص فی الاشتغال
 نزہی۔ اور اگر نہ ہوگی تو مطالب بالدلیل ہے۔ اور ہماری نزدیک یہاں رکعت کا
 لفظ عام از رکعت تاثر اور رکوع سے ہے۔ کیونکہ ہم قائل ہیں کہ اگر رکعت تاثر اور رکوع
 تو یکطرف اگر قبل از غروب آفتاب اسکا تحریم ہی ثابت صحیح ہوا۔ تو یہ نماز اوسکی ادا ہوگی
 گو کہ ناقص ہی ہو۔ الا ما وجب سر و منہ و س قاری کا خلاص ہوا۔ ولا نفی بکلام لا
 هذا پس لفظ رکعت کا جو کہ اس حدیث میں ہے۔ ہماری نزدیک نص فی المقصود نہیں
قوله ۱۰ سا توان اخرج الجلی الخ **اقول** ایک اور عمدہ اثر جو کہ وہ ہی قائل بیان
 ہمارہ گیا۔ اوسکا ہی اضافہ کرنا ضرور تھا۔ اور وہ یہ ہے۔ **اخروج** ابن عبد الباق
 علی وابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عمر باسائیدہ الیہم فی التہجد شرح
 المطا انتی **قوله** پہلے اثر کی نسبت امام بخاری نے کہا ہے الخ **اقول** ضعف
 اس حدیث کا مستلزم ضعف اصل مسئلہ کا نہیں۔ لان للجهول دلائل اخر و اضعف من
 هذا۔ فان لم یثبت هذا فلا ضرر۔ وقد بسط الکلام علی هذا الحدیث لمحافظة
 ابن حجر العسقلانی فی تلخیص المجیر فی تخریج احادیث شرح الرافعی لا کسب خیراً
 للأطباء عبارات اوسکی نقل نہیں کی گئی منشاء فلینظرها **قوله** لکثر یادتے
 مان ہی لیورج تو کہتے ہیں قبل ان یتیم الامام صلیہ۔ ایسا ہر جیسا الخ تعرفہ الخ
اقول اولاً تحقیقاً المقام حج کے رکن متفق علیہ تین ہیں۔ احرام۔
 وقرب بعرفہ۔ طواف الزائیۃ۔ فی الوقایہ و شرحہ۔ و فرغہ (رای الخ) الا حرام۔

الکثر یادتے بیان کی تین باتیں۔ کثرت۔ کثرت۔ کثرت۔

۲۵۲
وَالْقَوِّفُ بِعَرَفَةَ - وَقَطْرُافُ الزَّيْتِ اَنْتَ شِيْ ظَاهِرُ هُوَ - كَهْ جَبْتِكِ الْكَانُ حَجَّ كَيْ تَمَاهِيَا اَوَا

نہ کچھ چاہیں۔ تو حج ادا نہیں ہوگا۔ لان فوات کمر الشیء یستلزم فوات الشیء۔ ولا

سترکے فی ذلک اور الجحیم عرفہ اپنی منوں میں صترک غیر مثل الغیر ہے۔ بخلاف حدیث

الہوم ہریہ کے مندرک رکعۃ من الصلوة فقد ادرای قبل ان یقیم الامام صلیہ

اخترجه ابن خزمیه مرفوعاً عن ابی هریرۃ کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ گت سے مراد

رکعت تَامِرُ ہُوَ کَمَا هُوَ قَوْلُكُمْ۔ وَأَنْكَانَ ضَعِيفًا جَوْحًا۔ أَوْ مَحْتَمَلًا جَوَّارًا۔ رُكْعَتٌ سَيِّئَةٌ أَوْ رُكْعَتٌ سَيِّئَةٌ أَوْ رُكْعَتٌ سَيِّئَةٌ

هو ذلك راجح وقوى **لوجهين** أحدهما ان انضمام لفظ قبل ان يقيم الامام

صليبه - قرينة واضحة على ذلك لاختلاف فيه (والثاني) قد حمله على هذا ابن حمير

ففيه حيث ترجم الباب بذكر الوقت الذي يكون فيه المأمور مذكرا للزمنة

اذا روى امامه وروى فيه هذا الحديث - فقياسه على ذلك غير سديد

لا ينجي - والقول بان مسمى الزعة بجميع ادكارها ولا انها خيفة من سيد
عنه واما مقامان - علم اللغة - فذوق - فان ذلك ما انظم به صاف

وَعَرَفِيَّةٌ وَعَمَامَقْدَانِ عَلَى الْعَوِيَّةِ - مَدَامُومَ - قَالَتْ دَلَّتْ مَامُومَ عَلَى أَنَّهَا

إذا كان الجزء اعظم الاجزاء شاتم ومن ههنا قبل الحجر عرفة - والركوع ليس كذلك

فانتفا قوله علاوہ برس۔ من ادک الرکعتین حسب فرمان حنفیہ رکوع مارا ولینا

الاختفی سے عرض ہے کہ آپ ﷺ صلوٰۃ وغیرہ میں صلوٰۃ کا ملہ مراد لیا کرتے ہو۔ یہاں

بھی اور اکامل لیجئے، اقول (راویا) محال نماز کیا ہی ہے۔ کہ نماز کو برعایت فرمائی

وہم جن وواجبات۔ واداب کے ادا کیا جاوے۔ اور مہنیا ت مجربات سے بچایا جاوے۔

اور رکوع کا کمال یہ ہے کہ رکوع کو حسب الامر شارع کے بعدگی بجایا جاوے۔ اور منہیات

اسی اجتناب کیا جاوے۔ آلاقرۃ فاتحہ اور قیام کو کمال رکوع میں کیا بدخلت ہو

لأن الركوع لغة الإغناء مطلقاً - وشرقاً الإغناء العربي الخاص - قراءة فاعلها

قیام کو ساتھ رکوع لغوی اور شرعی کے کس طرح تعلق نہیں۔ آور نہ یا و سکی ماہیت لغویہ اور شرعیہ میں داخل ہیں۔ پھر ان کو اس کا کمال کیونکر متصور ہو۔ پس صاحب

رسالہ الیہ فرمانا۔ اور کہیں من ادرك الركعة راى الركوع، آہ ليس على ما ينبغي

فائز و انصاف (ثانیاً) ان اشیاء کی مذکورہ کو کمال نماز کا کہنا تو اسلئے ہے کہ یہ

استیفاء من از شعری کی ماہیتہ میں داخل ہیں۔ آوزظاہر ہے کہ رکوع میں یہ

اور طحاوی اور حلبی ملزم الصحت نہیں۔ انکی تسنیدیں بیان کرو۔ اور کسی تصحیح کے

امام کی تصدیق و کھلاؤ۔ اقول (راولہ) کیا ترندی۔ اور نسائی۔ اور احمد بن حنبل۔

ہیں۔ منہج الوصول میں لکھا ہے۔ حاکم ابو عبد اللہ خطیب بغدادی کتاب

ترندی را جامہ صحیحہ نامیدند۔ و ایں سال است۔ وزیر اکاواویت منکرہ در آن بسیار

ست۔ و قول حافظ ابن السکین۔ و خطیب بندادی در بارہ کتاب سنجائی

که آنه صحیح و آن له شرط فی الیجا که اشهد من شرط مسلم منظور فیه و غیر مسلم است -

زیرا که در آن حال مجبورین اند- عینا- یا- حالا- و رجال مجروحین احادیث ضعیفه

وَمَعْلُومٌ كَرِهَتْ كَمَا بَيْنَا عَلَيْهِ فِي كِتَابِ الْأَحْكَامِ الْكَبِيرِ وَأَمَّا قَوْلُ عَاطِفِ بْنِ مُوسَى

محمد بن ابی بکر ندوی در رقہ ہند امام احمد - آذہ صحیحہ - تیسرے قیل ضعیفست - چھان

احادیث ضعیفہ، مگر موضوعہ ست مثل احادیث فضائل ہمد۔ وعسقلان۔ وبرت

احمد زوجه مصروفه و غیر ذلک چنانچه طائفه از حفاظ بر این تنبیه کرده اند انھی رائیثا

کیا بخاری علیہ الرحمۃ نے خوف القہۃ میں التزام صحت کا کیا ہوا ہے۔ اور

اس رسالہ میں انگریزوں کی حقارت ہے۔ حالانکہ انہی اپنی رسالہ میں جا بجا اسی سالہ کی بات

کڑا سے نکالنا، جو آثار کہ انہیں رسالہ کے ص ۴۱-۴۲ میں بیان فرماتے ہیں۔ اور

میر کے ہاں تصحیح کے تصحیح نظر آئے۔ تاکہ کہ، ایک تصحیح و تفسیر ہو ہے۔ یکا کمال

میں کی قسم چوں۔ بچوں کی سی۔ بچوں کی سی۔ بچوں کی سی۔

محمد اور طحاوی بلزم الصغیرین کا جواب

اور کمال مہترم الصحت ہے۔ اگر ہے تو پیش کیجئے۔ ورنہ اپنی تصویر آئینہ الزام میں ملاحظہ فرمائیں
 (رابعاً) روایت ابوہریرہ کی ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوٰۃ جھڑ

فیہا بالقراءۃ فقال هل قرأ معي احکم انفاً الحديث رواہ ابو داؤد والنسائی
 والترمذی فقال هذا حديث حسن اور ابن حبان نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہی
 اور ابو حاتم نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث مقبول ہے۔ اور صاحب السالہ نے اس حدیث کو اپنی
 رسالہ کے صفحہ ۳۹ و ۴۰ میں لکھا ہے۔ باوصف صحیح اور حسن اور مقبول ہونیکر صاحب السالہ

اسکے ضعف کے قائل ہیں۔ بہر مقام ہذا میں طالب تصحیح ہونا لیسرلہ قائمۃ معتدۃ
 بہارِ حاکم الکابر محمدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ حدیث مستقیم الاسناد سیلابہ وغیرہ
 استدلال پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ فلان راوی اس کا قوی ہے۔ اور فلان ثقہ۔ اور
 فلان لایطعن فیہ ہے۔ اگر رواۃ کا ثقہ ہونا کفنی نہوتا۔ تو استدلال اونکی منظور فرمائیے
 مخدوش ہوتے والمحال انہ لیسر کذلک **اخیر الحاکم** عن جلیل العلم

قال قيل للحسن ان ابن عمر كان يسم في الركعتين الاولى ولين من الوتر۔ فقال كان
 عرفقه منه۔ فكان يتعصر في الثانية بالكبير انتهى وسكت عنه ذكر
 الزبلي في تخریج احادیث الهدایہ **وروی الطحاوی** من طریق مصحح

عن انس رضي الله عنه انه صلى الوتر ثلث ركعات لم يسم الا في آخرهن **وروی**
 الطحاوی ایضاً من طریق سعید بن منصور باسناد صحیح عن انس رضي الله قال
 الوتر ثلث ركعات ذكره الحافظ ابن حجر في نصب الراية **واخیر** ابن ابي شيبة

عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم وضع
 يمينه على شماله في الصلوة تحت السرقة۔ قال القاسم بن قطلوبغا استد جيداً
 ورواه انه كلهم ثقات۔ اما فلان فكذا واما فلان فكذا وقدام۔ ونظامها
 كثير كما لا يخفى على من يتداول كتب هذا الفن (سادساً) مؤلف آوجام

کے لئے کیا یہ ضروریات سے ہے۔ کہ وہ تنہا صحت ہی ہو۔ تو اسکی کلام مقبول اور منظور ہونی چاہیئے۔ ورنہ اسکا کلام پایہ اعتبار و اعتماد سے ساقط اور نامعتبر ہوگا۔ اگر اس التزام کا۔ التزام ضرور سمجھا جاوے تو صدائے مؤلفین اور جامعین کی کلام پر اعتبار و اعتماد ہرگز نہ کرنا چاہیئے وعلیٰ ہذا لا وہنک رسالہ ترمذی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے جمیع ما فی ہذا الکتاب من الحدیث هو معمول بہ و بہ اخذ بعض اہل العلم

ما خلا حدیثین (ہذا وان کان منظور افیہ عند بعض الاعلام) حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما علیہ وسلم جمع بین الظہر والعصر الحدیث **وحدیث**

النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اذا شرب الخمر فاجلد وہ الحدیث حالاکہ ترمذی میں احادیث صحیحہ حسنہ ضعیفہ غریبہ منکرہ متعلکہ موجود ہیں۔ بائیمہ پھر معمول ہیں **قولہ** اور امام مالک کے بلاغات کا حال سنئے۔ سیوطی نے تدریب میں کہا ہے

ومن بلاغاتہ احادیث لا تعرف کمذا کہ ابن عبد البر اقول اولاً امام مالک رحمہ اللہ کو مؤطا اور بلاغات کا حال بہت لوگوں نے بیان کیا ہے۔ ہر ایک کا نقل موجب طوالت کلام ہے۔ لہذا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مرحوم کی کلام پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ طالب حق کے لئے کافی ہے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں ذالطیفۃ الاولیٰ منصف

بالاستقرار فی ثلثہ کتب۔ المؤطا۔ وصحیح البخاری۔ وصحیح مسلم اتفق اور مصنف

شرح مؤطا میں لکھتے ہیں۔ اما التزام پس شافعی گنتہ ما علی ظہر الارض کتاب بعد کتاب

اللہ اضع من کتاب مالک نیست بر روی زمین کتابے بعد کتاب الصد صحیحہ ترا کتاب مالک

و در ترمذی ما وضع علی الارض کتاب ہو اقرب الی القرآن من کتاب مالک تو در روایت

و کیر ما فی الارض بعد کتاب اللہ اکثر ثوابا من مؤطا مالک گفت حافظ معطاسی

اول من صنف الصحیح مالک اول کسیک تصنیف کرو صحیح مالک است۔ گفت حافظ

ابن حجر کتاب مالک صحیح عندہ وعند من نقلہ علی ما اقتضاه نظره من الاحتجاج

کام مالک کے بلاغات کا حال سنو۔ کا جواب

واللہ اعلم بالصواب

بالمرسل و المنقطع و غیرها کتاب مالک صحیحست نزد مالک و نزد کسی که تقلید مالک کرده
 است بر نهایی که اقتضا کرده است و در نظر امام مالک - و آن نهیب استدلال بر مرسل - و
 منقطع و غیر آن - بجز علما مختلف اند در عمل بر مرسل و منقطع - پس امام مالک ابو حنیف و
 اکثر علما تبع تابعین بصحّت عمل بآن رفته اند - و نزدیک ایشان قول حضرت عمر
 و مانند آن دلیل میتواند شد - و اتفاق جمعی از تابعین بر این دلیل میتواند شد - پس
 امام مالک بر مقتضای اصل خود رفته و این علل قاضی در حدیث نزدیک او
 نیستند - پس مؤطا هم آن برای مالک ابو حنیف و سایر تابعین صحیح باشد و سوطی
 زیاده کرده است بر حافظ ابن حجر و گفته است که مرسل و منقطع حجت است نزدیک مالک و سایر
 آنکه موافق او اند در نمیکند و همچنین حجت شد نزد مالک و قتیکه معتقد باشد بر روایت فو
 فی موقوف صحابی و در مؤطا آنچه مرسل نیست مگر که معتقد است بر روایات موقوفه همان لفظ
 یا معنی آن - پس صواب آنست که گفته شود که مؤطا صحیح است نزدیک جمیع - فقیر گوید
 اهل کتب و حاکم درست درک سعی کرده اند در وصل مرسل مالک در رفع موقوف می گویند
 و بجمیع شرط مؤطا اند و متممات آن - و آنچه موقوف و اثر تابعی نیست - مگر آنرا ماضی
 است از کتاب نیست - چنانچه درین شرح خواهیم دید - و این عین البسر کتابی تصنیف
 کرده است در فصل مافی المؤطا من المرسل گفت آنچه در جمیع مؤطرات از بلغه عن
 ائمه عنده و مانند آن شخصیت یک است و همه آن مستند است از غیر طریق مالک الا چه حدیث
 که ما نمی شناسیم ماخذ آن را بعد اعلم بالقبول بیکه این را آنست و لیکن آنست **دوم**
 ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ارى اعلم الناس الحديث **سوم** قول معاذا اخبرنا
 رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد صنعت رجلى في الغزى ان قال حين خلقك للناس
چهارم اذا انشأت جرتك ثم تسامت فذلك حين غلبت فيه فقير گوید و این حدیث
 اگر باین الفاظ و این معنی ثابت نشده - پس معنی اش صحیحست - و این صحیحست اگر خدا خواست

درجائی خود کو گرداننا، اللہ تعالیٰ نہی۔ آس عبارت سے ثابت ہے کہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ موٹا امام مالک میں بلغۃ وعین الثقة اور اسکی مانند۔ درکل ہکلی کسٹھ حدیثیں ہیں۔ اور وہ تمامہا مسند بطریق غیر مالک کے ہیں۔ الا چار حدیثیں فلان فلان۔ ان بلاغات کی نسبت جنکا ذکر فیما نحن فیہ میں ہے۔ لا تعرف نہیں فرمایا۔ بلکہ اس عبد البر نے اوج چار احادیث کا حصر کر کے بیان کیا۔ کہ وہ چار حدیثیں ہیں۔ پس صاحب سالہ کا من بلاغات لا تعرف۔ شاہد اسطرح ان بلاغات کو جنہ درپے بیان ہیں، لانا کمال دشمنی سے۔ ثانیاً۔ متن بلاغات لا تعرف میں ظاہر ہے۔ کہ متن تعصیہ ہی جہکا مدلول یہ ہے کہ بعض بلاغات امام مالک کو ایسی ہیں۔ کہ ان کو اسند ہونا معلوم نہیں ہوا۔ پہر کیا اس پر معلوم ہوا ہے کہ وہ حصہ نہیں بلاغات میں منحصر ہے۔ کیا عدم العلم۔ علم بالعدم ہے۔ بقرض و تسلیم۔ اگر وہ بعض غیر معین وغیر مقرر ہی مانا جاوی۔ تو پھر اس عبارت کو شاہد اسطرح ان بلاغات کو لانا تو دال پر تعین تقریقینی کے ہے۔ پہر تعین و تقریقینی کہاں سے حاصل ہوا۔ شاید المعامی بابت ہو۔ مع ان کلام ابن عبد البر بکفایت کما مر من المصنفی فافهم و اصف۔ ثانیاً۔ کلام شاہ صاحب جم کا دال ہے کہ اگرچہ یہ چار حدیثیں باین الفاظ و باین کہیۃ ثابت نہیں۔ الا انہی معانی صحیح ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بلاغات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہکلی درست و صحیح ہیں۔ کسی میں بھی کلام نہیں۔ پس من بلاغات لا تعرف عند الشخص بجا و ہیک نہیں **قولہ** طارق کا اثر صرف شرکت کا منظر ہے۔ نہ اعتد اور کعت کا **اقول** طارق کا اثر صرف شرکت کا منظر نہیں۔ بلکہ شرکت کا منظر اور اعتد اور کعت کا مشعر ہے۔ اسلئے کہ طارق کہتا ہے۔ کہ تم ابن مسعود کو ساتھ بیٹھ ہوئے تھے۔ کہ نہ اذ قانت الصلوۃ کے آئے۔ پہر ہم کہہ رہے ہوئے۔ عبد اللہ بن مسعود مسج میں داخل ہوئے۔ آہوئے لوگوں کو رکوع میں دیکھا۔ پس کھیر کھیر کر رکوع کیا۔ پھر کجالت رکوع کی ہی چکر شامل لصف ہوئے۔ اور ہم بھی ایسا ہی کیا۔ جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود نے کیا۔ اور

طارق کا اثر صرف شرکت کا منظر ہے۔

کتاب النکاح فی الفقه
ایضا فی کتاب النکاح
والا لعلہ فی کتاب النکاح
منہم من یسئرون فی النکاح
بما یشاءون

وہو فی کتاب النکاح
وہو فی کتاب النکاح
وہو فی کتاب النکاح
وہو فی کتاب النکاح

ویدین ہر ایک اثر و صفت ثابت ہے۔ کہ ابن عساکر کو عبد اللہ بن مسعود نے اعتماد کرتے ہوئے
ایسی حالت میں حکم اور فتویٰ دیا۔ اور ابن عساکر روکا۔ اور فرمایا قدا درکت الصلوۃ۔ عبد اللہ
بن مسعود تو اعتماد کرتے کہ قابل ہیں۔ اور طارق کہتا ہے و فعلنا مثل ما فعل رسول رب
مسعود پہ طارق کا اثر صرف شرکت کا منظر ہی۔ یا کہ شرکت مع الاعتدال کا مشعر ہے۔
ہٹ دہرنی اور شی ہے اور احقاق حق اور۔ اب ہم ہر دو روایتوں کو نقل کرتے ہیں

تاکہ ناظر منصف ملاحظہ کرے **روی الطحاوی** فی شرح معانی الآثار بسندہ

عن زید بن وہب قال دخلت المسجد أنا وابن مسعود رضی اللہ عنہما فادركنا الإمام وهو

راکعی فركعنا ثم مشينا حتى استويانا بالصفت فلما قضى الإمام الصلوة قلت لافقني

فقال عبد الله قدا درکت الصلوۃ **روی الطحاوی** ایضا بسندہ عن طارق بن

قال کنامع ابن مسعود رضی اللہ عنہما جلوسا فجاء النداء فقامت الصلوة فقام وفتحنا فدخل المسجد

فترأى الناس کوعا فی مقدم المسجد فکبر فرفع ومشي وفتحنا مثل ما فعل انتهى **قوله**

سوم ابوبکر یہ کہ ان میں رکعت سو کو ہم مراد لینا ممنوع ہے۔ کیونکہ وہ شرعی رکعت نہیں **قول**

سئلنا ذلک الاجبة وینہ صار فہو موجود ہو تو ممنوع نہیں۔ اور اس مقام میں قرینہ صار فہو

موجود ہے۔ اور وہ قبل ان یتیم الامام صلیبہ ہے۔ کما تر۔ بلکہ ایسی حالت میں رکعت ثانیہ مراد لینا

ممنوع ہے کہ لان القیضۃ الصریحۃ ناوی عنہ۔ کما فی قوله فلما رفع راسہ من الیکۃ

قال سمع اللہ لمزجہ رواہ البخاری ومقامہ **قوله** چہارم بعض ان آثارہ صاف

ظاہر ہوتا ہے کہ ان صحابہ کو وہی کام کیا جو ابوبکر نے کیا آہ **قول** ابوبکر کو الیٰی بھی رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اندہ کو الیٰی لا تعد فرمایا۔ قدم اعتماد کرتے لئے حکم نبوی اتیک

ثابت نہیں ہوا۔ اگر تمہا ہے تو آپ ہی جان فرمائیں۔ بل ثابت انہ ہم لما کم یا من بالاعادۃ

ثبت انہ اعتماد لان السکت فی معرض القدرۃ بیان۔ وقد مر الیکلام فی کتابہ استقصاء

قوله پس انکے انعام اور جو اسکا ان خفاء الحکم غنم کی ذکر محبت ہو گے **قول**

الاستقصاء

موصوم واضلھم یقینہ۔ والیقین لا یرضہ الودھم۔ مع ان الظاہ لا یجلاہ **قوله**

فقیر صغیری اور مالا بدینہ آہ **اقول** جبکہ ذلہ اسکر بجل خود مقصر اور مبین ہیں۔

توصغیری اور مالا بدینہ میں اولہ کا مذکور ٹھوٹا۔ کیا مستلزم اس امر کا ہے کہ یہ مسئلہ دراصل

ہی بے دلیل ہے۔ یا عدم ذکر اولہ کا مستلزم ضعف اصل مسئلہ کا ہے۔ یا کہ ہر مؤلف

مختصر نویس کو ایسی ضروریات سے ہرگز کہ وہ مسئلہ میں دلیل بھی ضرور تحریر کریں۔ اکثر متون فقہ

ہر مذہب کے اسے چال و دواب پر ہیں۔ ہاں البتہ اصل مسئلہ کا قوی ہونا ضروریات سے ہی تینو

بفضلہ تعالیٰ اصل مسئلہ کے قوت کا حال مبہن اور ظاہر ہو چکا ہے۔ اور نیز مجبور کا مذہب

بھی یافت ہوا کہ یہی ہر جو کچھ کہ صغیری اور مالا بدینہ میں ہے۔ اور ہیکل مسئلہ کو جبکی ثبوت

کا اولہ موجود ہوں۔ ہمارا کہ استدک خلاف کہنا۔ ذہن پاک کی خوں ہے۔ ورنہ آپ کے ہتھیائی

بند و نئے متون فقہ کے لکھی ہیں۔ حالانکہ ان کے اولہ وہاں ذکر نہیں کئے۔ پھر کیا وہ ہمارا کہ

کد خلاف میں واللہ یبعض مناعز هذا **قوله** ابوہریرہ کا اثر موقوف ہے اور وہ حجت مسلمہ

نہیں۔ **اقول** یہ اثر اور باقی آثار اور فروعہ حدیث ملکہ بہت بڑی حجت مسلمہ ہے اور وہ بھی

بھی کسی کہ۔ امام مالک۔ اور امام شافعی۔ اور امام ابوحنیفہ۔ و اصحابہم۔ اور فوری۔ اور ذرائع

آور ابی ثور۔ اور احمد۔ اور اسحاق۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ اور حضرت علیؑ اور ابن مسعود۔ اور زید بن

نابت۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔ جیسے حضرات ان گنت۔ اور اپنے عمل کا عودۃ التوفیق

ٹھرایا۔ وقد تحقیقہ فیما من **قوله** بدون قرینہ نیز کے شرع میں کوئی نظیر نہیں **اقول**

درست ہے۔ آلیہاں قرینہ موجود ہے۔ اور وہ فقہدار اک السجدۃ ہے وقد سبق تحقیقہ فیما

سبق **قوله** اگرچہ الفاظ مان لیں جو انہر لکھے ہیں **اقول** اس فرضی تسلیم کی کہا ضرورت

مشکوۃ شریف کے صغیر، میں نہیں الفاظ رفاع کی حدیث موجود ہے۔ آپ ملاحظہ

فرمائیں **قوله** مولوی صاحب سچ ہی آہ **اقول** مولوی صاحب جیو سچ اور درست

تو یہ ہے کہ علم فقہ متفرعہ اور نتیجہ قرآن کریم اہل حدیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

ابوہریرہ کا اثر موقوف ہے بڑی حجت مسلمہ کی جوابات

اور ماخوذ مشکوٰۃ نبوت اور سیرت احمدیہ سی ہی۔ اور علم دینی میں کوئی علم۔ علم فقہی زیادہ نہیں۔ اسوٰطی کہ چھپانا جاتا ہے اس ہی حلال اور حرام اور حکم اللہ تعالیٰ اور اسوٰطی رسول کا۔ اور علم حدیث اگرچہ اسکی اصل ہی لیکن یہاں سے ماخوذ ہے۔ اور اسکا محصل اور نتیجہ ہے۔ اور علم فقہ کی فضیلت میں فرمایا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ”جسکے ساتھ ارادہ کرتا ہی اللہ تعالیٰ بہتری کا۔ تو اسکو فوقتہ کر دیتا ہی دین میں“ روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے۔ اور

جامع ترمذی میں وارد ہے۔ کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ”فقیہ و اسما اشد علی الشیطان من الف عابد“ یعنی ایک فقیہ اشد ہی شیطان پر پیر عابد سی۔ اور فرمایا کہ دو خصتیں ہیں کہ نہیں جمع ہوتی ہیں منافق میں ایک چہی سیرت میں نیک خلق۔ اور دوسری فقیہ ہونا دین میں۔“ روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر دین کا ایک ستون ہے۔ اور ستون اس میں کل فقہ کے و لنعم باقیل اذا ما اعتد الذو

علم بلم + فلم الفقه اولی باعتماد + فکم طیب یفوح ولا کسک + وکم طیر یطیر ولا کبار + وقد مدحه الله بسميته خیراً **بقوله** وَمَنْ يَتَّقِ الْحُكْمَةَ فَقَدْ وَتَّى خَيْرًا كَثِيرًا وقد فتر الحکمة زمرة ارباب التفسیر علم الفروع الذی هو علم الفقه۔ ومن ههنا

قبل **شعری** وخیر علوم علم فقہ لانه + یكون الکل العال توتلاً + فان فقیہاً واحدا متورعاً + علی الف ذی حد تفضل واعتلی + وهما اخر ان بما قبل الامام **شعری**

تفقه فان الفقه افضل قايد + الی البر التقری + واعدل قاصد + وکن مستفید اکل یوم زیادہ + من الفقه + واسبغ فی مجود الفوائد + فان فقیہاً واحدا متورعاً + اشد علی الشیطان

من الہ عابد + ہذا خلاصہ ما ذکر صاحب الدلختار جبکہ علم فقہ کا ایسا اعلیٰ درجہ کا علم عالم دین سی ہی تو صاحب سال کا ان ہر رویت کا ذکر کرنا اس محل میں غیر محل اور ناموزون ہے

مقتضی تحذیب و اخلاق کا نہیں ہذا اخر ما اورد من جواب الجواب فی اعداد الکتب کا علم و عدم وجوب فاتحہ الکتبات واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین + والصلوة علی رسولہ

محمد والله واصحابہ اجمعین فایده صاحب سالہ نے چونکہ بیان فرمایا ہے کہ انبخازہ میں
 یہی سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔ لہذا راقم اوراق بھی اتباعاً لہ کچھ مختصر طرز اس مسئلہ کا
 گزارش کرتا ہوں۔ **قولہ انبخازہ** میں تکبیر اولیٰ کو بعد فاتحہ پڑھنا سنت صحیحہ و ثواب ہرالی
 آخر اقبال فلا نیافی وجوب الفاتحۃ۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قال من صحیح **قولہ**
 مستعیباً باللہ ابن ماجہ نے باب ماجاء فی القراءۃ علی انبخازہ کا مستفاد کے حدیثیں
 مرفوع بیان فرمائی ہیں۔ حدیث احمد بن منیع۔ ثنا زید بن الحباب ثنا ابراہیم بن عقیل
 عن الحسن بن علی بن عیسیٰ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی انبخازہ
 بفاتحة الكتاب۔ حدیث عمرو بن ابی عامر النبیل ابراہیم بن المستوفی قال حدثنا ابو عامر
 حدثنا حماد بن حنفیہ عن حماد بن حنفیہ عن حماد بن حنفیہ عن حماد بن حنفیہ عن حماد بن حنفیہ
 رسول اللہ ان قرأ علی انبخازہ بفاتحة الكتاب اتی سجدہ و جہدین قابل حجاجہ اور مثبت فرمایت
 نہیں سکتیں۔ اس کے بعد کچھ حدیث کی سندیں ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ ابو اسحق بن مینان
 الاعتدال میں اور کچھ ترجمہ میں لکھا ہے کذبہ شعبہ۔ وروی عثمان الدارمی عن ابن معین
 لیسبق۔ وقال احمد ضعیف۔ وقال البخاری سکتوا عنہ وقال متروک الحدیث اتی
 ملقطاً۔ قلت قال الترمذی منکر الحدیث اور دو حدیث کی سندیں ابو عامر اور ابو عامر
 العبادہ ہر مینان میں اس کے ترجمہ میں لکھا ہے یقال اسمہ عبد اللہ بن عبد اللہ وقیل اسمہ عبد اللہ
 بن عبد اللہ۔ لیسبقہ یا نبیہا۔ قال العقیل منکر الحدیث اتی اور نیز کئی سندیں حماد
 بن حنفیہ البصری اور وہ مختلف فیہ مینان میں لکھا ہے ولقد ابن معین نے انبخازہ
 وقال ابن معین منکر الحدیث لمجدلہ غیر حدیثین انتہی مختصراً اور نیز ترمذی نے ہی باب
 ماجاء فی القراءۃ علی انبخازہ بفاتحة الكتاب کا مستفاد کے فرمایا۔ اور حدیث ابن عباس
 کو بیان کیا وقال اخبرنا ابراہیم بن عثمان عن الحسن بن علی بن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 علی انبخازہ بفاتحة الكتاب وفي الباب من ام شریک۔ قال ابو عیسیٰ حدیث ابن عباس حدیث

انبخازہ میں فاتحہ پڑھنا کا ثواب

ليس اسناده بذلك القوي - ابراهيم بن عثمان هو ابو شيبة الواسطي من الحديث الصحيح
عن ابن عباس قوله من السنة القراءة على الجبازة بفاحة الكتاب انتهى **شرح** اخرج بسند
عن طلحة بن عبد الله بن عوان بن عباس صلى على جنازة قمر بفاحة الكتاب - فقلت له
فقال انه من السنة او من تمام السنة - قال ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح والعمل على
هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم يختارون ان يقرأ بفاحة
الكتاب بعد التكبير الاولى وهو قول الشافعي واحمد واصحاق **و** قال بعض اهل العلم
لا يقرأ في الصلوة على الجبازة - اما هو الشراء على الله والصلوة على نبيه ص والدعاء على النبي
و هو قول الثوري وغيره من اهل الكوفة انتهى - بينه - اورزاو لمعاوية فاذا
اخذ في الصلوة عليه كبر وحمد الله وانتهى عليه - وصلى ابن عباس على جنازة قمر بعد
التكبير الاولى بفاحة الكتاب جهرا وقال تقولون انما السنة - وكذلك قال ابو امامة
بن سهل ان قراءة الفاقة في الاولى سنة **و** يذكر عن النبي ص انه امر ان تقرأ على الجبازة
بفاحة الكتاب ولا يصح اسناده - **قال** شيخنا لا يجب قراءة الفاقة في صلوة الجبازة
بل عن سنة **و** ذكر ابو امامة بن سهل عن جماعة من الصحابة الصلوة على النبي صلى الله عليه
في الصلوة على الجبازة **و** روى يحيى بن سعيد القمي عن ابي هريرة انه سأل عبا بن الصامت
عن الصلوة على الجبازة فقال انا والله اخبرك تبارك فيك ثم صلى على النبي ص وتقول اللهم
ان عبدك فلان كان لا يشرك بك وانت اعلم به ان كان محسنا فزد في احسانه - وان كان
سيئا فجاوز عنه اللهم لا حرمننا اجره ولا تقتنا بعده ومقصودنا ان الصلوة على الجبازة
هو الداء المليت - وكذلك حفظ عن النبي ص - وتقل عنه ما لم يفعل من قراءة الفاقة انتهى
اورشاه ولي الصد صاحب جم مولانا ام مالك كثر من كثر من **مسئلة** صفت
صلوة جبازة موفقت باصفت صلوة مطلقه در نيت وقيام وقراءت وصلوة بران حضرت
وسلام وبنير كان صلوة تكبيرت و دُعای اسی میت نیز منقولست - پیشانی میل کرده است

مسئلة
صفت
صلوة
جبازة
موفقت
باصفت
صلوة
مطلقه
در نيت
وقيام
وقراءت
وصلوة
بران
حضرت
وسلام
و بنير
كان
صلوة
تكبيرت
و دُعای
اسی
میت
نیز
منقولست
- پیشانی
میل
کرده
است

بانگیزی که بدان باصلوة مطلقه موافق است بر طریق فرضیت بود۔ دلیل حمل وی صلوة
 مطلقه در شرط۔ پس همچنین محمول باشد در ارکانی که بدان موافق افتاده بخلاف مثل رکوع
 وجود که عدم مشروعیت آن بتواتر معلوم شد بنده ضعیف گوید قیظ۔ زیرا که لفظ
 حدیث در قرائة فاتحه من السنۃ است و عمل ابن عمر ترک آنست و جمیع متواتر کردہ بتواتر
 آن۔ و این دلیل بر عدم فرضیت نمیتواند شد انتہی۔ اور فتح القدیر میں ہر لا یقرأ
 الابنیۃ الثناء ولم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرائۃ انتہی اور شیخ دیلمی
 لمحات میں لکھتے ہیں قال علمائنا لا یقرء الفاتحة الا انہ یقرء بیتیۃ الثناء۔ و ثبت
 القرائۃ عن رسول اللہ ص انتہی۔ و بیہم کلام فقہ الباری۔ ان مراد ہم مشرفا عیۃ القرائۃ
 لا وجوبھا قال الکرمانی والمراد بالسنۃ التي وقع فی کلام ابن عباس فی التذنی الطریقۃ
 المسلوۃ فی الدین۔ و بہ قال الطیبی اور عینی شرح بخاری میں لکھتا ہی فتاختلف فیہ
 فقل عن ابن المنکاح عن ابن مسعود والحسن علی وابن الزبیر السکون عن عمرۃ مشرفا عیۃ
 بہ و بہ قال الشافعی وأحمد وأصحاب۔ و قل عن ابی ہریرۃ وابن عمر لیس فیہا قرائۃ و تھی
 قولک والکوفین قال ابن ہمال من کان لا یقرء فی الصلوۃ علی الجنائزۃ۔ عمر۔ و علی
 وابن عمر۔ و ابو ہریرۃ۔ و من التابعین عطاء۔ و طاؤس۔ و سعید بن المسیب۔ و ابن
 سیرین۔ و سعید بن جبیر۔ و الشعمی۔ و قال ابن المنذر۔ و جاحد بن حاد۔ و بہ قال الثوری
 وقال مالک قرائۃ الفاتحۃ لیست معمولاً فیہا فی بلادنا فی صلوۃ الجنائزۃ انتہی اور مؤطا
 امام الک میں ہر مالک عن ناخ ان عبد اللہ بن عمر کان لا یقرء فی الصلوۃ علی الجنائزۃ۔ مالک
 عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ انہ سأل باہریرۃ کیف یصلی علی الجنائزۃ۔ فقال
 ابو ہریرۃ انا العرلۃ اخبرک انہما من اهلہا فاذا وضعت کبرت و حمدت اللہ و صلیت
 علی بنیۃ فہر قول اللہ عبدک وابن عبدک وابن امتک کان یشہد ان لا الہ الا انت وان محمدنا
 عبدک و رسولک وانت اعلم بہ۔ اللہ انکان محسنًا فوذ فی صانہ وان کان مسیتا فنجأ وزعہ

این حدیث صحیح است و در بعض نسخہ
 میں ہے کہ ابن عمر سے روایت ہے کہ
 میں نے اپنے والد سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے جنازہ کے وقت یہ دعا پڑھی کہ اللہم اے اللہ
 میں نے تجھ کو پہچان لیا ہے کہ تیرا ہی
 خدا ہے اور محمد تیرا ہی رسول ہے
 اور میں نے تجھ کو پہچان لیا ہے کہ
 تیرا ہی رسول ہے اور محمد تیرا ہی
 رسول ہے۔

عنه سيانه - اللهم احقرنا اجر ولا تقنتا بعد انتهى اور معراج الدرر ايس من كجا هو لا يقن الله
 وقال لك وهي واجبة عند الشافعي به قال احمد - ولنا قول ابن مسعود لم يوقت رسول الله صلواتنا
 في الصلوة على الجنابة دعاء ولا قراءة كبر ما كبر الامام واختار من الدعاء الطيبة وهكذا
 روى عن عبد الرحمن بن عوف وابن عمر فانها قال ليس فيها قراءة وتاويل حديث جابر انها
 تقن على سبيل التثاء ولا على وجه القراءة - وكان هذا ليست بصلوة حقيقة وانما هو صلوة
 واستغفار لليت - ولهذا ليس فيه اركان الصلوة انتهى آراء عبارات اور احاديث من كبره سر حقه
 فائده حاصل هو ترك جنابه من قراءة فاتحه حضرت صلعم سر بطرق صحيحه نصا ثانياً نهى حضرت
 جابر بن عبد الله عن الصلاة فاما ما ثبت فضيلت فاتحه كانهن كما قرأ من الكمان في غير ذلك من علماء اصحاب
 اور تابعين كاجبي متفقى فضيلت كانهن سر ابو هريرة جو كوجوب قراءة فاتحه في الصلوة من علم
 من صلوة جنابه من ربي وجوب كائل نهى سر محققين اجاب قراءة فاتحه كولا على سبيل القراءة
 بل على وجه التثاء قائل من - الغرض صاحب رساله كادعي ريعني فضيلت فاتحه كجنابه كنان
 من اسعد بيان سر جو كصاحب رساله سني بيان فيلما يثبت نهى من هو - بان البتة اگر او كوفی
 دليل كافي ثبت مدعي بيان فيلما كمنك تو هم انشاء الله تعالى توجه تار سر او كطرف كان اور مان
 ككائنگه علامه براس ناسی كی روایت میں ہی صلیت خلف ابن عباس نے الجنان تہ
 فقرہ بغاغة الكتاب وسورة وجمہ حق اسمعنا الحديث یہ روایت دال اس پر سر كہ فاتحه اور سورہ
 جہر اجازہ میں ہی جاویں وهذا لو كان ثابتاً دلالة والله اعلم بالصواب اللهم انزلنا الحق
 والباس باطلا وتب علينا انك انتا العواصم الزجم وصل على جيبك من خيخ خلك من خيخ خيخنا
 الكبر والہ وجمہ اجمدين قوله فقہ كے ابتدائي متنون من كيد نے ہو جو كہ نہو نجاب
 میں مروج ہی اس پر علی فارسی قوما سے الى اخر ما قال ولو كاحسن الظن به وتاويل كلامه بسبب
 لكان كقرء صريحاً وارتداداً صحيحاً الى اقول صاحب رساله عتيبي اور خطا بني كسخت
 مشتاق اور ربي مشتاق من - اور محبوب ہونا اس امر كا محتاج بجاين نهى - حالانك باب

بسم الله الرحمن الرحيم
 الحمد لله رب العالمين
 والصلاة والسلام على
 سيدنا محمد وآله
 وبعد

کتاب
 در
 بیان
 فضیلت
 فاتحه
 کجانبه
 ککائنگه
 علامه
 براس
 ناسی
 ککاف
 فی
 کتاب
 التلویح
 ککاف
 فی
 کتاب
 التلویح

تاویل الکلام مفتوح ہی۔ اور جہ کلام کہ بالتاویل صحیح اور درست ہو سکتی ہے۔ او کو خواہ مخواہ محمل
 غیر حسن اور غیر شرع پر حمل کرنا کچھ ضروریات دین سے نہیں۔ اسی جگہ سے ہے۔ جبکہ حدیثوں
 یا آیتوں میں تطبیق بوجہ میں وجوہ تطبیق ممکن ہو۔ تو تصدیق نسخ احدهما۔ اور ہما احدهما
 خارج مقتضای قواعد اصول ہے۔ کما مین فی موضع۔ اور کید کے کلام تاویل ہی کما اول
 بعض الشرح کہ ولا شک کما اهل الحديث کہ معنی کمال الحدوث کہیں۔ کیونکہ فعل بمعنی
 مفعول فی کثیر میں ابواضع شتمل ہے۔ جیسے قتل بمعنی مقتول و نظارہ۔ اور اشارہ کمال
 الحدوث وہ اشارہ ممنوع ہے جسکو روایت کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان رجلا کان
 یدعی باصبعہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدثا رواہ الترمذی فی النسخۃ
 فی الدعوات البکیر مشکوٰۃ من قال القاری احدثا بکرم الحاد الشدة امرکم للتاکید
 ای شرا بصبغ وحدان اللہ کدعی واحد۔ واصله واحد قلبت الواو حمزة انتھی اور کلام
 القاری علیہ الرحمۃ کی بھی شیرالی تاویل ہے۔ حیث قال لولا حسن الظن بہ وتاویل کلاہہ بسببہ یعنی
 اگر کیدانی کی کلام کی تاویل نہ ہو سکتی تو ایسا ہوتا۔ پس یہ کلام ظاہر یا نہ ظاہر کہ ہے۔ کہ یہ کلام اوسکا
 ہے کیونکہ حسن ظن بالمؤمنین مقتضای تاویل ہے۔ پھر خواہ مخواہ او کی کلام کو خلاف سنتہ اور خلاف
 شرع پر حمل کرنا حسن ظن کا مقتضی نہیں۔ بلکہ اسارت اور کو ظنی ہے فقیر حلالہ علیہ آخر لجا
 کلام عالم عایشیہ فیما یمکن من المحال کما قالہ صاحب الداساۃ یعنی ضرور ہوا۔ کید بات
 قرار دین۔ تو کہ عالم کا کلام حتی الامکان اسارت سے نکال جاوے جس میں عالم کی برائی نکلا۔ اور ثبوت
 مسئلہ اشارہ کا بھی ہے محتاج بہ بیان نہیں۔ جیسے کہ سنن اربعہ۔ اور صحیح مسلم۔ اور سنن بیہقی
 اور سنن احمد۔ اور مؤطا مالک۔ اور مؤطا محمد۔ اور شرح معانی الآثار۔ اور جامع طبرانی۔ اور سنن
 سعید بن منصور اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہے کما یسطہ علی القامی
 فی مسالک تزیین البکاء اور نزل فقیہ البلیث اور ذخیرہ اور غنیہ اور حلیہ اور رقم القدر۔ اور
 بحر الرائق اور نغم الفائق اور خانیہ اور مجتبى شرح المختصر القدوری۔ اور در المختار۔ اور کھوار

شرح القاری علیہ الرحمۃ
 فی الدعوات البکیر مشکوٰۃ
 من قال القاری احدثا بکرم الحاد الشدة امرکم للتاکید

اور وہاں سے الحسن۔ اور اس کی شرح برہان وغیرہ فلک میں ہو۔ امام محمد اپنی مؤلفات میں بعد ذکر اشارہ کرتے ہیں قال محمد وجمع رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ انتہی **انتباہ** بہت بڑی بڑی خطا مخدین اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم سے کھوئے کلمہ ظہور میں آنا مقتضای بشریت ہے۔ عصمت خواص انبیاء علیہم السلام سے ہے۔ آلاچشم پوشی اور صوابونکو دیکھنا بھی واجب الحسین سے ہے۔ نظیر اگر آتش ہوتا ہے۔ تو اب صدیق الحسن صاحب بلوغ اسؤل من قضیتہ الرسول کے ص ۲۴ میں قصہ سنگسار باغین مالک میں کہتے

ہیں **و** فی بعضہا لہ امر حضرت لہ حقیقہ ذکر ہا مسلم وہی غلط من وایۃ بشیرین للہا جو وان کان مسلم روی لہ فی القیم۔ فالنقۃ قد یغلط انتہی یعنی بعض طرق حدیث میں وارد ہو کہ حضرت مسلم نے امر فرمایا کہ اسطر باغ کے گہر اکو لاجادی آور بھی غلط ہی۔ روایت بشیرین بھاجو سی۔ اگرچہ اسکو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ کیونکہ غلطی کبھی ثقت سے بھی ہو جاتی ہے انتہی۔ اور اسی روایت کو بھیجتے ہیں بیان فرمایا۔ الا بھقی لوسکوت کیا اس روایت اور روایت عدم حفرہ میں کچھ تطبیق نہیں دی ذکر الحافظ الزلیعی فی تحقیر احادیث الھدایۃ واضح ہو کہ صاحب رسالہ مذکور باب نسخ و منسوخ عجبت گو اور اپنی رائی اظہار فرمائی ہے۔ راقم الاوراق کا بھی منشا تھا کہ اس باب میں کلام محققین اور مفسرین اور محدثین کی نقل کرتا اور ان کو اقوال معرض بیان میں لانا۔ الا اذ انجا کہ حجم ان اوراق کا اذ بسنا وہ ہو گیا ہے خوف اللہ لاطناب اس بحث کو علیحدہ سالہ مرتب کرنا مناسب معلوم ہوا انشاء اللہ اس رسالہ کو طبع کے بعد اسکو طبع کا ارادہ کرونگا اگر قصداً فی مہلت دی وکما

توفیقہ الایالہ۔ ولکن ہذا اخر ما اردناہ ونسأل اللہ التوفیق الوفیق فی جمیع امور الدنیا

والاخرۃ اللھم صل علی حبیبک الرسول الامی وعلی اللہ وحبہ اجمعین۔ وب علینا

انک انت الغنی الرحیم۔ وکان ذلک فی شھر الصفر من شھور السنۃ الوا من ہجرۃ النبوی علیہ

تقريرا رسالة الانبياء اسماء بنو الملقب بكشف النقاب في رؤفصل الخطاب حكيمة قلم مولوي غلام غوث صاحب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَبَا نَحْمَدُكَ عَلَى مَا عَلَّمْتَنَا مِنْ عِلْمِ الْكِتَابِ + كَمَا نَحْمَدُكَ عَلَى مَا سَبَّغْتَ لَنَا آيَاتِ الرُّسُولِ
وَقَضَى عَلَى نَبِيِّكَ نَبِي الرَّحْمَةِ صَلَواتُكَ وَأَحْسَنًا + وَعَلَى جَيْبِكَ شَفِيعَ الْأَمَّةِ فِي يَوْمِ
الْحِسَابِ سَلَامٌ عَلَيْكَ عَلَى اللَّهِ وَعِزَّتُهُ وَالْأَصْحَابِ + وَعَلَى الْأَمَّةِ الْمُتَحَصِّلِينَ الَّذِينَ لَهُمْ
عِنْدَ اللَّهِ الْحُسْنَى **أَمَّا بَعْدُ** فَيَقُولُ الْعَبْدُ لَكَ فِي الْبَاطِنِ وَالْأَرْكَانِ السَّكِينِ
الْمُسْتَغْفِرُ مِنَ اللَّهِ الْعَرِيفُ الْوَهَّابُ الْفَقِيرُ غِلَامُ غُوثِ بْنِ مَوْلَانَا الْمَوْلُوي مُحَمَّدٌ عَالِمٌ
صَدْرُ بِلَادِ الْفُجَيَّاتِ تَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمَا أَرْبَابًا فَقَدْ لَقِيَ الرَّكَابَ
وَمَا أَدْرِيكَ مَا الْكِتَابُ **شَعْرِي**

كِتَابُ كَرِيمٍ سَمُوهُ الْخَطَّابُ خُطَابِي فَعَمَّ الْجَوَابُ التَّسْمِي بِنُورِ الْمَلَقِبِ بِكُشْفِ النُّقَابِ وَتَرَدُّ
فُصُولِ الْخَطَّابِ وَلَعَمْرِي ذَلِكَ الْكِتَابُ مَبَارَكٌ وَلَيْتَ تَذَكَّرُوا أَوَّلُ الْبَابِ وَلَيْتَ شَعْرِي أَنَّهُ
هَدًى وَبَشْرِي لَا أُولَى الْبَابِ وَالْحَقُّ أَنَّهُ صَحِيفَةٌ شَرِيفَةٌ مُوشَّحَةٌ بِآيَاتِ الْكِتَابِ وَرِسَالَةٍ
مَبْتَكْرَةٍ مَرصُوعَةٍ بِأَنَارِ الْبَابِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ هُوَ جِلٌّ مِنَ الْأَرْطَابِ وَآيِمُ اللَّهِ هُوَ
أَزْكَى الْأَطْهَرِ وَالطَّيِّبِ قَمَالِي الْأَشْدُّ فِي تَارِيخِ تَالِيفِ عَيْتِينَ تَذَكَّرُوا الْأَصْحَابِ قَفِي
حَسَابِ الْجَلِّ تَشْيِيطُ الْعُلَلُوتِ **وَمَا هَذَا** كِتَابُ بَارِعٍ نَوَّرَ عَلَى نُورِهِ
أَكْصَابُ الدُّجَى كُتِبَ النُّقَابُ قَهْلَتْ مَوْثِقَا مَا أَضَانَا + **وَفِي نُورِهِ** عَلَى فُصُولِ الْخَطَّابِ
كَيْفَ لَا هُوَ تَصْنِيفَاتُ أَيْلِ الْكِتَابِ + مَوْلَانَا الْمَوْلُوي **فُضِّلَ الدِّينُ**
فِي حِيلِهِ عَقَابُ الْعِلَاقَةِ الْفَتَاةِ الذِّكْرِ إِلَيْهِ خَضَعُ السُّقَابُ وَالْأَمَامُ الْهَامُ الَّذِي إِلَيْهِ

اليه سبقة الطلاب هو يسوع في مطارحات المناظرة والخطاب. وكتب في مطارحات
الحاضرة والنجاة **شخص** في كل رأى أى ما اجاب على كل بحث على من ان اب كيف
ما قلتم على القرطاس من الخطاب وتساب لسانه في الجباب كالجباب آفنه بعد ما القسول
منه **سنة** من الجباب وقالوا اجل لنا قننا قبل يوم المحاسن قدا فدا في ديننا تبعة
عبد الوهاب قسوع في الارض بالبغي الطغيان والاضيات وما سم الاخداع الامة
وخلاب ربنا مستند الشيطان بضيف عذاب وهل انتك بنوا الخضم اذ تسوا الحرب اذ
دخول على **لن** فقم من غير الابواب ان كل الامم كرى الامة فحق عقاب هذا وان
للمطاعين لشراب + فحق ادم ضرب الرقاب + اوضنا بمرحاض سوط العذاب + فاحده
في دهم بعد ما داربنا انت الوهاب فاضربنا واخضنا من ثراؤك الاخراب فقيل له
انتك الفضل وفضل الخطاب هذا عطاؤنا فامنا او امسك بغير صاب فانه نسخة ناس
الاسفار الكذبات واظن عليهم من قرينه جليات قلله دق بهن الاضباب على ذلك
الامر الصواب آجراه الله جئات من تخيل واعذاب ثم جئات عن مفتحة له الابواب بقاء
كثيرة وشرايط كما وردان للمتقين لحسن ما + ثم لانتم ما فضل الخطاب كتاب مستحدثة
في الباب حري بالكذبات عند اول الابواب ولعصدا عن فاضل اربى لمجا الشجر والثابت
وحكيم حاذق في الاخذ والاكساب باديا في قراية فلقته الكتاب جاز ما على المقديين
بالايجاب فاقصد فيه لتاركه العقاب وانذر قوما من ارباب وما هو لا الشى عجائب قلما
ان فلا استحي من الحق ولو عز في الخطاب + وما برى نفسى ان النفس لا تارة بالسوء والحق
اقول بعض على كتابي الخورين بالاثبات لا رسم على اى منهم ما نقطت الاينخاب فبان الى الترجيم
لكنه النقاب على نشافة فضل الخطاب + على ما مشى عليه النبي والاوصاب وعلى ما لم
روى فيه جبريل المذهب السطاب فاق ضيائه على سنده حتى تدرى بالحق كما تدرى انا
البحر ما ذ النسر لطبت الضباب او كما جنى هذا لانه تارة الشها فان لم نخرج من هذا الباب يكتسب تكبير

فہرست مطالب کشف النقاب عن مسئلۃ الکتاب المسنون بالقرآن النعمانی

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱۹	آیتہ ما یتکم الرسول کے معنی	
۲۰	مؤلف کا قول ہے کہ اودھارے دین میں مشاہدہ واقف ہوا ہے کہ - جواب	
۲۱	مؤلف کو قول کو تخصیص و الحقیقہ نسخ ہے کہ - جواب	۱ فرقہ ظاہریہ کا حال
۲۲	مؤلف کے قول - کہ خفیہ اپنی خیالی باتوں سے تخصیص و آن نکر - کا جواب	۲ اہل حدیث کی تعریف
۲۵	تخصیص کے اقسام کا بیان -	۵ دُعیان عمل بالجہد کا بیان
۲۶	استدلال آیات سے بنیدہ عبد اللہ بن مسعود کو اللہ کی طرف سے - جواب -	۶ امام اعظم رحمہ اللہ مناقب امیر مہد و صاوت ابی ہونا
۲۷	بین الاصلین منابت بوجہ ہونا کیا ہے - جواب	۹ شافعیہ مالکیہ - حنبلیہ کا مناقب امام اعظم کا بیان کرنا -
۲۸	قواعد عشرہ اولی صحیح حدیث کی تعریف میں	۱۰ امام اعظم رحمہ اللہ کا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو حجر میں پردہ نہ ہونا - اودھارے کا بیان -
۲۹	دوسرا حدیث مسئل کے بیان میں -	۱۱ امام کے مناقب احادیث صحیح سے ثابت ہونا بیان
۲۹	تیسرا دفعہ کلمے کے بیان میں -	۱۲ امام شافعی وغیرہ رحمہ اللہ امام صاحب علیہ السلام کے تعریف کی -
۳۰	چوتھا - دس کی حدیث کے حکم میں -	۱۳ مؤلف سال کی آیت یا تیکم الرسول وغیرہ نسخہ ثابت کی استدلال کا جواب -
۴	پانچواں - زیادہ فقہ میں -	۴ جواب دوم
۴	چھٹا جبکہ روایت میں ثبات بخیر آدھار ہے نزل ابی ہونا بنی فرعون اللہ بنی فرعون تو اسکا حکم	۱۶ جواب سوم جواب چہارم

[illegible]

ترتیب	مضامین	ترتیب	مضامین
		۳۱	ساتواں سبب اختلاف اہل حدیث کا حدیث بخیر
۴۳	جملہ شقوق کے عدم حوازا کا بیان -	۳۲	اٹھواں جرح التہدیل کے بیان میں
۴۴	استدلال آیتہ ذاریٰ القرآن الایۃ سے	۳۳	ناواں حدیث بدیع کے مقبول زمانہ قبول کے بیان میں
۴۵	منفرد اور نام کے لئے مطلق قرأت فرض ہونے کی دلیل -	۳۴	بشتا علیا حدیث کو حکم اور فرض واجب کے تحت قبول کرنا
۴۶	مؤلف کو احادیث کا جواب حدیث اول	۳۵	قرأت مقتدی میں کثرت شقوق میں - اور ہر ایک کا جواب +
۴۷	عبادہ کی حدیث کا جواب جہد علیہ السلام	۳۶	بطلان شقین اولین کا -
۴۸	علاء علیہ السلام	۳۷	شق چہارم کا بطلان -
۴۹	علاء علیہ السلام	۳۸	شق علیہ السلام کا عدم حوازا -
۵۰	نتیجہ وجوہات کا -	۳۹	نوی کے قول فاتحہ الناس میں کلام الزہری کا جواب بوجہ - وجہ اول -
۵۱	لاحزنی صلوۃ الحدیث کا جواب حدیث دوم -	۴۰	وجہ دوم - و - سوم -
۵۲	میسری حدیث لا تقبل صلوۃ الحدیث کا جواب بوجہ -	۴۱	وجہ چہارم -
۵۳	ام القرآن عوض کا جواب -	۴۲	شقوق سبب کا عدم حوازا -
۵۴	ام القرآن عوض کے معنوں میں مؤلف کا دہم	۴۳	ابوداؤد کے قول کا جواب اول
۵۵	لا بخیری کا جواب	۴۴	جواب دوم -
۵۶	جواب اول مؤلف کا کہ میں کچھ حاجت نہیں ہے	۴۵	ایضاً جواب ابوداؤد کا رحمہ اللہ علیہ
۵۷	جواب اول مؤلف کا کہ آپ جہیں - یا نہ سمجھیں		
۵۸	جواب اول مؤلف کا کہ میں نے منقذات ہے		

صفحہ نمبر	مضامین	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱۶	امام احمد بن حنبل کے انکار کا جواب +	تردید قول ثعلبی کے کہ ان حدیث کو کتبہ ہند کے مکتوب قرآنی کا تخصیص مان لیا +	۱۱۶
۱۱۷	ذکر آدن کو گونا گونا جتنے نزدیک مطلقہ ثناء کے لئے لکھے اور نفقہ ضروری ہے +	جواب قول ثعلبی کا کہ حدیث لا صلوة کو شہدہ ان لینویس کون انہ ہے +	۱۱۷
۱۱۸	ذکر اسامیٰ لماعین حدیث فاعلمت قیس کا عبارت فتح القدر کی جس سے ثبوت ملتی اور نفقہ کا قرآن کریم سے ہوتا ہے +	جواب قول ثعلبی کا کہ بخلاف اس شرط کے حدیث قرار دے الامامہ قرار دے مشہدہ نبویں +	۱۱۸
۱۱۹	ذکر اختلاف فقہاء کا درجہ ہے اور نفقہ مطلقہ ثناء اور منظر روایت احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کا +	تردید قول ثعلبی کے قول کی کہ حدیث لا یجزی میں ایک احتمال یہاں ہے +	۱۱۹
۱۲۰	جواب قول ثعلبی کا کہ اس فقہ کی روایت منقطع ہی اور بیان افعال کا +	نفی میں نفی ذات اصل ہے۔ کا جواب +	۱۲۰
۱۲۱	جواب قول ثعلبی کا کہ صحابی جبکہ صحابی کے خلاف ہو تو اس کا قول جہنم میں تھا بوجہ اور مصلحت اس لئے	حدیث لا صلوة کو بخاری کے متواتر کتبہ کا جواب بوجہ وجد اول -	۱۲۱
۱۲۲	وجہ دوم	وجہ دوم	۱۲۲
۱۲۳	وجہ سیوم	وجہ سیوم	۱۲۳
۱۲۴	وجہ چہارم	وجہ چہارم	۱۲۴
۱۲۵	وجہ پنجم	وجہ پنجم	۱۲۵
۱۲۶	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	زائدہ الثقة بقولہ۔ جواب بوجہ۔ وجہ اول -	۱۲۶
۱۲۷	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۲۷
۱۲۸	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۲۸
۱۲۹	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۲۹
۱۳۰	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۳۰
۱۳۱	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۳۱
۱۳۲	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۳۲
۱۳۳	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۳۳
۱۳۴	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۳۴
۱۳۵	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۳۵
۱۳۶	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۳۶
۱۳۷	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۳۷
۱۳۸	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۳۸
۱۳۹	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۳۹
۱۴۰	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۴۰
۱۴۱	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۴۱
۱۴۲	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۴۲
۱۴۳	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۴۳
۱۴۴	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۴۴
۱۴۵	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۴۵
۱۴۶	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۴۶
۱۴۷	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۴۷
۱۴۸	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۴۸
۱۴۹	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۴۹
۱۵۰	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	جواب قول ثعلبی کا کہ اس حدیث میں کچھ ہی چیزیں تخصیص لکھا ہے براہِ مودعہ ثناء +	۱۵۰

صفحہ نمبر	مضامین	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱۰	لا تخذوا المؤمنون الکافرین اولیاء کے حقیق اور جواب +	تخصیص عام نسخہ ہی - کا جواب	۹۰
۱۱۱	جواب قول مولانا کہ عموم قرآنی کچھ کو خبر واحد پر عمل کرنا	آیتہ فارقوا - قیام اللیل میں - کا جواب	۹۱
۱۱۲	جواب قول مولانا کہ کسی سے پیسے آنا کا	قرآت کے رد قسم حقیقی میں +	۹۲
۱۱۳	جواب قول مولانا کہ حدیث میں بیان ہے کہ انصار انا دسے انا ہے سلم القوت میں +	قرآت ملکی قرأت مجازی نہیں +	۹۳
۱۱۴	تطبیق قول صاحب سلم القوت کی	سیک علف نے کی روایت کا جواب ہے اس میں سے اتنی ہی طلب میں +	۹۴
۱۱۵	جواب قول مولانا کہ ایک کتاب میں ہے کہ	جواب اول	۹۵
۱۱۶	بیان حدیث عالمیہ نبی قیس کا +	جواب دوم	۹۶
۱۱۷	بیان حدیث عربیہ لایع کتابت الحدیث کا	کبھی حضرت خطبہ قطع فرماتے اور پھر شروع کرتے	۹۷
۱۱۸	ذکر اوردن لگوں کا جہنم حدیث عالمیہ پر بیان کیا ہے +	جواب سیوم +	۹۸
۱۱۹	جواب قول مولانا کہ دارقطنی نے کہا ہے یہ جانتے تھے ذکر نہیں کیا - بوجہ	بیان حال متقدمین عن الخلفہ	۹۹
۱۲۰	وجہ اول +	تحریر اگر جواب ہے تو اس کے سر کو ڈھانپنا +	۱۰۰
۱۲۱	وجہ دوم +	اذا ثبت لواحد فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثبت النبی - کا جواب	۱۰۱
۱۲۲	وجہ سیوم +	عام قرآنی کی تخصیص سے واحد مجازی نہیں +	۱۰۲
۱۲۳	وجہ چہارم +	جواب قول مولانا کہ اخبار واحد پر صحابہ کرام کو قیام نہیں کرتے +	۱۰۳
۱۲۴	بہر صحت +	بہر صحت - اور جواب ہے کہ وہ صحابہ کرام جو صحابہ کرام تھے وہ صحابہ کرام تھے	۱۰۴

نمبر	مضامین	مضامین	نمبر
۱۶۸	مسئلہ حصر نسیم اللہ کا	جواب مولف کا عام خاص کا راجی عبادت ہے	۱۶۸
۱۸۱	جواب مولف کا کہ محل نزاع کا فاتحہ پڑھنا ہی نہ ہوگا بڑا دھبہ - دھبہ - دھبہ	مولف کہ قول کہ حدیث تراویہ الامام تراویہ مسئلہ وہ قطع ہے قالہ البخاری +	۱۸۱
۱۸۲	حال حجاج بن ابی طاعہ کا -	جواب مولف کا کہ امام کی تراویہ تمام اوقات کے سوائے ہے +	۱۸۲
۱۸۳	جواب مولف کا کہ یک خاص واقعہ کا بیان ہوا کہ وہ عوام نہیں ہوتا +	قوت سند کی دعا کا - جواب	۱۸۳
۱۸۴	جواب قیاسی کے لیے حرف کا لکھا ہے	ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتوہ	۱۸۴
۱۸۵	جواب علاؤ الدین کا لکھا ہے	جواب مولف کا کہ یہی اس حدیث کے مشہور ہے +	۱۸۵
۱۸۶	جواب قول مولف کا کہ امام کا کہ ترہی قوت روایت کیا ہے +	جواب مولف کا کہ فائز الناس کا امام بڑی سبب ہے وہ دھبہ	۱۸۶
۱۸۷	تیکھ بن سلام کا حال +	وجہ دوم - وجہ شوم	۱۸۷
۱۸۸	مسئلہ استثنائے تحقیق +	جواب مولف کا کہ مدار اس حدیث کا کہ یہی ہے +	۱۸۸
۱۸۹	جواب قول مولف کا کہ اس استثنائے قوت کا رد لول اشارہ ہے +	جواب مولف کا کہ شفع اس حدیث پر رائے اتفاق ہے +	۱۸۹
۱۹۰	ماتوین اعتراض کا جواب +	جواب مولف کا - بلکہ حدیث حجت بھی نہیں +	۱۹۰
۱۹۱	ابن سید الناس رحمہ اللہ کا جواب +	جواب مولف کا کہ بہر تقدیر میں سازت ہے +	۱۹۱
۱۹۲	جحفہ بن ہون کا حال +	انفاری استفہام کا بیان اور جواب	۱۹۲
۱۹۳	فضاء گدا کی حدیث کا جواب +	مکتبہ اور فحاشیہ کی حدیث کا جواب	۱۹۳
۱۹۴	صحابی کے قول حجت ہونے کا بیان +	مسئلہ ذکر کا	۱۹۴

ردیف	مضامین	مضامین	ردیف
۱۵۵	جواب مولف کا کہ آیت کی شان نزول میں اختلافات نظر سے حجت نہیں ہوگی +	جواب مولف کا کہ یہ حدیث محتمل الوجہ ہوگی بڑی وجہ - وجہ ۱	۱۳۹
۱۵۷	استماع اور انصاف کہہ سہ قرأت کا انہیں بڑا جواب بوجہ - وجہ اول	جواب مولف کا کہ حدیث میں خود طحاوی کا ذکر بھی ہے اسے فرض کیوں نہیں کہتے بوجہ - وجہ ۱ وجہ ۲	۱۴۰
۱۵۸	وجہ دوم	جواب مولف کا کہ صفحہ ۱۲۱ پر تیس اعتراض چالیس ہیں - اعتراض اول - اول کا جواب اب جواب	۱۴۱
۱۵۹	وجہ سوم	اعتراض دوم کا جواب اب جواب	۱۴۲
۱۶۰	وجہ چہارم	اعتراض سوم کا جواب اب جواب	۱۴۳
۱۶۱	وجہ پنجم	فائدہ طیف	۱۴۵
۱۶۲	وجہ ششم	جعفر بیرون کے صنف کا جواب اول	۱۴۶
۱۶۳	وجہ ہفتم - وجہ ہشتم - وجہ نهم	جواب دوم	۱۴۷
۱۶۴	قولہ حدیث پلیمانیہ ہے - لایا الیہ تحقیقات سے - یہ کی +	جواب سوم	۱۴۸
۱۶۵	جواب مولف کا کہ میں نے کہہ ہے +	جواب مولف کا کہ جہاں سے لافوی نکلتا روایت ہو تو اس کا قول حجت نہیں ہے +	۱۴۹
۱۶۶	مولف کا محرفانہ بیان +	السلام عہد میں اصل ہے جواب تحقیق اس مسئلہ کی	۱۵۰
۱۶۷	جواب مولف کا کہ اس زیادتی میں غلطی لکھائی تاج نہیں +	ترتیب قول مولف کی اگر بارش کی دیکھیں نہیں لکھتے نہیں اور یہ قول ہے اصل ہے +	۱۵۱
۱۶۸	جواب مولف کا کہ سہم کہہا یہ حدیث صحیح علیہ السلام	جواب قول مولف کا کہ استماع کی تحقیق سے نمازوں کے ساتھ ہے +	۱۵۲
۱۶۹	وجہ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰	جواب قول مولف کا کہ طحاوی نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے تحقیق اس کی قرأت اور تفسیر میں اس میں غلطی ہے	۱۵۱
۱۷۰	جواب مولف کا کہ خاص کے ساتھ تحقیق کرنا نہیں ہے +	جواب مولف کا کہ عام کی تحقیق نہ ہے طحاوی نے	۱۵۳

صفحہ نمبر	مضامین	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۲	تطبیق کا جواب +	رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز میں تائید کیا کی فراموشی ہے۔ کا جواب اے اے اے +	۲۲۷
۲۲۳	شاذ مقبول کا بیان اور جواب۔	قولہ آمد اس حدیث کا صحیح ہے۔ کا جواب +	۲۲۸
۱۱	ایضاً تطبیق کا جواب۔	تم آقا ابام القرآن۔ کا جواب +	۱۱
۱۱	علی رضی اللہ عنہ کھنا درست نہیں ہے۔ کا جواب +	۲۲۹	۲۲۹
۲۲۵	قرآن فاتحہ میں رکعت کے وقت ہونیکا درست ہے۔ الاج۔ کا جواب اے اے اے	تو اترنے بخاری رحمہ اللہ کا جواب +	۱۱
۲۲۶	بعض فرض ضرورت کی وقت ساقط ہوجاتے ہیں کا۔ جواب اے اے اے	خبر واحد بتقریر ہے ہوتی ہے۔ کا جواب +	۱۱
۲۲۷	قولہ پیر کیا جرم ہے۔ کا جواب	اس مسئلہ میں خطہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف ہوا۔ کا جواب +	۲۳۰
۲۲۸	امام صاحب کے منظرہ کا بیان اور جواب	قولہ راہ اور کل الحدیث کو خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات انتہی میں۔ کا جواب +	۲۳۱
۲۲۹	امام صاحب کے ذکا اور ذہانت اور اس طرح سوال بیان کرنا۔ بیان۔	تقدیم اور۔ کا جواب +	۲۳۲
۲۵۱	قرآن ذنب الشیخین کا جواب	قولہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جتنا تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ کا جواب +	۱۱
۲۵۲	مسئلہ اول مسئلہ دوم	۲۳۳	۲۳۳
۲۵۳	مسئلہ سوم	جواب	۲۳۵
۲۵۴	مسئلہ چہارم	خفیہ کے اقوال اس مسئلہ میں مضطرب ہیں کا۔ جواب +	۲۳۶
۲۵۵	مدنی کے کچھ کتب بغیر عمدہ کے جواب	حدیث تین مضطرب کا بیان	۱۱
۱۱	جواب دوم	قرآن اور حدیث میں تناقض نہیں ہے۔ کا جواب +	۲۳۱
۱۱	جواب سہم	فاو واما تین کتب کا نام۔ کا جواب +	۲۳۱
۲۵۹	پس ثابت ہوا کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے۔ کا جواب	۲۴۱	۲۴۱

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۹۲	مخواب تول تولت کا کوئی الزام حاصل نہیں ہو سکتا بخود علامہ صاحب مدظلہ العالی	۲۰۱	اجماع السلفین علی خلافہ کا جواب
۱۹۳	ما زاد کا پڑنا بالکل منہ نہیں لگا جواب بطریق اربعہ	۲۰۲	قولہ - پھر بخاری ۴ نے کہا ہے - کا جواب
۱۹۴	شافعی ۴ کے عدم اطلاع اجماع کا جواب	۲۰۳	جابر رحمہ کا اصل مخالفت کا جواب مدظلہ العالی
۱۹۵	اجتناب جودہ تابع کا جواب	۲۰۴	بخاری کی روایت کا بیان اور جواب مدظلہ العالی
۱۹۶	عوام بن عذرة المازنی کا حال +	۲۰۵	ابن مسعود سے روایت ثابت - کا جواب مدظلہ العالی
۱۹۷	عبد اللہ بن کبیر کا حال +	۲۰۶	قولہ - ان ہی قال ابن عمر عن التمرارة کا جواب
۱۹۸	عبد اللہ بن صالح کا حال +	۲۰۷	جواب مدظلہ العالی
۱۹۹	عبد الرزاق بن مہام کا حال +	۲۰۸	فوائد عبارت کے مدظلہ العالی
۲۰۰	زيادة البکائی - اور عبد اللہ بن مسعود سے روایت	۲۰۹	زید بن ثابت کا بیان - اور تولت کے حکم کا رد
۲۰۱	حسین بن اسماعیل بن ابی کا حال +	۲۱۰	ابوالدرداء کے لفظ کا بیان اور جواب مدظلہ العالی
۲۰۲	محمد بن یوسف ناریابی کا حال +	۲۱۱	تقابل کا جواب مدظلہ العالی
۲۰۳	اذ انشی ناحتہ انکنا فلا انشدک لکوتہ کا جواب	۲۱۲	عبد اللہ بن عباس کے اثر کا جواب اور ان کے عجیب
۲۰۴	عمر بن ابی سحیم النخعی کا حال +	۲۱۳	آثار سے منع نہ نکلنے کا - جواب
۲۰۵	عبد اللہ بن عثمان کا حال +	۲۱۴	حدیث خصامہ وغیرہ میں اصل کا جواب
۲۰۶	جواب بن عبد اللہ شیبی کا حال +	۲۱۵	حنفہ کلام کا تطبیق دیکر عمل کرنا کا جواب
۲۰۷	پیار کے قول کا جواب	۲۱۶	صینی ۴ کے الزام کا جواب
۲۰۸	تذکرہ - وقال القاسم بن محمد کان حال آہ کا جواب	۲۱۷	قولہ - تخریج لموعید نکلیا - کا جواب
۲۰۹	کافی کا قول کتب ہے - کا جواب	۲۱۸	قولہ - لیکن من لعل العلم - کا جواب
۲۱۰	ازمرفاروق کا جواب	۲۱۹	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۸۶	تحقیق مسئلہ۔	۳۰۷	پانچ سات و تر کا جواب +
۲۹۰	صلوۃ اللیل شے شے آہ کا بیان۔ اور جواب ۱۷	۳۰۸	اختلاف انواعی۔ کا جواب +
۲۹۱	خفیہ اور بواحدہ۔ کا جواب	۳۰۹	دوسری اعتراض خفیہ کا شافعی آہ کا جواب
۲۹۲	آن ابن عمر کا رسم بین الرکعتین والركعة فی الوقت۔ کا جواب ۱۷	۳۱۱	طائفتے الرکوع والنبح کا جواب +
۲۹۶	اور سے صریح الی آخرہ۔ کا جواب	۳۱۲	تخصیص لفظ اللہ اکبر کا جواب
۲۹۷	یا غلام ارحل النکاح۔ آہ۔ کا جواب	۳۱۳	بدون سلام نماز جاہلین۔ کا جواب
۲۹۸	اگر وہ عاتق اتباع جانتے ہوئے۔ کا جواب	۳۱۴	ذکر وجوہات کہ غلط سلام فرض نہیں واجب
۲۹۹	ابن حزم نے کہا ہے التلبیۃ بآہ کا جواب	۳۱۵	ایک ہی ضرب تکبیر۔ کا۔ جواب
۳۰۰	ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کا جواب	۳۱۶	مسئلہ رفع یدین کا بیان۔ اور جواب
۳۰۱	الصلوۃ فی حال الخوف کے مسئلہ کا جواب	۳۱۷	مسئلہ وضع الیدین تحت الترقۃ کا ثبوت
۳۰۲	ایک رکعت و یکا کس کس کا نہیں ہے آہ کا جواب	۳۱۸	مسئلہ جلوس فی التمسد
۳۰۳	تبعین اور علماء کے مذہب کا جواب	۳۱۹	مسئلہ اشارۃ بالتبایہ کا جواب
۳۰۴	بلکہ اگر یہ قویا بیان کیا جائے تو قدرتی بات کا جواب	۳۲۰	تمسک اخیر یوں کر کھڑا ہونا۔ ذکر اور جواب
۳۰۵	دوسرا جواب جو تہجیات حدیث میں ہے کچھ ہیں	۳۲۱	مسئلہ امین باللس کا بیان
۳۰۶	عراقی نے کہا ہے عاریت سے ہوا۔ کا جواب	۳۲۲	مسئلہ عدم نماز بوقت طلوع آفتاب
۳۰۷	سیکمان بن سید مروی کا جواب	۳۲۳	حضرت صالح علیہ السلام کا پہلی رکعت کو لینا کرنی
۳۰۸	تخصیص سورہ سے الی آخرہ کا جواب	۳۲۴	مسئلہ رکوع کی عدم اعتداد رکعت کا جواب

صناعات کتابخانه

صفحہ	سطر	نقطہ	صحیح	صفحہ	سطر	نقطہ	صحیح	صفحہ	سطر	نقطہ	صحیح
۱	۵	۱۳	۲۵	۲	۵	۱۳	۲۵	۳	۵	۱۳	۲۵
۵	۲۰	۲۱	۲۶	۵	۲۰	۲۱	۲۶	۵	۲۰	۲۱	۲۶
۶	۳	۵	۲۴	۶	۳	۵	۲۴	۶	۳	۵	۲۴
۸	۲	۱۲	۱۷	۸	۲	۱۲	۱۷	۸	۲	۱۲	۱۷
۹	۳	۱۳	۲۱	۹	۳	۱۳	۲۱	۹	۳	۱۳	۲۱
۱۰	۴	۱	۳۰	۱۰	۴	۱	۳۰	۱۰	۴	۱	۳۰
۱۱	۵	۲	۳۱	۱۱	۵	۲	۳۱	۱۱	۵	۲	۳۱
۱۲	۶	۳	۳۲	۱۲	۶	۳	۳۲	۱۲	۶	۳	۳۲
۱۳	۷	۴	۳۳	۱۳	۷	۴	۳۳	۱۳	۷	۴	۳۳
۱۴	۸	۵	۳۴	۱۴	۸	۵	۳۴	۱۴	۸	۵	۳۴
۱۵	۹	۶	۳۵	۱۵	۹	۶	۳۵	۱۵	۹	۶	۳۵
۱۶	۱۰	۷	۳۶	۱۶	۱۰	۷	۳۶	۱۶	۱۰	۷	۳۶
۱۷	۱۱	۸	۳۷	۱۷	۱۱	۸	۳۷	۱۷	۱۱	۸	۳۷
۱۸	۱۲	۹	۳۸	۱۸	۱۲	۹	۳۸	۱۸	۱۲	۹	۳۸
۱۹	۱۳	۱۰	۳۹	۱۹	۱۳	۱۰	۳۹	۱۹	۱۳	۱۰	۳۹
۲۰	۱۴	۱۱	۴۰	۲۰	۱۴	۱۱	۴۰	۲۰	۱۴	۱۱	۴۰
۲۱	۱۵	۱۲	۴۱	۲۱	۱۵	۱۲	۴۱	۲۱	۱۵	۱۲	۴۱
۲۲	۱۶	۱۳	۴۲	۲۲	۱۶	۱۳	۴۲	۲۲	۱۶	۱۳	۴۲
۲۳	۱۷	۱۴	۴۳	۲۳	۱۷	۱۴	۴۳	۲۳	۱۷	۱۴	۴۳
۲۴	۱۸	۱۵	۴۴	۲۴	۱۸	۱۵	۴۴	۲۴	۱۸	۱۵	۴۴
۲۵	۱۹	۱۶	۴۵	۲۵	۱۹	۱۶	۴۵	۲۵	۱۹	۱۶	۴۵
۲۶	۲۰	۱۷	۴۶	۲۶	۲۰	۱۷	۴۶	۲۶	۲۰	۱۷	۴۶
۲۷	۲۱	۱۸	۴۷	۲۷	۲۱	۱۸	۴۷	۲۷	۲۱	۱۸	۴۷
۲۸	۲۲	۱۹	۴۸	۲۸	۲۲	۱۹	۴۸	۲۸	۲۲	۱۹	۴۸
۲۹	۲۳	۲۰	۴۹	۲۹	۲۳	۲۰	۴۹	۲۹	۲۳	۲۰	۴۹
۳۰	۲۴	۲۱	۵۰	۳۰	۲۴	۲۱	۵۰	۳۰	۲۴	۲۱	۵۰
۳۱	۲۵	۲۲	۵۱	۳۱	۲۵	۲۲	۵۱	۳۱	۲۵	۲۲	۵۱
۳۲	۲۶	۲۳	۵۲	۳۲	۲۶	۲۳	۵۲	۳۲	۲۶	۲۳	۵۲
۳۳	۲۷	۲۴	۵۳	۳۳	۲۷	۲۴	۵۳	۳۳	۲۷	۲۴	۵۳
۳۴	۲۸	۲۵	۵۴	۳۴	۲۸	۲۵	۵۴	۳۴	۲۸	۲۵	۵۴
۳۵	۲۹	۲۶	۵۵	۳۵	۲۹	۲۶	۵۵	۳۵	۲۹	۲۶	۵۵
۳۶	۳۰	۲۷	۵۶	۳۶	۳۰	۲۷	۵۶	۳۶	۳۰	۲۷	۵۶
۳۷	۳۱	۲۸	۵۷	۳۷	۳۱	۲۸	۵۷	۳۷	۳۱	۲۸	۵۷
۳۸	۳۲	۲۹	۵۸	۳۸	۳۲	۲۹	۵۸	۳۸	۳۲	۲۹	۵۸
۳۹	۳۳	۳۰	۵۹	۳۹	۳۳	۳۰	۵۹	۳۹	۳۳	۳۰	۵۹
۴۰	۳۴	۳۱	۶۰	۴۰	۳۴	۳۱	۶۰	۴۰	۳۴	۳۱	۶۰
۴۱	۳۵	۳۲	۶۱	۴۱	۳۵	۳۲	۶۱	۴۱	۳۵	۳۲	۶۱
۴۲	۳۶	۳۳	۶۲	۴۲	۳۶	۳۳	۶۲	۴۲	۳۶	۳۳	۶۲
۴۳	۳۷	۳۴	۶۳	۴۳	۳۷	۳۴	۶۳	۴۳	۳۷	۳۴	۶۳
۴۴	۳۸	۳۵	۶۴	۴۴	۳۸	۳۵	۶۴	۴۴	۳۸	۳۵	۶۴
۴۵	۳۹	۳۶	۶۵	۴۵	۳۹	۳۶	۶۵	۴۵	۳۹	۳۶	۶۵
۴۶	۴۰	۳۷	۶۶	۴۶	۴۰	۳۷	۶۶	۴۶	۴۰	۳۷	۶۶
۴۷	۴۱	۳۸	۶۷	۴۷	۴۱	۳۸	۶۷	۴۷	۴۱	۳۸	۶۷
۴۸	۴۲	۳۹	۶۸	۴۸	۴۲	۳۹	۶۸	۴۸	۴۲	۳۹	۶۸
۴۹	۴۳	۴۰	۶۹	۴۹	۴۳	۴۰	۶۹	۴۹	۴۳	۴۰	۶۹
۵۰	۴۴	۴۱	۷۰	۵۰	۴۴	۴۱	۷۰	۵۰	۴۴	۴۱	۷۰
۵۱	۴۵	۴۲	۷۱	۵۱	۴۵	۴۲	۷۱	۵۱	۴۵	۴۲	۷۱
۵۲	۴۶	۴۳	۷۲	۵۲	۴۶	۴۳	۷۲	۵۲	۴۶	۴۳	۷۲
۵۳	۴۷	۴۴	۷۳	۵۳	۴۷	۴۴	۷۳	۵۳	۴۷	۴۴	۷۳
۵۴	۴۸	۴۵	۷۴	۵۴	۴۸	۴۵	۷۴	۵۴	۴۸	۴۵	۷۴
۵۵	۴۹	۴۶	۷۵	۵۵	۴۹	۴۶	۷۵	۵۵	۴۹	۴۶	۷۵
۵۶	۵۰	۴۷	۷۶	۵۶	۵۰	۴۷	۷۶	۵۶	۵۰	۴۷	۷۶
۵۷	۵۱	۴۸	۷۷	۵۷	۵۱	۴۸	۷۷	۵۷	۵۱	۴۸	۷۷
۵۸	۵۲	۴۹	۷۸	۵۸	۵۲	۴۹	۷۸	۵۸	۵۲	۴۹	۷۸
۵۹	۵۳	۵۰	۷۹	۵۹	۵۳	۵۰	۷۹	۵۹	۵۳	۵۰	۷۹
۶۰	۵۴	۵۱	۸۰	۶۰	۵۴	۵۱	۸۰	۶۰	۵۴	۵۱	۸۰
۶۱	۵۵	۵۲	۸۱	۶۱	۵۵	۵۲	۸۱	۶۱	۵۵	۵۲	۸۱
۶۲	۵۶	۵۳	۸۲	۶۲	۵۶	۵۳	۸۲	۶۲	۵۶	۵۳	۸۲
۶۳	۵۷	۵۴	۸۳	۶۳	۵۷	۵۴	۸۳	۶۳	۵۷	۵۴	۸۳
۶۴	۵۸	۵۵	۸۴	۶۴	۵۸	۵۵	۸۴	۶۴	۵۸	۵۵	۸۴
۶۵	۵۹	۵۶	۸۵	۶۵	۵۹	۵۶	۸۵	۶۵	۵۹	۵۶	۸۵
۶۶	۶۰	۵۷	۸۶	۶۶	۶۰	۵۷	۸۶	۶۶	۶۰	۵۷	۸۶
۶۷	۶۱	۵۸	۸۷	۶۷	۶۱	۵۸	۸۷	۶۷	۶۱	۵۸	۸۷
۶۸	۶۲	۵۹	۸۸	۶۸	۶۲	۵۹	۸۸	۶۸	۶۲	۵۹	۸۸
۶۹	۶۳	۶۰	۸۹	۶۹	۶۳	۶۰	۸۹	۶۹	۶۳	۶۰	۸۹
۷۰	۶۴	۶۱	۹۰	۷۰	۶۴	۶۱	۹۰	۷۰	۶۴	۶۱	۹۰
۷۱	۶۵	۶۲	۹۱	۷۱	۶۵	۶۲	۹۱	۷۱	۶۵	۶۲	۹۱
۷۲	۶۶	۶۳	۹۲	۷۲	۶۶	۶۳	۹۲	۷۲	۶۶	۶۳	۹۲
۷۳	۶۷	۶۴	۹۳	۷۳	۶۷	۶۴	۹۳	۷۳	۶۷	۶۴	۹۳
۷۴	۶۸	۶۵	۹۴	۷۴	۶۸	۶۵	۹۴	۷۴	۶۸	۶۵	۹۴
۷۵	۶۹	۶۶	۹۵	۷۵	۶۹	۶۶	۹۵	۷۵	۶۹	۶۶	۹۵
۷۶	۷۰	۶۷	۹۶	۷۶	۷۰	۶۷	۹۶	۷۶	۷۰	۶۷	۹۶
۷۷	۷۱	۶۸	۹۷	۷۷	۷۱	۶۸	۹۷	۷۷	۷۱	۶۸	۹۷
۷۸	۷۲	۶۹	۹۸	۷۸	۷۲	۶۹	۹۸	۷۸	۷۲	۶۹	۹۸
۷۹	۷۳	۷۰	۹۹	۷۹	۷۳	۷۰	۹۹	۷۹	۷۳	۷۰	۹۹
۸۰	۷۴	۷۱	۱۰۰	۸۰	۷۴	۷۱	۱۰۰	۸۰	۷۴	۷۱	۱۰۰

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۳۳۲	بعض اہل فلاحہ کا جواب	۳۵۱
۳۳۳	راوی کا عمل اپنے روایت کے خلاف ہے۔ کا جواب	۳۵۲
۳۳۴	آئی کبرہ رضی اللہ عنہ کے محدث کی بحث	۳۵۳
۳۳۵	کلمہ فا کی بحث نویں دیکھو۔ کا جواب	۳۵۴
۳۳۶	ترمذی کا مسئلہ تھیسا۔ کا جواب	۳۵۵
۳۳۷	ابو بکرہ پر انکار فرمائے کا جواب	۳۵۶
۳۳۸	تاخیر بیان حروف الحجة کا بیان	۳۵۷
۳۳۹	تاخیر بیان الوقت الحجة کا بیان	۳۵۸
۳۴۰	طبرانی نے زیادہ کیا ہے۔ کا جواب	۳۵۹
۳۴۱	تاخیر بیان الزام۔ کا جواب	۳۶۰
۳۴۲	تاخیر افعال حج کا بیان۔ اور جواب	۳۶۱
۳۴۳	آناد صوم کجاء کا بیان۔	۳۶۲
۳۴۴	لا تقد۔ کا جواب	۳۶۳
۳۴۵	یحدیث منکر ہے کا جواب	۳۶۴
۳۴۶	مکتبہ شرعی اور فی کیے چھوٹے کا جواب	۳۶۵
۳۴۷	یہاں کوئی مقابلہ سجد نہیں آ۔ کا جواب	۳۶۶
۳۴۸	جواب دوم	۳۶۷
۳۴۹	جواب سوم	۳۶۸
۳۵۰	من ادرك ركعة من صلاة الفداء آہ کا جواب	۳۶۹
۳۵۱	حفاظ محمدین سے ہوا ہے	۳۷۰
۳۵۲	والفرد عن ان المحمديت العلمين ادين	۳۷۱

صفحہ	سطر	خط	صحیح	صفحہ	سطر	خط	صحیح	صفحہ	سطر	خط	صحیح
۱۴۲	۳	او	و	۲۱۰	۱۶	تلقوا	ان تقموا	۲۴۰	۵	کے لئے	کے
۱۴۳	۷	واحد	واحد	۲۱۲	۲	دو جوب	دو جوب	۱۵	۵	اسباب	اسباب
۱۴۴	۱۱	لاکڑ	لاکڑ	۲۱۳	۱۱	وا	وا	۲۱	۷	ہو چکا	ہو چکی
۱۴۵	۱۹	قرآن	قرآن	۷	۱۵	وہا	وہا	۷	۲۴۲	فالامور	فالامور
۱۴۶	۱۶	حدیث روایت	حدیث	۲۱۴	۱۲	ے	کی ہے	۲۱	۷	دون	دون
۱۴۷	۲۱	بھی	بھی	۲۱۵	۹	بیشر	پیشتر	۳	۲۴۶	جی	جی
۱۴۸	۳	ے	ے	۲۱۶	۲	اجا	واستنا	۶	۲۴۷	روایت	روایت
۱۴۹	۸	رہنہ	رہنہ	۷	۲۰	فانا	فانا	۱۶	۷	بھصہ	بھصہ
۱۵۰	۶	ٹاں	ٹاں	۷	۷	الستفقتہ	الستفقتہ	۱۶	۲۵۰	فیہ	فیہ
۱۵۱	۱۱	ہنا	ہنا	۷	۲۱	فانتم انتہ	فانتم انتہ	۱۶	۲۵۱	فیقرأ	فیقرأ
۱۵۲	۲۰	الفعل	الفعل	۲۱۶	۱	الجتہدین	الجتہدین	۱۶	۷	الامامت	الامامت
۱۵۳	۱۳	کیتے	کیتے	۷	۹	لنا	لنا	۷	۷	اور	اور
۱۵۴	۲	اخوانا	اخوانا	۷	۱۰	العینی	العینی	۲۱	۷	اور	اور
۱۵۵	۱۳	بہرمان	بہرمان	۲۱۵	۲۱	کیا	کیا	۷	۷	اور	اور
۱۵۶	۱۲	پختہ حال	پختہ حال	۲۲۱	۷	ان تقموا	ان تقموا	۷	۷	اور	اور
۱۵۷	۱۶	نماز	نماز	۷	۷	تلقوا	تلقوا	۱۹	۲۵۲	خضر	خضر
۱۵۸	۳	سے	سے	۲۲۲	۱۳	الا	الا	۱۰	۲۵۳	نخضر	نخضر
۱۵۹	۱۸	من ارجاء	من ارجاء	۲۲۵	۱	ہوئے ہیں	ہوئے ہیں	۱۸	۷	ارشاد	ارشاد
۱۶۰	۷	بعلی	بعلی	۷	۱۲	لیت	لیت	۲	۲۵۵	نصرہ	نصرہ
۱۶۱	۳	ذکر	ذکر	۲۲۶	۳	تہذیب	تہذیب	۱۳	۷	لئے	لئے
۱۶۲	۲	النظر	النظر	۷	۱۰	میں	میں	۲	۲۵۱	فاتحہ	فاتحہ
۱۶۳	۸	رسارہ	رسارہ	۷	۷	اور کچھ نہیں	اور کچھ نہیں	۱۶	۷	کنیت	کنیت
۱۶۴	۸	غیر	غیر	۷	۷	اور کچھ نہیں	اور کچھ نہیں	۱۱	۲۵۹	نقصان	نقصان
۱۶۵	۱۵	مازاد	مازاد	۷	۷	اور کچھ نہیں	اور کچھ نہیں	۶	۲۶۰	ادہ اسل	ادہ اسل
۱۶۶	۲۱	التعویذ	التعویذ	۷	۷	اور کچھ نہیں	اور کچھ نہیں	۷	۲۶۱	تقرب	تقرب
۱۶۷	۷	الامام	الامام	۷	۷	اور کچھ نہیں	اور کچھ نہیں	۳	۲۶۲	ادہ دلائل	ادہ دلائل
۱۶۸	۲۱	حاجب	حاجب	۲۲۸	۶	مقتدائی	مقتدائی	۱۲	۷	لفظ	لفظ
۱۶۹	۱۲	النہری	النہری	۷	۷	قوت	قوت	۱۶	۷	ارومی	ارومی
۱۷۰	۱۶	پہن	پہن	۲۲۹	۳	بکا	بکا	۲۰	۲۶۳	کسی	کسی
۱۷۱	۲۱	وہاں بھی	وہاں بھی	۷	۱۹	بل	بل	۲	۲۱۴	شیخ	شیخ
۱۷۲	۶	حجر	حجر	۲۳۰	۱۹	حدیث اتار	حدیث اتار	۷	۷	ولا تقتر	ولا تقتر
۱۷۳	۲	الہکاء	الہکاء	۷	۲۱	شہر	شہر	۱۹	۷	کان	کان
۱۷۴	۷	عبداللہ بن عمر	عبداللہ بن عمر	۲۳۱	۱۰	پیر	پیر	۲	۲۶۵	لہوالبہ	لہوالبہ
۱۷۵	۱۳	حال تو	حال تو	۷	۲۱	بالستہ	بالستہ	۱۳	۷	الینرا	الینرا
۱۷۶	۱۹	ابوشیفہ	ابوشیفہ	۲۳۲	۵	مراحتہ	مراحتہ	۱۳	۲۶۸	فلا حیر	فلا حیر
۱۷۷	۲۰	نستقم	نستقم	۷	۷	امام شافعیہ	امام شافعیہ	۱۵	۷	کے امیرین	کے امیرین
۱۷۸	۱۰	امین	امین	۲۳۳	۱۲	ولا بکرہ	ولا بکرہ	۱۲	۲۶۹	محول	محول
۱۷۹	۳	او بہت	او بہت	۲۳۵	۶	روایت	روایت	۱۵	۷	ولا	ولا
۱۸۰	۷	سہ	سہ	۲۳۷	۹	العید	العید	۱۶	۱۶	عقلی	عقلی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۳	بہت صحیح	بہت صحیح	۱۱۵	۱۲	بھی	بھی	۱۱۵	۱۲	بھی	بھی
۸۳	۵	یصح	یصح	۱۱۸	۱۲	مطلقاً	مطلقاً	۱۱۸	۱۲	مطلقاً	مطلقاً
۸۴	۲۱	اہل	اہل	۱۱۹	۷	حدث	حدث	۱۱۹	۷	حدث	حدث
۸۵	۱۲	کنتم	کنتم	۱۲۱	۳	محال	محال	۱۲۱	۳	محال	محال
۸۶	۱۷	فی	فی	۱۲۲	۷	صاحب	صاحب	۱۲۲	۷	صاحب	صاحب
۸۷	۷	میں	میں	۱۲۳	۷	کے	کے	۱۲۳	۷	کے	کے
۸۸	۱۷	دین	دین	۱۲۵	۹	کرنا	کرنا	۱۲۵	۹	کرنا	کرنا
۸۹	۱۷	راقد	راقد	۱۲۶	۸	میں	میں	۱۲۶	۸	میں	میں
۹۰	۷	وثقہ	وثقہ	۱۲۷	۲	ایسی	ایسی	۱۲۷	۲	ایسی	ایسی
۹۱	۱۳	کلمہ	کلمہ	۱۲۸	۱۷	کل	کل	۱۲۸	۱۷	کل	کل
۹۲	۱۷	اسبتی	اسبتی	۱۲۹	۲۰	ادبی	ادبی	۱۲۹	۲۰	ادبی	ادبی
۹۳	۸	جواب	جواب	۱۳۰	۲۱	سبیل	سبیل	۱۳۰	۲۱	سبیل	سبیل
۹۴	۹	تفقول	تفقول	۱۳۱	۷	کچھ	کچھ	۱۳۱	۷	کچھ	کچھ
۹۵	۱۵	ڈکر کرنا	ڈکر کرنا	۱۳۲	۷	جواب کا	جواب کا	۱۳۲	۷	جواب کا	جواب کا
۹۶	۲	کی	کی	۱۳۳	۱۵	نیا	نیا	۱۳۳	۱۵	نیا	نیا
۹۷	۲	حقیقتاً	حقیقتاً	۱۳۴	۲۱	قال	قال	۱۳۴	۲۱	قال	قال
۹۸	۸	موداد و موداد	موداد و موداد	۱۳۵	۷	ابن زیاد	ابن زیاد	۱۳۵	۷	ابن زیاد	ابن زیاد
۹۹	۱۷	ول	ول	۱۳۶	۱۰	خاصات	خاصات	۱۳۶	۱۰	خاصات	خاصات
۱۰۰	۹	یہی	یہی	۱۳۷	۱۲	تضع منافیہ	تضع منافیہ	۱۳۷	۱۲	تضع منافیہ	تضع منافیہ
۱۰۱	۱۱	ہے	ہے	۱۳۸	۹	صراحت	صراحت	۱۳۸	۹	صراحت	صراحت
۱۰۲	۱۸	کشل	کشل	۱۳۹	۳	زیادہ	زیادہ	۱۳۹	۳	زیادہ	زیادہ
۱۰۳	۵	اصلیہ	اصلیہ	۱۴۰	۷	ہے	ہے	۱۴۰	۷	ہے	ہے
۱۰۴	۱۲	بار	بار	۱۴۱	۷	ہے	ہے	۱۴۱	۷	ہے	ہے
۱۰۵	۳	فرضیتا	فرضیتا	۱۴۲	۱۲	قال	قال	۱۴۲	۱۲	قال	قال
۱۰۶	۱۳	حضرت	حضرت	۱۴۳	۷	صاحب	صاحب	۱۴۳	۷	صاحب	صاحب
۱۰۷	۲	لے	لے	۱۴۴	۸	نقد	نقد	۱۴۴	۸	نقد	نقد
۱۰۸	۱۷	امامک	امامک	۱۴۵	۱۸	انہن	انہن	۱۴۵	۱۸	انہن	انہن
۱۰۹	۱۸	المسلوۃ	المسلوۃ	۱۴۶	۱۳	فی	فی	۱۴۶	۱۳	فی	فی
۱۱۰	۲۰	المانین	المانین	۱۴۷	۲	بھی	بھی	۱۴۷	۲	بھی	بھی
۱۱۱	۷	فعلا	فعلا	۱۴۸	۱۲	رنگ	رنگ	۱۴۸	۱۲	رنگ	رنگ
۱۱۲	۷	بینہا	بینہا	۱۴۹	۱۰	من	من	۱۴۹	۱۰	من	من
۱۱۳	۱	تسکلم	تسکلم	۱۵۰	۷	اور کچھ	اور کچھ	۱۵۰	۷	اور کچھ	اور کچھ
۱۱۴	۲۱	یالیں	یالیں	۱۵۱	۱۰	ناتما	ناتما	۱۵۱	۱۰	ناتما	ناتما
۱۱۵	۱۳	طرق	طرق	۱۵۲	۳	واصلہ	واصلہ	۱۵۲	۳	واصلہ	واصلہ
۱۱۶	۸	لا عمر	لا عمر	۱۵۳	۷	بکلام	بکلام	۱۵۳	۷	بکلام	بکلام
۱۱۷	۲۱	تفتی	تفتی	۱۵۴	۷	کلام	کلام	۱۵۴	۷	کلام	کلام
۱۱۸	۹	وقع	وقع	۱۵۵	۱۱	جواب	جواب	۱۵۵	۱۱	جواب	جواب
۱۱۹	۱۹	بالفالمہ	بالفالمہ	۱۵۶	۱۲	تسکلم	تسکلم	۱۵۶	۱۲	تسکلم	تسکلم
۱۲۰	۲۰	لا	لا	۱۵۷	۷	وجہ	وجہ	۱۵۷	۷	وجہ	وجہ

صفحہ	صفحہ	مصحح	مصحح	لفظ	صحیح
۳۶۱	۳	مبتدی	مبتدی	روایت	روایت
۳۶۲	۴	الذنب	الذنب	رواہ البخاری	البخاری
۳۶۳	۵	معلوم	معلوم	بروایت	بروایت
۳۶۴	۶	کتب	کتب	فصحت	فصحت
۳۶۵	۷	جکو	جکو	اسی	اسی
۳۶۶	۸	ازتہ	ازتہ	یعنی	یعنی
۳۶۷	۹	انظام	انظام	اور	اور اگر
۳۶۸	۱۰	تقیید	تقیید	ہی	ہی
۳۶۹	۱۱	حدیث	حدیث	فرائی	فرائی
۳۷۰	۱۲	الشیراز	الشیراز	لاہری	لاہری
۳۷۱	۱۳	الضعیف	الضعیف	عفو	عفو
۳۷۲	۱۴	کیا	کیا	وہا	وہا
۳۷۳	۱۵	داکتب	داکتب	افلکم	افلکم
۳۷۴	۱۶	عبادات	عبادات	سبکی	سبکی
۳۷۵	۱۷	ہیں	ہیں	بالدلیل	بالدلیل
۳۷۶	۱۸	مطروح	مطروح	کیا جاوے	کیا جاوے
۳۷۷	۱۹	اول	اول	بن نہیہ	بن نہیہ
۳۷۸	۲۰	فلادورود	فلادورود	ایشہ	ایشہ
۳۷۹	۲۱	واقعی	واقعی	السامی لہم	السامی لہم
۳۸۰	۲۲	تبادر	تبادر	عقدا اور اشارہ	عقدا اور اشارہ
۳۸۱	۲۳	الحاصل نشاء	الحاصل نشاء	فعل	فعل
۳۸۲	۲۴	حیب	حیب	قدسے	قدسے
۳۸۳	۲۵	سور	سور	اس	اس
۳۸۴	۲۶	السیب	السیب	روایت	روایت
۳۸۵	۲۷	وسیلان	وسیلان	حضر	حضر
۳۸۶	۲۸	ماوعیت	ماوعیت	اکے	اکے
۳۸۷	۲۹	البنایہ	البنایہ	ابوبکر	ابوبکر
۳۸۸	۳۰	حسن	حسن	نوشدار	نوشدار
۳۸۹	۳۱	بعینہ	بعینہ	زیادہ	زیادہ
۳۹۰	۳۲	رکعتہ	رکعتہ	۶	۶
۳۹۱	۳۳	بلغت	بلغت	ہو ہو	ہو ہو
۳۹۲	۳۴	حاجتہ	حاجتہ	میں بخر	میں بخر
۳۹۳	۳۵	بھی	بھی	نقلدہ	نقلدہ
۳۹۴	۳۶	لیتفق	لیتفق	شروط	شروط
۳۹۵	۳۷	چونا	چونا	عبادانی	عبادانی
۳۹۶	۳۸	ذکرہ	ذکرہ	والا	والا
۳۹۷	۳۹	فی آخرین	فی آخرین	اسات	اسات
۳۹۸	۴۰	فی البانیہ	فی البانیہ		
۳۹۹	۴۱	فی البانیہ	فی البانیہ		